فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

تبویب، تخریج اور تعلیق

جلد ۱۹

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیر نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

زیرِ سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیرِ نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

فتاویٰ محمودیہ

فتاویٰ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

تبویب، تخریج اور تعلیق

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

کل صفحات	۶۰۳
تعداد	گیارہ سو

ناشر

ادارہ الفاروق کراچی

فتاویٰ محمودیہ

Graphix & Composing: Irfan Anwar Mughal

سن طباعت باراول............۱۴۲۶ھ، مطابق ۲۰۰۵ء

سن طباعت باردوم............۱۴۲۹ھ، مطابق ۲۰۰۸ء

ملنے کا پتہ

ادارہ الفاروق کراچی

جامعہ فاروقیہ، پوسٹ بکس نمبر 11009 شاہ فیصل کالونی نمبر 4، کراچی، پوسٹ کوڈ نمبر 75230

فون: 4599167, 4571132، ای میل: info@farooqia.com

www.farooqia.com

مطبع......القادر پرنٹنگ پریس

اجمالی فہرست

☆......☆......☆

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿وقضىٰ ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً، إما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلٰهما، فلا تقل لهما أفٍّ ولا تنهرهما، وقل لهما قولاً كريمًا﴾

(سورة الإسراء: ٢٣)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

بقية كتاب الحظر والإباحة

باب حقوق الوالدين وغيرهما

(والدین کے حقوق کا بیان)

باب السلام والقیام والمصافحة

الفصل الأول في السلام وإجابته

(سلام اور اس کے جواب کا بیان)

الفصل الثالث فی المصافحة والمعانقة

(مصافحہ اور معانقہ کا بیان)

الفصل الرابع فی القیام والتقبیل

(قیام اور تقبیل کا بیان)

باب الترضی والترحم

(رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام کہنے کا بیان)

باب الحجاب

الفصل فی ثبوت الستر و وجوبه

(پردہ کے ثبوت اور وجوب کا بیان)

فصلٌ فی مایتعلق بصوت المرأة

(عورت کی آواز کا بیان)

الفصل الثانی فیمن یجب عنه الستر

(جن سے پردہ ضروری ہے، ان کا بیان)

الفصل الثالث فی الخلوة و الاختلاط بالأجنبية و مسّها

(اجنبی عورتوں سے تنہائی اور میل جول اور مَس کرنے کا بیان)

الفصل الرابع في النظر إلى العورة وإفشائها

(اعضائے مستورہ کو دیکھنے اور کھولنے کا بیان)

باب اللباس

الفصل الأول في القميص والسروال والإزار

(قمیص اور شلوار کا بیان)

الفصل الثانی فی لبس البنطلون والصُّدرة وغیرهما

(پینٹ، کوٹ وغیرہ کے استعمال کا بیان)

الفصل الثالث فی العمامة والقلنسوة

(پگڑی اور ٹوپی کا بیان)

الفصل الرابع فی لباس النسآء

(عورتوں کے لباس کا بیان)

الفصل الخامس فی الثیاب المحرمة وغیرها

(ناجائز لباس کا بیان)

الفصل السادس فی أشياء الزينة

(زیب وزینت کی اشیاء کا بیان)

الفصل السابع فی المتفرقات

باب استعمال الذهب والفضة

الفصل الأول فی الخاتم

(انگوٹھی کا بیان)

الفصل الثانی فی أسنان الذهب والفضة

(سونے چاندی کے دانتوں کا بیان)

الفصل الثالث فی مصنوعات الذهب وغیره

(سونے وغیرہ کی مصنوعات کا بیان)

الفصل الرابع فی مایتعلق بساعة الوقت

(گھڑی کے استعمال کا بیان)

الفصل الخامس فی الحلیة للنساء

(عورتوں کا زیورات کے استعمال کرنے کا بیان)

باب الأسماء

(نام رکھنے کا بیان)

باب خصال الفطرة

الفصل الأول فی اللحیة والشوارب

(داڑھی اور مونچھ کا بیان)

فصلٌ فی حلّاق اللحیة

(نائی کا بیان)

الفصل الثانی فی الشّعر

(بالوں کا بیان)

الفصل الثالث فی تقلیم الأظفار

(ناخن کاٹنے کا بیان)

الفصل الرابع فی الخضاب

(مہندی اور خضاب کا بیان)

الفصل الخامس فی الختان

(ختنہ کا بیان)

باب الصورة والملاهي

الفصل الأول في الصورة

(تصویر کا بیان)

الفصل الثانی فی التمثال

(مجسمہ سازی کا بیان)

الفصل الثالث فی الملهی والتلفزیون

(سینما اور ٹی وی کا بیان)

باب الألعاب

(کھیلوں کا بیان)

باب الموالات مع الكفار والفَسَقة

(کفار اور فاسقوں کے ساتھ دوستی کرنے کا بیان)

الفصل الأول فی التشبه بالكفار

(کفار کی مشابہت کا بیان)

الفصل الثانی فی الشرکة فی أعیاد الکفار

(کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کا بیان)

الفصل الثالث فی إعانة الکفار بالمال

(مال سے کفار کی اعانت کرنے کا بیان)

الفصل الرابع فی إعانة الفساق والفجار

(فاسق وفاجر کی مدد کرنے کا بیان)

☆......☆......☆

بقية كتاب الحظر والإباحة

باب حقوق الوالدین وغیرھما

(والدین کے حقوق کا بیان)

والدین کا معذور پیر اور استاذ کی خدمت سے روکنا

سوال[۹۱۰۰]: اگر کسی شخص کے پیر یا استاذ دائم المرض ہوں اور بسببِ کمزوری مرض وتقاضائے عمر طبعی معذور بھی اتنے ہوں کہ ہمہ وقت دوسروں کی خدمت کے محتاج ہوں اور بالکل تنہا، نہ بیوی، نہ بچے، شاگرد یا مُرید اُن کی خدمت کرنا چاہیں، لیکن والدین ان کی خدمت اور ان کے یہاں جانے سے بھی روکیں۔ چونکہ والدین دینی ماحول اور تعلیمی، بزرگوں کی صحبت سے کورے ہیں، لیکن مرید اور شاگرد بفضلہٖ تعالیٰ شرع اور صوم وصلوۃ کے پابند ہیں، مسئلہ مسائل سے واقف اور دین کی خدمت بھی کررہے ہوں۔

ان حالات کے تحت مرید اور شاگرد کی پیر اور استاذ کی خدمت اور خبر گیری ضروری ہے یا والدین کی اطاعت فرض ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیر اور استاد کا مقام تو بلند ہے، اگر کوئی غیر آدمی بھی خدمت کا ایسا محتاج ہو کہ اس کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس کی بھی خبر گیری کا حکم ہے(۱)۔ والدین کو استاد اور پیر کی خدمت سے روکنے کا حق نہیں، جبکہ اس کی

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "للمؤمن على المؤمن ستّ خصال: يعوده إذا مرض، ويشهده إذا مات، ويجيبه إذا دعاه". الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الأول، ص: ۳۹۷، قديمى)

وجہ سے والدین کی خدمتِ ضروریہ میں فرق نہ آتا ہو(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۶/۳/۹۴ھ۔

والدین کی خدمت مقدم ہے یا تعلیم کی تکمیل؟

سوال[۹۱۰۱]: میں نے حفظ کیا، پھر کچھ عربی پڑھی، ارادہ تھا کہ درسِ نظامی کی تکمیل کرکے کچھ دین کی خدمت کرجاؤں، لیکن میرے والدین کی انتہائی کوشش ہے کہ پڑھنا ترک کرکے کسی دوسرے کام میں مشغول ہوجاؤں، جس سے دنیاوی زندگی بنے۔ تو کیا میں والدین کو ناراض کرکے اور عارضی طور پر ترکِ تعلق کرکے کسی دوسری جگہ جاکر درسِ نظامی کی تکمیل میں مصروف ہوجاؤں تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر والدین آپ کی خدمت واعانت کے محتاج ہیں، ان کے گزارے کی کوئی صورت نہیں اور آپ ہی ان کی خدمت پوری کرسکتے ہیں تو آپ کو اس کی اجازت نہیں کہ ان سے ترکِ تعلق کرکے کہیں چلے جائیں اور درسِ نظامی کی تکمیل کریں، بلکہ ان کی خدمت ہی کرتے رہیں اور فارغ وقت میں دینی علم-خواہ اردو میں ہی ہو- حاصل بھی کرسکتے ہیں۔ اگر وہ آپ کی خدمت کے محتاج نہیں تو اس کا حکم دوسرا ہے، پھر بھی ایسی روش اختیار نہ کی جائے جس سے والدین کی حق تلفی ہو اور نہ ان کا مقابلہ کیا جائے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/ ۸۷ھ۔

---

(۱) "فقال عمران بن حصين رضى الله تعالىٰ عنه للحكم: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "لاطاعة لأحد فى معصية الله تبارك وتعالى". (مسند أحمد، بقية حديث الحكم بن عمرو الغفارى رضى الله تعالىٰ عنه، (رقم الحديث: ۲۰۱۳۱): ۶/۵۹، دارإحياء التراث العربى بيروت)

"عن على رضى الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... قال: "لاطاعة فى معصية الله، إنما الطاعة فى المعروف". (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء فى غير معصية وتحريمها فى المعصية: ۲/۱۲۵، قديمى)

(۲) "واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهوبقدرمايحتاج لدينه، وفرض كفاية، وهو مازاد عليه =

والدین سے الگ رہنا کیا اکرامِ مسلم کے خلاف ہے؟

سوال[۹۱۰۲]: اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات کی روشنی میں رہبری فرمائیں: میں تبلیغ کا کام کرتا ہوں، یہاں کا ذمہ دار بھی ہوں، جماعتوں میں اکثر چلّوں وغیرہ میں جاتا ہوں، دن رات اللہ کے فضل سے کام میں لگا ہوں، دین کا داعی ہوں، میرے لئے گھر کے حالات بڑے پریشان کُن ہوگئے ہیں، میرے والد صاحب کا انتقال ہوکر قریب ۶/ ماہ کا عرصہ ہوگیا ہے۔ والد صاحب کی زندگی میں میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ علیحدہ مکان میں رہتا تھا، جتنا ہوتا مالی امداد کرتا۔

والد صاحب کے انتقال کے بعد بڑی ذمہ داری مجھ پر آئی ہے کہ دو بہنیں بالغ اور چار بھائی جس میں دو کمانے والے ہیں، میں ہی بڑا ہوں۔ طے پایا کہ سب ایک ہی گھر میں رہیں اور گھر کو سب کی آمدنیوں سے چلائیں، لیکن بھائیوں کے خیال مختلف ہیں اور والدہ صاحبہ بھی اختلاف فرماتی ہیں کہ میں علیحدہ ہی رہوں۔ میری بیوی سے بھی میری والدہ اچھی نہیں رہتی، رات دن جھگڑے، لیکن میں اس خیال سے کہ اکرامِ مسلم بہت ضروری ہے، مل کر رہنا چاہتا ہوں اور اپنے متعلقین کی مالی مدد بھی مل کر رہنے میں ہوتی ہے۔

اگر میں علیحدہ ہو جاؤں تو اسلام کی روشنی میں اکرامِ مسلم کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ اور میرا ایسا کرنا ماں کی نافرمانی میں داخل ہوگا یا نہیں؟ گھر میں تین بھائی بڑے بالغ ہیں، ان کا رویہ بھی میری بیوی سے اچھا نہیں ہے،

= لنفع غيره". (الدرالمختار، المقدمة: ١/ ٤٢، سعيد)

"لايحل سفر فيه خطر إلا بإذنهما (أى بإذن الوالدين)، ومالاخطر فيه يحل بلاإذن منه، ومنه السفر فى طلب العلم". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "لأنه أولى من التجارة إذاكان الطريق آمناً ولم يخف عليهما الضيعة". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، مطلب: طاعة الوالدين فرض عين: ١٢٥/٤، سعيد)

"وله الخروج لطلب العلم الشرعى بلا إذن والديه لوملتحياً". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ٤٠٨/٦، سعيد)

(وكذا فى خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الكراهية، الفصل الأول: ٣٢٧/٤، سهيل اكيڈمى لاهور)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السادس والعشرون: ٥/ ٣٦٥، ٣٦٦، رشيديه)

پردہ کرانا ان بھائیوں سے ضروری ہے تو دوسرے مکان میں رہنا پڑے گا۔ایسا کرنا کیسا ہے؟

آج دنیا میں ماں باپ بھائی بہنوں سے علیحدہ رہنا بہت معیوب خیال کیا جاتا ہے کیونکہ میں تبلیغ کی جماعتوں میں کام کرتا ہوں، میرے کردار پر ہر ایک کی نظر رہتی ہے۔ میرا علیحدہ رہنا کیسا رہے گا؟ براہِ کرم جواب مرحمت فرمائیں تو بہت احسان مند ہوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

معاشرتی مصالح کے پیشِ نظر الگ رہنا اور حقوق ادا کرتے رہنا اکرامِ مسلم کے خلاف نہیں، والدہ محترمہ کو اچھی طرح ادب ونرمی سے سمجھادیں کہ یہ مصالح ہیں علیحدہ رہنے میں، اس مجبوری سے علیحدہ رہتا ہوں اوران کی خدمت کرتے رہیں، ہمیشہ ان کے پاس جاتے رہیں، محبت میں کمی نہ کریں تو انشاء اللہ اچھے ثمرات مرتب ہوں گے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۸/ ۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۸/ ۱۳۹۰ھ۔

والدین کے حکم سے مال اور بیوی کو چھوڑنا

سوال[۹۱۰۳]: والدین کے بارے میں ایک حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس وصیتیں کی تھیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ’’والدین کی نافرمانی نہ کرنا چاہیئے اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ بیوی چھوڑ دے، یا سارا مال خرچ کر دے‘‘(۲)۔اس کی تشریح کر دیجئے کہ کیا

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿واخفض لهما جناح الذل من الرحمة، وقل رب ارحمهما كما ربّيانی صغيراً﴾ (سورة الإسراء: ۲۴)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله: "أی تواضع لهما وتذلل .... ﴿من الرحمة﴾: أی من فرط رحمتک عليهما". (روح المعانی، سورة الإسراء: ۱۵/ ۵۶، دار إحياء التراث العربی، بيروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھیے: (تفسير ابن كثير: ۳/ ۳۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "عن معاذ رضی الله تعالیٰ عنه قال: أوصانی رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم بعشر كلمات، قال: "لاتشرک بالله شيئاً وإن قتلت أوحرقت، ولا تعقن والديک وإن أمراک أن تخرج من أهلک =

ہر حال میں یہی حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

والدین کی اطاعت لازم ہے اوران کے حکم کی خاطر بیوی اور سارے مال کو چھوڑ دینے کا حکم ہے، بشرطیکہ فتنہ میں ابتلاء کا قوی اندیشہ نہ ہو، مثلاً بیوی کو چھوڑ دینے سے زنا میں مبتلا ہوجائے اور مال خرچ کردینے سے چوری وغیرہ میں مبتلا ہوجائے (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

والدین کی نافرمانی

سوال[۹۱۰۴]: والدین کی نافرمانی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز امور میں والدین کی نافرمانی کرنے والا سخت گنہگار ہے:

= ومالک". اهـ". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: مسند الأنصار، حديث معاذ بن جبل، (رقم الحديث: ۲۱۵): ۳۱۶/۶، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنه أن رجلاً أتاه فقال: إن لي امرأةً وإن أمي تأمرني بطلاقها، فقال له أبوالدرداء: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "الوالد أوسط أبواب الجنة، فإن شئت فحافظ على الباب أوضيع". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثاني، ص: ۴۱۹، قديمي)

"وعن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: "كانت تحتي امرأة أحبها، وكان عمر رضي الله تعالىٰ عنه يكرهها، فقال لي: طلقها، فأبيت، فأتى عمر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فذكرذلك له، فقال لي رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "طلقها". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث، ص: ۴۲۱، قديمي)

"يجب التطليق متابعةً للوالد، ورضاءً له، فقد ورد عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "رضى الرب في رضى الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد". الخ ". (نفع المفتي والسائل، مايتعلق بإطاعة الوالدين، ص: ۴۱۲، دار ابن حزم)

"عن المغيرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات". الحديث. مشكوة شريف(۱)۔ "ومن أصبح عاصياً لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من النار". الحديث مشكوة شريف(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ ھذا، ۱۱/شعبان، ۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبداللطیف ۱۱/شعبان، ۱۳۵۵ھ۔

معصیت کے کام میں والدین کی اطاعت

سوال[۹۱۰۵]: اگر والدین اپنی اولاد سے ناجائز کام کو کہیں تو اولاد کو کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ہرگز نہیں کرنا چاہیے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

ایضاً

سوال[۹۱۰۶]: زید بغرضِ اطاعتِ والدین ایک مکتب میں ملازمت کرتا ہے، مگر وہاں پر معصیت

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، ص: ۴۱۹، قديمي)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث، ص: ۴۲۱، قديمي)

(۳) "عن علي رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... قال "لاطاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية: ۲/۱۲۵، قديمي)

"فقام عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه، فلقيه بين الناس قال: تذكر يوم قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لاطاعة لمخلوق في معصية الله". .... "فقال عمران للحكم: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "لاطاعة لأحد في معصية الله تبارك وتعالى". (مسند أحمد (رقم الحديث: ۲۰۱۳۰، ۲۰۱۳۱): ۶/ ۵۹، ۶۰، داراحياء التراث العربي، بيروت)

(وفيض القدير، (رقم الحديث: ۹۹۰۳): ۱۲/۶۴۸۶، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

پر مبتلا ہوجاتا ہے اور وہ بھی بعض اَمارد پر نظرِ شہوت ہے، پھر توبہ کرلیتا ہے، پھر وہی عمل سرزد ہوجاتا ہے۔ اب یقین ہے کہ ملازمت ترک کردینا چاہیئے۔ سوال یہ ہے کہ والدین کی اطاعت کی خاطر ملازمت ضروری ہے یا ترکِ معصیت کی خاطر ملازمت ترک کردینا؟ اور اپنے مرشد کے یہاں رہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نفسِ ملازمت تو معصیت نہیں (۱)، البتہ اس ملازمت میں معصیت کے دواعی ہیں، جن کی وجہ سے مبتلا ہوجاتا ہے اور غالباً اسی معاصی کا عادی بن گیا ہے، پھر وہ جہاں بھی جائے گا اپنی عادت کی راہ نکال لے گا، ادھر غالباً والدین کا بھی مقصود یہ مخصوص ملازمت نہیں، بلکہ ان کا مقصد اخراجات کی سہولت اور تحصیلِ آمدنی ہے۔ اگر اس کا ظنِ غالب ہے کہ دوسرے کسی کام کی ملازمت کے بعد اس معصیت سے بچ جائے گا تو وہ ملازمت کرے تاکہ دونوں فائدے حاصل ہوں: معصیت سے حفاظت بھی ہوجائے اور آمدنی بھی ہوجائے (۲)۔ یا پھر اپنے مرشد کی خدمت میں جلدی جلدی جاتا رہے اور اصل تو یہ ہے کہ اپنے اس مرض کو اپنے مرشد سے کہنے پر جو کچھ وہ اس سے حفاظت کا علاج تجویز کریں پختہ ہوکر اس پر عمل کرتے رہیں۔ اپنی رائے پر علاج کرنے سے عمل نہیں ہوتا ہے، ورنہ مرشد کی ضرورت ہی کیا تھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۱ھ۔

نکاح کے بعد لڑکی پر والدین کا کتنا حق ہے؟

سوال[۹۱۰۷]: بعد نکاح والدین کا لڑکی کو اپنے حسبِ منشاء استعمال کی کس قدر اجازت ہے؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإذا قضیتم الصلوة، فانتشروا فی الأرض وابتغوا من فضل اللہ﴾ (سورة الجمعة: ۱۰)

قال العلامة الآلوسی رحمه اللہ علیه: "﴿وابتغوا من فضل اللہ﴾: أی الربح علی ماقیل". (روح المعانی: ۲۸/ ۱۰۳، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

وقال ابن کثیر رحمه اللہ علیه بعد الأیة المذکورة: ﴿اذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون﴾: أی حال بیعکم وشرائکم وأخذکم وإعطائکم". (تفسیر ابن کثیر: ۴/۳۶۷، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) قال اللہ تعالی: ﴿یا أیها الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحاً﴾. (سورة المؤمنون، آیت: ۵۱)

اور شوہر کو کتنا اس بات کا حق ہے کہ اپنے جائز امور معاملات میں اور جنسی تسکین کے لئے (علاوہ ایام حیض ونفاس کے) کس وقت استعمال کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

والدین تو رخصت کرکے فارغ ہوگئے، ہفتہ میں ایک دفعہ لڑکی اپنے والدین کی زیارت کے لئے جاسکتی ہے، مگر زیارت کرکے واپس چلی آئے، بغیر شوہر کی اجازت کے وہاں نہ رہے۔ والدین جب چاہیں لڑکی کو دیکھنے کے لئے اس کے مکان پر جاسکتے ہیں، مگر بغیر داماد کی اجازت کے رات کو وہاں نہ رہیں(۱)۔ شوہر اپنی تسکین کے لئے اس کے تحمل کی رعایت کرتے ہوئے جس قدر مناسب ہو استعمال کرسکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

والدہ کی خدمت سے چڑچڑا پن پیدا ہوجانے کا اثر

سوال[۹۱۰۸]: میری والدہ بیمار تھیں، آخری دنوں میں ان کی تیمارداری کرتے کرتے میرے

---

(۱) "ولايمنعهما من الخروج إلى الوالدين في كل جمعة إن لم يقدر على إتيانها .... (ولايمنعهمامن الدخول عليها في كل جمعة .... ويمنعهم من الكينونة -وفي نسخة: من البيتوتة- .... (عندها) به يفتي". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳/ ۶۰۲، ۶۰۳، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/ ۱۸۶، ۱۸۷، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن عشر، جنس آخرفي خروج المرأة من البيت: ۲/ ۵۲، ۵۳، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب النفقه: ۱/ ۴۲۹، رشيديه)

(۲) "ولوتضررت من كثرة جماعه، لم تجز الزيادة على قدر طاقتها". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/ ۲۰۳، سعيد)

(وكذا في الدر المنتقى، كتاب النكاح، باب القسم: ۱/ ۵۵۰، غفاريه)

مزاج میں چڑ چڑا پن آ گیا تھا، مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں ماں کے آخری دنوں میں میٹھی زبان سے بات نہ کرسکا، مجھے بتلائیں کہ میری ماں نے اس کا کیا اثر لیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہی اثر لیا ہوگا کہ ایسی ضعیفی اور کمزوری کی حالت میں آپ بھی خدمت سے اُکتا گئے، ان کے لئے زیادہ سے زیادہ استغفار اور شریعت کے مطابق ایصالِ ثواب کرتے رہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۹۴ھ۔

والدہ کی بے جا حمایت پر ان سے قطعِ تعلق

سوال[۹۱۰۹]: ایک شخص جس کا یہ غالب گمان ہی نہیں بلکہ یقین ہے، اس معاملہ میں کہ اس کو اس کے مرحوم والد کے ہر ترکہ میں برابر کا حصہ نہیں دیا گیا ہے، دلیل اس کے پاس موجود ہے اور اس کا اس بات پر دعویٰ ہے کہ اس کو رہنے کی جگہ بھی اتنی کم ہے کہ مشکل سے گزر ہوتا ہے، یعنی بچوں کو لٹانے کی جگہ بھی ڈھنگ کی نہیں۔ والد کی میراث میں ایک مکان ہے جس کا جگہ کے اعتبار سے جھگڑا چل رہا ہے، ورثاء میں اس کے ساتھ چار وارث ہیں:

۱-ایک نے تو کاروبار اچھا ہونے کی بناء پر مکان کرائے پر لیکر رہائش اختیار کرلی ہے، اس کے باوجود گھر پر قبضہ کر رکھا ہے، اس نے مکان کے ایک بڑے کمرہ اور ایک چھوٹے کمرہ پر قبضہ کر رکھا ہے، جس میں اس کا ایک لڑکا رہتا ہے۔

---

(۱) "عن أبی أسید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: بينا نحن عند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم إذ جاء رجل من بنی سلمة، فقال: يا رسول اللہ! هل بقی من برّ أبویّ أبرّهما به بعد موتهما؟ قال: "نعم، الصلاة عليهما والاستغفار لهما". الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثانی، ص: ۴۲۰، قديمی)

"وعن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم: "إن العبد ليموت والداه أو أحدهما، وإنه لهما لعاق، فلايزال يدعو لهما ويستغفر لهما حتى يكتبه اللہ باراً".

(مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث، ص: ۴۲۱، قديمی)

۲-اور ایک نے نیچے کے دو بڑے کمروں پر میری غیر موجودگی میں قبضہ کرلیا ہے۔

۳-اور تیسرا بھی اس کے پاس ایک وسیع کمرہ اور ایک چھوٹا کمرہ ہے اور احقر کے پاس صرف ایک کمرہ ہے جو چھوٹا تو نہیں لیکن بڑا بھی نہیں ہے۔ ترکہ میں والد صاحب کچھ زمین چھوڑ گئے ہیں جس کی دو سال کی آمدنی احقر کو نہیں ملی اس کے بعد آمدنی کاشتکار نے دی ہی نہیں۔

والدہ محترمہ کی ایماء پر یا ان کی جانبدارانہ تعلق پر یہ سب کچھ ہوتا ہے کہ ان حالات میں والدہ محترمہ نے ان کی حمایت بھرپور کی ہے اور ناچیز نے ان کی مخالفت میں جھگڑا بھی کیا ہے۔ یہ تمام موصوف کے دعوے ہیں اور ان حالات میں موصوف نے مع والدہ کے سب سے تعلق اس شرط پر توڑ دیئے ہیں کہ جب تک موصوف کو اس کا حق نہیں دیا جاتا وہ اس تعلق کو بحال نہیں کرے گا تو اس کا یہ عمل لوگ شریعت کے خلاف بتلاتے ہیں۔ موصوف کا یہ عمل شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان سب حالات کے باوجود قطع تعلق کرنا خود حق تلفی ہے، والدہ کا احترام اور ان کی خدمت اور ان کو خوش کرنا لازم ہے، دوسرے اہلِ قرابت کا یہی حق ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''دنیاوی رنجش کی وجہ سے قطع تعلق کر دینے والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی اور اس کی مغفرت نہیں ہوتی'' اس لیے آپ والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو خوش کریں اور دیگر اہلِ قرابت سے بھی سلام وکلام جاری رکھیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولاتقل لهما أف﴾ الأيه. (بني إسرائيل: ۲۳)

''وعن المغيرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات''. ''وعن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: '' ليس الواصل بالمكافي، ولكن الواصل الذى إذا قطعت رحمه وصلها''. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، ص: ۴۱۹، قديمى)

''عن الأعمش قال: كان ابن مسعود جالساً بعد الصبح فى حلقة، قال: أنشد الله قاطع رحم لما قام عنا؛ فإنا نريد أن ندعو ربنا، وأن أبواب السماء مرتجة دون قطع رحم''. رواه الطبرانى، ورجاله رجال الصحيح، إلا أن الأعمش لم يدرك ابن مسعود''. (مجمع الزوائد، كتاب البر والصلة، باب صلة =

والدین میں نا اتفاقی ہوتو اولاد کیا کرے؟

سوال[۹۱۱۰]: والدین کی خدمت کرنا قرآن وحدیث میں فرض بتایا گیا ہے، مگر والدین میں خود اتنی نا اتفاقی ہے کہ ایک دوسرے کی صورت دیکھنا گوارہ نہیں کرتے، اگر لڑکے اپنی ماں کو رکھتے ہیں تو والد ناراض ہوکر فوراً الگ رہتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے کھانا بنا کر کھاتے ہیں۔ والدین کی جدائیگی کا عرصہ ۱۸، یا ۲۰/ سال کا ہوگیا ہے، اب اگر والدہ کو راضی کرتے ہیں تو والد ناراض ہوتے ہیں، حالانکہ دونوں پڑھے ہوئے ہیں۔ ایسے وقت میں اولاد کیا کرے، کس کو راضی کرے اور کس کو ناراض رکھے؟

نیز والدہ کو ساتھ رکھتے ہیں تو لڑکے والدہ کی نازیبا حرکت جو کہ برداشت کے قابل نہیں برداشت نہیں کرتے، وہ حرکت یہ ہے کہ والدہ کبھی اپنے قرآن شریف کو بکس میں بند کردیتی ہیں اور اب کچھ دنوں سے وہ اپنے قرآن شریف کو اپنے ساتھ لے کر سوتی ہیں، حالانکہ رات کو پڑھتی بھی نہیں ہیں۔ اب ایسے حالات میں اولاد کیا کرے، والدین سے علیحدگی اختیار کرلے یا کیا کرے؟ تسلی بخش جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے، والدہ کی خدمت کرنے سے اگر والد ناراض ہوں اور بُرا کہیں تو خاموشی سے سن لیں، ان کو جواب نہ دیں (۱)۔ والدہ اگر اپنا قرآن شریف بکس میں بند کردیں تو ان کی اس بات پر کوئی اعتراض نہ کرے، گھر میں تلاوت کے لیے دوسرا قرآن شریف دوکان سے لے لیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے دلوں میں محبت پیدا فرمادے اور لڑائی ختم کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۱۴۰۱ھ۔

والدہ کی مانتا ہے تو والد ناراض ہوتے ہیں

سوال[۹۱۱۱]: زید کے والدین زندہ ہیں، زید کی والدہ کہتی ہے کہ گھر پر کام کرو اور والد کہتے ہیں کہ دہلی جاکر کام کرو اور دہلی میں آمدنی زیادہ ہے، اگر والدہ کی مانتا ہے تو والد اس سے بولنا چھوڑ دیتے ہیں اور

= الرحم وقطعها: ۸/ ۱۵۱، دار الفكر بيروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه إحساناً﴾ (سورة الأحقاف: ۱۵)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ولا تقل لهما أفّ ولا تنهرهما﴾ (سورة الاسراء: ۲۳)

اگر والد کی بات مانے تو والدہ بولنا چھوڑ دیتی ہیں۔ اب اس کا کیا کرنا چاہیئے، والدہ کی بات کو ترجیح دے یا والد کی بات کو ترجیح دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مکان پر رہ کر گزارہ نہیں ہوتا، پریشانی زیادہ رہتی ہے تو باہر جاکر کام کرے اور والدہ کو سمجھادے کہ خفا نہ ہوں، روپیہ کما کر آپ کے واسطے لاؤں گا اور دعاء بھی کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل کو مجھ سے خوش رکھے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

والدہ ناراض ہو تو کیا کرے؟

سوال[۹۱۱۲]: میری ماں مجھ سے اس وجہ سے ناراض ہے کہ وہ مجھے پڑھائی کو خرچہ دیتی رہی ہے، روپے سے بہت محبت کرتی ہے، اسلام کے خلاف رشوت وغیرہ کی ترغیب دیتی ہے، مجھ سے یہ کہتی ہے کہ مجھے اپنی صورت مت دکھا، میں اس میں راضی ہوں، خدا کے ڈر سے جاتا ہوں، گندے الفاظ سن کر میں اس سے علیٰحدگی اختیار کرلوں، اللہ کی نافرمانی تو نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ خدمت میں جایا کریں، جسمانی خدمت بھی کریں، کچھ ہدیہ تحفہ بھی لے جایا کریں، موسم کی چیز، کبھی کپڑا، کبھی جوتا اور جو چیز ان کو مرغوب ہو پیش کردیا کریں، اللہ پاک سے دعاء بھی کیا کریں کہ ماں کے دل سے نفرت نکال کر محبت پیدا فرمادے، انشاء اللہ تعالیٰ کچھ مدت میں اچھا تغیر پیدا ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۵/۲۸ھ۔

باپ کے مال سے مُطلّقہ ماں کی مدد

سوال[۹۱۱۳]: ایک شخص جس کا نام خالد ہے، اس نے ایک عورت سے شادی کرلی اور اس عورت

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''والدین میں نا اتفاقی ہو تو اولاد کیا کرے؟'')

(۲) (سیأتی تخریجه تحت عنوان: ''فاسق باپ کے ساتھ سلوک'')

کے پیٹ سے دولڑکے اور دوسری لڑکیاں پیدا ہوئیں، اس میں ایک کا نام زید اور دوسرے کا نام بکر ہے۔ پھر کسی وجہ سے خالد نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، طلاق دینے کے بعد خالد نے دوسری عورت سے شادی کی۔ دوسری عورت کے پیٹ سے تین بچے ہیں: ایک لڑکا اور دولڑکیاں۔ مگر طلاق دینے کے بعد زید اور بکر کی ماں پریشانی اور غربت کی زندگی گزار رہی ہے۔ اب زید اور بکر جو کہ بالغ ہیں وہ اپنی پریشان حال ماں کی مدد کرنا چاہتے ہیں ماں کا حق اور ماں کی خدمت سمجھ کر۔ تو وہ اپنی ماں کی خدمت کس طرح کریں؟

کیا باپ کی جائیداد میں سے بغیر باپ کی رضامندی اور بغیر پوچھے اس میں سے کچھ لے کر ماں کی مدد کرنا کیسا ہے؟ اور اس طرح لے کر ماں کو دینا ثواب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر باپ کی اجازت کے اس کے مال میں سے والدہ کو کچھ نہ دیں (۱)، البتہ خود کما کر جس قدر ہو سکے خدمت کرتے رہیں۔ حق تعالیٰ فلاحِ دارین نصیب فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۸/۸/۹۱ھ۔

فاسقہ والدہ کے ساتھ برتاؤ

سوال [۹۱۱۴]: ہندہ ایک عورت اس کا بیٹا زید ہے، ہندہ مطلقہ ایک اجنبی شخص کے مکان پر رہتی ہے اور اس اجنبی غیر شخص سے تعلق کل رہائش خانگی اس کے مکان میں بلا نکاح کئے ہوئے ہے، ہندہ ہر غیر شخص سے گفتگو کرنے میں بے حیا و بے شرم ہے، شرعی پردہ قطعی اٹھا دیا ہے، ہر اسلامی شخص سے متنفر ہے۔ چند امور قابلِ

---

(۱) "عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لاتظلموا، ألا! لایحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". الحدیث". (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب البیوع، باب الغصب: ۱۷۲/۴، دارالفکر، بیروت)

(وکنز العمال، الفرع الثانی فی أحکام الإیمان المتفرقة: ۹۲/۱، (رقم الحدیث: ۳۹۷)، مکتبه التراث الإسلامی حلب)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (تنبیه الغافلین، باب ماجاء فی الظلم، ص: ۲۰۲، حقانیه)

دریافت ہیں:

۱- زید بیٹا اپنی والدہ ہندہ سے شرعی برتاؤ کیسا کرے؟

۲- زید کو یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اگر میں والدہ کی خدمت نہ کروں اور میل جول نہ رکھوں اور ترکِ تعلق کرلوں تو شرعی گرفت اور قیامت میں مؤاخذہ تو نہ ہوگا، پرممکن ہے ترکِ تعلق سے اصلاح ہوجائے اور اصلاح ہونے کی صورت میں عنداللہ ترکِ تعلق سے مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ زید ہندہ (اپنی والدہ) کے کھانے وغیرہ کا کفیل نہیں بلکہ ہندہ خود اپنی ضروریات اپنے طور پر پورا کرتی ہے۔

امرِاول: اصلاح شرعی ہندہ کی کہ وہ ان خرافات سے باز آجائے۔

امرِدوم: زید مواخذہ شرعی روزِ قیامت سے سبکدوش ہوجائے، دینی دنیاوی حیثیت سے بَریٔ الذمہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو لازم ہے کہ اپنی والدہ کا احترام باقی رکھے، کوئی بات خلافِ ادب کرنا یا گستاخی سے پیش آنا درست نہیں، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے اصلاح کی کوشش کرے، خود سمجھائے یا کسی ایسے شخص کے ذریعے سے نصیحت کرائے جس کا اس پر اثر پڑ سکے، خود دعاء کرے، باقی تنگ کرنا، مارنا، پیٹنا، یا گالی وغیرہ دینا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۴/۱۰/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/شوال/۵۹ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقل لهما أف، ولاتنهر هما﴾ (سورة بني إسرائيل: ۲۳)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "في فصول العلامي: إذا رأى منكراً من والديه يأمرهما مرةً، فإن قبلا فبها، وإن كرها سكت عنهما واشتغل بالدعاء والاستغفار لهما، فإن الله تعالى يكفيه ما أهمه من أمرهما". (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في تعزير المتهم: ۴/۷۸، سعيد)

"فإن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فيه مَنفعةُ مَن أمره ونهاه عن المنكر، والأب والأم =

باپ کوستانے کاوبال

سوال[۹۱۱۵]: میرالڑکا صحبتِ زید کی وجہ سے میرا نافرمان ہے، مجھ کوستاتا ہے، میں نے بہت فتاوی منگا کراس کو سنائے کہ اس کی اصلاح ہو مگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا، اس کے متعلق آپ بھی فتوی دیں کہ ایسے لڑکے کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

والد کا بہت بڑا حق ہے، والد کی خدمت وخوشنودی سے اللہ پاک کی خوشنودی اور جنت حاصل ہوتی ہے، والد کو ناراض کرنے سے اللہ تعالی ناراض ہوتے ہیں، والد کوستانا اور تکلیف پہنچانا سخت محرومی ہے، اس کا وبال دنیا وآخرت دونوں جگہ بھگتنا ہوتا ہے۔لڑکے کو اپنی حرکتوں سے باز آنا اور توبہ کرنا چاہیئے ، ورنہ انجام نہایت سخت اور نا قابلِ برداشت ہے(۱)۔فقط واللہ تعالی اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند،۹۲/۲/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔

= أحق بأن ينفع لهما .... لكن ينبغي أن لا يعنف على الوالدين، فإن قبلا فبها، وإلا سكت واشتغل بالاستغفار لهما". (نفع المفتي والسائل، مايتعلق بإطاعة الوالدين، ص: ۴۲۳، دار ابن حزم)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه إحساناً﴾ (سورة الأحقاف: ۱۵)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ولاتقل لهما أف ولاتنهرهما﴾ (سورة بني إسرائيل: ۲۳)

"وعن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "رضى الرب في رضى الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد". (مشكوة المصابيح، باب البر والصلة، الفصل الثاني، ص: ۴۱۹، قديمي)

"وعنه (أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "رغم أنفه، رغم أنفه، رغم أنفه". قيل: من يارسول الله! قال: "من أدرك والديه عند الكبر أحد هما أو كلاهما، ثم لم يدخل الجنة". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، ص: ۴۱۸،قديمي)

فاسق باپ کے ساتھ سلوک

سوال[۹۱۱۶]: زید صاحبِ اولاد ہے، مگر بُرے فعلوں میں مبتلا ہے حتیٰ کہ ایک لڑکے نے بُرا فعل کرتے ہوئے دیکھ بھی لیا، جب اولاد نے زید کو منع کیا تو زید نے اولاد سے بولنا چھوڑ دیا، تو اب اولاد کا فرض ہے وہ زید سے بات چیت کریں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اولاد کو اپنے باپ کا ادب کرنا چاہیئے اور اس کو خوش رکھنا چاہیئے (۱)، لیکن آہستہ آہستہ موقع پا کر باپ کو خدا کے عذاب سے ڈرانا اور نصیحت بھی کرنا چاہیئے، بلکہ کسی بزرگ سے تعلق قائم کرا دینا چاہیئے تا کہ ان کی صحبت اور ہدایت سے باپ کی یہ بُری عادت چھوٹ جائے۔ غرض نہ باپ سے تعلق ختم کریں، نہ بے ادبی سے پیش آئیں، نہ اس کو اس بُرے حال پر چھوڑیں، اس کے لئے دعاء اور خیر خواہی میں لگے رہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۱۱/۲۶ھ۔

باپ کے ساتھ سخت کلامی

سوال[۹۱۱۷]: باپ بیٹے میں سخت گفتگو ہو رہی تھی، غصہ میں باپ نے کہہ دیا کہ میں جوتا ماردوں گا، اس پر بیٹے نے جواب دیا کہ سو جوتے میں تم کو ماروں گا۔ سوال یہ ہے کہ ایسے بیٹے کے لئے شریعت کیا حکم کرتی ہے؟

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تقل لهما أف، ولاتنهر هما﴾ (سورة بني إسرائيل: ۲۳)

(۲) وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "في فصول العلامي: إذا رأى منكراً من والديه يأمرهما مرةً، فإن قبلا فبها، وإن كرها سكت عنهما واشتغل بالدعاء والا ستغفار لهما، فإن الله تعالى يكفيه ماأهمه من أمرهما". (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في تعزير المتهم: ۷۸/۴، سعيد)

"فإن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فيه مَنفعةٌ مَن أمره ونهاه عن المنكر، والأب والأم أحق بأن ينفع لهما .... لكن ينبغي أن لا يعنف على الوالدين، فإن قبلا فبها، وإلاسكت واشتغل بالاستغفار لهما". (نفع المفتي والسائل، مايتعلق بإطاعة الوالدين، ص: ۴۲۳، دار ابن حزم)

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو بیٹے باپ کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں وہ بہت نالائق اور بدقسمت ہیں، باپ کی تعظیم واجب ہے، جہاں تک اپنے بس میں ہو، والد کو خوش رکھا جائے اور اگر غصہ میں کچھ کہیں تو خاموش ہو کر سن لیا جائے، ہرگز کوئی جواب نہ دیا جائے، اس سے دین بھی تباہ ہوتا ہے اور دنیا بھی۔ والد کو چاہیئے کہ ایسے نالائق بیٹے سے ایسی بات نہ کرے جس سے وہ تلخ جواب دے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بوڑھے باپ کی اطاعت

سوال [۹۱۱۸]: اگر باپ یا دادا بوڑھا ہے اور اولاد جوان ہے اور اولاد ان کا حکم نہ مانیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اولاد کے ذمہ باپ کا حکم ماننا لازم ہے خاص کر جبکہ وہ بوڑھے ضعیف ہوں تو ان کی فرمانبرداری وتعظیم اور زیادہ ضروری ہے، اگر وہ بھی خلاف شرع حکم دیں تو اس میں اطاعت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۲۰ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿و قضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ و بالوالدین إحساناً، إما یبلغن عندک الکبر أحدُهما أو کلاهما، فلا تقل لهما أفٍ ولا تنهرهما، وقل لهما قولاً کریماً﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

قال العلامة الآلوسی: "والنهی عن ذلک یدل علی المنع فی سائر أنواع الإیذاء". (روح المعانی، (سورة الإسراء: ۲۳): ۱۵/۵۵، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

مزید تفصیل کے لے دیکھئے: (تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) قال الله تعالی: ﴿ووصینا الإنسان بوالدیه إحساناً﴾ (سورة الأحقاف: ۱۵)

وقال الله تعالیٰ: ﴿ووصینا الإنسان بوالدیه حسناً، وإن جاهداک لتشرک بی مالیس لک به علم، فلاتطعهما﴾ (سورة العنکبوت: ۸) .... =

درجہ کس کا زیادہ ہے باپ یا ماں کا؟

سوال[۹۱۱۹]: کلامِ ربانی اوراحادیث کے مطابق باپ کا حق ودرجہ ومرتبہ زائد ہے یاماں کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

احترام کے لحاظ سے باپ کا رتبہ زیادہ ہے اور خدمت کے لحاظ سے ماں کا حق زیادہ ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۴/۱۴۰۱ھ۔

باپ نے دونوں بیٹوں کوالگ کردیا

سوال[۹۱۲۰]: دو بھائیوں میں شدید اختلاف ہوگیا، والد نے اتحاد کی بہت کوشش کی، جب کامیابی نہ ہوئی تو دونوں کوالگ کردیا، چولہا الگ کردیا، تاکہ آئندہ دلوں میں زیادہ فرق نہ پیدا ہو۔ تو والد صاحب کا یہ فیصلہ کیسا ہے؟

= "وعن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه، قال: قال رجل: يارسول الله ! من أحق بحسن صحابتی؟ قال: "أمک". قال: ثم من؟ قال: "أمک". قال: ثم من؟ قال: "أمک". قال: ثم من ؟ قال: "أبوک". (مشكوة المصابيح، كتاب الأداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، ص: ۴۱۸، قديمی)

"عن علی رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم .... قال: "لاطاعة فی معصية الله، إنما الطاعة فی المعروف". (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء فی غيرمعصية وتحريمها فی معصية: ۲/ ۱۲۵، قديمی)

(۱) "وعن عبدالله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله، صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "رضی الرب فی رضی الوالد، وسخط الرب فی سخط الوالد". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثانی، ص: ۴۱۹، قديمی)

"إذا تعذر عليه مراعاة جميع حقوق الوالدين، رجح جانب الأب فيما يرجع إلى التعظيم والاحترام، وحق الأم فيما يرجع إلى الخدمة والإنعام". (فتاوى اللكنوى المسمى: نفع المفتی والسائل، مايتعلق بإطاعة الوالدين، ص: ۴۲۲، دارابن حزم)

الجواب حامداً ومصلياً:

کوشش وفہمائش کے باوجود جب اتحاد نہ ہوسکا اور دونوں کو علیحدہ کردیا کہ مزید فتنہ خانہ جنگی نہ ہو تو اچھا کیا، مگر دونوں کے ساتھ معاملہ یکساں کرنا چاہیئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۵/۱۶ھ۔

کیا بغیر باپ کی اجازت کے نکاح کرنا نافرمانی ہے؟

سوال [۹۱۲۱]: ایک بالغ لڑکا غیر شادی شدہ ایک لڑکی سے عقد کرنا چاہتا ہے، مگر وہاں پر والد صاحب نے اس لئے شادی کرنے سے انکار کیا کہ کچھ اَن بَن ہوگئی ہے، حالانکہ پہلے وہیں رشتہ کیا تھا، دوسری جگہ جہاں لڑکے کو آٹھ ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا گیا تھا بات کرلی، لڑکے نے ان آٹھ ہزار روپیوں کو ٹھکرا کر پہلی جگہ اپنی مرضی سے شادی کرلی، جبکہ والد صاحب سے اصرار وضد کی وجہ سے ناراضگی ہوگئی۔ تو مذکورہ صورت میں لڑکا والد کا نافرمان ہوگا کہ نہیں، اگر نہیں تو کیوں، اور ہوگا تو کیوں؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

آٹھ ہزار روپے لڑکے کے لئے شرط قرار دینا غلط ہے، ناجائز ہے (۲)، ناجائز کام میں والد کی اطاعت نہیں، اگر لڑکے نے اس غلط رویئے سے بچنے کے لئے اپنی شادی خود کرلی تو وہ نافرمان نہیں ہوا:

---

(۱) "عن النعمان بن بشير رضى الله تعالىٰ عنه قال: تصدق عليّ أبى ببعض ماله، فقالت له أمى عمرة بنت رواحة رضى الله تعالىٰ عنها: لا أرضى حتى تشهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فانطلق أبى إلى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ليشهد على صدقتى، فقال له رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أفعلت بولدك كلهم"؟ قال: لا، قال: "اتقوا الله، واعدلوا فى أولادكم". (الصحيح لمسلم، كتاب الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد فى الهبة: ۲/۳۷، قديمى)

(۲) "عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: .... ثم قام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى الناس، فحمد الله وأثنىٰ عليه، ثم قال: "مابال رجال يشترطون شروطاً ليست فى كتاب الله، ماكان من شرط ليس فى كتاب الله، فهوباطل وإن كان مأة شرط". الحديث. (صحيح البخارى، كتاب الشروط، باب الشروط فى الولاء: ۱/۳۷۷، قديمى)

"لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق". الحديث(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۱۴۰۶ھ۔

باپ بیٹوں کے حقوق

سوال [۹۱۲۲]: ۱...... زید کی دو شادیاں ہوئیں: پہلی شادی اس کے دادا نے اپنے صرفہ سے بحالتِ بلوغ کی کہ جس کے چند سال گزرنے کے بعد اس کی بیوی کے مرنے پر زید کی دوسری شادی زید کے صرفہ سے اس طریقہ سے ہوئی کہ زید اپنی آمد اپنے والد کو بھیجتا رہا، بوقتِ شادی زید کے والد نے خدا کی قسم کھا کر اس کی خالہ سے کہا کہ ہمارے ذمہ اس شادی میں کوئی قرضہ نہیں ہے۔ زید کی دوسری شادی میں جتنا صرفہ ہوا وہ سب زید کی نگاہ میں رہا اور وہ سب زید کی موجودگی میں ہوا، پہلی شادی کا تخمینہ بھی زید کے خیال میں ہے۔

ایک مرتبہ زید کے والد نے لکھا کہ شادی کا قرضہ ہے۔ زید نے دریافت کیا کہ کس کا اور کتنا ہے؟ اور آپ نے بوقتِ شادی قرضہ نہ ہونے کی قسم کھائی تھی۔ اس پر جواب نہ آنے پر زید نے کل تخمینہ مصارف شادی کا لکھ کر اپنے والد کی خدمت میں بھیج دیا اور لکھا جو مجھ کو یاد ہے، میں لکھ دیتا ہوں اور اگر اس میں کسی قدر کمی بیشی ہو وہ مجھ کو لکھ دیجئے تا کہ اس کو دے کر مجری کرلیا جائے، لیکن والد کی طرف سے کوئی حساب نہیں آتا، حالانکہ زید کے روبرو جہاں تک صرفہ ہوا تھا وہ سب زید کے والد نے لکھ بھی دیا تھا۔ اس حساب کے نہ آنے پر زید کو اپنے

---

(۱) (فيض القدير: ۱۲/۶۴۸۶، (رقم الحديث: ۹۹۰۳) مكتبه نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

"فقام عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه، فلقيه بين الناس قال: تذكر يوم قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لاطاعة لمخلوق في معصية الله". .... فقال عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه للحكم: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "لاطاعة لأحد في معصية الله تبارك وتعالى". .... قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لاطاعة في معصية الله تبارك وتعالى". (مسند أحمد، بقية حديث الحكم بن عمرو الغفاري رضي الله تعالىٰ عنه (رقم الحديث: ۲۰۱۳۰ - ۲۰۱۳۰): ۶/۵۹، ۶۰، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

"عن علي رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... قال: "لاطاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمهما في معصية: ۲/۱۲۵، قديمي)

حساب کا اور پختہ یقین ہوگیا۔

شادی کے بعد سے زید کی اہلیہ میکے چلی گئی اور کچھ دنوں زید کے ہاں رہی اس حالت میں بھی زید اپنے باپ کے پاس ماہواری خرچ روانہ کرتا رہا، اس ضرورت سے کہ اس کی بیوی کی واپسی پر کسی خاص ضرورت میں کام آجائیں گے۔ اس کے والد کے پاس بوجہ مدرسی وجائیداد اتنی آمدنی ہے کہ ان کے اخراجات کو کافی ہو، چنانچہ وہ کہہ بھی چکے ہیں کہ ہم اپنی لائق کر لیتے ہیں، تاہم وہ زید سے بھی کنبے کا خرچ کہہ کر مانگتے ہیں، کبھی شادی کے اخراجات کے نام سے مطالبہ کرتے ہیں اور کوئی حساب مانگنے پر حساب نہیں بتلاتے۔

میرا تخمینہ جو حساب کا ہے اس کے لحاظ سے شادی کے متعلق کوئی رقم بقایا نہیں ہونی چاہیئے، والداور دوسرے شریکِ شادی اورواقف کار بھی میرے تخمینہ اور حساب کی تائید کرتے ہیں۔ میں نے تخمینہ پیش کر کے عرض کیا کہ میری جانب تو کوئی رقم بقایا نہیں ہونا چاہیے اور اگر بالفرض ہوتو وہ رقم جو میں نے شادی کے بعد علی الحساب بھیجی ہے اس کو کام میں لائیے۔ اس کے متعلق کبھی فرماتے ہیں کڑیاں خرید لی، کبھی فرماتے ہیں گھر کے خرچ کی تمہیں اطلاع نہیں، کبھی کہتے ہیں میرا بھی حق ہے۔

زید کی آمدنی بہت محدود ہے، نیز اس کا بھی خیال ہے کہ مسلمان اخراجات کی زیادتی سے تباہ ہوتے جارہے ہیں۔ زید کے والد اس سے بھی ناراض ہوتے ہیں کہ اپنی اہلیہ کے کپڑے خود بنالیتا ہے۔ پس کیا صورتِ موجودہ میں زید کے ذمہ کوئی امر ضروری ہے؟

۲...... جب کہ والد صاحب خرچ کا حساب نہیں دیتے اور زید کو اپنے اور شریک کے اشارہ کے ذریعہ سے علم ہو چکا کہ اس کے ذمہ کوئی مطالبہ باقی نہیں تو زید کا یہ کہنا کہ ہمارے ذمہ کچھ نہیں، داخلِ گناہ تو نہ ہوگا؟

۳...... کیا زید کے والد کو زید کی بیوی کا حق اپنے لئے لینے کا حق حاصل ہے؟

۴...... کیا زید کے والد کو زید اور اس کی بیوی کے لئے کپڑے نہ بنانے پر مجبور کرنے کا حق ہے؟

۵...... زید کے والد اگر کوئی ایسا کام کریں جس میں زید کی مضرت یا حق تلفی ہو تو زید ان کی اس طرف توجہ مبذول کراسکتا ہے، نیز والد کے لئے زید کی عدم موجودگی میں ایسا کام جس سے اس کا ضرر یا حق تلفی ہو، کیسا ہے؟

۶...... اگر زید کے والد کے ذمہ واقع میں قرضہ نہ ہو اور وہ توریۃً یا غلط طریقہ سے قرضہ ظاہر کریں اور

کسی سے کہلوادیں کہ ہمارا قرضہ ہے تو کیا یہ جائز ہے؟

۷......اگر زید کے پاس سامانِ زندگی موجود ہو تو شکرِ نعمت فرض ہے یا نہیں؟

۸......زید شادی کا حساب سمجھنے میں حق بجانب ہے یا نہیں؟ اور والد کو حساب بتلانا چاہیئے یا نہیں؟

۹......اگر والد کی آمدنی بدرجۂ کفایت ہو اور زید کوئی خاص طریقہ پر خدمت نہ کرے، بجز اس کے کہ جو شئے وہ طلب کریں بھیج دے تو اس کو گناہ تو نہ ہوگا؟

۱۰......زید حتیٰ الامکان والدین کی اطاعت وادب کو ملحوظ رکھتا ہے، لیکن والد ناراض رہتے ہیں، بددعاء دیتے ہیں۔ کیا ناحق بددعاء قبول ہوجاتی ہے؟ والدین کو ناحق اولاد پر غصہ کرنا شریعت کی تعلیم کے موافق کیسا ہے؟ اولاد اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ کونسا طرزِ عمل مشروع ہے؟

۱۱...... جب کہ زید اس کے لیے تیار ہے کہ آپس کے معاملات روبرو بلاشرکتِ غیرے طے ہوجائیں، پھر زید کے والد کا ایسے اشخاص کو خانگی معاملات میں ڈالنا جن سے ہواخیزی اور بدنامی کا اندیشہ ہو، شرعاً کیسا ہے؟ اور کیا زید کو والد کا یہ امر قابلِ قبول ہے؟

۱۲......زید کے والد کو کوئی اہم کام زید سے مشورہ سے کرنا جائز ہے یا نہیں، جب کہ زید عندالناس مقبول ہے؟

شمس الاسلام از دہلی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

والد کے بہت حقوق ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بہت جگہ اپنی عبادت کے ساتھ والد پر احسان کی تاکید فرمائی ہے، احادیث میں والد کے حقوق کی رعایت اور راضی رکھنے کی سخت تاکید آئی ہے(۱)، اس لئے جہاں تک ہوسکے والد کو راضی رکھنا چاہیئے، جب تک کسی معصیت کا امر نہ ہو تو والد کا کہنا ماننا حتیٰ الامکان

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿وقضى ربک ألاتعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً﴾ (بني إسرائيل: ۲۳)

وقال الله تعالیٰ: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه حسناً﴾ (سورة العنكبوت: ۸)

وقال الله تعالیٰ: ﴿أن اشكرلي ولوالديک﴾ (سورة لقمان: ۱۴)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وصاحبهما في الدنيا معروفاً﴾ (سورة لقمان: ۱۵)

ضروری ہے(۱)۔

۲......اگر والد کے ذمہ قرض نہ ہو بلکہ والد کو خود ضرورت ہو تب بھی اولاد کو ضرور والد کی خدمت کرنی چاہیئے اگرچہ خود کسی قدر تنگی کرنی پڑے، اگر اپنے پاس ہی موجود نہ ہو تو مجبوری ہے(۲)۔

۳......جو حق بیوی کا زید کے ذمہ واجب ہے وہ والد کو لینا جائز نہیں(۳)۔

۴......اگر زید اپنے لئے یا اپنی بیوی کیلئے ضرورت سے زائد کپڑے بنائے تو والد کو حق حاصل ہے کہ منع کردے اور زید کو ماننا ضروری ہے(۴)، البتہ ضرورت کے موافق کپڑے کہ بغیر ان کے گزر نہ ہوسکتا ہے بنانے

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وإن جاهداک لتشرک بی مالیس لک به علم فلا تطعهما﴾ (سورة العنکوت:۸)

(۲) "عن جابربن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه أن رجلاً قال: یارسول الله! إن لی مالاًوولداً، وإن أبی یرید أن یجتاح مالی، فقال: "أنت ومالک لأبیک". (سنن ابن ماجة، کتاب التجارات، باب ماللرجل من مال ولده، ص: ۱۶۵، قدیمی)

"یعنی: أولادکم من أجل أکسابکم وأفضلها، فما کسبت أولادکم، فإنه حلال لکم ....
فی الحدیث دلیلٌ علی وجوب نفقة الوالد علی ولده". (مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح، باب النفقات وحق المملوک، الفصل الثانی: ۶/۵۲۱، ۵۲۲، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل فی نفقة الأقارب: ۵/۱۶۷-۱۷۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۳) "وعن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لاتظلموا ألا! لایحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریه، الفصل الثانی، ۲۵۵، قدیمی)

"فتجب للزوجة علی زوجها؛ لأنها جزاء الاحتباس، وکل محبوس لمنفعة غیره یلزمه نفقته".
(الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۷۲، سعید)

(۴) "وعن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أصبح مطیعاً لله فی والدیه، أصبح له بابان مفتوحان من الجنة، وإن کان واحداً فواحداً. ومن أصبح عاصیاً لله فی والدیه، أصبح له بابان مفتوحان من النار، إن کان واحداً فواحداً". قال رجل: وإن ظلماه؟ قال: "وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن ظلماه". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب البر والصلة: الفصل الثالث: ۴۲۱، قدیمی)

سے منع کرنے کا حق والد کو حاصل نہیں (۱)۔

۵...... والد کو یہ ہرگز جائز نہیں کہ زید کو ضرر پہنچانے کی نیت سے کوئی حکم کریں (۲)۔ البتہ اگر ضرر پہنچانے کی نیت تو نہیں مگر کسی شرعی کام یا ذاتی کام سے زید کو معمولی ضرر پہنچتا ہو، زید کو اس پر صبر کرنا چاہیئے (۳)۔

۶...... جھوٹ بولنا، دھوکا دینا جائز نہیں (۴)، مگر جب والد زید سے کچھ مانگے اور زید کے پاس گنجائش

---

(۱) "(وتفرض لها الكسوة في كل نصف حول مرةً) لتجدّد الحاجة حراً وبرداً". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۸۰، سعيد)

(۲) "عن أبي بكر الصديق رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ملعون من ضارّ مؤمناً أومكربه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر، الفصل الثاني، ص: ۴۲۸، قديمي)

(۳) "وعن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أصبح مطيعاً لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من الجنة، وإن كان واحداً فواحداً. ومن أصبح عاصياً لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من النار، إن كان واحداً فواحداً". قال رجل: وإن ظلماه؟ قال: "وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن ظلماه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البروالصلة: الفصل الثالث: ۴۲۱، قديمي)

(۴) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "عليكم بالصدق فإن الصدق يهدى إلى البر، وإن البر يهدى إلى الجنة، ومايزال الرجل يصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقاً. وإياكم والكذب، فإن الكذب يهدى إلى الفجور، وإن الفجور يهدى إلى النار، مايزال الرجل يكذب حتى يكتب عندالله كذاباً". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان، الفصل الأول، ص: ۴۱۲، قديمي)

"عن سفيان بن أسد الحضرمي رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "كبرت خيانةً أن تحدث أخاك حديثاً هولك به مصدق وأنت به كاذب". (مشكوة المصابيح، المصدر المتقدم، ص: ۴۱۳ قديمي)

ہوتو ضرور دینا چاہیئے (۱)، اس کا موقعہ نہ آنے دے کہ والد دھوکا دے کر زید سے کچھ وصول کرے کہ یہ والد اور زید دونوں کیلئے شرم کی بات ہے۔

۷......شکرِ نعمت ہر شخص پر فرض ہے (۲)۔

۸......حساب صاف رکھنا چاہیئے ،مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر زید کے یا والد کے ذمہ کوئی قرض نہ ہوتو والد کی خدمت نہ کرے بلکہ حتیٰ الوسع خدمت ضروری ہے۔

۹......جس قدر زید میں طاقت ہو والد کی خدمت کرتا رہے، اگر باوجود قدرت کے خدمت نہیں کرے گا تو حقوق کی ادائیگی میں قصور رہے گا۔

۱۰......والدین کبھی بلا وجہ اولاد کے لیے بددعاء نہیں کرتے ، جب تنگ آ کر پریشان ہوجاتے ہیں تب مجبور ہوکر بددعاء کرتے ہیں اور اگر بلا وجہ بددعاء کریں تو اس کی قبول ہونے کی توقع نہیں (۳)۔ تاہم اولاد کو چاہیئے کہ والدین کی کسی غصہ کی بات کا جواب نہ دے، سب کچھ خاموش سن لے، اس کی سعادت اسی میں ہے، اگر کوئی بات والدین بالکل ناحق کہیں تب بھی صبر کرے (۴) اور والدین کے لئے دعائے خیر کرے (۵)، البتہ

---

(۱) "وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالىٰ عنه أن رجلاً أتى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: إن لى مالاً وإن والدى يحتاج إلى مالى، قال: "أنت ومالک لوالدک، إن أولادكم من أطيب كسبكم، كلوا من كسب أولادكم". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النفقات، الفصل الثانى، ص: ۲۹۱، قديمى)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فاذكرونى أذكركم، واشكروا لى ولاتكفرون﴾ (سورة البقرة: ۱۵۲)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ولويعجل الله للناس الشر استعجالهم بالخير لقضى إليهم أجلهم﴾ (سورة يونس: ۱۱)

قال العلامة الآلوسى: "وعن مجاهد أنه قال: هو قول الإنسان لولده وماله إذا غضب: اللهم لاتبارک فيه، اللهم العنه". (روح المعانى: ۷۸/۱۱، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا فى تفسير الطبرى: ۶۵/۱۱، دار المعرفة، بيروت)

(۴) قال الله تعالى: ﴿ولاتقل لهما أف﴾ (سورة بنى إسرائيل: ۲۳)

(۵) "إذا رأى منكراً من والديه يأمرهما مرةً، فإن قبلا فبها، وإن كرها سكت عنهما، واشتغل بالدعاء والاستغفار، فإن الله تعالى يكفيه ما أهمه من أمرهما". (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب فى تعزير المتهم: ۷۸/۴، سعيد)

معصیت کے کاموں میں اس کا ساتھ نہ دے(۱)۔ جب اولاد اس طرح نرمی اور صبر اور احسان وخدمت کرے گی توانشاءاللہ والدین کی طبیعت میں نرمی آئے گی۔ اور سب کے ساتھ حسنِ سلوک سے ملنا چاہیئے اور حسنِ خلق کہتے ہیں کہ مخلوق کے ساتھ ایسا معاملہ کرے کہ جس سے خالق اور مخلوق دونوں راضی رہیں۔

۱۱......معاملات کو آپس میں سلجھانا بہتر ہے(۲)، لیکن والدین اس سے متأثر نہ ہوں کہ انتہائی درجہ کی شفقت میں کمی نہ کریں (۳)۔ جھوٹی باتیں مشہور کرنا اور بدنام کرنا جائز نہیں، زید کے والد کو چاہیے کہ اس سے اجتناب کرے(۴)۔

---

(۱) "عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم .... قال: "لاطاعة فی معصیةالله، إنما الطاعة فی المعروف". (الصحیح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء: ۱۲۵/۲، قدیمی)

(۲) "عن أبی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ألا أخبرکم بأفضل من درجة الصیام والصدقة والصلوة"؟ قال: قلنا: بلی، قال: "إصلاح ذات البین، وفساد ذات البین هی الحالقة". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر، الفصل الثانی، ص: ۴۲۸، قدیمی)

(۳) "عن جریر بن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لایرحم الله من لایرحم الناس".

"وعن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: جاء أعرابی إلی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: فقال: أتقبلون الصبیان، فما نقبلهم، فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أوَ أملک لک أن نزع الله من قلبک الرحمة". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الأول، ص: ۴۲۱، قدیمی)

(۴) "وعن حذیفة رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: "لایدخل الجنة قتات". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الأول، ص: ۴۱۱، قدیمی)

"عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لیس المؤمن بالطعان ولاباللعان ولاالفاحش ولاالبذیّ". (مشکوة المصابیح، کتاب ال داب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الثانی، ص:۴۱۳، قدیمی) .... =

۱۲......مشورہ کرلینا بہتر ہے (۱)، لیکن اگر اپنے کام میں والد مشورہ نہ کرے تو زید کو اس پر ناراض ہوجانا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ ذو العقدہ ۵۳ھ۔

والد کی حالت خلافِ شرع ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال [۹۱۲۳]: میرے والد صاحب کی حرکتیں بیجا ہیں، انھوں نے اپنی بہو سے زنا کے لئے کہا، وہ شراب بھی پیتے ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوشش کیجئے کہ وہ کسی صاحبِ نسبت بزرگ کی خدمت میں جایا کریں، موقع ملے تو ان کو ایسی تبلیغی جماعت کے ساتھ روانہ کردیجئے جو صحیح طریقہ پر کام کرنے والی ہو جو اصول کی بھی پابندی کرے اور ان کے لیے اللہ پاک سے ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہا کریں۔ اگر وہ پڑھنا جانتے ہوں تو حضرت اقدس اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ یا کسی دوسرے بزرگ کی کتابیں ان کو دیجئے کہ وہ ان کا مطالعہ کیا کریں، اگر وہ نہ پڑھیں تو خود کسی دوسرے سے ان کو کتابیں سنوائیں۔ اللہ پاک اصلاح فرمائے (۳)۔ آمین۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۶/۴/۸۹ھ۔

= "عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "ماأحب أني حكيت أحداً، وأن لي كذا وكذا". (مشكوة المصابيح، المصدر السابق، ص: ۴۱۴، قديمي)

(۱) قال اللہ تعالی: ﴿وشاورهم في الأمر﴾ (سورة آل عمران: ۱۵۹)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وأمرهم شورى بينهم﴾ (سورة الشورى: ۳۸)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولاتقل لهما أف، ولاتنهرهما﴾ (سورة بني اسرائيل: ۲۳)

(۳) قال اللہ تعالی: ﴿ولا تقل لهما أف، ولاتنهر هما﴾ (سورة بني إسرائيل: ۲۳)

ایسی صورت میں والدین کے لئے دعائیں کرنی چاہیئے:

وقال العلامة ابن عابدين رحمه اللہ تعالیٰ: "في فصول العلامي: إذا رأى منكراً من والديه يأمرهما مرةً، فإن قبلا فبها، وإن كرها سكت عنهما واشتغل بالدعاء والاستغفار لهما، فإن اللہ تعالى =

باپ سے تنخواہ چھپانے کا حیلہ

سوال[۹۱۲۴]: ایک لڑکا کہتا ہے کہ جب اس کو تنخواہ ملتی ہے تو اس کے والد اس کے پاس سے مانگ لیتے ہیں اور لڑکا شرم وعزت کی خاطر تمام پیسہ دے دیتا ہے، اس کے بعد اس کے والد اس کو صرف کرایہ اور خرچ کے واسطے پیسہ دے دیتا ہے، مگر اس کو وہ ناکافی ہوتا ہے تو لڑکا اپنے والد کو کم تنخواہ بتا کر کم دیتا ہے۔ تو کیا اس طرح لڑکے کو کرنا جائز ہے یا نہیں اور کیا یہ شریعت کے نزدیک چوری ہوئی یا نہیں؟ مگر ایک بات یاد رہے کہ لڑکا بالغ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تنخواہ ملے تو اپنی ضرورت کے موافق اس میں سے کسی دوسرے کے پاس رکھ دے اور کہہ دے کہ میرے پاس اتنا ہی پیسہ ہے، یا کسی دوست سے قرض لے کر ضرورت پوری کرلیا کرے اور تنخواہ ملتے ہی پہلے اس کا قرض ادا کردے، اس طرح گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرض لے کر بچے کی پرورش کی گئی تو ادائیگی کس پر لازم ہے؟

سوال[۹۱۲۵]: زید نے ہندہ کو طلاق دیدی ہے، ہندہ اپنے بال بچوں کے لئے غیر مسلموں سے سودی قرض لیتی رہتی تھی، زید اور ہندہ دونوں ہی گھر چلاتے تھے۔ اب بعد طلاق ہندہ پر جو قرض باقی رہ گیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ قرض بچوں وغیرہ کے لیے تھا۔ تو اس قرض کی ادائیگی ہندہ پر واجب ہے یا زید پر واجب ہے، کیونکہ

= یکفیه ما أهمه من أمرهما". (ردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی تعزیر المتهم: ۷۸/۴، سعید)

"فإن الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر فیه مَنفعةُ مَن أمره ونهاه عن المنکر، والأب والأم أحق بأن ینفع لهما .... لکن ینبغی أن لا یعنف علی الوالدین، فإن قبلا فبها، وإلاسکت واشتغل بالاستغفار لهما". (نفع المفتی والسائل، مایتعلق بإطاعة الوالدین، ص: ۴۲۳، دار ابن حزم)

(۱) "التوریة أن یظهر خلافَ ما أضمر فی قلبه .... و أن یراد الإتیان بلفظٍ یحتمل معنیین، اهـ". (ردالمحتار، کتاب الإکراه: ۱۳۴/۶، سعید)

زید کے بچوں کے لئے ہی ہوتا تھا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ضابطہ میں اس قرض کی ادائیگی ہندہ پر واجب ہے، کیونکہ اس نے قرض لیا ہے، زید نے نہیں لیا، اگر زید نے ہندہ سے کہہ دیا تھا کہ قرض لے کر میرے بچوں کی پرورش کرنا، میں ادا کردوں گا تو زید اس قرض کا ذمہ دار ہے، وہ ادا کرے اگرچہ تقاضائے دیانت یہ ہے کہ زید اس قرض کو ادا کرے، کیونکہ بچوں کا نفقہ زید پر ہی لازم ہے، مگر قرض خواہوں کو زید سے مطالبہ کا حق نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۳/۱۵ھ۔

حقوق العباد میں کوتاہی کا علاج جبکہ اصحابِ حقوق معلوم نہ ہوں

سوال [۹۱۲۶]: بلوغ کے بعد اگر حقوق العباد میں غلطی ہوئی ہو اور یاد نہ ہو، اور اگر یاد ہو مگر وہ معاملہ جس میں غلطی ہوئی ہو صحیح طریقہ پر یاد نہ ہو کہ کس سے ہوا تھا، کس طرح ہوا تھا؟ مثلاً کسی کو کوئی تکلیف پہونچائی تھی، یا کسی سے کوئی چیز خریدی تھی، مگر یہ یاد نہیں ہے کہ کیا چیز خریدی تھی اور کتنے کی، یا کتنی خریدی تھی؟ اور یہ بھی یاد نہیں ہے کہ کس سے خریدی تھی؟ اور یہ یاد ہے کہ خریدی تھی، یا وہ شخص جس سے معاملہ ہوا تھا مر گیا ہو، اسی طریقہ سے تکلیف پہونچانے کا معاملہ بھی ہو۔ تو ان سب صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تین مرتبہ ﴿قل هو الله﴾ پڑھ کر دعاء کرلیا کریں کہ یا اللہ! جس جس کو مجھ سے تکلیف پہونچی ہے اور جس کا کوئی حق میرے ذمہ رہ گیا ہو اس کا ثواب اس کو پہونچادے۔ اگر صاحبِ حق موجود ہو اور یاد بھی ہو تو اس

---

(۱) "ولكن فائدته أن يرجع الغريم على الزوج، وبدون الأمر ليس له الرجوع عليه، وإنما يرجع رب الدين على المرأة .... ظاهره أنه ليس لرب الدين الأخذ من الزوج بدون الحوالة". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقات: ۴/۴۱۳، ۴۱۴، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقات: مطلب في الأمر بالاستدانة على الزوج: ۳/۵۹۱-۵۹۳، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۸۳، ۱۸۴، غفارية)

سے معافی تلافی کر کے صفائی کرلی جائے، یا کوئی مالی حق ہو، ادا کردیا جائے۔ صاحبِ حق معلوم نہ ہو تو اتنی مقدار اس کی طرف سے خیرات کردی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۷/ ۹۴ھ۔

باپ کے مال کا استعمال بلا اجازت

سوال [۹۱۲۷]: باپ کے مال سے بغیر باپ کی اجازت کے اور بغیر رضامندی کے بالغ لڑکوں کو باپ کا مال استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

باپ کو ناگوار گزرے تو اجازت نہیں (۲)۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أوشئي، فليتحلله منه اليوم قبل أن لايكون دينار ولادرهم، إن كان له عمل صالح أخذمنه بقدر مظلمته". الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول، ص: ۴۳۵، قديمي)

"(عليه ديون ومظالم جهل أربابها وأيس) من عليه ذلك (من معرفتهم، فعليه التصدق بقدرها من ماله". (الدرالمختار، كتاب اللقطة، مطلب فيمن عليه ديون ومظالم جهل أربابها: ۲۸۳/۴، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۱۱/۶، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فلا تقل لهما أف﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله: "والنهي عن ذلك يدل على المنع في سائر أنواع الإيذاء".

(روح المعاني، (سورة الإسراء: ۲۳): ۵۵/۱۵، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۳۴/۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

باب السلام والقيام والمصافحة

الفصل الأول فی السلام وإجابته

(سلام اوراس کے جواب کا بیان)

آنے والے کو بیٹھنے والے کا سلام کرنا

سوال[۹۱۲۸]: "قال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "یسلم الراکب علی الماشی، والماشی علی القاعد، والقلیل علی الکثیر"(۱)۔

اگر کوئی آنے والا سلام نہ کرے اور بیٹھنے والا آنے والے کو سلام کرے، یا پیٹھ پیچھے کسی کو سلام کرے، تو مستحقِ ثواب ہوگا یا مستحق عذاب؟ بینوا و توجروا۔

عبدالسلام، ایواڑی، ضلع گوڑ گاؤں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اس صورت میں بھی مستحق ثواب ہوگا، گو افضل طریقہ وہ ہے جو حدیث شریف میں مذکور ہے:

"قال ابن بطال عن المهلب: تسليم الصغير لأجل حق الكبير؛ لأنه أمر بتوقيره والتواضع له، وتسليم القليل لأجل حق الكثير؛ لأنّ حقه أعظم، وتسليم المارّ لشبهه بالداخل على أهل المنزل، وتسليم الراكب لئلا يتكبر بركوبه، فيرجع إلى التواضع. وقال ابن العربي: حاصل ما في الحديث أن المفضول بنوع ما يبدأ الفاضل، اهـ". بذل المجهود: ۳۲۲/۵(۲)۔

(ترجمہ) "ابن بطال نے مہلب سے نقل کیا ہے کہ چھوٹے کا سلام کرنا

---

(۱) (مشکوة المصابیح: ۳۸۷/۲، کتاب الأدب، باب السلام، الفصل الأول، قدیمی)

(۲) (بذل المجهود: ۳۲۲/۵، کتاب الأدب، أولی بالسلام، ناشر معهد الخلیل الإسلامی)

بڑے کے حق کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ اس کو اس کی توقیر اور اس کے لئے تواضع کرنے کا حکم کیا گیا ہے۔ اور قلیل کا سلام کرنا کثیر کے حق کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ اس کا حق عظیم ہے۔ اور گزرنے والے کا سلام کرنا اس بنا پر ہے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہونے والے کے مشابہ ہے۔ اور سوار کا سلام کرنا اس لئے ہے تاکہ وہ اپنے سوار ہونے سے مغرور نہ ہو، بلکہ اس میں تواضع پیدا ہو جائے۔ ابن عربی نے بیان کیا ہے کہ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کس درجہ میں مفضول (کم درجہ) ہے، وہ فاضل (زیادہ درجہ والا) کو سلام میں ابتدا کرے''۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/شعبان/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ رمضان/۶۶ھ۔

طریقِ سلام اور اس کا جواب

سوال[۹۱۲۳]: ایک شخص کہتا ہے ''السلام علیکم'' دوسرا شخص جواب میں کہتا ہے ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ و مغفرتہ''۔ کیا یہ جواب درست ہے، اس کا کہیں سے ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والا اس طرح سلام کرے: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'' اور جواب دینے والا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ'' کہے(۱)، اس سے زیادہ کوئی لفظ بڑھانا چاہیے

---

(۱) "عن عمران بن حصین رضی الله تعالیٰ عنه أن رجلاً جاء إلی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فقال: السلام علیکم، فردّ علیه، ثم جلس فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "عشر". ثم جاء آخر فقال: السلام علیکم و رحمة الله، فردّ علیه، فجلس، فقال: "عشرون". ثم جاء آخر فقال: السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته، فرد علیه فجلس، فقال: "ثلثون". رواه الترمذی وأبو داؤد". (مشکوة المصابیح: ۳۹۸/۲، کتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی)

(سنن أبی داؤد: ۷۰۶/۲، باب: کیف السلام، دار الحدیث ملتان) .... =

"ومغفرته" مناسب نہیں اگرچہ بعض روایات میں لفظ "ومغفرته" سلام کے ساتھ وارد ہوا ہے، جیسا کہ مشکوۃ شریف، ص: ۳۹۸، میں ہے (۱)، مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ سلام کی انتہا

= "قيل: "البركات" عبارة عن الثبات، و لذا لا يزاد عليه لا في السلام و لا في الجواب". (مرقاة المفاتيح: ۴۲۷/۸، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثاني، رشيديه)

وقال العلامة النووي رحمه الله تعالىٰ: "والأفضل أن يقول: السلام عليكم، ليتناوله وملكيه، وأكمل منه أن يزيد ورحمة الله، وأيضاً وبركاته.......... اهـ. وأما صفة الرد، فالأفضل والأكمل أن يقول: وعليكم السلام و رحمة الله و بركاته". (شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۲۱۲/۲، كتاب السلام، باب: يسلم الراكب على الماشي، قديمي)

وقال العلامة القرطبي: "الثالثة: قوله تعالىٰ: ﴿فحيّوا بأحسن منها أو ردوها﴾ رد الأحسن أن يزيد فيقول: عليك السلام ورحمة الله، لمن قال: سلام عليك، فإن قال: سلام عليك و رحمة الله، زدت في ردك: وبركاته، وهذا هو النهاية، فلا مزيد. قال الله تعالىٰ مخبراً عن البيت الكريم: ﴿رحمة الله وبركاته﴾". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، (سورة النساء: ۸۶): ۲۰۷/۵، دارالكتب العلمية بيروت)

"روى النسائي عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه قال: كنا عند النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فجاء رجل، فسلم، فقال: السلام عليكم، فرد عليه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقال: "عشر". ثم جلس، ثم جاء آخر، فسلم، فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: "عشرون". ثم جلس، وجاء آخر، فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وقال: "ثلاثون". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، (سورة النساء: ۸۶): ۲۱۰/۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) (مشكوة المصابيح: ۳۹۸/۲، باب السلام، الفصل الثاني، قديمي)

(وأبو داؤد: ۷۰۶/۲، باب كيف السلام، دارالحديث، بيرون بوهڑ گيٹ ملتان)

(وموطأ الإمام محمد، ص: ۳۸۵، باب رد السلام، مير محمد كتب خانه كراچي)

"وظاهره أن الزيادة على "وبركاته" خلاف السنة، كما يفيده ظاهر قول ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما، ويوافقه ما في مؤطأ يحى: مالك عن يحى ابن سعيد أن رجلاً سلّم على ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، فقال: السلام عليكم و رحمة الله و بركاته والغاديات والرائحات، فقال ابن عمررضي الله =

"وبرکاتہ" ہے:

"والأفضل للمسلم أن يقول: السلام عليكم و رحمة الله و بركاته، والمجيب كذلك يردّ، ولا ينبغي أن يزاد على "بركاته" شيء. قال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: لكل شيء منتهى ومنتهى السلام: "وبركاته" كذا في المحيط، اهـ". الهندية: ٣٤٥/٥(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۶۰ھ۔

= تعالىٰ عنهما: وعليك ألفاً ثم. كأنه كره ذلك.

ويطابقه ما أخرجه البيهقي على ما ذكره في الدر المنثور عن عروة ابن الزبير أن رجلاً سلم عليه، فقال: السلام عليكم و رحمة الله و بركاته، فقال عروة: ما ترك لنا فضلاً، إن السلام انتهى إلى البركة. لكن قد ورد في بعض الأخبار المرفوعة تجويز الزيادة، فعند أبي داؤد: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: السلام عليكم، فرد عليه، فجلس، فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "عشرة". ثم جاءه آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه فجلس، فقال: "عشرون". ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه، فقال: "ثلثون". ثم أتى آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله و بركاته ومغفرته، فقال: "أربعون". وقال: "هكذا تكون الفضائل". و في كتاب عمل اليوم والليلة لابن السني: قال النووي في الأذكار: إسناده ضعيف.

عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه كان رجل يمرّ بالنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يرعى دوابّ أصحابه، فيقول: السلام عليك يارسول الله، فيقول رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "وعليك السلام و رحمة الله و بركاته و مغفرته و رضوانه". فقيل: يا رسول الله! تسلّم على هذا سلاماً ما تسلّمه على أحد من أصحابك؟ قال: "وما يمنعني من ذلك". وهو ينصرف بأجر بضعة رجلاً، فالأولى القول بتجويز ذلك أحياناً، و الاكتفاء على بركاته أكثر". (التعليق الممجد على هامش موطأ الإمام محمد، ص: ٣٨٥، مير محمد كتب خانه)

(١) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٣٢٥/٥، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام)

آنے والے کے ذمہ سلام ہے

سوال[۹۱۲۴]: کسی شخص کے یہاں کچھ آدمی مزدوری کرتے ہوں جیسا کہ کھیت کاٹنا، اور وہ اپنے کام میں مشغول ہے، ایک شخص پیچھے سے آکر کھڑا ہوگیا اور یہ مزدور جو کہ کام کرنے والے تھے وہ مختلف برادری کے تھے اور نماز وغیرہ کے بالکل پابند نہیں تھے، ان میں سے ایک آدمی نے پیچھے ہو کر اس شخص کو سلام کیا جو پیچھے کھڑے ہوگئے تھے، انہوں نے سلام کا جواب آہستہ آواز سے دیا، جس آدمی نے سلام کیا تھا اس کو اس کے ساتھیوں نے نصیحت کی کہ تم کو سلام نہ کرنا چاہئے تھا۔ تو آپ سے یہ عرض ہے کہ سلام کرنے والوں کو کیا ثواب ملے گا اور کتنا عذاب منع کرنے والوں کو ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص کسی کے پاس جائے اس کو چاہئے کہ سلام کرے(۱) اور جس کے پاس جائے وہ سلام کا جواب دے(۲)، لیکن اس نے سلام نہیں کیا، وہ خاموش ہو کر کھڑا ہوگیا اور جس کے پاس گیا تھا اس نے سلام کرلیا اور اس کی بڑائی کا لحاظ کرلیا تب بھی گناہ نہیں، بلکہ اس کو بہت ثواب ملے گا، اس پر اعتراض کرنا اور سلام سے روکنا غلط ہے۔ جو شخص سلام کی ابتدا کرے اس کی فضیلت آئی ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "ويسلم الماشي على القاعد، ويسلم الذي يأتيك من خلفك، كذا في المحيط". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٥/٣٢٥، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ٦/٤١٦، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(۲) سلام کا جواب دینا واجب اور مسلمان کا حق ہے:

"عن البراء بن عازب رضي الله تعالىٰ عنه قال: أمرنا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بسبع، ونهانا عن سبع: أمرنا باتباع الجنائز، وعيادة المريض، وإجابة الداعي، ونصر المظلوم، وإبرار القسم، ورد السلام". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز: ١/١٦٦، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الاستيذان، باب بدء السلام، بابٌ: ٢/٩٢٠، قديمي)

(٣) "عن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن أولى الناس بالله من بدأ بالسلام". رواه أحمد والترمذي وأبو داؤد". (مشكوة المصابيح: ٢/٣٩٨، كتاب الأدب، =

"السلام علیکم" میں اضافہ

سوال[۹۱۲۵]: ۱......زید بکر کی ملاقات کے وقت "السلام علیکم ورحمة الله و بر کاته" کہتا ہے۔اور بکر اس کے جواب میں "ورحمة الله و بر کاته و مغفرته" کہتا ہے۔بکر کا یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ کتب تحریر کیجئے۔

۲......اگر زید "ورحمة الله و بر کاته و مغفرته" کہتا ہے اور بکر اس کے جواب میں "وعلیکم السلام ورحمة الله" صرف کہہ کر یہ بھی کہتا ہے کہ سلام کا جواب دینے والا "و مغفرته" نہیں کہے گا۔لہذا ایسی صورت میں سب جائز ہے یا ناجائز اور سوال کا جواب دینے والا صحیح راستے پر ہے یا نہیں؟

۳......یہ بھی تحریر کریں "و مغفرته" سلام کے اندر............کہنا بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

روایات میں "و مغفرته" بھی آیا ہے اور بعض میں اس سے زائد بھی، سلام میں اور جواب میں بھی۔ اور بعض میں "و بر کاته" کو سلام کی انتہا بتایا گیا ہے اور اس پر اضافہ کو منع کیا گیا ہے، اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ سلام اس طرح کرنا مستحب ہے: "السلام علیکم ورحمة الله و بر کاته" اور جواب میں بھی اسی طرح مستحب ہے یعنی "وعلیکم السلام ورحمة الله وبر کاته ". اس پر اضافہ ومغفرته سلام کا کرنے والا کرے اور نہ جواب دینے والا کرے:

"عن عمران بن حصین رضی الله تعالیٰ عنه أن رجلاً جاء إلى النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فقال: السلام علیکم، فردّ علیه، ثم جلس فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "عشر". ثم جاء آخر فقال: السلام علیکم و رحمة الله، فردّ علیه، فجلس، فقال: "عشرون". ثم جاء آخر فقال: السلام علیکم و رحمة الله وبر کاته، فرد علیه فجلس، فقال: "ثلثون". رواه

= باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی)

"عن عبدالله عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "البادئ بالسلام بریٌ من الکبر". رواه البیهقی فی شعب الإیمان". (مشکوة المصابیح، کتاب الأدب، باب السلام، ص: ۴۰۰، قدیمی)

الترمذی وأبو داؤد"(١)۔

"وعن معاذ بن أنس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه، عن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم بمعناه، وزاد: "ثم أتی آخر، فقال: السلام علیکم و رحمة اللّٰه و برکاته ومغفرته، فقال: "أربعون". وقال: "هکذا تکون الفضائل". رواه أبوداود(٢)۔

---

(١) (مشکوة المصابیح: ٣٩٨/٢، کتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد: ٧٠٦/٢، باب: کیف السلام، دارالحدیث، ملتان)

"قیل: "البرکات" عبارة عن الثبات، و لذا لا یزاد علیه لا فی السلام و لا فی الجواب". (مرقاة المفاتیح: ٤٢٧/٨، کتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانی، رشیدیه)

وقال العلامة النووی رحمه الله تعالیٰ: "والأفضل أن یقول: السلام علیکم، لیتناوله وملکیه، وأکمل منه أن یزید "ورحمة الله" وأیضاً "وبرکاته" .... اهـ. وأما صفة الرد، فالأفضل والأکمل أن یقول: وعلیکم السلام و رحمة الله و برکاته". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ٢١٢/٢، کتاب السلام، باب: یسلم الراکب علی الماشی، قدیمی)

وقال العلامة القرطبی: "الثالثة: قوله تعالیٰ: ﴿فحیّوا بأحسن منها أو ردوها﴾ رد الأحسن أن یزید فیقول: علیک السلام ورحمة الله، لمن قال: سلام علیک، فإن قال: سلام علیک و رحمة الله، زدت فی ردک: وبرکاته، وهذا هوالنهایة، فلا مزید. قال الله تعالیٰ مخبراً عن البیت الکریم: ﴿رحمة الله وبرکاته﴾". (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی، (سورة النساء: ٨٦): ٢٠٧/٥، دارالکتب العلمیة بیروت)

"روی النسائی عن عمران بن حصین رضی الله تعالیٰ عنه قال: کنا عند النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فجاء رجل، فسلم، فقال: السلام علیکم، فرد علیه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وقال: "عشر". ثم جلس، ثم جاء اٰخر، فسلم، فقال: السلام علیکم ورحمة الله، فرد علیه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فقال: "عشرون". ثم جلس، وجاء اٰخر، فقال: السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته، فرد علیه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، وقال: "ثلاثون". (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی، (سورة النساء: ٨٦): ٢١٠/٥، دارالکتب العلمیة بیروت)

(٢) (مشکوة المصابیح: ٣٩٨/٢، باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی) .... =

"عن محمد بن عمرو بن عطاء قال: كنت جالساً عند عبد الله بن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما، فدخل عليه رجل يمانيّ فقال: السلام عليكم و رحمة الله و بركاته، ثم زاد شيئاً مع ذلك أيضاً. قال ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما مَن هذا؟ —وهو يومئذ قد ذهب بصره— قالوا: هذا اليمانى الذى يغشاك فعرّفوه إياه حتى عرفه، قال ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما: إن السلام انتهى إلى "البركة". قال محمد: وبهذا نأخذ، إذا قال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فليكفف، فإن اتباع السنة أفضل". مؤطا إمام محمد(١)۔ وبسط

= (وأبو داؤد: ٢/٧٠٦، باب كيف السلام دار الحديث، بيرون بوهڑ گيٹ ملتان)

(١) (موطأ الإمام محمد، ص:٣٨٥، باب رد السلام، مير محمد كتب خانه كراچى)

"وظاهره أن الزيادة على "وبركاته" خلاف السنة، كما يفيده ظاهر قول ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما، ويوافقه ما فى مؤطأ يحى: مالك عن يحى ابن سعيد أن رجلاً سلّم على ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما، فقال: السلام عليكم و رحمة الله و بركاته والغاديات والرائحات، فقال ابن عمررضى الله تعالىٰ عنهما: وعليك الفا ثم كأنه كره ذلك.

ويطابقه ما أخرجه البيهقى على ما ذكره فى الدر المنثور عن عروة ابن الزبير أن رجلاً سلم عليه، فقال: السلام عليكم و رحمة الله و بركاته، فقال عروة: ما ترك لنا فضلاً، إن السلام انتهى إلى البركة. لكن قد ورد فى بعض الأخبار المرفوعة تجويز الزيادة، فعند أبى داؤد: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: السلام عليكم، فرد عليه، فجلس، فقال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "عشرة". ثم جاءه آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه فجلس، فقال: "عشرون". ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه، فقال: "ثلثون". ثم أتى آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله و بركاته ومغفرته، فقال: "أربعون". وقال: "هكذا تكون الفضائل". و فى كتاب عمل اليوم والليلة لابن السنى: قال النووى فى الأذكار: إسناده ضعيف.

عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه كان رجل يمرّ بالنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يرعى دوابّ أصحابه، فيقول: السلام عليك يارسول الله، فيقول رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "وعليك السلام و رحمة الله و بركاته و مغفرته و رضوانه". فقيل: يا رسول الله! تسلّم على هذا سلاماً ما تسلّمه على أحد من أصحابك؟ قال: "وما يمنعنى من ذلك". وهو ينصرف بأجر بضعة رجلاً. فالأولى القول =

الحافظ فی الفتح: ١١/٥(١)۔

= بتجویز ذلک أحیاناً، و الاکتفاء علی برکاته أکثر". (التعلیق الممجد علی هامش موطأ الإمام محمد، ص: ٣٨٥، میر محمد کتب خانه)

(١) قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالیٰ: "قوله: "فقالوا السلام علیک و رحمة الله". کذا للأکثر فی البخاری هنا، و کذا للجمیع فی بدء الخلق، ولأحمد ومسلم من هذا الوجه من روایة عبد الرزاق، ووقع هنا للکشمیهنی، فقالوا: وعلیک السلام و رحمة الله، وعلیها شرح الخطابی، واستدل بروایة الأکثر لمن یقول: یجزئ فی الرد أن یقع باللفظ الذی یبتدأ به، کما تقدم. قیل: ویکفی أیضاً الرد بلفظ الإفراد".

(قوله: فزادوه: ورحمة الله) فیه مشروعیة الزیادة فی الرد علی الابتداء، و هو مستحب بالاتفاق، لوقوع التحیة فی ذلک فی قوله تعالیٰ: ﴿فحیوا بأحسن منها أو ردّوها﴾، فلو زاد المبتدئ "ورحمة الله" استحب أن یزاد "وبرکاته" فلو زاد "وبرکاته" فهل تشرع الزیادة فی الرد؟ و کذا لو زاد المبتدئ علی وبرکاته، هل یشرع له ذلک؟ أخرج مالک فی المؤطأ عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: انتهی السلام إلی البرکة.

وأخرج البیهقی فی الشعب من طریق عبد الله بن بابیه قال: جاء رجل إلی ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما فقال : السلام علیکم و رحمة الله و برکاته و مغفرته، فقال: حسبک إلی "وبرکاته". انتهی إلی وبرکاته. ومن طریق زهرة بن معبد قال: قال عمر رضی الله تعالیٰ عنه: انتهی السلام إلی وبرکاته. ورجاله ثقات. وجاء عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما الجواز، فأخرج مالک أیضاً فی المؤطأ عنه، أنه زاد فی الجواب: "والغادیات والرائحات".

وأخرج البخاری فی الأدب المفرد، من طریق عمرو بن شعیب عن سالم مولی ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: وکان ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما یزید إذا رد السلام، فأتیته مرةً فقلت : السلام علیکم، فقال : السلام علیکم ورحمة الله. ثم أتیته فزدت و برکاته، فرد وزاد: وطیب صلواته. ومن طریق زید بن ثابت رضی الله تعالیٰ عنهأنه کتب إلی معاویة رضی الله تعالیٰ عنه: السلام علیکم –یا أمیر المؤمنین!– و رحمة الله و برکاته و مغفرته و طیب صلوته.

ونقل ابن دقیق العید عن أبی الولید بن رشد أنه یؤخذ من قوله تعالیٰ: ﴿فحیوا بأحسن منها﴾ الجواز فی الزیادة علی البرکة إذا انتهی إلیها المبتدئ. أخرج أبوداؤد والترمذی والنسائی بسند قوی =

”والأفضل: السلام عليكم و رحمة الله و بركاته، والمجيب كذلك يرد، ولايزيد على هذا“. فتاوى عالمگیری: ٥/٣٣٠(١)۔ ”ولا يزيد الرادُّ على ”وبركاته“. درمختار: ٥/٣٦٥(٢)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

= عن عمران بن حصين رضى الله تعالىٰ عنه قال: جاء رجل إلى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: السلام عليكم، فرد عليه، وقال: ”عشر“. ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم و رحمة الله، فرد عليه، وقال: ”عشرون“. ثم جاء آخر فزاد: ”وبركاته“ فرد وقال: ”ثلاثون“. وأخرجه البخارى فى الأدب المفرد من حديث أبى هريرة، وصححه ابن حبان وقال: ”ثلاثون حسنةً“. وكذا فيما قبلها صرح بالمعدود. وعند أبى نعيم فى عمل اليوم والليلة من حديث علىّ رضى الله تعالىٰ عنه أنه هو الذى وقع له مع النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذلك. وأخرج الطبرانى من حديث سهيل بن حنيف بسند ضعيف رفعه: ”من قال: السلام عليكم، كتب له عشر حسنات. ومن زاد: ورحمة الله، كتبت له عشرون حسنةً. ومن زاد: وبركاته، كتبت له ثلاثون حسنةً“.

وأخرج أبو داود من حديث سهل بن معاذة بن أنس الجهنى عن أبيه بسند ضعيف نحو حديث عمران، وزاد فى آخره: ثم جاء آخر فزاد: ومغفرته، فقال: ”أربعون“. وقال: ”هكذا تكون الفضائل“. وأخرج ابن السنى فى كتابه بسندٍ واهٍ من حديث أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال: كان رجل يمر فيقول: السلام عليك يارسول الله! فيقول له: ”وعليك السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته ورضوانه“. وأخرج البيهقى فى الشعب بسند ضعيف أيضاً من حديث زيد بن أرقم رضى الله تعالىٰ عنه: كنا إذا سلم علينا النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قلنا: وعليك السلام و رحمة الله و بركاته ومغفرته“.

وهذه الأحاديث الضعيفة إذا انضمّت قوِى ما اجتمعت عليه من مشروعية الزيادة على ”وبركاته“. واتفق العلماء على أن الردّ واجب على الكفاية“. (فتح البارى: ١١/٢، كتاب الاستيذان، باب بدء السلام، دارالمعرفة بيروت)

(١) العبارة بتمامها: ”والأفضل للمسلم أن يقول: السلام عليكم و رحمة الله وبركاته، والمجيب كذلك يردّ. ولا ينبغى أن يزاد على البركات شيء. قال ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما: لكل شيء =

…………………………………………………………

= منتهى و منتهى السلام البركات، كذا في المحيط". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۲۵/۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام و تشميت العاطس، رشيديه)

(۲) العبارة بأسرها: "ولا يزيد الرادُّ على "وبركاته". (الدرالمختار). قال العلامة الشامي رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: ولا يزيد الرادُّ على وبركاته) قال في التاتارخانية: والأفضل للمسلّم أن يقول: السلام عليكم و رحمة الله وبركاته، والمجيب كذلك يرد، ولا ينبغي أن يزاد على البركات شيء، اهـ".

(ردالمحتار: ۴۱۴/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في الفتاوى الكاملية، ص: ۲۷۳، كتاب الحظر والإباحة، مكتبه حقانيه پشاور)

ترجمۂ عربی عبارات

''حضرت عمران بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، السلام علیکم کہا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا۔ وہ شخص بیٹھ گیا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دس نیکیاں''۔ پھر دوسرا شخص آیا، اس نے السلام علیکم ورحمة الله کہا، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا۔ وہ شخص بیٹھ گیا، ارشاد فرمایا: ''بیس نیکیاں''۔ پھر ایک اَور شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمة الله وبركاته کہا حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا وہ بیٹھ گیا۔ ارشاد فرمایا: ''تیس نیکیاں''۔ امام ترمذی اور امام ابوداود نے اس کو روایت کیا ہے۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسی معنی میں روایت کی ہے، اس میں اتنی زیادتی اَور ہے: پھر ایک شخص آیا، اس نے ''السلام عليكم و رحمة الله وبركاته ومغفرته'' کہا، آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''چالیس نیکیاں''۔ اور ارشاد فرمایا: ''اسی طرح فضیلتیں (ثواب میں زیادتی) ہونگی''۔ امام ابوداود نے اس کو روایت کیا ہے۔

محمد بن عمرو بن عطاء فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک یمنی شخص حاضر ہوا اور السلام علیکم ورحمة الله و بركاته کہا اس کے ساتھ کچھ =

سلام کرنے کے لئے پاؤں پر ہاتھ پھیرنا

سوال[۹۱۲۶]: ہمارے یہاں سلام کا رواج اس طرح ہے کہ چھوٹے بیٹھ کر اپنے بڑوں کے قدم پر ہاتھ پھیرتے ہیں، آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ آیا اس قسم کا سلام عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سلام کا یہ طریقہ خلافِ سنت وخلافِ اسلام ہے، ہریجنوں کا طریقہ ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

سلام کے لئے ہاتھ سے اشارہ

سوال[۹۱۲۷]: بوقتِ سلام دست برداشتن چہ حکم دارد؟

= اور بھی زیادہ کہا، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ کون شخص ہے۔ اس وقت حضرت کی بینائی جا چکی تھی۔ لوگوں نے جواب دیا: یہ آنے والا یمنی شخص ہے اور اس کا تعارف کرایا، یہاں تک کہ اس کو پہچان لیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سلام وبرکت (وبرکاتہ) پر ختم ہو جاتا ہے"۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں، جب کسی نے السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته کہا تو اس پر رُک جائے، اس لئے کہ اتباعِ سنت افضل ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

اور افضل السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته ہے اور مجیب بھی اسی طرح جواب دے "وبرکاته" پر زیادتی نہ کرے، فتاویٰ عالمگیری۔ اور کوئی "وبرکاته" پر زیادتی نہ کرے، درمختار"۔

(۱) اس سے سجدے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو جائز نہیں ہے:

"وفي القهستاني: الإيماء في السلام إلى قريب الركوع كالسجود. وفي العمادية: ويكره الانحناء؛ لأنه يشبه فعل المجوس". (مجمع الأنهر: ۵۴۲/۲، كتاب الكراهية، فصل في أحكام النظر واللمس، دارإحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداًومصلياً:

بوقتِ ضرورت برائے سلام یا جواب دست برداشتن روا ست، مثلاً: کسے را از دور سلام کند یا جواب دهد و آواز نتوان رسانید، یا کسے که را بسلام کند یا جواب دهد و آن آواز نمی شنود، پس دریں صورت چوں بزبان سلام کند یا جواب دهد بدست نیز اشاره کند. وبے ضرورت چنیں نمودن چنانکه طریقۂ ابنائے زمانه است، مکروه است. وبر اشارۂ دست اکتفاء نمودن در سلام یا جواب و بزبان نگفتن مکروه است (١). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

---

(١) "وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ليس منا من تشبه بغيرنا، ولا تشبهوا باليهود و لا بالنصارى، فإن تسليم اليهود الإشارة بالأصابع، وتسليم النصارى الإشارة بالأكفّ". رواه الترمذى، وقال: إسناده ضعيف".

قال الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: "وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ليس منا": أى من أهل طريقتنا و مراعى متابعتنا "من تشبه بغيرنا": أى من غير أهل ملّتنا "لا تشبهوا" -بحذف إحدى التائين-: أى لا تتشبهوا باليهود "ولا بالنصارى" زِيدَ "لا" لزيادة التأكيد. "فإن تسليم اليهود الإشارة بالأصابع، وتسليم النصارى الإشارة بالأكفّ" -بفتح فضم جمعُ كفٍ- والمعنى: لاتشبهوا بهم جميعاً فى جميع أفعالهم خصوصاً فى هاتين الخصلتين، ولعلهم كانوا يكتفون فى السلام أو ردّه أو فيهما بالإشارتين من غير نطق بلفظ السلام الذى هو سنة آدم وذريته من الأنبياء والأولياء.

كأنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كوشِفَ له أن بعض أمته يفعلون ذلك، أو مثل ذلك من الانحناء أو مطأطأة الرأس، أو الاكتفا بلفظ السلام فقط. ولقد رأيت فى المسجد الحرام واحداً من المتصوفة الداخلة فى سلك السالكين المرتاضين المتوكلين الزاهدين فى الدنيا المكتفى بإزار ورداء صائم الدهر لازم الاعتكاف، ليس شيء عنده من أسباب الدنيا، وهو على ذلك أكثر من أربعين سنةً، ثم اختار السكوت المطلق فى آخر العمر بحيث يكتفى فى رد السلام بإشارة الرأس، مع أنه ما كان خالياً عن نوع معرفة ودوام تلاوة وحسن خلق و سخاوة نفس، إلا أنه كان ما يرى أنه يطوف. والله أعلم =

الحافظ فی الفتح: ۱۱/۵(۱)۔

= بتجویز ذلک أحیاناً، و الاکتفاء علی برکاته أکثر". (التعلیق الممجد علی هامش موطأ الإمام محمد، ص: ۳۸۵، میر محمد کتب خانه)

(۱) قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالیٰ: "قوله: "فقالوا السلام علیک و رحمة الله". کذا للأکثر فی البخاری هنا، و کذا للجمیع فی بدء الخلق، ولأحمد ومسلم من هذا الوجه من روایة عبد الرزاق، ووقع هنا للکشمیهنی، فقالوا: وعلیک السلام و رحمة الله، وعلیها شرح الخطابی، واستدل بروایة الأکثر لمن یقول: یجزئ فی الرد أن یقع باللفظ الذی یبتدأ به، کما تقدم. قیل: ویکفی أیضاً الرد بلفظ الإفراد".

(قوله: فزادوه: ورحمة الله) فیه مشروعیة الزیادة فی الرد علی الابتداء، و هو مستحب بالاتفاق، لوقوع التحیة فی ذلک فی قوله تعالیٰ: ﴿فحیوا بأحسن منها أو ردّوها﴾، فلو زاد المبتدئ "ورحمة الله" استحب أن یزاد "وبرکاته" فلو زاد "وبرکاته" فهل تشرع الزیادة فی الرد؟ و کذا لو زاد المبتدئ علی وبرکاته، هل یشرع له ذلک؟ أخرج مالک فی المؤطأ عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: انتهی السلام إلی البرکة.

وأخرج البیهقی فی الشعب من طریق عبد الله بن بابیه قال: جاء رجل إلی ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما فقال : السلام علیکم و رحمة الله و برکاته و مغفرته، فقال: حسبک إلی "وبرکاته". انتهی إلی وبرکاته. ومن طریق زهرة بن معبد قال: قال عمر رضی الله تعالیٰ عنه: انتهی السلام إلی وبرکاته. ورجاله ثقات. وجاء عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما الجواز، فأخرج مالک أیضاً فی المؤطأ عنه، أنه زاد فی الجواب: "والغادیات والرائحات".

وأخرج البخاری فی الأدب المفرد، من طریق عمرو بن شعیب عن سالم مولی ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: وکان ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما یزید إذا رد السلام، فأتیته مرةً فقلت : السلام علیکم، فقال : السلام علیکم ورحمة الله. ثم أتیته فزدت و برکاته، فرد وزاد: وطیب صلواته. ومن طریق زید بن ثابت رضی الله تعالیٰ عنهأنه کتب إلی معاویة رضی الله تعالیٰ عنه: السلام علیکم –یا أمیر المؤمنین!– و رحمة الله و برکاته و مغفرته و طیب صلوته.

ونقل ابن دقیق العید عن أبی الولید بن رشد أنه یؤخذ من قوله تعالیٰ: ﴿فحیوا بأحسن منها﴾ الجواز فی الزیادة علی البرکة إذا انتهی إلیها المبتدئ. أخرج أبوداؤد والترمذی والنسائی بسند قوی =

سلام میں ہاتھ کا اشارہ

سوال[۹۱۲۸]: کسی کو "السلام علیکم" کہتے ہوئے ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سلام کے ساتھ ہاتھ اٹھانے کی بھی گنجائش ہے اگرچہ ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

بحالتِ اذان سلام کا حکم

سوال[۹۱۲۹]: اذان ہوتے وقت اگر کوئی سلام کرے تو جوابِ سلام دینا چاہیے یا نہیں، ایسے وقت سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کے وقت سلام کا جواب دینا واجب نہیں، کیونکہ جوابِ اذان ذکر ہے اور ذکر ودعاء وتسبیح وغیرہ کی حالت میں اگر سلام کیا جائے تو اس کا جواب واجب نہیں ہوتا:

"وفی شرح الشرعة: صرح الفقهاء بعدم وجوب الردّ فی بعض المواضع: القاضی إذا سلم علیه الخصمان، والأستاد الفقیه إذا سلم علیه تلمیذه أو غیره أوَانَ الدرس، وسلام السائل والمشتغل بقرأة القرآن، والدعاء حال شغله، والجالسین فی المسجد لتسبیح أو قرأة أو ذکر حال التذکیر"(۲)۔

---

(۱)(تقدم تخریجه تحت عنوان: ''سلام میں ہاتھ کا اشارہ'')

(۲) (ردالمحتار: ۱/۶۱۸، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة، ومایکره فیها، مطلب: المواضع التی لا یجب فیها رد السلام، سعید)

"ویکره السلام عند قرأة القرآن جهراً، وکذا عند مذاکرة العلم، وعند الأذان والإقامة. والصحیح أنه لا یردّ فی هذه المواضع أیضاً، کذا فی الغیاثیة.......... حکی عن الشیخ الإمام الجلیل أبی بکر محمد بن الفضل البخاری أنه کان یقول فیمن جلس للذکر أیّ ذکر کان، فدخل علیه داخل وسلم علیه: وسعه أن لا یردّ، کذا فی المحیط". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۵/۳۲۵، ۳۲۶، کتاب الکراهیة، =

لیکن جوابِ اذان سے فارغ ہوکر سلام کا جواب دینا مناسب ہے، کما حققه الشيخ ابن عابدين في ردالمحتار، ص: ٦٤٥(١)۔

اور جو شخص جوابِ اذان میں مشغول ہو، اس کو سلام کرنا مکروہ ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ ربیع الأول/ ۵۵ھ۔

نماز پڑھنے اور وضو کرنے والوں کو سلام کرنا

سوال[۹۱۳۰]: ا...... مسجد میں وضو سے پہلے یا بعد میں کچھ آدمی سنتیں نفلیں پڑھ رہے ہوں اور کوئی مسجد میں داخل ہو، یا اپنی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آئے، ایسی حالت میں اس کو سلام بلند آواز سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

= الباب السابع في السلام، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ٣٥٤/٦، كتاب الكراهية، نوع في السلام، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ٢/ ٢٧١، باب ما يفسد الصلاة، إمداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق: ٢/ ١٦، باب ما يفسد الصلاة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ١/ ٣٩٥، باب ما يفسد الصلاة، دارالكتب العلمية بيروت)

(١) "فإنه يمكن أن يجيب، ثم يرد السلام". (ردالمحتار: ١/ ٣٩٩، كتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب في تكرار كراهة الجماعة، سعيد)

"إذا لم يرد السلام في الحال، هل يرد بعد الفراغ من الخطبة؟ على قول محمد رحمه الله تعالىٰ يردّ". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٥/ ٣٢٦، الباب السابع في السلام، رشيديه)

(٢) "لعله إنما يجب رد السلام وإن قلنا: إنه لا ينال الإجابة، أو قلنا بعدم وجوبها؛ لأن السلام عليه في هذه الحالة غير مشروع كالسلام على القارئ والمؤذن، فلذا لم يجب رده، كما قدمناه". (ردالمحتار: ١/ ٤٠٠، كتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد، سعيد)

۲...... وضو خانہ مسجد سے ملحق ہے، کچھ آدمی وضو کر رہے ہیں، سوایسی حالت میں نو وارد وضو کرنے والوں کو سلام کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ا...... نماز پڑھنے والوں کو اگر سلام کرے تو ناجائز ہے(۱)، اسی طرح جو شخص دعاء، تسبیح، ذکر وغیرہ میں مشغول ہے اسے سلام کرنا بھی منع ہے(۲)۔ ہاں! کوئی شخص فارغ ہو تو اس کو سلام کرنا درست ہے، مسجد میں بھی اور باہر بھی۔

۲...... وضو کرنے والے کو سلام کرنا درست ہے جب کہ وہ دعاء نہ پڑھ رہا ہو(۳) ورنہ

---

(۱) (سيأتي تخريجه تحت عنوان ''نمازی کو سلام''۔)

(۲) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ:

''سلامک مكروه على من ستسمع ومن بعد ماأبدى يسن ويشرع

مصل وتال ذاكر ومحدث خطيب ومن يصغي إليهم ويسمع

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: ''(قوله: ذاكر) فسره بعضهم بالواعظ؛ لأنه يذكر الله تعالىٰ، ويذكر الناس به، والظاهر أنه أعم، فيكره السلام على مشتغل بذكر الله تعالىٰ بأى وجه كان، رحمتي''. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب المواضع التي يكره فيها السلام: ۱/۶۱۶، سعيد)

(۳) وضو کے دوران بعض غیر منقول دعائیں فقہائے کرام نے ذکر کی ہیں، لیکن دورانِ وضوء بعض دعائیں منقول بھی ہیں:

''عن عقبة بن عامر رضي الله تعالىٰ عنه، قال: كنا مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله وسلم خدام .... فأدركت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يخطب الناس، فسمعته يقول: ''مامنكم من أحد يتوضأ، فيحسن الوضوء، ثم يقوم، فيركع ركعتين يقبل عليهما بقلبه ووجهه إلا فقد أوجب''. فقلت: بخ بخ ما أجود هذه! فقال رجل بين يدى التي قبلها: ياعقبة أجود منها، فنظرت، فإذا هو عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه، قلت: ماهي ياأبا حفص!؟ قال: إنه قال انفاً قبل أن تجيئي: ''مامنكم من أحد يتوضأ، فيحسن الوضوء، ثم يقول حين يفرغ من وضوءه: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، إلا فتحت له أبواب الجنة الثمانية يدخل من أيها شاء''. (سنن أبى داؤد، كتاب الطهارة، باب مايقول الرجل إذا توضاء: ۱/۲۵، مكتبه إمداديه ملتان)

''وعن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:

مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۳/۵۵ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/ ربیع الاول/ ۵۵ھ۔

نمازی کو سلام

سوال[۹۱۳۱]: اگر کوئی شخص نماز میں ہو اور آنے والا اسے سلام کرے تو اس کو زبان یا اشارہ سے جواب دینا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کوئی شخص نماز میں مشغول ہو اس کو سلام نہ کیا جائے کہ یہ مکروہ ہے(۲)، اگر کسی نے ناواقفیت سے

= "من توضأ فأحسن الوضوء، ثم قال: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريک له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين، فتحت له ثمانية أبواب من الجنة من أيها شاء". (الجامع الترمذي، كتاب الطهارة، باب مايقال بعد الوضوء: ۱/۱۸، سعيد)

"وعن البراء بن عازب رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "مامن عبد يقول حين يتوضأ: بسم الله، ثم يقول بكل عضو: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريک له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، ثم يقول حين يفرغ: اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين، إلا فتحت له ثمانية أبواب الجنة يدخل من أيها شاء .... الخ". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب في مباحث الاستعانة في الوضوء بالغير: ۱/۱۲۷، سعيد)

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ:

"سلامک مکروه على من ستسمع ومن بعد ماأبدى يسن ويشرع

مصل وتال ذاكر ومحدث خطيب ومن يصغي إليهم ويسمع

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: ذاكر) فسره بعضهم بالواعظ؛ لأنه يذكر الله تعالىٰ، ويذكر الناس به، والظاهر أنه أعم، فيكره السلام على مشتغل بذكر الله تعالىٰ بأي وجه كان، رحمتي". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب المواضع التي يكره فيها السلام: ۱/۶۱۶، سعيد)

(۲) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: .... =

سلام کرلیا تو وہ جواب نہ دے، نہ زبان سے نہ اشارہ سے(۱)، شامی میں اس کی تصریح موجود ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۵/۶/۹۱ھ۔

= "سلامک مکروہ علی من ستسمع و من بعد ما أبدی یسن و یشرع
مصل و تال ذاکر و محدث خطیب و من یصغی إلیهم و یسمع".

قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: سلامک مکروه) ظاهره التحریم، وسیجیء التصریح بالإثم فی بعضها. (قوله: ومن بعد ما أبدی، الخ) فعل مضارع رباعی: أی أظهر، والمعنی: وغیر الذی أذکره هنا یسن، و لا یناقضه قوله والزیادة تنفع؛ لأنه من کلام صاحب النهر، کما ستعرفه، فافهم". (ردالمحتار: ۱/۶۱۶، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، مطلب: المواضع التی یکره فیها السلام، سعید)

(۱) "عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: کنا نسلّم علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وهو فی الصلاة قبل أن نأتی أرض الحبشة، فیرد علینا، فلما رجعنا من أرض الحبشة، أتیته فوجدته یصلی، فسلمت علیه، فلم یردّ علیّ حتی إذا قضی صلوته، قال: "إن الله یحدث من أمره ما یشاء، وإن مما أحدث أن لا تتکلموا فی الصلاة". فرد علیّ السلام، وقال: "إنما الصلاة لقرأة القرآن و ذکر الله، فإذا کنت فیها فلیکن ذلک شانک". رواه أبو داؤد". (مشکوة المصابیح، ص: ۹۱، کتاب الصلوة، باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة ومالا یباح، الفصل الثانی، قدیمی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام وتشمیت العاطس: ۵/۳۲۶، رشیدیه)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام: ۶/۳۵۴، رشیدیه)

(۲) قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: "و ردالسلام -ولو سهواً- بلسانه لا بیده، بل یکره علی المعتمد". (الدرالمختار). قال الشامی رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: لا بیده): أی لا یفسدها رد السلام بیده، خلافاً لمن عزا إلی أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ أنه مفسد، فإنه لم یُعرف نقله من أحد من أهل المذهب، وإنما یذکرون عدم الفساد بلا حکایة خلاف، بل صریح کلام الطحاوی أنه قول أئمتنا الثلاثة، وکأن هذا القائل فهم من قولهم: (ولا یرد بالإشارة) أنه مفسد، کذا فی الحلیة لابن أمیر حاج =

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا

سوال[۹۱۳۲]: مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا چاہئے یا نہیں، جب کہ کچھ لوگ نماز پڑھتے ہوتے ہیں، کچھ وظائف میں، کچھ خاموش بیٹھے ہوتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسی حالت میں ان کو سلام کرنا مستحب نہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

= الحلبي. واستدرک فی البحر علی قوله: (فإنه لم یعرف، الخ) بأن نقله صاحب المجمع وهو من أهل المذهب المتأخرین.

ومع هذا فالحق أن الفساد لیس بثابت فی المذهب، وإنما استنبطه بعض المشایخ مما فی الظهیریة و غیرها من أنه لو صافح بنیة التسلیم فسدت، فقال: فعلی هذا تفسد أیضاً إذا ردّ بالإشارة. ویدل لعدم الفساد أنه علیه السلام فعله، کما رواه أبوداؤد، وصححه الترمذی. وصرح فی المنیة بأنه مکروه: أی تنزیهاً، وفعله علیه السلام لتعلیم الجواز، فلا یوصف فعله بالکراهة، کما حققه فی الحلیة، اهـ". (ردالمحتار: ۱/۶۱۶، کتاب الصلوة،مطلب: الفرق بین السهو والنسیان، سعید)

وقال الرافعی رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: کما حققه فی الحلیة) لکن قال الزیلعی: ولا یرد بالإشارة؛ لأنه علیه السلام لم یرد بها علی ابن مسعود ولا جابر رضی الله تعالیٰ عنهما. وما روی من قول صهیب: "سلمت علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وهو یصلی فرد بالإشارة" یحتمل أنه کان نهیاً عن السلام، أوکان حالة التشهد وهو یشیر، فظنه رداً، اهـ".

وقال المقدسی بعد ذکر حاصل ما فی شرح المنیة: أقول: ما ذکره الشارح یرد هذا؛ لأن الرد مشترک یراد به عدم القبول، و لعله المراد من فعله علیه السلام، فکأنه یرد علیهم سلامهم ویعلمهم أنه فی الصلاة، ویراد به المکافأة، ولیس بمراد. وبهذا التوفیق یستغنی عن التطویل والتعسف وجعله مکروهاً تنزیهاً لوقوعه من النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم". (تقریرات الرافعی علی ردالمحتار: ۱/۸۱، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها، سعید)

(۱) (سیأتی تخریجه تحت عنوان "نمازیوں، ذاکرین، منتظرین نماز اور خاموش لوگوں کو آتے وقت سلام کرنا"، فلیراجع، ص: رقم الحاشیة: ۱)

خالی مسجد میں سلام کرنے کا حکم

سوال[۹۱۳۳] : ۱......اگر مسجد میں کوئی نہ ہوتو اس صورت میں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یا نکلتے ہوئے سلام کرنا کیسا ہے؟

نمازیوں، ذاکرین، منتظرینِ نماز اور خاموش لوگوں کو آتے وقت سلام کرنا

سوال[۹۱۳۴] : ۲......بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مسجد کے کل حاضرین نماز میں مشغول ہیں اور آنے والا سلام کرتا ہے، یا کچھ لوگ نماز میں کچھ وضو میں اور کچھ نماز کے انتظار میں، اس صورت میں داخل ہونے والا سلام کرتا ہے۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟

۳......یہی صورت نکلنے کے وقت ہوتی ہے کہ جانے والا سلام کر کے چلا جاتا ہے، حالانکہ لوگ اپنی سنتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔

نوٹ: مذکورہ بالا صورتوں میں سلام کرنے والا اس قدر بلند آواز سے سلام کرتا ہے کہ حاضرین میں سے ہر شخص بہ آسانی سن لیتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......یہ طریقہ ٹھیک ہے، اس طرح کہنا چاہیے "السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین" مگر یہ داخل ہوتے وقت تو ثابت ہے(۱) نکلتے وقت کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔

---

(۱) "ولو دخل و لم يرأحداً، يقول: "السلام علينا و على عباد الله الصالحين". (الدرالمختار).

قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وعلى عباد الله الصالحين) فيكون مسلّماً على الملائكة الذين معه، وصالحي الجن والحاضرين وغيرهم، وقالوا: إن الجن مكلفون بما كلّفنا به. ومقتضاه أنه يجب عليهم الرد، ولايخرجون عنه إلا بالإسماع، و لم أرحكمه، وقد يقال: إنهم أمِروا بالاستتار عن أعين الإنس؛ لعدم الأنس والمجانسة، ورده ظاهراً من قبيل الإعلان، فتدبر". (ردالمحتار: ۶/۴۱۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار: ۴/۲۰۷، كتاب الحظر والإباحة، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۲۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)　=

۲...... یہ مکروہ ہے، ردالمحتار میں یہ مسئلہ موجود ہے(۱)۔

۳...... یہ بھی مکروہ ہے، کذا فی رد المحتار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۱ھ۔

= (و كذا في أحكام القرآن للجصاص: ۴۸۹/۳، قديمي)

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ:

"سلامك مكروه على من ستسمع ومن بعد ما أبدى يسن و يشرع
ومصل و تال ذاكر محدث خطيب و من يصغى إليهم و يسمع".

(الدر المختار).

قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: سلامك مكروه) ظاهره التحريم، و سيجيء التصريح بالإثم في بعضها. (قوله: و من بعد ما أبدى، الخ) فعل مضارع رباعي: أي أظهر من كلام صاحب النهر كما ستعرفه، فافهم. (قوله: ذاكر) فسره بعضهم بالواعظ؛ لأنه يذُكر الله تعالىٰ و يذَكّر الناس به، والظاهر أنه أعمّ فيكره السلام على مشتغل بذكر الله تعالىٰ بأيّ وجه كان، رحمتي". (ردالمحتار: ۶۱۶/۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

"السلام تحية الزائرين، والذين جلسوا في المسجد للقرأة والتسبيح أو لانتظار الصلاة، ما جلسوا فيه لدخول الزائرين عليهم، فليس هذا أوَانُ السلام، فلا يسلّم عليهم، ولهذا قالوا: لوسلم عليهم الداخل، وسِعَهم أن لا يجيبوه، كذا في القنية .... ولا يسلم عند الخطبة يوم الجمعة والعيدين واشتغالهم بالصلاة، ليس فيهم أحد إلا يصلي، كذا في الخلاصة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۲۵/۵، ۳۲۶، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۴/۶، كتاب الكراهية، نوع في السلام، رشيديه)

واضح رہے کہ کراہت کا حکم اس وقت ہے جب سارے لوگ نماز میں مشغول ہوں، اگر کچھ نماز میں مشغول ہوں اور کچھ نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوں تو سلام کرے یا نہ کرے، دونوں کا اختیار ہے:

"وإن دخل مسجداً و بعض القوم في الصلاة و بعضهم لم يكونوا فيها، يسلم، وإن لم يسلم، لم يكن تاركاً للسنة، اهـ". (ردالمحتار: ۴۱۳/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(۲) (مر آنفاً في الحاشية المتقدمة)

کھانا کھانے والے کو سلام کرنا

سوال[۹۱۳۵]: قرآن مجید پڑھنے والے کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، یا کھانا کھانے والے کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًو مصلیاً:

قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور کھانا کھاتے ہوئے کو سلام کرنا مکروہ ہے اور ایسے سلام کا جواب دینا بھی واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ ۸/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۷/ شعبان/ ۵۸ھ۔

ڈھیلے سے استنجا سکھاتے وقت سلام کا جواب

سوال[۹۱۳۶]: ڈھیلے سے استنجا خشک کرتے وقت اگر کسی نے سلام کیا تو جواب دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص پیشاب کے بعد ڈھیلہ سے استنجا خشک کر رہا ہے اس کو اگر کوئی شخص سلام کرے تو جواب دینے

---

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ:

"ودع آكلاً إلا إذا كنت جائعاً   وتعلم منه أنه ليس يمنع".

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "يكره السلام على العاجز عن الجواب حقيقةً كالمشغول بالأكل أو الاستفراغ، أو شرعاً كالمشغول بالصلاة وقرأة القرآن، ولو سلم لايستحق الجواب، اهـ".

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶۱۷/۱، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة، ومايكره فيها، مطلب: المواضع التي يكره فيها السلام، سعيد)

"(قولهم: كآكل) ظاهره أن ذلك مخصوص بحال وضع اللقمة في الفم والمضغ، و أما قبلُ وبعدُ، فلايكره، لعدم العجز، وبه صرح الشافعية". (ردالمحتار: ۴۱۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

کے متعلق معارف السنن میں دو قول نقل کئے ہیں، ایک میں اجازت ہے دوسرے میں ممانعت (۱)۔ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس وقت قطرہ آ رہا ہے اس وقت جواب نہ دے اور جب محض احتیاط کے لئے ڈھیلا رکھا ہے تو جواب دے دے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

استنجا سکھاتے ہوئے سلام کا جواب

سوال [۹۱۳۷]: ۱...... زید پیشاب کے بعد یا قضائے حاجت کے بعد ڈھیلا سکھا رہا تھا، اس حالت میں عمر نے اس کو سلام کیا۔ تو زید سلام کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں؟

۲...... حدیث شریف میں جو حالتِ استنجا میں سلام اور بات چیت کی جو ممانعت ہے، اس سے کون سی حالت اور کون سا وقت مراد ہے؟

۳...... عمر کہتا ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں کلوخ سکھاتے وقت سلام کا جواب دینے کو جائز قرار دیا ہے۔ کیا عمر کا کہنا صحیح ہے؟

---

(۱) "وأما السلام على من يستنجي من البول بالحجر أو المدر، قاعداً أو قائماً – كما تعورف اليوم في بلادنا – فلم يثبت فيه من القدماء شئ، وكان الشيخ رشيد أحمد الكنكوهي رحمه الله يقول برد السلام عند ذلک، وكان الشيخ محمد مظهر النانوتوي –مؤسس المعهد العربي "مظاهر علوم"– بسهارنفور يقول بترک الرد". (معارف السنن، باب في كراهية ردالسلام غير متوضئ: ۱/۱۷۳، سعید)

(۲) **سوال:** استنجا کرتے وقت سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: فقہاء نے پیشاب کرتے وقت سلام کرنے کو مکروہ لکھا ہے، استنجا کرتے وقت اگر تقاطر بول یعنی پیشاب کے قطرے گرتے ہوں تو اس حکم کی رو سے اس وقت بھی سلام مکروہ ہے اور اگر تقاطر بول نہ ہو تو پھر بھی بے ادبی سے خالی نہیں، اس لئے ایسے مواقع پر سلام کرنے سے اجتناب کیا جائے، اور اگر سلام کرے تو استنجا کے بعد جواب دے دے، کیونکہ سلام کے جواب میں تاخیر جائز ہے"۔ (إمداد الفتاویٰ، كتاب الطهارة، باب الاستنجاء، استنجاء کے وقت سلام کا حکم: ۲/۱۵۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اگراس کو قطرہ نہیں آرہا ہے محض احتیاطاً سکھار ہا ہے تو جواب دے دے، ورنہ نہیں (۱)۔

۲...... جب کہ قضائے حاجت میں مشغول ہو (۲)۔

۳...... فتاویٰ رشیدیہ کا حاصل جوابات کی شق اول مراد ہے یعنی جب کہ محض احتیاطاً سکھار ہا ہو:

"سلامك مكروه .... ومن هو في حال التغوط أشنع، اه". درمختار۔ قال الشامي: "مراده مايعم البول، اه". ردالمحتار: ۱/۴۱۵ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۹۰ھ۔

---

(۱) (راجع، ص: ۸۲، رقم الحاشية: ۱)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً جائز لکھا ہے:

سوال: "استبراء کرتے وقت سلام کا جواب دینا یا خود سلام کرنا چاہیے یا نہیں، حدیث شریف میں تو "إذا البول" کا لفظ آیا ہے پھر لوگ استنجا کرتے وقت سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ یہ ان کی غلط فہمی ہے یا کچھ اصل بھی ہے؟ علاوہ بریں حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ حائضہ بھی سلام کرتیں اور سلام کا جواب دیتی تھیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقاطر مانع تحیت نہیں؟

جواب: في الدر المختار، أول باب مفسدات الصلوة: "سلامک مكروه على من ستسمع .... فهذا ختام والزيادة تنفع". ان ابیات میں مواضعِ کراہیتِ سلام کو شمار کیا ہے، مگر اس میں یہ حالت معدود نہیں، اور تامل سے اَور بھی کوئی دلیل منع کی نہیں معلوم ہوتی، پس ظاہراً یہ بلا سند محض رسم پڑ گئی ہے۔ والله تعالىٰ أعلم وعلمه أتم". (إمداد الفتاویٰ، كتاب الحظر والإباحة، احکام سلام وتعظیم اکابر، استنجاء کے وقت سلام: ۴/۹، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(۲) "ردالسلام واجب، إلا على من في الصلوة .... أو في قضاء حاجة الإنسان". (ردالمحتار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۱۸، سعيد)

(۳) (الدرالمختار: ۱/۶۱۷، سعيد)

"ولايسلم على الذي يتغنى، والذي يبول، والذي يطير الحمام......... رجل سلم على من كان في الخلاء يتغوط ويبول، لاينبغي له أن يسلم عليه في هذه الحالة، فإن سلم عليه، قال أبوحنيفة رحمه الله تعالىٰ: يرد عليه السلام بقلبه لابلسانه، وقال أبويوسف رحمه الله تعالىٰ: لايرد عليه لابالقلب ولا باللسان ولا بعد الفراغ أيضاً. وقال محمد رحمه الله: يردّ عليه السلام بعد الفراغ من الحاجة". =

گھٹنے کھولے ہوئے کو سلام

سوال[۹۱۳۸] : ایک آدمی گھٹنے کھولے بیٹھا ہے، دوسرا اس کے پاس آتا ہے، آنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے یا نہ کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک گھٹنا عورت ہے اور کاشفِ عورت کو سلام کرنا مکروہ لکھا ہے: "ودع کافراً أیضاً ومکشوف عورة، ومن هو فی حال التغوط أشنع، اهـ". درمختار: ۶۴۵/۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدۂ تلاوت اور سلام کا جواب

سوال[۹۱۳۹] : ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو میں اگر سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو کیا سجدۂ تلاوت واجب ہوگا؟ نیز مذکورہ صورتوں میں اگر سلام علیک سنا جائے تو جواب دینا بھی واجب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قاری یا متکلم کی قرأت وآواز کو کسی آلہ میں محفوظ کرلیا گیا تو اس میں آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت لازم نہیں ہوگا، ٹیپ ریکارڈ کا بھی یہی حکم ہے، اس کے سلام کا جواب بھی ضروری نہیں۔ ریڈیو میں تقاضۂ احتیاط یہ ہے کہ آیتِ سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت کیا جائے، اوراس کے سلام کا جواب بھی دیا جائے بشرطیکہ اصل

= (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السابع فی السلام: ۳۲۶/۵، رشیدیه)

(۱) (الدر المختار، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها: ۶۱۷/۱، سعید)

قال الشامی رحمه الله تعالیٰ العبارة المذکورة: "(قوله: ومکشوف عورة) ظاهره و لو الکشف لضرورة". (ردالمحتار: ۶۱۷/۱، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة، ومایکره فیها، مطلب: المواضع التی یکره السلام، سعید)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۵۵/۲، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام، رشیدیه)

آواز سے سنائی دے رہی ہو، کوئی ریکارڈ نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۵/۸۹ھ۔

سلامِ غائب کا جواب

سوال[۹۱۴۰]: اگر کوئی شخص کسی کا سلام پیش کرے تو جواب کس طرح دینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علیه و علیکم السلام(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) ''ظاہر ہے کہ یہ آلہ حال ہی میں ایجاد ہوا ہے، اس کا حکم صریح الفاظ میں کتب فقہ یا نصوص کتاب وسنت میں نہیں ہوسکتا، قواعد واصول اور امثال ونظائر ہی سے اس کا حکم دریافت کیا جاسکتا ہے۔ فقہائے کرام کے کلام میں اس کی ایک نظیر یہ مذکور ہے کہ صوت صدی یعنی آواز بازگشت جو کسی گنبد یا کنوئیں میں سنی جاتی ہے، یہ آواز چونکہ متکلم کی اصلی آواز نہیں، بلکہ اس کا عکس ہے، جو ایک غیر جاندار، غیر ذی شعور چیز کے ذریعہ انسان تک پہنچا ہے، اس لئے فقہاء نے اس کو تلاوت قرار نہیں دیا اور وجوب سجدہ کے لئے تلاوتِ صحیحہ شرط ہے، اس لئے بازگشت کے ذریعہ آیت سجدہ سننے والوں پر سجدہ تلاوت واجب نہیں''۔ (آلات جدیدہ کے شرعی احکام، باب ریڈیو پر تلاوت قرآن، عنوان: ''ریڈیو پر آیتِ سجدہ کی تلاوت، ص:۱۶۴، إدارة المعارف کراچی)

(۲) "وعن غالب رحمه الله تعالیٰ قال: إنا لجلوس بباب الحسن البصری رحمه الله تعالیٰ إذ جاء رجل فقال: حدثنی أبی عن جدی، قال: بعثنی أبی إلی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فقال: ائته فاقرأه السلام، قال: فأتیته فقلت: أبی یقرئک السلام، فقال: "علیک وعلی أبیک السلام". رواه أبو داؤد".
(مشکوة المصابیح، ص: ۳۹۹، کتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی)

"وفی الحصن: وإذا بلغ سلاماً، فلیقل: وعلیه السلام و رحمة الله وبرکاته". رواه الجماعة عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها مرفوعاً. أو "وعلیک وعلیه السلام". رواه النسائی عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه مرفوعاً". (مرقاة المفاتیح: ۴۳۶/۸، کتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانی، رشیدیه)

"أن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یوماً: "یاعائشة! هذا جبرئیل یقرئک السلام". فقلت: وعلیه السلام و رحمة الله وبرکاته، تری مالا أری". ترید رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم". (صحیح البخاری: ۵۳۲/۱، کتاب المناقب، باب فضل عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، قدیمی) .... =

بیوی کو سلام کرنا یا لکھنا

سوال[۹۱۴۱]: زید نے اپنی بیوی کو "سلام علیکم" کیا، یا خط لکھا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کو سلام کرنا اور خط میں لکھنا بالکل درست ہے، کوئی شبہ نہ کریں، بلکہ شوہر جب مکان میں آوے تو وہ خود سلام کرے، اس کا انتظار نہ کرے کہ بیوی سلام کرے گی تو جواب دوں گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ۹/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۰/۱۱/۸۸ھ۔

= قال الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "و لو قال لآخر: اقرأ فلاناً السلام، يجب عليه ذلك". (الدرالمختار). وقال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "وقال أيضاً: ويستحب أن يرد على المبلّغ أيضاً، فيقول: وعليك وعليه السلام، اهـ. ومثله في شرح تحفة القِران للمصنف. وزاد: وعن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: يجب، اهـ. لكن قال في التاتارخانيه: ذكر محمد حديثاً يدلّ على أن من بلغ إنساناً سلاماً عن غائب، كان عليه أن يرد الجواب على المبلّغ أولاً، ثم على ذلك الغائب، اهـ. وظاهره الوجوب، تأمل". (ردالمحتار: ۴۱۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۹۴/۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) لقوله تعالىٰ: ﴿فإذا دخلتم بيوتاً فسلّموا﴾ الاية (سورة النور: ۶۱)

"وقال الزهري: إذا دخلت بيتك، فسلم على أهلك، فهم أحق مَن سلّمت عليه". (أحكام القرآن للجصاص: ۴۸۹/۳، قديمي)

"وعن قتادة قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "إذا دخلتم بيتاً، فسلموا على أهله".

"وعن أنس رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "يا بُنيّ! إذا دخلت على أهلك، فسلم، يكون بركةً عليك وعلى أهل بيتك". رواه الترمذي.

"وعن جرير رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مرّ على نسوة، فسلم عليهن. رواه أحمد". (مشكوة المصابيح: ۳۹۹، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثاني، قديمي)

"الرجل مع المرأة إذا التقيا، سلم الرجل أولاً، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۲۵/۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه) .... =

امرد کا کسی کو سلام کرنا

سوال[۹۱۴۲] : ۱......امرد ہر ایک سے سلام کرسکتا ہے یا نہیں؟

امرد کے سلام کا جواب بحالتِ شہوت

سوال[۹۱۴۳] : ۲......امرد کے سلام کا جواب دینا بحالتِ شہوت کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......کرسکتا ہے، اگر فتنہ نہ ہو(۱)۔

۲......ایسی حالت میں اس کا جواب نہ دے، فعلِ بدتو آخری درجہ ہے، بسا اوقات نظر اس کا سبب بن جاتی ہے۔ نیت اگر دیکھنے ہی تک محدود رہے، یعنی اس کی شہوت دیکھنے سے ہی پوری ہوجاتی ہے تو یہ بھی درست نہیں، بلکہ بعض اربابِ تحقیق نے ایسی نظر کو اشد وافتح قرار دیا ہے، کیونکہ جتنا مقصود تھا وہ حاصل ہوگیا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴۴/۵/۹۰ھ۔

دو شخص یکدم سلام کریں تو جواب کس پر ہے؟

سوال[۹۱۴۴] : بسا اوقات دو مسلمانوں کی ملاقات ہوتی ہے اور دونوں بیک وقت "السلام

= (وكذا في فتاوى قاضي خان: ۴۲۳/۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في التسبيح والتسليم، رشيديه)

(۱) قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ:

"ردالسلام واجب إلا على　　من في الصلوة أو ياكل شغلا

أو سلّم الطفل أو السكران　　أو شابة يخشى بها افتتان"

(ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب المواضع التي لايجب فيها ردالسلام: ۶۱۸/۱، سعيد)

(۲) "وإن كان صبيحاً، فحكمه حكم النساء، وهو عورة من قرنه إلى قدمه، لايحل النظر إليه عن شهوة .... وفيه إشارة إلى أنه لوعلم منه الشهوة أو ظن أو شك حرم النظر، كما في المحيط وغيره، اهـ".

(ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۳۶۵/۶، سعيد)

علیکم" کہہ دیتے ہیں تو اس صورت میں جواب دیناضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

"إذا التقيا فأفضلهما أسبقهما، فإن سلّما معاً، يرد كل واحد". عالمگیری(١) اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جواب دیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ٢٩/١/٩٢ھ۔

نئے چاند کو دیکھ کر سلام کرنا

سوال[٩١٤٥]: نئے چاند کو دیکھ کر اگر سلام کرے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نئے چاند کو دیکھ کر سلام کرنا ثابت نہیں (٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ٢٥/٣/٨٩ھ۔

آداب عرض وغیرہ

سوال[٩١٤٦]: "آداب عرض ہے" اوراسی جیسے دوسرے لفظوں سے مصلحۃً مثلاً کسی ڈاکٹر، لیڈر یا امیر سے اس کے گمان بدخلقی وبدتہذیبی سے بچنے کے لئے یا جان پہچان ہونے کی وجہ سے، یا ایسے ہی کسی اَور وجہ سے غیر مسلم سے سلام کے بجائے ان لفظوں کو استعمال کرنا کیسا ہے؟

---

(١) (الفتاویٰ العالمکیریة: ٥/٢٢٥، کتاب الکراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ٦/٤١٦، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

حاصلِ جواب یہ ہے کہ دونوں سلام کرنے والوں پر ایک دوسرے کا جواب دینا لازم اور ضروری ہے۔

(٢) "عن بلال بن يحيى بن طلحة بن عبيد الله، عن أبيه، عن جده رضي الله تعالىٰ عنه، أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا رآى الهلال، قال: "اللهمّ! أهِلّه علينا بالأمن والإيمان والسلامة والإسلام ربيّ وربک الله تعالىٰ". (عمل اليوم والليلة، باب مايقول إذا رأى الهلال، ص: ٥٩٢، مكتبة الشيخ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴۴/۵/۹۰ھ۔

ناراضگی کی وجہ سے ترکِ سلام کی مدت

سوال[۹۱۴۷]: زیداور عمر دونوں کا رہنا سہنا ایک ساتھ تھا، بعد میں کسی بناء پر دونوں لڑ گئے اور زید نے عمر سے یہ کہہ دیا کہ تیرا آج سے مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے، نہ تم میری کوئی چیز استعمال کرنا اور نہ میں تمہاری کوئی چیز استعمال کروں گا۔ لیکن ناراضگی کو تین دن گذرنے ہی نہیں پائے تھے کہ عمر نے زید سے سلام کرلیا، مگر زید نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب شرعاً گناہ کس پر ہے، کیا عمر زید سے سلام کرتا رہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

تعلق رکھنے میں اگر فتنہ ہوتو زیادہ میل جول نہ رکھا جائے، مگر سلام نہ ترک کیا جائے (۲)۔ اگر ایک

---

(۱) "فمن تمكن من دفع الظلم عن نفسه، فذلك خير له". (ردالمحتار، كتاب الزكوة، باب العشر، مطلب: هل يجب العشر على المزارعين في الأراضي السلطانية: ۳۳۶/۲، سعيد)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لايحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، يلتقيان، فيعرض هذا و يعرض هذا، و خيرُهما الذي يبدأ بالسلام". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۲۷، كتاب الأدب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، قديمي)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك .... وأجمع العلماء على أن من خاف مكالمة أحد وصِلَته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرةً في دنياه، يجوز له مجانبته وبُعده، ورب صرم جميل خيرٌ من مخالطةٍ تؤذيه.......... اهـ.

والمعنى: أفضلهما في طريق الأخلاق و حسن المعاشرة "الذي يبدأ بالسلام": أي ثم الذي يرده. وفيه إيماء إلى أن مَن لم يردّه ليس فيه خيراً، أصلاً، فيجوز هجرانه بل يجب؛ لأنه بترك ردالسلام صار فاسقاً، وإنما يكون البادئ خيرهما الدلالة فعلها، على أنه أقرب إلى التواضع وأنسب إلى =

ان میں سے سلام کرتا ہے تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا، دوسرا اگر جواب نہیں دے گا تو وہ ذمہ دار رہے گا (۱)، تاہم وہ اگر منع کردے کہ مجھے سلام مت کرو، تمہارے سلام سے مجھے تکلیف ہوتی ہے تو پھر سلام نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۴/۱۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= الصفاء وحسن الخلق، وللإشعار بأنه معترف بالتقصير". (مرقاة المفاتيح: ۷۵۹/۸، باب ما ينهى عنه من التهاجر و التقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، رشيديه)

(۱) "وعن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لايكون لمسلم أن يهجر مسلماً فوق ثلثة، فإذا لقيه سلّم عليه ثلاث مرات كل ذلك لا يرد عليه، فقد باء بإثمه". رواه أبو داؤد". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۲۸، كتاب الأدب، باب ما ينهى عنه من التهاجر و التقاطع، .... اهـ، الفصل الثاني، قديمي)

الفصل الثانی فی سلام الکافر والفاسق وردّہ علیهما

(کافراور فاسق کے سلام اوراس کے جواب کا بیان)

کافر کا سلام

سوال[۹۱۴۸]: اگر مجھ سے ایک کافر کہے کہ تو عمر کو "نمستے" کہہ دینا(۱) یا "جے رام جی" کہہ دینا(۲) تو مجھے کیا کہنا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

آپ کو "سلام" کہنا چاہئے (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

غیر مسلم اور فاسق کو سلام

سوال[۹۱۴۹]: ا......غیر مسلم کو سلام کرنے کا کیا حکم ہے؟ اگر ان کے مجمع سے گزر ہو تو ان کو سلام کیا جائے یا نہیں؟

---

(۱) "نمستے: بندگی، آداب، تسلیم"۔(فیروز اللغات، ص: ۱۳۷۹، فیروز سنز، لاهور)

(۲) "جے رام: عجم کے ایک باطل پیغمبر کا نام ہے"۔(لغات سعیدی، (المادہ: جی) ص: ۲۴۲، سعید)

"رام: فرمانبردار، محکوم، ہر شمسی مہینے کا اکیسواں دن"۔(لغات سعیدی، حرف الراء، ص: ۳۴۸،سعید)

(۳) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إذا لقی أحدکم أخاه فلیسلّم علیه".

"عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضی الله تعالیٰ عنه وعنهم أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لیس منا من تشبه بغیرنا، لا تشبهوا بالیهود ولا بالنصاریٰ". (مشکوة المصابیح، ص: ۳۹۹، باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی)

''آداب، عرض، نمستے'' کا جواب کس طرح دیا جائے؟

سوال[۹۱۵۰]: ۲...... آداب عرض، نمستے (۱) وغیرہ جو کلمات ان کی طرف سے بطور سلام استعمال ہے ان کا جواب کیسے دیا جائے؟

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کفار کو سلام کے الفاظ

سوال[۹۱۵۱]: ۳...... جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کن کلمات سے کفار کو سلام کرتے اور کیسے جواب دیتے تھے؟

کفار کو ''السلام علیکم'' کے ساتھ سلام کا حکم

سوال[۹۱۵۲]: ۴...... کفار کو ''السلام علیکم'' کے ساتھ سلام کر سکتے ہیں یا نہیں؟

فساق وفجار کو ابتدا بالسلام کا حکم

سوال[۹۱۵۳]: ۵...... فساق وفجار کا کیا حکم ہے، ان میں ابتدا بالسلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہ کیا جاوے تو بد اخلاقی وتکبر ہے۔ اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... جو کلمات ان کے یہاں بطورِ سلام مستعمل ہوتے ہیں ان کو نہ ابتداءً کہے نہ جواباً، وقتِ ضرورت ان کو ''السلام علی من اتبع الهدی'' سے خطاب کرنا درست اور ثابت ہے (۲)۔ اگر وہ ''السلام علیکم''

---

(۱) ''نمستے: بندگی، آداب، تسلیم''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۷۹، فیروز سنز، لاهور)

(۲) "أن عبدالله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما أخبره أن أبا سفیان بن حرب رضی الله تعالیٰ عنه أخبره أن هرقل أرسل إلیه فی رکب من قریش .... "بسم الله الرحمن الرحیم، من محمد عبد الله و رسوله إلی هرقل عظیم الروم: سلامٌ علی من اتبع الهدی". (صحیح البخاری: ۱/۵، باب بدء الوحی، قدیمی)

"إذا سلّم علی أهل الذمة، فلیقل: السلام علی من اتبع الهدی. وکذلک یکتب فی الکتاب إلیهم، اهـ. وفی التاتارخانیة: إذا کتبت إلی یهودی أو نصرانی فی حاجة، فاکتب: السلام علی من اتبع الهدی، اهـ". (ردالمحتار: ۶/۴۱۲، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

کہیں تو جواب میں "وعلیکم" کہہ دیا جاوے(۱)۔

۲......اگر وہ اپنے کلمات "نمستے" وغیرہ کہیں تو جواب میں "هداك الله" اور "سلام" کہہ دیا جاوے، فقط "سلام" کہہ دینا بھی درست ہے(۲)۔

جب مجمع مخلوط ہو تو "السلام علیکم" کہنا چاہئے اور نیت ان کی ہو جو اس کے اہل ہیں، اگر خالص ان کا ہو تو "السلام علی من اتبع الهدی" کہے:

"أما التسليم على أهل الذمة، فقد اختلفوا فيه: قال بعضهم: لابأس بأن يسلم عليهم. وقال بعضهم: لايسلم عليهم. وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذمي، وإذا كان له حاجة، فلابأس بالتسليم عليه. ولابأس برد السلام على أهل الذمة، ولكن لا يزاد على قوله: "وعليكم". قال الفيقه أبوالليث: إن مررت بقوم وفيهم كفار، فأنت بالخيار: إن شئت قلت: السلام عليكم، وتُريد به المسلمين، وإن شئت قلت: السلام على من اتبع الهدى، اهـ". فتاوى عالمگیری: ٤/٩٦(۳)۔

وفي البخاري، ص: ٢٢٤: "باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين

---

(١) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا سلّم عليكم أهل الكتاب، فقولوا: وعليكم". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الأول، ص: ٣٩٨، قديمي)

"قال النووي: اتفقوا على الرد على أهل الكتاب إذا سلموا، لكن لا يقال لهم: "وعليكم السلام" يعني ولا "عليكم السلام" ولا "عليك السلام" بقرينة قوله: وأما إذا كان منفرداً فلا يأتي بصيغة الجمع؛ لإيهامه التعظيم، وإن كان المراد عليكم ما تستحقّونه من إرادة التعظيم". (مرقاة المفاتيح: ٨/٤٢١، باب السلام، رشيديه)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم: ٢/٢١٣، كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب، قديمي)

(٢) كما مر في الحاشية المتقدمة آنفاً

(٣) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٥/٣٢٥، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)

والمشرکین" وفیه: "فلم یسلمْ علیهم النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم". الحدیث(۱)۔

۵......سلام "تحیہ" ہے جس سے اکرام وتعظیم کے ساتھ دعاء مقصود ہے، فاسق معلن احکامِ شرع کا اکرام نہیں کرتا جس کی وجہ سے وہ خود بھی مستحقِ اکرام نہیں ہے، اس لئے اس کو سلام کرنا مکروہ ہے: "ولا یسلم علی الفاسق المعلن، اھـ". رد المحتار: ۱/۴۱۴(۲)۔

لیکن بسا اوقات یہ ترکِ سلام بغض ودشمنی کا باعث بن جاتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے احکام کی خلاف ورزی، بلکہ ہتک ہوتی ہے۔ نیز اس کے فسق کی وجہ سے اس کے ایمان سے صَرف نظر ہو کر اس کی بے توقیری بھی بعض دفعہ پیدا ہوجاتی ہے۔ ایسی حالت میں بحیثیتِ مومن اس کو سلام کیا جاوے تو اس سے تعلیماتِ اسلام کی اشاعت بھی ہوتی ہے، محبت اور اُلفت بھی پیدا ہوتی ہے جس کی بنا پر ایسے لوگ اسلام کے احکام کو سننے

---

(۱) العبارة بتمامها: "باب التسلیم فی مجلس فیه أخلاط من المسلمین والمشرکین .... و فیه أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رکب حماراً علیه إکاف تحته قطیفة فدکیة، فأردف أسامة بن زید، وهو یعود سعد بن عبادة فی بنی الحارث بن خزرج، وذلک قبل وقعة بدر، حتی مر فی مجلس فیه أخلاط من المسلمین والمشرکین عبدة الأوثان والیهود، وفیهم عبد الله بن أبیّ بن سلول، وفی المجلس عبد الله بن رواحة. فلما غشیت المجلس عجاجةُ الدابة خمّر عبد الله بن أبیّ أنفه بردائه، ثم قال: لا تغبروا علینا، فسلم علیهم النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ثم وقف فنزل فدعاهم إلی الله .... اهـ".

(صحیح البخاری: ۲/۹۲۴، کتاب الاستیذان، باب التسلیم فی مجلس فیه أخلاط من المسلمین والمشرکین، قدیمی)

(ومشکوة المصابیح: ۲/۳۹۸، کتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی)

"قال النووی إذا مر بمجلس فیه مسلم وکافر أن یسلم بلفظ التعمیم و یقصد به المسلم. قال ابن العربی: ومثله إذا مر بمجلس یجمع أهل السنة والبدعة، و بمجلس فیه عدول و ظلمة، وبمجلس فیه محب و مبغض. واستدل النووی علی ذلک بحدیث الباب". (فتح الباری: ۱۱/۴۷، باب التسلیم فی مجلس فیه أخلاط من المسلمین والمشرکین، قدیمی)

(وکذا فی شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ۲/۱۱۴، قدیمی)

(۲) (ردالمحتار مع الدرالمختار: ۶/۴۱۲، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

کے لئے بھی آمادہ ہوتے ہیں، بغض اور دشمنی سے تحفظ رہتا ہے اور اپنی بڑائی بھی پیدا نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۰/۵/۳ھ۔

غیر مسلم کے سلام کا جواب

سوال[۹۱۵۴]: بستی کے بعض اہلِ ہنود بوقتِ ملاقات کہتے ہیں ''نمستے''۔ کسی کو ''رام رام'' کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو کیا جواب دینا چاہئے؟ حافظ شیرازی کے اس شعر کا کیا مطلب ہے:

حافظا گر وصل خواهی صلح کن با خاص و عام

با مسلمان الله الله، با برهمن رام رام

کیا حافظ شیرازی ''رام رام'' کا جواب ''رام رام'' سے دینے کی اجازت دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جواب میں ''هداك الله'' کہا جائے (۲)۔ یہ شعر حافظ شیرازی کا نہیں ہے، اللہ جانے کس کا ہے، یہ

---

(۱) ''و يسلم المسلم على أهل الذمة لو له حاجة إليه، وإلا كره، هو الصحيح ''. (الدر المختار).

قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: ''(قوله: لو له حاجة إليه): أي إلى الذمي المفهوم من المقام. قال في التاتارخانية: لأن النهي عن السلام لتوقيره، ولا توقير إذا كان السلام لحاجة''. (ردالمحتار: ۴۱۲/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

''وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذمي، وإذا كان له حاجة، فلا بأس بالتسليم عليه. ولابأس برد السلام على أهل الذمة، ولكن لا يزاد على قوله: وعليكم''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۲۵/۵، الباب السابع في السلام، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۵/۶، كتاب الكراهية، نوع في السلام، رشيديه)

''واختلف في السلام على الفساق، في الأصح أنه لا يبدأ بالسلام، كذا في التمرتاشي. ولو كان له جيران سفهاء إن سالمهم يتركون الشر حياءً منه، وإن أظهر خشونه يزيدون الفواحش يعذر في هذه المسالمة ظاهراً، كذا في القنية في المتفرقات''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۲۶/۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)

(۲) ''ولو سلم يهودي أو نصراني أو مجوسي على مسلم، فلا بأس بالرد، ولكن لا يزيد على قوله: =

کوئی دلیلِ شرعی نہیں جس سے ”رام رام“ کے جواب پر استدلال کیا جاسکتا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔

غیر مسلم کے سلام کا جواب

سوال[۹۱۵۵]: کیا کسی ہندو کو ”رام رام“ کرنے یا لینے سے کفر عائد ہو جاتا ہے، یا ”جے رام“ کرنے سے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اسلامی شعائر ”السلام علیکم“ ہے، غیر اسلامی شعار کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر اگر وہ غیر کا شعار ہو تو اس کو اختیار کرنا معصیت ہے، اگر مذہبی شعار ہو تو کفر تک نوبت پہنچ جانے کا خطرہ ہے، اس لئے جواب میں ”هداك الله الإسلام“ کہہ دیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲۱/۳/۹۰ھ۔

= وعليك، كما في الخانية". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۴۱۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(۱) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۲/۳۷۵، قديمي)

"قال الطيبيّ: هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار، ولمّا كان الشعار أظهر في الشبه ذكر في هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير". (مرقاة المفاتيح: ۸/۱۵۵، كتاب اللباس، الفصل الثاني، حقانيه پشاور)

وقال العلامة المناوي رحمه الله تعالىٰ: "و قال بعضهم: قد يقع التشبه في أمور قلبية من الاعتقادات وإرادات و أمور خارجية من أقوال و أفعال، قد تكون عبادات و قد تكون عادات في نحو: طعام و لباس و مسكن و نكاح و اجتماع وافتراق و سفر و إقامة وركوب وغيرها، وبين الظاهر والباطن ارتباط ومناسبة. و قد بعث الله المصطفىٰ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالحكمة التي هي سنة وهي الشرعة والمنهاج الذي شرعه له، فكان مما شرعه له من الأقوال والأفعال ما يباين سبيل المغضوب عليهم =

غیر مسلم کے سلام کا جواب

سوال[۹۱۵۶]: اگر کوئی غیر مسلم سلام کرے تو جواب میں کیا کہنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعلیکم، یا "هَداكَ الله الإسلام" (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

سلامِ کافر کا جواب

سوال[۹۱۵۷]: اگر ایک کافر زید کے ذریعہ بکر کو سلام کہلائے تو بکر جواب میں کیا کہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یوں کہے "وعلیکم السلام، وهداه الله الإسلام" (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

= والضالين، فأمر بمخالفتهم في الهدى الظاهر في هذا الحديث. وإن لم يظهر فيه مفسدة لأمور: منها أن المشاركة في الهدى تؤثر تناسبات و تشاكلاً بين المتشابهين، تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال، وهذا أمر محسوس .... اهـ". (فيض القدير: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكة المكرمة رياض)

(۱) (راجع للتخريج المسئلة الآتية)

(۲) "أما التسليم على أهل الذمة، فقد اختلفوا فيه: قال بعضهم: لابأس بأن يسلم عليهم. وقال بعضهم: لايسلم عليهم. وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الدمي، وإذا كان له حاجة، فلابأس بالتسليم عليه. ولابأس برد السلام على أهل الذمة، ولكن لا يزاد على قوله: "وعليكم". قال الفقيه أبو الليث: إن مررت بقوم وفيهم كفار، فأنت بالخيار: إن شئت قات: السلام عليكم، وتُريد به المسلمين، وإن شئت قلت: السلام على من اتبع الهدى، اهـ". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۵/۳۲۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)

"باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين .... و فيه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ركب حماراً عليه إكاف تحته قطيفة فدكية، فأردف أسامة بن زيد، وهو يعود سعد =

أیضاً

سوال[۹۱۵۸]: اگر کافر مسلمان کو ''جے رام جی'' کہے اور مسلمان ہاتھ اٹھادے، یا ''آداب'' کہہ دے تو جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گنجائش ہے کہ فقط ہاتھ اٹھادے، یا ''آداب'' کہہ دے، بہتر ہے کہ ''هداك الله الإسلام'' کہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

شیعوں کے سلام کا جواب

سوال[۹۱۵۹]: ۱......شیعہ وغیرہ اگر اہل السنّت والجماعت کو ''السلام علیکم'' کریں تو جواب میں ''وعلیکم السلام'' کہنا چاہیے یا نہیں؟

= بن عبادة في بني الحارث بن خزرج، وذلك قبل وقعة بدر، حتى مر في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين عبدة الأوثان واليهود، وفيهم عبد الله بن أبيّ بن سلول، وفي المجلس عبد الله بن رواحة. فلما غشيت المجلس عجاجةُ الدابة خمّر عبد الله بن أبيّ أنفه بردائه، ثم قال: لا تغبروا علينا، فسلم عليهم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ثم وقف فنزل فدعاهم إلى الله .... اهـ''.

(صحيح البخاري: ۹۲۴/۲، كتاب الاستيذان، باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين، قديمي)

(ومشكوة المصابيح: ۳۹۸/۲، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثاني، قديمي)

''قال النووي: إذا مر بمجلس فيه مسلم وكافر أن يسلم بلفظ التعميم و يقصد به المسلم. قال ابن العربي: ومثله إذا مر بمجلس يجمع أهل السنة والبدعة، و بمجلس فيه عدول و ظلمة، وبمجلس فيه محب و مبغض. واستدل النووي على ذلك بحديث الباب''. (فتح الباري: ۴۷/۱۱، باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين، قديمي)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۲۱۴/۲، قديمي)

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

أیضاً

سوال[۹۱۶۰]: ۲......جوشیعہ اپنی زبان سے یہ کہے کہ بزرگوں پرتبرانہیں کرتا، اس کے سلام کے جواب میں "وعلیکم السلام" کہہ دے تو حرج نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......جوشیعہ فاسق ہیں کافرنہیں ہیں، ان کے سلام کا جواب شریعت کے موافق "وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته" دینا چاہیئے۔ اور جوشیعہ کافر ہیں ان کے جواب میں صرف "وعلیکم" کہہ دینا چاہئے(۱)۔

۲......جوشیعہ صحابہ یا دیگر اکابر پر سب وشتم نہیں کرتے، اور بھی کفریات نہیں کرتے تو ان کے سلام کے جواب میں "وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته" کہنے میں کچھ حرج نہیں ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۶/۱۱/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۶/۱۱/۲۸ھ۔

قادیانی کے سلام کا جواب اور اس کی دعوت

سوال[۹۱۶۱]: اگر کوئی قادیانی سلام کرے تو جواب دیا جائے گا یا نہیں، یا ازخود ان کو سلام کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز اگر وہ دعوت دے تو شرکت کر سکتے ہیں یا کہ نہیں؟ یا اُن کو اپنی کسی دعوت میں بلا سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) "واختلف فی السلام علی الفساق، فی الأصح أنه لا یبدأ بالسلام، کذا فی التمرتاشی. ولو کان له جیران سفهاء إن سالمهم یترکون الشر حیاءً منه، وإن أظهر خشونه، یزیدون الفواحش یعذر فی هذه المسالمة ظاهراً، کذا فی القنیة فی المتفرقات". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۲۶/۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام، رشیدیه)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "غیر مسلم اور فاسق کو سلام")

الجواب حامداً ومصلياً:

قادیانی نے نصوصِ قطعیہ کے خلاف اپنا عقیدہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے، اس لئے وہ اسلام سے خارج ومرتد ہیں، جو مسلمان قادیانی مذہب اختیار کرلیا اُس کا بھی وہی حکم ہے، اس کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا اور اس اس کی دعوت قبول کرنا اور اس کی دعوت کرنا جائز نہیں۔ تمام کفار کے ساتھ جو معاملہ کیا جاتا ہے، مرتد کا معاملہ اس سے مختلف ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۱۲ھ۔

قادیانی وشیعہ کو سلام اور جواب

سوال [۹۱۶۲]: شیعہ جو رافض کہلاتے ہیں، یا مرزا قادیانی لوگوں کو سلام کرنا یا ان کے سلام کا جواب دینا شرع شریف میں کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان لوگوں کو سلام نہیں کرنا چاہئے، اگر یہ لوگ سلام کریں تو جواب میں فقط "وعلیکم" کہہ دیا جائے (۲)، یا

---

(۱) "واعلم أن تصرفات المرتد علىٰ أربعة أقسام ...... و يبطل منه اتفاقاً ما يعتمد الملّة، وهى خمس: النكاح والذبيحة والعصير والشهادة والإرث، الخ". (الدرالمختار).

"أى ما يكون الاعتماد فى صحته على كون فاعله معتقداً ملةً من الملل: أى والمرتد لا ملة له أصلاً؛ لأنه لا يقرّ على ما انتقل إليه. وليس المراد ملة سماوية، لئلا يرد النكاح المجوسى والوثنى صحيح ولا ملة لهما سماوية، بل المراد للأعم". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۲۴۹/۴، سعيد)

(۲) "عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا سلّم عليكم أهل الكتاب، فقولوا: وعليكم". متفق عليه". (مشكوة المصابيح: ۳۹۸/۲، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانى، قديمى)

(وكذا فى ردالمحتار: ۴۱۲/۶، ۴۱۴، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، سعيد)

"هداك الله" کہہ دینا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۹/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۹/۵۵ھ۔

فرقۂ خاکساری کے ساتھ سلام وطعام

سوال [۹۱۶۳]: ایک شخص کے عقائد ہیں کہ خاکسار کافر ہیں، پھر زیدان کافروں کے ساتھ سلام وکھانا کھاتا ہے۔ تو کیا مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں اور قابلِ معاملات دنیاوی ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عنایت اللہ مشرقی بانی خاکسار نے اپنی تحریرات "تذکرہ"، "قول فیصل" وغیرہ میں عقائدِ اسلام کا استہزاء کیا ہے اور سخت ترین توہین کر کے بنیادی چیزوں کا انکار کردیا ہے، اس لئے وہ علمائے اسلام کے فتویٰ کے مطابق کافر ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بلاضرورت میل جول سلام کلام محبت کا تعلق رکھنا ناجائز ہے (۲)،

---

(۱) "أما التسليم على أهل الذمة، فقد اختلفوا فيه: قال بعضهم: لابأس بأن يسلم عليهم. وقال بعضهم: لايسلم عليهم. وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذمي، وإذا كان له حاجة، فلابأس بالتسليم عليه. ولابأس برد السلام على أهل الذمة، ولكن لا يزاد على قوله: "وعليكم". قال الفقيه أبو الليث: إن مررت بقوم وفيهم كفار، فأنت بالخيار: إن شئت قلت: السلام عليكم، وتُريد به المسلمين، وإن شئت قلت: السلام على من اتبع الهدى، اهـ". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۲۵/۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى أولياء، بعضهم أولياء بعض، ومن يتولهم منكم فإنه منهم﴾ (سورة المائدة: ۵۱)

"أى لايتخذ أحد منكم أحداً منهم ولياً بمعنى لاتصافوهم مصافاة الأحباب ولاتستنصروهم".

(روح المعاني، (سورة المائدة: ۵۱): ۱۵۶/۶، دارإحياء التراث العربي بيروت)

وقال الله تعالى: ﴿و لا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ (سورة هود: ۱۱۳)

اس لئے کہ ان کے عقائد دوسروں میں بھی سرایت کریں گے، لہذا ان سے بالکل علیحدہ رہنا چاہئے۔ جو شخص بلا ضرورتِ شرعیہ ان سے تعلق رکھے وہ گناہ گار ہوگا، اس کا اسلام خطرے میں ہے(۱)۔ تاہم اس کو کافر کہنا درست نہیں ہے(۲)۔

---

(۱) "عن أبی عبیدة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم إن بنی إسرائیل لما وقع فیهم النقص، کان الرجل یری أخاه علی الذین فینهاه عنه، فإذا کان الغد لم یمنعه ما رآی منه أن یکون أکیله وشریبه وخلیطه فضرب الله قلوب بعضهم ببعض ونزل فیهم القرآن، فقال: ﴿لعن الذین کفروا من بنی إسرائیل علی لسان داؤد وعیسی بن مریم﴾ حتی بلغ ﴿ولو کانوا یؤمنون بالله والنبی وما أنزل إلیه مااتخذوهم أولیاء، ولکن کثیراً منهم فاسقون﴾ قال: وکان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم متکئاً فجلس، وقال: "لا، حتی تأخذوا علی یدی الظالم فتاطروه علی الحق اطراً". (سنن ابن ماجة، باب الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر: ۲/۲۸۹، قدیمی)

"قال الخطابی رحمه الله تعالیٰ: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، ولا یجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق الله تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک .... قال: وأجمع العلماء علی أن من خاف من مکالمة أحد وصلته مایفسد علیه دینه أو یدخل مضرةً فی دنیاه، یجوز له مجانبته وبعده". (مرقاة المفاتیح، کتاب الأدب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۸، ۷۵۹، رشیدیه)

"وعن الحسن: لاتجالس صاحب هوی، فیقذف فی قلبک ماتتبعه علیه، فتهلک، أو تخالفه فیمرض قلبک .... وعن أبی قلابة: لاتجالسوا أهل الأهواء ولاتجاد لوهم، فإنی لاآمن أن یغمسوکم فی ضلالتهم ویلبسوا علیکم ماکنتم تعرفون. قال أیوب: وکان —والله— من الفقهاء ذوی الألباب. وعنه أیضاً: أنه کان یقول: إن أهل الأهواء أهل ضلالة، ولا أری مصیرهم إلا إلی النار. وعن الحسن: لاتجالس صاحب بدعة، فإنه یمرض قلبک". (الاعتصام للشاطبی رحمه الله تعالیٰ، باب فی ذم البدع وسوء منقلب أصحابها: ۱/۶۵، دارالمعرفة، بیروت)

(۲) قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ: "وفی الفتاویٰ الصغری: الکفر شئ عظیم، فلا أجعل المؤمن کافراً متی وجدت روایةً أنه لایکفر، اهـ". (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین: ۵/۲۱۰، رشیدیه)

بعض ناواقف سیدھے سادھے مسلمان مشرقی کے عقائد سے واقف نہیں، مگراس کی ظاہری تنظیم کو دیکھ کراس کی تحریک میں شریک ہو گئے، ان کو مشرقی کی خرابیاں دکھلا کراس تحریک سے بچانا چاہئے۔اور کسی شخص کے متعلق جب تک پوری تحقیق نہ کرلی جائے اس وقت تک اس کے کفر کا حکم لگانا درست نہیں، اس معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۹/۲/۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۹/۲/۹ھ۔

فاسق کو سلام کرنا

سوال[۹۱۶۴]: کوئی فاسق مبتلائے فسق ہو، مثلاً: ریش تراشتا ہو، یا دیگر فسق کے اندر مبتلا ہو تو اس کو سلام کرنا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں مولوی صاحب مکروہ تحریمی بتلاتے ہیں، اگر یہ بات صحیح ہے تو عام طور سے گشتوں میں متکلم صاحب کو اس سلسلہ میں پیش قدمی کرنی پڑتی ہے۔لہذا کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص مبتلائے فسق ہو اور اس کو سلام کرنے یا اس کی دعوت قبول کرنے سے اس کی اصلاح کی توقع ہو تو اس کو سلام بھی کیا جائے اور دعوت بھی قبول کی جائے بشرطیکہ وہ حرام مال سے نہ کھلائے، اگر ترک سلام یا ترک دعوت سے اصلاح کی توقع ہو تو ترک کردیں۔ بقصد تعظیم فسق سلام کرنا جائز نہیں ہے(۲)، لیکن جب اس میں

---

(۱) "إذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع، فعلى المفتي أن يميل إلى ذلك الوجه، كذا في الخلاصة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۱۰، رشيديه)

(۲) "واختلف في السلام على الفساق، في الأصح أنه لا يبدأ بالسلام، كذا في التمرتاشي. ولو كان له جيران سفهاء إن سالمهم يتركون الشر حياءً منه، وإن أظهر خشونه، يزيدون الفواحش يعذر في هذه المسالمة ظاهراً، كذا في القنية في المتفرقات". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۲۶، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)

ایمان بھی موجود ہے تو اکرام مسلم لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۹/۲۱ھ۔

کسی کو منافق کہہ کر سلام کا جواب نہ دینا

سوال[۹۱۶۵]: زید نے عمر کو سلام کیا، لیکن عمر نے زید کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ عمر کے پاس بیٹھے ہوئے سعید نے جب عمر سے زید کو سلام کا جواب نہ دینے کے متعلق پوچھا تو عمر نے کہا کہ زید منافق ہے، منافق کے سلام کا جواب مسلمان کو نہیں دینا چاہیے، حالانکہ الحمدللہ تینوں حضرات مسلمان ہیں۔ براہِ کرم شریعت کے فیصلے سے مطلع فرمائیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں برادری عمر کے ساتھ کیا سلوک کرے جب کہ وہ ابھی تک زید کو منافق کہنے کے فیصلے پر اڑا ہوا ہے؟

مہربانی فرما کر حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے مدرسہ کی مہر بھی لگا دیجئے، اپنے دستخط کے ساتھ تاکید سند رہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سلام کا جواب دینا حق مسلم ہے جو کہ واجب ہے:

"عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "للمؤمن علی المؤمن ست خصال: یعوده إذا مرض، ویشهده إذا مات، ویجیبه إذا دعاه، ویسلم علیه إذا لقیه، الخ". مشکوة شریف: ۳۹۷/۲(۱)۔

"ردالسلام واجبٌ، اه"۔ شامی(۲)۔

مسلمان کو منافق کہنے سے تعزیر کا حکم ہے:

قال العلامة الحصکفی رحمه اللّٰه تعالیٰ: "وعزر الشاتم بیا کافر، یا خبیث، ویاسارق،

(۱) (مشکوة المصابیح، باب السلام: ۳۹۷/۲، قدیمی)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، مطلب: المواضع التی لایجب فیها ردالسلام: ۶۱۸/۱، سعید)

یافاجر، یا مخنث، یا زندیق، یا منافق، الخ". درمختار (۱)۔

اگر طبیعت میں کسی مسلمان سے ذاتی معاملات کی بناء پر غصہ ہو تو تین روز سے زیادہ سلام وکلام بند نہیں کرنا چاہیے، حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے (۲)، لہٰذا عمر کو چاہیے کہ غصہ ختم کر کے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرے، بلکہ جوابِ سلام نہ دینے کی معذرت بھی کرے۔ یہی شریفانہ طریقہ ہے۔ زید کے اندر اگر خرابی ہے تو اس کو نرمی اور ہمدردی سے نصیحت کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۷/ ۹۲ھ۔

داڑھی منڈے کو سلام اور اس کے سلام کا جواب اور اس کی اولاد کا حکم

سوال [۹۱۶۶]: ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب ہیں جو داڑھی منڈے کو در کنار داڑھی کترے کو بھی سلام نہیں کرتے ہیں، بلکہ سلام کا جواب دینا بھی حرام سمجھتے ہیں۔ ان سے جب سوال کیا تو جواب دیا کہ:

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في الجرح المجرد: ۴/ ۶۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۵/ ۷۱، رشيديه)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لايحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال". الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التهاجر والتقاطع، الخ، ص: ۴۲۷، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ تحته: "قال الخطابي رحمه الله تعالىٰ: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولايجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك. و في حاشية السيوطي على المؤطا: قال ابن عبد البر رحمه الله تعالىٰ: .... وأجمع العلمآء على أن من خاف من مكالمة أحد و صلته ما يفسد عليه دينه، أو يدخل مضرةً في دنياه، يجوز له مجانبته وبُعده، و رب صرم جميل خيرٌ من مخالطة تؤذيه .... وإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع .... الخ، الفصل الأول: ۸/ ۷۵۸، ۷۵۹، رشيديه)

''داڑھی کا ایک مشت رکھنا واجب ہے، اس کا تارک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، فاسق ہے، مردود الشہادۃ ہے، داڑھی کترنا حرام ہے، اس کی امامت، اقامت، اذان مکروہ تحریمی ہے۔ جو مونچھوں کو نہ کترائے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت سے خارج ہے، اس کی نماز نامقبول ہے، فاسق لعین ہے۔ داڑھی کترے کو سلام تو درکنار جواب دینا بھی حرام ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کی طرف رحمت سے دیکھتا ہے، نہ ان کی دعا قبول کرتا ہے، فرشتے داڑھی کترے کو ملعون کہتے ہیں، داڑھی کترے اللہ کے نزدیک یہود ونصاریٰ ہیں''۔

مولانا نے ترمذی شریف، نسائی شریف، طحاوی شریف وغیرہ کا حوالہ دیا۔ نیز مولانا نے مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی نقل کیا کہ: داڑھی کترے کا نکاح بھی نہیں ہوتا ہے، اس کے بچے حرامی ہوتے ہیں، اس کا ایمان نکل جاتا ہے، اس کو چاہیئے کہ ایمان کی تجدید کرے (اصلاح الرسوم)۔

بقولِ عالم صاحب کیا سب داڑھی منڈوں کو سلام نہ کیا جائے، بلکہ داڑھی منڈے اور داڑھی کترے کو جواب بھی نہ دیا جائے، کیا یہ سمجھا جائے کہ ان کے نکاح نہیں ہوئے؟ کیا (بقولِ احادیث وفتوی مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) ان کے بچوں کو حرامی سمجھا جائے، کیوں کہ آج کل اَسی فیصد داڑھی منڈے ہیں۔ ۱۵/ فیصد داڑھی کترے ہیں اور پانچ فیصد ایسے ہیں جن کی داڑھی ایک مشت سے زائد ہے؟ آج کل کے حالات کے تحت داڑھی منڈوں اور داڑھی کتروں کے ساتھ کیا رویہ اپنایا جائے، ان کو کیا سمجھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داڑھی منڈانا حرام ہے، ایک مشت کے پہونچنے سے پہلے کترانا، یا کترا کر ایک مشت سے کم کرالینا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں، اس منڈانے اور کترنے میں غیر قوموں کے ساتھ تشبہ ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مقبول الشہادۃ اور عادل نہیں، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے:

"وأما الأخذ منها و هی دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة و مخنثه الرجال، فلم يبحه أحدٌ، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم، فتح". الدر المختار: ۱۱۳/۲(۱)۔

(۱) (الدر المختار: ۴۱۸/۲، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، سعيد) =

"یحرم علی الرجل قطع لحیته". درمختار: ۲۱۶/۵(۱)۔

فاسق معلن کو سلام کرنا بھی مکروہ ہے۔ ان سب کے باوجود ایسے شخص کا نکاح بھی منعقد ہوجائے گا اور اس کی اولاد بھی ثابت النسب ہوگی، حرامی نہیں ہوگی، وہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبیرہ گناہ کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا، نہ اس پر کفر کا فتوی لگایا جاتا ہے، جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں تشریح ہے، البتہ اگر کوئی شخص حرامِ قطعی لعینہ کو حلال اعتقاد کرے تو اس اعتقاد کی وجہ سے

= قال الشامی رحمه الله تعالیٰ: "وعن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یحمل الإعفاء علی إعفائها عن أن یأخذ غالبها أو کلها، کما هو فعل مجوس الأعاجم من حلق لُحاهم، ویؤیده ما فی مسلم عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه، عنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "جزوا الشوارب، وأعفوا اللحی، خالفو المجوس". فهذه الجملة واقعة موقع التعلیل، وأما الأخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم یبحه أحدٌ، اهـ. ملخصاً". (ردالمحتار: ۴۱۸/۲، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسد، مطلب فی الأخذ من اللحیة، سعید)

(۱) (الدرالمختار: ۴۰۷/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ تحت قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "وإعفاء اللحیة": قال التوربشتی: أی توفیرها –یقال: عفا النبت إذا کثر، وأعفوته أنا وأعفیته لغتان– وقص اللحیة من صنع الأعاجم و هو الیوم شعار کثیرٍ من المشرکین کالأفرنج والهنود، ومَن لا خلاق له فی الدین من الطائفة القلندریة". (مرقاة المفاتیح: ۹۱/۲، باب السواک، الفصل الأول، رشیدیه)

"وقص اللحیة من سنن الأعاجم وهوالیوم شعار کثیر من المشرکین والأفرنج والهنود و مَن لا خلاق له فی الدین ممن یتبعونهم ویحبون أن یزیّوا بزیّهم .... فعلم من ذلک أن ما یفعله بعض من لا خلاق له فی الدین من المسلمین فی الهند والأتراک حرام". (بذل المجهود: ۳۳/۱، باب السواک من الفطرة، إمدادیه ملتان)

قال الشاه ولی الله المحدث الدهلوی رحمه الله تعالیٰ: "واللحیة هی الفارقة بین الصغیر والکبیر، وهی جمال الفحول و تمام هیأتهم، فلا بد من إعفائها. وقصها سنة المجوس، وفیه تغییر خلق الله، ولحوق أهل السؤدد والکبریاء بالرعاع". (حجة الله البالغة: ۵۱۷/۱، ۵۱۸، خصال الفطرة وما یتصل بها، قدیمی)

اس پر کفر کا حکم ہوگا:

"ولا نكفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرةً إذا لم يستحلّها، ولانُزيل عنه اسم الإيمان". شرح فقه أكبر، ص: ٨٦(١)۔

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ عبارت بلفظہ نقل کی جائے جس کا سوال میں حوالہ ہے تو اس کی تشریح وتوضیح کردی جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/ ۸/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/ ۸/ ۹۲ھ۔

مظلوم ظالم کے سلام کا جواب دے

سوال[۹۱۶۷]: اگر ظالم اپنے مظلوم پر سلام کرے اور مظلوم بوجہ اپنے رنج وغصہ ونفرت کے جواب نہ دے، کیا مظلوم شرعاً گنہگار رہے اور کیا مظلوم پر ظالم بدبخت کے سلام کا جواب دینا شرعاً واجب ہے اور کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ مظلوم اپنے ظالم کے سلام کو جوتی سے ٹھکرادے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سلام شعارِ اسلام اور حقِ مسلم ہے اور جواب دینا واجب ہے(۲)، مظلوم کو چاہئے کہ جوابِ سلام

---

(۱) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۷، قديمی)

(۲) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "حق المسلم علی المسلم خمس: ردالسلام، وعيادة المريض .... اهـ". متفق عليه".

"وعن البراء بن عازب رضي الله تعالیٰ عنه قال: أمرنا النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم بسبعٍ، ونهانا عن سبع: أمرنا بعيادة المريض، واتباع الجنائز، وتشميت العاطس، ورد السلام .... اهـ". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ص: ۱۳۳، باب عيادة المريض وثواب المريض، الفصل الأول، قديمی)

"عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: "السلام اسمٌ من أسماء الله عزوجل، وضعه الله فی الأرض، فأفشوه بينكم، فإن الرجل إذا سلم علی القوم فردوا عليه، كان له عليهم فضل درجة؛ لأنه =

کوترک کر کے اپنے ذخیرۂ آخرت کونقصان نہ پہونچائے اور ترکِ واجب کا وبال اپنے سر نہ رکھے۔ اور اس کو ''بدبخت'' یا ''کم بخت'' یا اَور کوئی ایسا کلمہ نہ کہے جس سے انتقام ہوجائے، ممکن ہے کہ جلے ہوئے دل سے نکلا ہوا کوئی کلمہ اتنا سخت ہو کہ ظالم کے ظلم کے مساوی ہوجائے، یا اس سے بھی بڑھ جائے، وہاں ہر چیز کا وزن ہوگا (۱) پھر سنت اور شعار اور حق مسلم کو جوتی سے ٹھکرادینا نہایت خطرناک ہے، اس کا تو کبھی تصور بھی ذہن میں نہیں آنا چاہیئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۸/ ۸۸ھ۔

تاش کھیلنے والوں کوسلام

سوال[۹۱۶۸]: اگر کسی جگہ پر تاش وغیرہ کھیلا جارہا ہوتو ایسے موقعہ پر ''السلام علیکم'' کہنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

چوسر وغیرہ کھیلنے والوں کوسلام کرنے کی امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو سلام کرلیا جاوے اس نیت سے کہ جتنی دیر بھی ان کی توجہ اس معصیت (کھیل) سے ہٹ کر دوسری طرف منتقل ہوجائے، اچھا ہے:

''ویسلم علی قوم فی معصیة و علی من یلعب بالشطرنج ناویاً أن یشغلهم عما هم فیه

= ذکرهم، فإن لم یردّوا علیه ردّ علیه من هو خیرٌ منهم و أطیب. وروی الأعمش عن عمر بن مرة عن عبد الله بن الحارث قال: إذا سلم الرجل علی القوم کان له فضل درجة، فإن لم یردّوا علیه ردت علیه الملائکة و لعنتهم''. (الجامع لأحکام القرآن للقرطبي: ۵/۱۹۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿والوزن یومئذ الحق، فمن ثقلت موازینه، فأولئک هم المفلحون﴾ (سورة الأعراف: ۸)

وقال الله تعالیٰ: ﴿ونضع الموازین القسط لیوم القیامة، فلا تظلم نفس شیئاً، وإن کان مثقال حبة من خردل أتینا بها، وکفی بنا حاسبین﴾ (سورة الأنبیاء: ۴۷)

عند أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ، وکره عندهما تحقیراً لهم، اهـ". شامی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۳/ ۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/ ربیع الأول/ ۵۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (ردالمحتار: ۶۱۷/۱، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، مطلب: المواضع التی یکره فیها السلام، سعید)

وقال بعد هذه العبارة: "وظاهر قوله: (مالم تعرف توبتهم) أن المراد کراهة السلام علیهم فی غیر حالة مباشرة المعصیة، أما فی حالة مباشرتها ففیه الخلاف المذکور". (ردالمحتار، المصدر السابق)

(وکذا فی ردالمحتار: ۴۱۵/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۲۶/۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام، رشیدیه)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۵۵/۶، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام، رشیدیه)

"وعلیک إذا مرّ علی قوم و هم فی معصیة، یسلم علیهم علی قصد أن یشغلهم عما هم فیه".
(الفتاوی السراجیة، کتاب الکراهیة، باب التسلیم، ص: ۷۲، سعید)

الفصل الثالث فی المصافحة والمعانقة

(مصافحہ اورمعانقہ کا بیان)

مصافحہ کی تعریف اور طریقہ

سوال[۹۱۶۹]: مصافحہ کی کیا تعریف ہے اوراس کے کتنے طریقے ہیں،ازروئے شرع اس کے کتنے طریقے ہوسکتے ہیں، پھران میں کونسا طریقہ افضل ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

داہنے ہاتھ کے بطن کو دوسرے آدمی کے داہنے بطن سے ملانا اور بایاں ہاتھ دونوں سے داہنے ہاتھ کوظہر سے ملانا یہ مصافحہ ہے، یہی سنت ہے(۱)۔ بعض دفعہ صرف داہنے ہاتھ سے بھی ثابت ہے، کذا فی شرح الترمذی(۲)۔

---

(۱) "باب المصافحة. قال ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه: علمنی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم التشهد و كفی بين كفيه". (صحيح البخاری: ۹۲۶/۲، كتاب الاستيذان، باب المصافحة، قديمی)

"(باب المصافحة) هی مفاعلة من الصفحة، والمراد بها الإفضاء بصفحة اليد إلى صفحة اليد.......... ووجه إدخال هذا الحديث فی المصافحة أن الأخذ باليد يستلزم التقاء صفحة اليد بصفحة اليد غالباً". (فتح الباری: ۶۶/۱۱، كتاب الاستيذان، باب المصافحة، قديمی)

"(قوله: و تمامه) ونصه: وهی إلصاق صفحة الكف بالكف وإقبال الوجه بالوجه، فأخذ الأصابع ليس بمصافحة، خلافاً للروافض". (ردالمحتار: ۳۸۱/۶، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

(۲) "اعلم أن السنة أن تكون المصافحة باليد الواحدة، أعنی: اليمنی من الجانبين، سواء كانت عند اللقاء أو عند البيعة .... وقال الإمام النووی: يستحب أن تكون المصافحة باليمنی، وهو أفضل". (تحفة الأحوذی، أبواب الاستيذان والأدب، باب ماجاء فی المصافحة، فائدة فی بيان أن السنة فی المصافحة أن تكون باليد الواحدة، (رقم الحديث: ۲۸۷۵): ۵۱۸/۷، ۵۱۹، المكتبة السلفية مدينة منورة)

انگوٹھے کو انگوٹھے کی جڑ سے ملا کر اور ہاتھ کو پکڑ کر کسی قدر حرکت دینا بھی ثابت ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

جبراً مصافحہ کرنا

سوال[۹۱۷۰]: روک روک کر مصافحہ کروانا کیسا ہے اور کیا قانونِ شرعی ہے کہ عوام کو روک کر چاہے طبیعت مانے یا نہ مانے مصافحہ کرایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی استاذ، والد یا مربی اپنا ماتحت بچوں، غیر آدمی کو بطور تربیت وتعلیم روک کر مصافحہ کرائے تو اس میں مضائقہ نہیں، غیر آدمی جب مصافحہ سے گھبراتا ہو تو اس پر زور نہ دیا جائے (۲)۔مصافحہ کرنا حدیث وفقہ سے

---

(۱) "تجوز المصافحة؛ لأنها سنة قديمة متواترة، لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صافح أخاه المسلم وحرك يده، تناثرت ذنوبه". (الدرالمختار).

قال العلامة الشامي: "(قوله :لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) كذا في الهداية. وفي شرحها للعيني: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن المؤمن إذا لقي المؤمن فسلم عليه وأخذ بيده فصافحه، تناثرت خطاياهما كمايتناثر الشجر". رواه الطبراني والبيهقي".

"والسنة أن تكون بكلتا يديه، وبغير حائل من ثوب أوغيره، وعند اللقاء بعد السلام، وأن يأخذ الإبهام، فإن فيه ينبت المحبة، كذا جاء في الحديث، ذكره القهستاني وغيره، اهـ". (ردالمحتار: ۶/ ۳۸۱، ۳۸۲، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

(وكذا في تحفة الأحوذي شرح الترمذي: ۷/ ۵۱۸، مكتبه سلفيه مدينه منوره)

(۲) اگر کوئی مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اس سے مصافحہ کرنا ضروری ہے، اعتراض کرنا مناسب نہیں، کیونکہ اس سے اذیت اور تکلیف پہونچتی ہے:

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ: "ولا يخفى أن في كلام الإمام نوع تناقض؛ لأن إتيان السنة في بعض الأوقات لايسمى بدعةً مع أن عمل الناس في الوقتين المذكورين ليس على وجه الاستحباب المشروع، فإن محل المصافحة المشروعة أول الملاقاة، وقد يكون جماعة يتلاقون من =

ثابت ہے (۱)، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام واولیائے عظام اور تمام امتِ مسلمہ کا طریقہ رہا ہے (۲)، اس کی فضیلت بھی آئی ہے (۳)، ان فضائل کو بیان کرنے پر اکتفا کر کے ترغیب تو دی جائے، مگر اس

= غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدةً مديدةً، ثم إذا صلوا يتصافحون، فأين هذا من السنة المشروعة، ولهذا صرح بعض علماء نا بأنها مكروهة حينئذٍ، وأنها من البدع المذمومة، نعم لو دخل أحد في المسجد والناس في الصلوة أو على إرادة الشروع فيها، فبعد الفراغ لو صافحهم، لكن بشرط سبق السلام على المصافحة، فهذا من جملة المصافحة المسنونة بلا شبهة. ومع هذا إذا مدّ مسلم يده للمصافحة، فلا ينبغي الإعراض عنه بجذب اليد، لما يترتب عليه من أذى يزيد على مراعاة الأدب". (مرقاة المفاتيح: ۸/۳۵۸، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، رشيديه)

(۱) "عن قتادة قال: قلت لأنس رضي الله تعالىٰ عنه: أكانت المصافحة في أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم؟ قال: نعم". رواه البخاري". (مشكوة المصابيح، كتاب الأداب، باب المصافحة والمعانقة، ص: ۴۰۱، قديمي)

(۲) "وعن أيوب بن بُشير عن رجل من عنزة أنه قال: قلت لأبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه: هل كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصافحكم إذا لقيتموه؟ قال: ما لقيتُه قط إلاصافحني". (مشكوة المصابيح: ۲/۴۰۲، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي)

"تجوز المصافحة؛ لأنها سنة قديمة متواترة، لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صافح أخاه المسلم وحرك يده، تناثرت ذنوبه". (الدرالمختار).

قال العلامة الشامي: "(قوله: لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) كذا في الهداية. وفي شرحها للعيني: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن المؤمن إذا لقي المؤمن فسلم عليه وأخذ بيده فصافحه، تناثرت خطايا هما كما تناثر الشجر". رواه الطبراني والبيهقي".

"والسنة أن تكون بكلتا يديه، وبغير حائل من ثوب أوغيره، وعند اللقاء بعد السلام، وأن يأخذ الإبهام، فإن فيه عرقا ينبت المحبة، كذا جاء في الحديث، ذكره القهستاني وغيره، اهـ". (ردالمحتار: ۶/۳۸۱، ۳۸۲، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

(وكذا في تحفة الأحوذي شرح الترمذي: ۷/۵۱۸، مكتبه سلفيه مدينه منوره)

(۳) "عن البراء بن عازب رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان، إلا غفر لهما قبل أن يتفرقا". رواه أحمد والترمذي وابن ماجة. وفي رواية أبي =

پر اصرار اور زور نہ دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

سلام کے ساتھ مصافحہ

سوال[۹۱۷۱]: مصافحہ کے ساتھ سلام کرنا کیسا ہے جب کہ دونوں ایک بستی میں مقیم ہوں؟ اس حدیث کا کیا مطلب ہے:

"قال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان، إلا غفر لهما قبل أن یتفرقا". رواه أبو داود، ص:۱۸۲، ریاض الصالحین، مصری(۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مصافحہ مستحسن ہے، مگر اصرار نہیں ہونا چاہئے (۲)۔ اس کا مطلب تو ظاہر ہے اگر کوئی اشکال ہو تو تحریر کیجئے السراج المنیر ص:۱۰۱ میں لکھا ہے:

"والمراد الصغائر قیاساً علی النظائر، و یستثنی من هذا الحکم الأمرد الجمیل

= داؤد: قال: "إذا التقى المسلمان فتصافحا و حمدا الله واستغفراه، غفر لهما".

"وعن البراء بن عازب رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من صلی أربعاً قبل الهاجرة، فکأنما صلاهن فی لیلة القدر، والمسلمان إذا تصافحا، لم یبق بینهما ذنب إلا سقط". رواه البیهقی فی شعب الإیمان". (مشکوة المصابیح: ۲/۴۰۱، ۴۰۳، کتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثانی، الفصل الثالث، قدیمی)

(۱) "عن البراء بن عازب رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان، إلا غفر لهما قبل أن یتفرقا". رواه أحمد والترمذی وابن ماجة. و فی روایة أبی داؤد: قال: "إذا التقى المسلمان فتصافحا و حمدا الله واستغفراه، غفر لهما". (مشکوة المصابیح: ۲/۴۰۱، کتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثانی، قدیمی)

(۲) "الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الکراهیة". (السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایة: ۲/۲۶۵، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی القرأة، سهیل اکیڈمی لاهور)

الوجه فتحرم مصافحته، ومَن به داء كالأبرص والأجذم، فتكره مصافحته، اه"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۲۹/۸/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱/۹/۶۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور۔

غیر مسلم سے مصافحہ

سوال[۹۱۷۲]: کسی غیر مسلم مرد سے مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ اگر وہ ہاتھ بڑھائے تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

کافر فاسق سے مصافحہ ومعانقہ

سوال[۹۱۷۳]: کیا کفار وفساق وفجار سے مصافحہ معانقہ کیا جا سکتا ہے؟ اور اس سلسلے میں فعلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہے؟ اور اگر یہ لوگ ملاقات کے لئے آئیں اور مصافحہ، معانقہ کے لئے بڑھیں تو کیا ان سے اپنے ہاتھ کھینچ لیں؟

---

(۱) (السراج المنير شرح الجامع الصغير في أحاديث البشير والنذير: ۱/۹۸، مكتبة الإيمان السمانية مدينة منورة)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الاستيذان، باب المصافحة: ۱۱/۶۵، قديمی)

(۲) "كره للمسلم مصافحة الذمي كذا في نسخ الشارح وأكثر المتون". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "أي بلاحاجة لما في القنية: لابأس بمصافحة المسلم جاره النصراني إذا رجع بعد الغيبة، ويتأذى بترك المصافحة". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۸۲، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مصافحہ، معانقہ کا مقصود اظہارِ محبت، تعظیم، شفقت ہے، والکافر لا یستحق ذلک۔ اصلاً سلام ہے اور مصافحہ اس کا تتمہ ہے اور "لاتبتدأ أھل الکتاب بالسلام" (۱) میں اصل ہی کو ختم کر دیا گیا، پھر تتمہ کی گنجائش کہاں۔ فاسق، فاجر ایمان سے خارج نہیں، گنہگار ہے۔

شامی جلد نمبر:۱، میں ان لوگوں کو شمار کرایا ہے جن کو سلام کرنا مکروہ ہے، ان میں فاسق بھی ہے (۲)، لیکن جہتِ فسق کے علاوہ کسی اَور جہت سے اگر وہ مستحقِ اکرام ہو تو اس کا یہ حکم نہیں۔ نیز اگر مظاہرہ اخلاق کے ذریعہ اصلاح مقصود ہو تو پھر جہت بدل جائے گی، بلکہ کافر کے لئے بھی یہ جہت مجوز ہو سکے گی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "فلایسلم ابتداء علی کافر لحدیث: "لاتبدء وا الیھود ولا النصاری بالسلام، فإذا لقیتم أحدھم فی طریق فاضطروہ إلی أضیقہ". رواہ البخاری". (الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴۱۲/۶، سعید)

(۲) "ردالسلام واجب إلا علی من فی الصلوۃ .... أو شابة یخشی علیه افتتان أو فاسق".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا: ۶۱۸/۱، سعید)

(۳) جیسا کہ اگر کسی غیر مسلم سے کوئی کام پڑ جائے اور اسی کام اور حاجت کی بناء پر اس کو سلام کرنا جائز ہے اسی طرح اگر اس کی اصلاح مقصود ہو تو بھی اس میں گنجائش ہے کہ اس کو سلام کیا جائے:

"أما التسلیم علی أھل الذمة، فقد اختلفوا فیه: قال بعضھم: لابأس بأن یسلم علیھم. وقال بعضھم: لایسلم علیھم. وھذا إذا لم یکن للمسلم حاجة إلی الذمی، وإذا کان له حاجة، فلابأس بالتسلیم علیه. ولابأس برد السلام علی أھل الذمة، ولکن لا یزاد علی قوله: "وعلیکم". قال الفقیه أبوالیث: إن مررت بقوم وفیھم کفار، فأنت بالخیار: إن شئت قلت: السلام علیکم، وتُرید به المسلمین، وإن شئت قلت: السلام علی من اتبع الھدی، اھ". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۲۵/۵، کتاب الکراھیة، الباب السابع فی السلام، رشیدیه)

محرم عورتوں سے مصافحہ

سوال[۹۱۷۴]: محرم عورتوں سے مصافحہ کرنا کیسا ہے، جیسے کہ والدہ ہے یا ہمشیرہ وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے، کما ورد فی الروایات (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/ ۷/ ۹۵ھ۔

چھوٹی لڑکیوں سے معانقہ

سوال[۹۱۷۵]: بسا اوقات اپنے اقارب سے معانقہ کرنا پڑتا ہے، ان میں چھوٹی لڑکیاں بھی ہوتی ہیں۔تو یہ معانقہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے بیٹے، بیٹی، بہن وغیرہ سے معانقہ کرنا درست ہے جن سے معانقہ کرنے میں شہوت نہ ہو، اور جہاں اس کا خطرہ ہو وہاں پرہیز کیا جائے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۲/ ۹۵ھ۔

---

(۱) "وعن عائشة رضي الله تعالىٰ عنهما قالت : ما رأيت أحداً كان أشبه سمتاً و هدياً و دلاً"—وفي رواية—: "حديثاً و كلاماً برسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من فاطمة، كانت إذا دخلت عليه، قام إليها فأخذ بيدها فقبّلها وأجلسها في مجلسه. وكان إذا دخل عليها، قامت إليه فأخذت بيده فقبّلته وأجلسته في مجلسها". رواه أبو داؤد". (مشكوة المصابيح: ۲/ ۴۰۲، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي)

قال الملا على القاري: "فأخذ بيدها فقبلها": أى بين عينيها أو رأسها، والأظهر الأول، كما رواه ابن عدى والبيهقى ....اهـ". "وكان إذا دخل عليها، قامت إليه، فأخذت بيده فقبلته": أى عضواً من أعضائه الشريفة، والظاهر أنه اليد المنيفة". (مرقاة المفاتيح: ۸/ ۴۶۹، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثانى، رشيديه)

(۲) "عن جعفر بن أبى طالب رضى الله تعالىٰ عنه فى قصة رجوعه من أرض الحبشة، قال: فخرجنا حتى =

معانقہ کرنے کا طریقہ

سوال[۹۱۷۶]: معانقہ کا سنت طریقہ کیا ہے، بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ تین مرتبہ کاندھے سے ملتے ہیں اور بعض لوگ صرف ایک طرف ملتے ہیں۔ صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

صرف ایک طرف کافی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= أتينا فتلقّاني رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فاعتنقني". (مشكوة المصابيح: ۲/۴۰۲، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي)

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالىٰ: "المكروه عن المعانقة ما كان على وجه الشهوة، وعبّر عنه المصنف بقوله: (في إزار واحد) فإنه سبب يفضي إليها، فأما على وجه البر والكرامة إذا كان عليه قميص واحد، فلا بأس به، اهـ". (ردالمحتار: ۶/۳۸۱، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء، سعيد)

وقال الرافعي: "إن كان بشهوة فهو حرام اتفاقاً، و بدونها فجائز اتفاقاً، كما نقله عن الخانية". (تقريرات الرافعي على ردالمحتار: ۶/۳۰۸، باب الاستبراء، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۸/۳۶۳، كتاب الكراهية، فصل في الاستبراء، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۵۶، كتاب الكراهية، فصل في الاستبراء، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "وعن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قدم زيد بن حارثة المدينة ورسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في بيتي، فأتاه فقرع الباب، فقام إليه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عرياناً يجرّ ثوبه –والله ما رأيته عرياناً قبله ولا بعده– فاعتنقه و قبّله". رواه الترمذي".

"عن جعفر بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه في قصة رجوعه من أرض الحبشة: قال: فخرجنا حتى أتينا فتلقّاني رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فاعتقني، ثم قال: "ما أدري أنا بفتح خيبر أفرح أم بقدوم جعفر". ووافق ذلك فتح خيبر". رواه في شرح السنة". (مشكوة المصابيح: ۲/۴۰۲، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي) .... =

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

= "وكذا معانقته في إزار واحد، وقال أبو يوسف: لابأس بالتقبيل والمعانقة في إزار واحد. ولو كان عليه قميص أوجبة، جاز بلا كراهة بالإجماع، وصححه في الهداية، وعليه المتون". (الدرالمختار).

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وكذا معانقته) قال في الهداية: ويكره أن يقبّل الرجل فم الرجل أو يده أو شيئاً منه أو يعانقه. وذكر الطحاوي أن هذا قول أبي حنيفة و محمد رحمهما الله تعالىٰ. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالىٰ: لا بأس بالتقبيل والمعانقة، لما روي أنه عليه السلام عانق جعفراً حين قدم من الحبشة وقبّله بين عينيه. ولهما ما روي أنه عليه السلام نهى عن المكامعة، وهي المعانقة، وعن المكاعمة و هي التقبيل، وما رواه محمولٌ على ماقبل التحريم. قالوا: الخلاف في المعانقة في إزار واحد، أما إذا كان عليه قميص أو جبة، لا بأس به بالإجماع، هوالصحيح، اهـ". (ردالمحتار: ۶/۳۸۰، ۳۸۱، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

وقال الرافعيؒ: "(ثم قول أبي يوسف: لابأس، الخ) إن كان بشهوة، فهو حرام اتفاقاً، وبدونها فجائز اتفاقاً، كما نقله عن الخانية". (تقريرات الرافعي على ردالمحتار: ۶/۳۰۸، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

الفصل الرابع فی القیام والتقبیل

(قیام اور تقبیل کا بیان)

بزرگوں کی تعظیم کے لئے قیام

سوال[۹۱۷۷]: بزرگوں کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ تشریف لائیں تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۸۷ھ۔

قیامِ تعظیمی

سوال[۹۱۷۸]: قیامِ تعظیمی جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً یہاں جب حضرت مہتمم صاحب وحضرت شیخ کے آتے وقت طلباء کھڑے ہوتے ہیں، یا کسی اَور بزرگ کے آتے وقت کھڑے ہوتے ہیں۔ از روئے شرع یہ قیام جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم للأنصار: "قوموا إلی سیدکم". متفق علیه". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الأول، ص: ۴۰۳، قدیمی)

"وقال بعض العلماء: فی الحدیث إکرام أهل الفضل من علم أو صلاح أو شرف بالقیام لهم إذا أقبلوا، هکذا احتج بالحدیث جماهیر العلماء". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب القیام: ۸/ ۴۷۴، رشیدیه کوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حضرت مہتمم صاحب اور حضرت شیخ یا کوئی بھی بزرگ تشریف لائیں تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا تقاضائے ادب ہے اور مستحب ہے، لیکن اگر ان کو اس قیام سے اذیت ہو اور وہ منع کریں تو قیام نہیں کرنا چاہیے۔ اذیت سے بچانا واجب ہے، جیسے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کو دیکھ کر سب کھڑے ہوگئے، اس پر قیام سے منع فرمادیا، پھر اس کے بعد تشریف لاتے ہوئے دیکھتے تو ناگواری کا لحاظ رکھتے ہوئے قیام نہیں کیا کرتے تھے:

"عن أبی أمامة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: خرج رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم متکئاً علی عصا، فقمنا له، فقال: "لاتقوموا کما تقوموا الأعاجم یعظم بعضها بعضاً". رواه أبوداؤد۔

"عن أنس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: لم یکن شخص أحب إلیهم من رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم، وکانوا إذا رأوه، لم یقوموا، لما یعلمون من کراهیته لذلك". رواه الترمذی. وقال: هذا حدیث حسن صحیح". مشکوة شریف: ۴۰۳/۲، باب القیام الفصل الثانی(۱)۔

"وفی الوهبانیة: یجوز بل یندب القیام تعظیماً للقادم: أی إن کان ممن یستحق التعظیم، اه"(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۴/۱۸ھ۔

مہمان کے لئے قیام وتقبیل

سوال[۹۱۷۹]: عربوں کے یہاں تقریب میں کوئی جاتا ہے تو قدیم دستور کے موافق تمام مجلس

---

(۱) (مشکوة المصابیح، باب القیام، الفصل الثانی، ص: ۴۰۳، قدیمی)

(وجامع الترمذی، أبواب الأدب، باب ماجاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل: ۱۰۴/۲، سعید)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الأداب، باب الرجل یقوم للرجل یعظّمه: ۳۶۳/۲، إمدادیه ملتان)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء: ۳۸۴/۶، سعید)

کے لوگ کھڑے ہو کر خیر مقدم کرتے ہیں اور تقبیل بھی کرتے ہیں۔ ایسی جگہ اگر جانا ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے؟ قیام وتقبیل کا شریعتِ مطہرہ کے اندر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بڑوں کے لئے قیام کرنا درست بلکہ مستحسن ہے (۱)۔ مہمان کا اکرام کرنا چاہئے، تقبیلِ یدین میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حبشہ سے مدینہ طیبہ آئے تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی پیشانی کی تقبیل کی تھی، ہاں! محلِ فتنہ ہو تو اس سے احتراز کرنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/ ۸/ ۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) "عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للأنصار: "قوموا إلی سیدکم". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الأول، ص: ۴۰۲، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: "قیل: أی لتعظیمہ، ویستدل بہ علی عدم کراھتہ، فیکون الأمر بالإباحة ولبیان الجواز .... اھـ.

وقال بعض العلماء: فی الحدیث إکرام أھل الفضل من علم أو صلاح أو شرف بالقیام لھم إذا أقبلوا، ھکذا احتج بالحدیث جماھیر العلماء............ وقال الإمام حجة الإسلام الغزالی: القیام مکروہ علی سبیل الإعظام لا علی سبیل الإکرام. قال ابن حجر فی فتح الباری: ھذا تفصیل حسن مرتب". (مرقاۃ المفاتیح: ۸/ ۴۷۳، ۴۷۴، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الأول، رشیدیہ)

قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ: "إن قیام المرء وس للرئیس الفاضل والإمام العادل، والمتعلم للعالم مستحبٌّ، وإنما یکرہ لمن کان بغیر ھذہ الصفات........... وفیہ: ثم نقل عن أبی الولید بن رشد أن القیام یقع علی أربعة أوجہ: الأول: محظور، وھو أن یقع لمن یرید أن یقام إلیہ تکبراً وتعاظماً علی القائمین إلیہ. والثانی: مکروہ، وھو أن یقع لمن لا یتکبر ولا یتعاظم علی القائمین، ولکن یخشی أن یدخل نفسہ بسبب ذلک ما یحذر، ولما فیہ من التشبہ بالجبابرہ. والثالث: جائز، وھو أن یقع علی سبیل البر والإکرام لمن لایرید ذلک، ویؤمن معہ التشبہ بالجبابرہ. والرابع: مندوب، وھو أن یقوم لمن قدم من سفر فرحاً بقدومہ لیسلم علیہ، أو إلی من تجددت لہ نعمة فیھنّئہ بحصولھا، أو مصیبة فیعزیہ =

....

= بسببها........ وقال البيهقي: القيام على وجه البر والإكرام جائز كقيام الأنصارلسعد، وطلحة لكعب. ولا ينبغي لمن يقام له أن يعتقد استحقاقه لذلك، حتى إن ترك القيام له، حنق عليه أوعاتبه أوشكاه". (فتح الباري: ۱۱/۶۱، كتاب الاستيذان، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "قوموا إلى سيدكم"، قديمي)

"وفي الوهبانيه: يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم كمايجوزالقيام، ولو للقارئ بين يدى = العالم، وسيجيء نظماً". (الدرالمختار).

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم): أى إن كان ممن يستحق التعظيم. قال في القنية: قيام الجالس في المسجد لمن دخل عليه تعظيماً، وقيام قارئ القران لمن يجئ تعظيماً لايكره إذا كان فيمن يستحق التعظيم. وفي مشكل الآثار: القيام لغيره ليس بمكروه لعينه، إنما المكروه محبة القيام لمن يقام له، فإن قام لمن لا يقام له لايكره". (ردالمحتار: ۶/۳۸۴، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، قبيل: فصل في البيع، سعيد)

"ومن قام إجلالاً لشخص فجائز　　وفي غيرأهل العلم بعض يقرر". (الدرالمختار).

قال العلامة الشامي: "قال في القنية: وقيل له: أن يقوم بين يدى العالم تعظيماً له أما في حق غيره لايجوز، اهـ، فهذه مسألة القيام بين يديه، وهو غيرمسألة القيام لقدومه تعظيماً، فتنبه لذلك، ش". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۸، سعيد)

قیام للغیر کی اجازت اس وقت ہے جبکہ آنے والے کے دل میں اس کی خواہش نہ ہو، اگر آنے والے کے دل میں اس کی خواہش ہے، یا اس کے دل میں تکبر پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، یا قیام سے اس کو خوشی ہوتی ہے تو اس کیلئے قیام جائز نہیں۔ فتح الباری کی مذکورہ بالا عبارت کے علاوہ اس کے عدم جواز پر خود حدیث بھی دال ہے:

"وعن معاوية رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من سره أن يتمثل له الرجال قياماً، فليتبوأ مقعده من النار". رواه الترمذي، وأبوداؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب القيام، الفصل الثاني، ص: ۴۰۲، قديمي)

"وعن معاوية رضي الله عنه": أى ابن أبي سفيان، فإنه المراد منه الإطلاق. "قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من سره": أى أعجبه وجعله مسروراً، ولفظ الجامع: "من أحب أن يتمثل": أى ينتصب له الرجل قياماً: أى يقفون بين يديه قائمين لخدمته وتعظيمه من قولهم: مثل بين يديه مثولاً:=

....

= أی انتصب قائماً.......... هذا الوعيد لمن سلک فيه طريق التكبر بقرينة السرور للمثول. وأما إذ لم يطلب ذلک وقاموا من تلقاء أنفسهم طلباً للثواب أولإرادة التواضع، فلا بأس به". (مرقاة المفاتيح: ۴۷٦/۸، كتاب الآداب، باب القيام، الفصل الثاني، رشيديه)

کسی کے شراورضرر سے بچنے کے لئے بھی قیام جائز ہے:

"عن الشيخ الحكيم أبی القاسم: كان إذا دخل عليه غنیٌّ يقوم له ويعظّمه، ولا يقوم للفقراء وطلبة العلم، فقيل له فی ذلک؟ فقال: الغنی يتوقع منی التعظيم، فلو تركتُه لتضرر، والفقراء والطلبة إنما يطمعون فی جواب السلام والكلام معهم فی العلم". (ردالمحتار: ۳۸۴/٦، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی الاستبراء، قبيل: فصل فی البيع، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق: ۳٦۴/۸، كتاب الكراهية، فصل فی الاستبراء، رشيديه)

(۲) "عن أجلح، عن الشعبی أن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم تلقی جعفر بن أبی طالب، فالتزمه، وقبّل ما بين عينيه".

"عن إياس بن دغفل قال: رأيت أبانضرة قبّل خدّ الحسن رضی الله تعالیٰ عنه". (سنن أبی داؤد: ۲/۷۰۹، كتاب الأدب، باب فی قبلة ما بين العينين، دارالحديث ملتان)

"لا يكره تقبيل لزهد وعلم وكبر سن. قال النووی: تقبيل يد الغير إن كان لعلمه وصيانته وزهده وديانته ونحو ذلک من الأمور الدينية لم يكره بل يستحب. وإن كان لغناه أو جاهه فی دنياه، كره، وقيل: حرام، اهـ.

وقيل: الحرام ما كان علی وجه التملق والتعظيم، وأما المأذون فيه فعند التوديع والقدوم من السفر وطول العهد بالصاحب، وشدة الحب فی الله مع أمن النفس. وقيل: لا يقبل الفم بل اليد والجبهه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثانی: ۴۶۲/۸، رشيديه)

"وكره تحريماً -قهستانی- تقبيل الرجل فم الرجل أويده أوشيئاً منه، وكذا تقبيل المرأة المرأة عند لقاء أو وداع، قنية. وهذا لو عن شهوة، وأما علی وجه البر، فجائز عند الكل، خانية. وفی الاختيار: عن بعضهم: لابأس به إذا قصد البر وأمن الشهوة كتقبيل وجه فقيه ونحوه". (الدرالمختار).

قال العلامة الشامی رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: وأما علی وجه البر، فجائز عندالكل)". قال =

بزرگوں کے ہاتھ پیر چومنا

سوال[۹۱۸۰]: کسی کی صرف تعظیم وتوقیر بجالانا اوراس کومعبود نہ سمجھنا، یہ تعظیم جائز ہے یانہیں اور یہ شرک تونہیں؟ اپنے پیرومرشد سے ملاقات کے وقت ہاتھوں کا چومنا اور پیروں کا چومنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جومستحقِ تعظیم وتوقیر ہواس کی ایسی تعظیم وتوقیر بجالانا جوخدا کے ساتھ مخصوص نہیں جائز ہے، یہ شرک نہیں ہے۔ کسی بزرگ پیرومرشد کا ہاتھ چومنا جائز ہے(۱)۔ پَر اس طرح نہ چومے جس سے سجدہ کی صورت ہو جائے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۹۲/۱۱/۲۵ھ۔

= الإمام العيني بعد كلام: فعلم إباحة تقبيل اليد والرجل والرأس والكشح كما علم من الأحاديث المتقدمة إباحتها على الجبهة، وبين العينين". (ردالمحتار: ۳۸۰/۶، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۶۹/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك، رشيديه)

(۱) (تقدم تخريجه، ص: ۱۲۲، رقم الحاشية: ۲)

(۲)"عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رجل: يارسول الله! -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- الرجل منا يلقى أخاه أوصديقه أينحني له؟ قال: "لا". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۰۱، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي كتب خانه)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "أينحني له" من الانحناء، وهو إمالة الرأس والظهر تواضعاً وخدمةً. "قال: "لا": أي فإنه في معنى الركوع، وهو كالسجود من عبادة الله سبحانه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقه، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۶۸۰): ۴۶۱/۸، رشيديه)

"تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والراضي به آثمان؛ لأنه يشبه عبادة الوثن. وهل يكفر إن على وجه العبادة والتعظيم؟ كَفَر. وإن على وجه التحية، لا، وصار آثماً مرتكباً =

علماء کی قدم بوسی و دست بوسی

سوال[۹۱۸۱]: علماء وصلحاء کے ہاتھ پاؤں چومنا، ان کے آگے جھکنا کیا جائز ہے، کوئی گناہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

علم اور بزرگی کے احترام کی خاطر ہاتھ پیر چومنے کی اجازت ہے، مگر ایسا نہ ہو کہ سجدہ کی صورت بن جائے، اس کی اجازت نہیں(۱) جھکنے کی بھی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

= للكبيرة". (الدرالمختار).

قال ابن عابدينؒ: "(قوله: إن على وجه العبادة أو التعظيم، كفر، الخ) تلفيق لقولين، قال الزيلعي: وذكر الصدر الشهيد أنه لا يكفر بهذا السجود؛ لأنه يريد به التحية. وقال شمس الأئمةالسرخسي: إن كان لغيرالله تعالى على وجه التعظيم، كفر، الخ. وقال القهستاني: وفي الظهيرية: يكفر بالسجدة مطلقاً. وفي الزاهدي: الإيماء في السلام إلى قريب الركوع كالسجود. وفي المحيط: أنه يكره الانحناء للسلطان وغيره، الخ. وظاهر كلامهم إطلاق السجود على هذا التقبيل".

(ردالمحتار: ۳۸۳/۶، فصل في الاسبتراء وغيره، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۶۹/۵، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك والتواضع لهم وتقبيل أيديهم أويد غيرهم وتقبيل رجل ووجه، رشيديه)

"وفي القهستاني: الإيماء في السلام إلى قريب الركوع كالسجود. وفي العمادية: ويكره الانحناء؛ لأنه يشبه فعل المجوس.......... وفي المجتبى: الإيماء بالسلام إلى قريب الركوع كالسجود، والانحناء مكروه". (مجمع الأنهر وملتقى الأبحر: ۵۴۲/۲، كتاب الكراهية، فصل في أحكام النظرونحوه، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "لمّا قدمنا المدينة، فعلنا نتبادر من رواحلنا، فنقبّل يد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ورجله. ان عبد الرحمن بن أبي ليلى حدثهٔ أن عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما حدثه، وذكر قصة. قال: فدنونا يعني من النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقبّلنا يده". (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في قبلة اليد: ۷۰۹/۲، دارالحديث ملتان) .... =

....

= قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "ولا بأس بتقبيل يد الرجل العالم والمتورع على سبيل التبرك، درر. ونقل المصنف عن الجامع أنه لابأس بتقبيل يد الحاكم والمتدين والسلطان العادل. وقيل: سنة، مجتبى. وتقبيل رأسه: أى العالم أجود، كما في البزازيه، ولا رخصة فيه: أى في تقبيل اليد لغيرهما: أى لغير عالم وعادل، هو المختار، مجتبى. وفي المحيط: إن لتعظيم إسلامه وإكرامه جاز، وإن لنيل الدنيا كره". (الدرالمختار).

قال العلامة الشامي: "(قوله: وقيل: سنة): أى تقبيل يد العالم والسلطانِ العادل. قال الشرنبلالي: وعلمت أن مفاد الأحاديث سنيته أو ندبه، كما أشار إليه العيني.............. أن رجلاً أتى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: يارسول الله! أرِني شيئاً أزداد به يقيناً فقال: "اذهب إلى تلك الشجرة فادعها". فذهب إليها، فقال: إن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يدعوك، فجاء ت حتى سلّمتْ على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالِ لها: "ارجعى". فرجعت. قال: ثم أذن له فقبّل رأسه ورجليه.......... اهـ". (ردالمحتار: ۳۸۳/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الاستبراء وغيره، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳٦۹/۵، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك، رشيديه)

(۲) "عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رجل: يارسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الرجل منا يلقى أخاه أوصديقه أينحنى له؟ قال: "لا". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۰۱، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمى)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالى: "أينحنى له" من الانحناء، وهو إمالة الرأس والظهر تواضعاً وخدمةً. "قال: "لا": أى فإنه في معنى الركوع، وهو كالسجود من عبادة الله سبحانه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴٦۸۰): ۴٦۱/۸، رشيديه)

"تقبيل الأرض بين يدى العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والراضى به آثمان؛ لأنه يشبه عبادة الوثن. وهل يكفر إن على وجه العبادة والتعظيم؟ كَفَر. وإن على وجه التحية، لا، وصارآثماً مرتكباً للكبيرة". (الدرالمختار).

قال ابن عابدينؒ: "(قوله: إن على وجه العبادة أو التعظيم، كفر، الخ) تلفيق لقولين، قال =

قدم بوسی

سوال[۹۱۸۲]: اعلیٰ حضرت! مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں شرعی رائے کا طلب گار ہوں، از راہ کرم مدلل جواب سے نوازیں، اگرچہ رائے ہی مقلد کے لئے کافی ہے، مگر چونکہ بعض اناڑی قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے، یہی وجہ ہے کہ خلاف ادب مدلل جواب کے لئے لکھ رہا ہوں، امید ہے کہ گستاخی معاف ہوگی:

قدم بوسی کے بارے میں: "طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح" میں ہے:

"وورد فی أحادیث ذکرها البدر العینی مایفید أن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم کان یقبل یده ورجله .... فعلم من مجموع ما ذکرنا إباحة تقبیل الید والرجل والکشح والرأس والجبهة والشفتین وبین العینین، ولکن کل ذلك إذا کان علی وجه المبرة والإکرام. وفی الهدایة: ویکره أن یقبل الرجل فم الرجل أو یده أوشیئاً منه أو یعانقه فی إزار واحد. وقال

= الزیلعی: وذکر الصدر الشهیدأنه لا یکفر بهذا السجود؛ لأنه یرید به التحیة. وقال شمس الأئمة السرخسی: إن کان لغیر اللّٰه تعالی علی وجه التعظیم، کفر، الخ. وقال القهستانی: وفی الظهیریة: یکفر بالسجدة مطلقاً. وفی الزاهدی: الإیماء فی السلام إلی قریب الرکوع کالسجود. وفی المحیط: أنه یکره الانحناء للسلطان وغیره، الخ. وظاهر کلامهم إطلاق السجود علی هذا التقبیل". (ردالمحتار: ۳۸۳/۶، فصل فی الاسبتراء وغیره، کتاب الحظر والإباحة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۶۹/۵، الباب الثامن والعشرون فی ملاقاة الملوک والتواضع لهم وتقبیل أیدیهم أوید غیرهم وتقبیل رجل ووجه، رشیدیه)

"وفی القهستانی: الإیماء فی السلام إلی قریب الرکوع کالسجود. وفی العمادیة: ویکره الانحناء؛ لأنه یشبه فعل المجوس.......... وفی المجتبی: الإیماء بالسلام إلی قریب الرکوع کالسجود، والانحناء مکروه". (مجمع الأنهر وملتقی الأبحر: ۵۴۲/۲، کتاب الکراهیة، فصل فی أحکام النظرونحوه، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

أبويوسف رحمه الله تعالىٰ: لا بأس بذلك كله". ص: ۱۷۵ (۱)۔

وفيه أيضاً: "وأما المعانقة، فقالا بكراهتها، ويبيح: أي أبويوسف رحمه الله تعالىٰ للرجل معانقته مثله وتقبيله للمبرة بلا شهوة". ص: ۱۷۵ (۲)۔

ان عبارتوں پر نظر رکھتے ہوئے ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ صاحبِ طحطاوی کا مکروہ کہنا طرفین کے قول کی بنا پر ہے، مگر تقبیل اور معانقہ کے بارے میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی ہے، بلکہ ترکِ قدم بوسی اگر باعثِ اختلاف ہو اور افتراق بین الاقارب اور قطعِ رحم کا سبب ہو تو مستحب ہے، جیسا کہ قیام کے متعلق:

"قال ابن وهبان في شرحه: والقيام يستحب في زماننا، لما يورث تركُه من الحقد والبغضاء". طحطاوی، ص: ۱۷۵ (۳)۔

کیا ان کی رائے صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص واجب الاکرام ہو، اس کی قدم بوسی کی اجازت ہے، لیکن اعتقاد میں غلو نہ ہو، اور سجدہ کی ہیئت نہ ہونے پائے:

" طلب من عالم أو زاهد أن يدفع إليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبّله، أجابه. وقيل: لا يرخص فيه"(٤)۔

عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ اس میں دو قول ہیں: ایک میں اجازت ہے، وهو الأوسع۔ دوسرے میں ممانعت ہے، وهو الأورع۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۱۹، كتاب الصلوة، فصل في صفة الأذكار، قديمي)

(۲) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۲۰، قديمي)

(۳) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، المصدر السابق)

(۴) (الدر المختار: ۳۸۳/۶، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

"طلب من عالم أو زاهد أن يدفع إليه قدمه ليقبله، لا يرخص فيه ولا يجيبه إلى ذلك عند البعض، وذكر بعضهم: يجيبه إلى ذلك". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية: ۳۶۹/۵، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك والتواضع لهم، رشيديه)

تقبیل یدین ورجلین

السوال[۹۱۸۳]: ماتقولون فی تقبیل القدمین والیدین، وما ثبوته، ولمن یجوز، ولمن لا یجوز، ومن أیّ جهة؟ ولتکن الجوابات کلها من أجزاء السوالات بالدلائل المنقولة عن الکتب المشهورة مع الحوالات بالصفحات۔

المستفتی: فدوی محمد بدرالدجی عفی عنہ، ضلع چاٹگام۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"ولا بأس بتقبيل يد الرجل العالم والمتورع على سبيل التبرك، درر. ونقل المصنف عن الجامع أنه لا بأس بتقبيل يد الحاكم المتدين و السلطان العادل. وقيل: سنة، مجتبى. وتقبيل رأسه: أى العالم أجود، كما فى البزازية. ولا رخصة فيه: أى فى تقبيل اليد لغيرهما: أى لغير عالم وعادل، هوالمختار، مجتبى. وفى المحيط: إن لتعظيم إسلامه وإكرامه، جاز، وإن لنيل الدنيا كره. طلب من عالم أو زاهد أن يدفع إليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبله، أجابه. وقيل: لايرخص فيه، الخ". الدرالمختار۔

قال الشامى: "(قوله: أجابه) لما أخرجه الحاكم أن رجلاً أتى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: يارسول الله! –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– أرنى شيئاً، أزداد به يقيناً، فقال: "اذهب إلى تلك الشجرة، فادعها". فذهب فقال: إن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يدعوك، فجاء ت حتى سلمت على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: لها: "ارجعى". فرجعت. قال: ثم أذن له، فقبّل رأسه ورجليه". وقال: "لو كنت امر أحداً أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها". وقال صحيح الإسناد، الخ". من الرسالة الشرنبلالية، الخ". ردالمحتار على در المختار، كتاب الخطر والإباحة: ٣٣٧/٥(١)۔ فقط

---

(١) (ردالمحتار: ٦/ ٣٨٣، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى الاستبراء وغيره، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ٣٦٩/٥، الباب الثامن والعشرون فى ملاقاة الملوك، رشيديه)

سوال: "قدم اور ہاتھ چومنے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس کا ثبوت کیا ہے کس کے لئے جائز اور کس کے لئے =

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی بمدرسۃ مظاہر علوم سہارنفور، الہند۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، المبتلی بأمانة الإفتاء بالمدرسة العالية المشتهرة بمظاهر علوم، الواقعة ببلدة سهارنفور، يوبى، ٧/ جمادى الأولى/ ٦٧ھ۔

ماں کے پیروں کو تعظیماً چھونا

سوال[٩١٨٤]: کیا اسلامی اصول کے مطابق تعظیماً ماں کے پَیر چھونا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث سے دلیل عنایت فرمائیں۔

= ناجائز اور کس وجہ سے؟

جواب: ''عالم صاحبِ ورع کے ہاتھ کو بوسہ دینا بطور تبرک اس میں کچھ حرج نہیں، دُرر۔ اور مصنف نے جامع سے نقل کیا ہے کہ دیانت دار حاکم اور سلطانِ عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں اور کہا گیا ہے کہ سنت ہے مجتبیٰ۔ اور ان کے علاوہ (لوگوں) کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی اجازت نہیں۔ یہی مختار ہے۔ (مجتبیٰ) اور محیط میں ہے کہ اگر اس کے اسلام کی تعظیم اور اس کے اکرام کی بناء پر ہو تو جائز ہے اور اگر حصول دنیا کے لئے ہو تو مکروہ ہے۔ کسی عالم یا زاہد سے ان کے قدم کے بوسہ دینے کی اجازت طلب کی گئی تو ان کو اس کا موقع دے دینا چاہیے اور کہا گیا ہے کہ اس کی اجازت نہیں۔ اھ۔ درمختار۔ شامی نے درمختار کے قول اجابہ (اس کا موقع دے دے) کے تحت لکھا ہے کہ حاکم نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے ایسی چیز دکھایئے جس سے میرے یقین میں اضافہ ہو تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس درخت کو بلا لاؤ وہ گیا اور اس درخت سے کہا کہ تجھ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا رہے ہیں، اس پر وہ حاضر خدمت ہوا اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا واپس جاؤ وہ چلا گیا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو اجازت دی، اس نے آپ کے سرِ مبارک اور قدمینِ مبارکین کو بوسہ دیا۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ اھ۔ رسالہ شرنبلالی سے یہ ماخوذ ہے۔ ردالمحتار علی الدر المختار: ٥/ ٣٣٧، باب الحظر والإباحۃ فقط۔

الجواب حامداًومصلیاً:

تعظیم کے لئے ماں کے پیروں کو چھونا قرآن پاک کی کسی آیت اور حدیث شریف کی کسی روایت میں نہیں دیکھا، یہ اسلامی تعظیم نہیں، بلکہ غیروں کا طریقہ ہے جس سے بچنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

والدین کی قدم بوسی

سوال[۹۱۸۵]: والدین، مرشد، اساتذہ کی بخیالِ خیر قدم بوسی کرسکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

والدین، اساتذہ، مشائخ کی قدم بوسی کی اجازت ہے بشرطیکہ سجدہ کی ہیئت نہ پیدا ہوجائے، اور دیکھنے والوں کو یہ محسوس نہ ہو کہ یہ سجدہ کررہا ہے، ورنہ اجازت نہیں(۲)۔ اور احتیاط کا تقاضا بھی ہے کہ ان کی بھی قدم بوسی نہ کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۱۰ھ۔

پیر یاوالدین کے پَیر کو چومنا

سوال[۹۱۸۶]: پیر یاوالدین یا استاد کے پاؤں کو محبت یا عزت سے بوسہ دینا یا ہاتھ لگا کر ملنا کیسا ہے؟

---

(۱) چونکہ اس میں جھکنا پڑتا ہے جس سے رکوع اور سجدہ کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، اس لئے یہ درست نہیں، راجع للتخريج، ص: ۱۲۷، رقم الحاشية: ۲، وص: ۱۲۴، رقم الحاشية: ۲. والله اعلم بالصواب.

البتہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''ظاہراً قواعد سے تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ اگر ممسوح متبرک، متقی ہو اور ماسح متبعِ سنت، صحیح العقیدہ ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز۔ واللہ اعلم''۔ (إمداد الفتاوی: ۴/۲۷۹، مکتبہ دار العلوم کراچی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (جواہر الفقہ، دست بوسی وقدم بوسی، اقوال فقہاء، سوال دوم: ۱/۲۰۰، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) (راجع، ص: ۱۲۷، رقم الحاشية: ۲)

الجواب حامداًومصلیاً:

ا...... پاؤں کو چومنے میں بسا اوقات سجدہ کی صورت ہو جاتی ہے، نیز دوسروں کے عقائد خراب ہونے کا اندیشہ ہے کہ وہ تعظیم میں غلو کریں گے، لہذا احتیاط یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی، مدرسہ مظاہر علوم، ۵۶/۱۲/۲۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

عورت کا شوہر کے پیروں کو چھونا

سوال [۹۱۸۷]: کیا بیوی شوہر کے پیر چھوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیر چھونا اسلامی تعظیم نہیں ہے، بلکہ غیروں کا طریقہ ہے، اس سے بچنا لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۰/۱۴ھ۔

بڑوں کے پَیر پکڑ کر دعائیں لینا

سوال [۹۱۸۸]: زید اپنے بچوں سے کہتا ہے کہ ماں، دادا، دادی وغیرہ کے پیر پکڑ کر ان سے

---

(۱) "وفي رسالة المصافحة للشرنبلالي عن شيخ مشايخه الحانوتي: التحية بالركوع، واسترخاء الرأس مكروهة لكل أحد مطلقاً". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۲۰، قديمي)

"طلب من عالم أوزاهد أن يدفع إليه قدمه ليقبله، لايرخص فيه". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك والتواضع لهم: ۳۶۹/۵، رشيديه)

(وكذا في جواهر الفقة، باب دست بوسی وقدم بوسی، اقوال فقہاء، سوال دوم: ۲۰۰/۱، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره: ۳۸۳/۶، سعيد)

(۲) اس چھونے کی حالت میں رکوع کی اقرب ہیئت بن جاتی ہے، جوکہ ناجائز ہے، (كما تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

دعائیں لو، اس لئے کہ وہ نیک اور بزرگ ہستیاں ہیں، مثلاً: عید وغیرہ کے موقع پر، یا سفر میں آنے جانے کے وقت۔تو یہ پیر پکڑنا کیا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

تبرکاً وتعظیماً کسی بزرگ کے پیر کو بوسہ دینے کی اجازت ہے جبکہ سجدہ کی ہیئت پیدا نہ ہو اور عقیدہ بھی خراب نہ ہو(۱)۔ پَیر پکڑنا جس کو ''پیر لاگن'' بھی کہتے ہیں، یعنی صرف پَیر وں کو چھو لینا یہ برہمنوں کے یہاں تعظیم کا رواج اور ان کا شعار ہے، اس سے پرہیز لازم ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

پَیر پکڑ کر معافی مانگنا

سوال[۹۱۸۹]: پیر پکڑ کر معافی مانگنا اسلام میں جائز ہے یانہیں؟ اس لئے کہ پیر پکڑنے میں جھکنا پڑتا ہے اور کسی کے سامنے جھکنا درست نہیں ہے۔پس اگر جائز ہے تو اچھا ہے یانہیں؟

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه، قال: قال رجل: يارسول الله! -صلی الله تعالیٰ عليه وسلم- الرجل منا يلقی أخاه أو صديقه أينحني له؟ قال: "لا". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعالقة، ص: ۴۰۱، قديمی)

"الانحناء للسلطان أو لغيره مكروه؛ لأنه يشبه فعل المجوس". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون: ۳۶۹/۵، رشيديه)

"وأما تقبيل يد صاحبه عند اللقاء فمكروه بالإجماع، وكذا مايفعلونه من تقبيل الأرض بين يدی العلماء، والعظماء، فحرام، والفاعل والراضی به آثمان؛ لأنه يشبه عبادة الوثن". (الدرالمختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: "وفي الزاهدی: الإيماء فی السلام إلی قريب الركوع كالسجود، وفي المحيط: أنه يكره الأنحناء للسلطان وغيره، اهـ. وظاهر كلامهم إطلاق السجود علی هذا التقبيل". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره: ۳۸۳/۶، سعيد)

(۲) "وعنه (أی ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۳۷۵، كتاب اللباس، الفصل الثانی، قديمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

معافی مانگنے کے لئے پیر پکڑنا کہیں نظر سے نہیں گزرا، بظاہر تو یہ برہمن کی تعظیم ہے، بغیر معافی کے بھی ان کے یہاں کسی کے پیر چھونے کا رواج ہے جس کو ''پیر لاگن'' کہتے ہیں بطور کسی عالم زاہد کے پیر کو بوسہ دینا مصرح ہے:

"طلب من عالم أو زاهدٍ أن يدفع إليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبله، أجابه"(۱)۔

مگر اس کے مقابلہ میں دوسرا قول بھی ہے: "وقيل: لا يرخص فيه، اھ". درمختار (۲)۔

اس کے ثبوت میں علامہ شامی نے: ۵/ ۲۴۵، میں لکھا ہے:

"أخرجه الحاكم أن رجلاً أتى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: يارسول الله! أرني شيئاً أزداد به يقيناً. فقال: "اذهب إلى تلك الشجرة فادعها". فذهب إليها، فقال: إن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يدعوك. فجاء ت حتى سلّمت على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال لها: "ارجعي" فرجعت. قال: ثم أذن له فقبل رأسه ورجليه". وقال: "لو كنت آمراً أحداً أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها". وقال: صحيح الإسناد. من رسالة الشرنبلالي، اھ"(۳)۔

مگر ایسی ہیئت نہ ہو کہ سجدہ کی شکل بن جائے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

والدین یا استاد کی قبر کو بوسہ دینا

سوال [۹۱۹۰]: پیر یا والدین یا استاد کی قبر کو پیار یا عزت سے بوسہ دینا عند الشرع الشریف کیا حکم ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الاستبراء وغيره: ۶/ ۳۸۳، سعيد)

(۲) (الدر المختار، المصدر السابق)

(۳) (الدر المختار مع رد المحتار، المصدر السابق)

(۴) (راجع، ص: ۱۲۷، رقم الحاشية: ۲)

الجواب حامداًومصلياً:

ناجائز ہے:

"ولا يمس القبر ولا يقبّله، فإنه من عادة أهل الكتاب، ولم يعهد الاستلام إلا للحجر الأسود والركن اليماني خاصةً، اه". طحطاوی، ص: ۲۳۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی، مدرسہ مظاہر علوم، ۵۶/۱۲/۲۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

اَمرد کا بوسہ بلاشہوت

سوال [۹۱۹۱]: ایک مولوی صاحب کی زبانی سنا ہے کہ امرد کا بوسہ لینا بغیر شہوت کے جائز ہے۔ اور تقویت کے لئے یہ بھی بیان کیا ہے کہ کنز الدقائق کے حاشیہ پر بھی لکھا ہے۔ سو مذکورہ مسئلہ کے بارے میں کیا حکم ہے، آیا امرد کا بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور کنز کے حاشیہ پر ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

میں نے کنز الدقائق کے حاشیہ پر یہ مسئلہ نہیں دیکھا، ان سے عبارت یا باب وغیرہ کا حوالہ لیکر لکھیں تو اس کو دیکھا جائے۔ تقبیل کی اقسام، درمختار، کتاب الخطر والإباحة میں فصل فی البیع سے کچھ

---

(۱) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۶۲۰، فصل فی زيارة القبور، قديمی)

"وفی القنية: قال أبو الليث: لا يعرف وضع اليد على القبر سنةً ولا مستحباً، ولا نرى به بأساً. وقال علاء الدين التاجری: هكذا وجدناه من غير نكير من السلف. وقال شرف الأئمة: بدعة. وعن جار الله العلامة: مشايخ مكة ينكرون ذلک ويقولون: إنه عادة أهل الكتاب. وفی إحياء علوم الدين: إنه من عادة النصارى، انتهى. ولا شک أنه بدعة لاسنة فيه ولا أثر عن صحابی ولا عن إمام ممن يعتمد عليه فيكره، ولم يعهد الاستلام فی السنة إلا للحجر الأسود والركن اليمانی خاصةً". (الحلبی الكبير، ص: ۶۰۸، مبحث زيارة القبور، سهيل اكيڈمی لاهور)

"ومن البدع وضع اليد على القبر". (ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۱/۱۸۸، فصل فی الصلاة على الميت، دارإحياء التراث العربی بيروت)

قبل مذکور ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "(فائدة) قيل: التقبيل على خمسة أوجه: قبلة المودّة للولد على الخد، وقبلة الرحمة لوالديه على الرأس، وقبلة الشفقة لأخيه على الجبهة، وقبلة الشهوة لمرأته وأمَته على الفم، وقبلة التحية للمؤمنين على اليد. وزاد بعضهم قبلة الديانة للحجر الأسود، جوهرة". (الدر المختار على رد المحتار: ۶/۳۸۴، كتاب الخطر والإباحة، سعيد)

مذکورہ عبارت میں امرد کو بوسہ دینے کا ذکر نہیں، لہٰذا خوفِ فتنہ کی وجہ سے اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

باب الترضی والترحم

(رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام کہنے کا بیان)

"علیہ السلام" و"رضی اللہ عنہ" کا استعمال

سوال[۹۱۹۲]: "علیہ السلام" کہنا کیا انبیاء علیہم السلام کے لئے خاص ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر فرشتوں، مثلاً: جبرئیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام کیوں کہا جاتا ہے؟ اسی طرح سنا گیا ہے کہ "رضی اللہ عنہ" صحابہ کرام کے لئے خاص ہے، مگر بعض عوام اور بعض بزرگانِ دین کو سنا گیا ہے کہ وہ صحابہ کرام کے علاوہ دیگر حضرات، مثلاً: امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بریلوی حضرات اعلیٰ حضرت کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ تو یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

سلام، دعائیہ کلمہ ہے جو اپنی اصل کے اعتبار سے غیرِ انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی بولا جاسکتا ہے(۱)،

---

(۱)"وأما السلام، فقال الشيخ أبو محمد الجويني من أصحابنا: هو في معنى الصلوة، فلا يستعمل في الغائب، ولا يفرد به غير الأنبياء، فلا يقال: عليٌّ عليه السلام، وسواء في هذا الأحياء والأموات. وأما الحاضر فيخاطب به فقال: سلامٌ عليك، والسلام عليك، أو عليكم، وهذا مجمع عليه، انتهى ما ذكره. قلت: وقد غلب هذا في عبارة كثيرمن النساخ لكتب أن يفرد عليٌّ رضي الله عنه بأن يقال: عليه السلام من دون سائر الصحابة، أو كرم الله وجهه. وهذا وإن كان معناه صحيحاً، ولكن ينبغي أن يسوى بين الصحابة في ذلك، فإن هذا من باب التعظيم والتكريم، فالشيخان وأمير المؤمنين عثمان أولى بذلك منه رضي الله عنهم أجمعين". (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب: ٥٦): ۵۱۷/۴، سهيل اكيڈمي لاهور)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (كشف الباري عما في صحيح البخاري للشيخ سليم الله خان دامت=

ہمیشہ وقتِ ملاقات اس کی تعلیم بھی دی گئی ہے: "السلام علیکم وعلیکم السلام"(۱)۔ پنجگانہ نمازوں کے ختم پر امام اور مقتدی سب ہی کہتے ہیں: "السلام علیکم ورحمة الله" اس میں امام اور مقتدی، نیز ملائکہ کی

= فیوضهم، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورة الذاریات، کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھنا جائز ہے، ص: ۶۲۲، مکتبه فاروقیه کراچی)

(۱) "عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنهما أن رجلاً سأل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: أیّ الإسلام خیرٌ؟ قال: "تطعم الطعام، وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف". (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب إفشاء السلام من الإسلام: ۱/۹، قدیمی)

"أن الطفیل بن أبی بن کعب أخبره أنه کان یأتی عبد الله بن عمر رضی الله عنهما فیغدو معه إلی السوق، قال: فإذا غدونا إلی السوق لم یمرّ عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما علی سقّاط ولا علی صاحب بیعة ولا مسکین ولا أحد إلا سلّم علیه ...... قال: وأقول: اجْلس بناهٰهنا نتحدث، قال: فقال لی عبدالله ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما: یا أبابطن! -وکان الطفیل ذابطن- إنما نغدو من أجل السلام نسلّم علی من لقینا". (مؤطأ الإمام مالک، کتاب الجامع، باب جامع السلام، ص: ۷۲۵، میر محمد)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (کتاب الأذکار للنووی رحمه الله، کتاب السلام والاستئذان وتشمیت العاطس وما یتعلق بها، باب فضل السلام والأمر بإفشائه، ص: ۳۰۵، دار البیان، بیروت)

"عن أبی أمامة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إن أولی الناس بالله من بدأ بالسلام". رواه أحمد و أبو داؤد والترمذی". (مشکاة المصابیح، کتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثانی، ص: ۳۹۸، قدیمی)

"و عن علی رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "للمسلم علی المسلم ست بالمعروف: یسلم علیه إذا لقیه". الحدیث. (مشکاة المصابیح، باب السلام، الفصل الثانی، ص: ۳۹۸، قدیمی)

"والأفضل للمسلم أن یقول: السلام علیکم و رحمة الله و برکاته، والمجیب کذلک یرد......... و یأتی بواو العطف في قوله: وعلیکم السلام". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام: ۵/۳۲۵، رشیدیه)

نیت کی جاتی ہے(۱)۔کوئی شخص کسی کا سلام پہونچائے تو کہا جاتا ہے: "علیه و علیکم السلام"(۲)۔

اصولِ فقہ کی مشہور کتاب، اصول الشاشی کے شروع میں ہے:"والسلام علی أبی حنیفة وأحبابه رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم" (۳)۔

قرآن کریم "سورۂ لم یکن" میں نیکوکار مؤمنین کے لئے ارشاد فرمایا گیا: ﴿رضی اللّٰه عنهم﴾(٤) صحابہ کرام کی تخصیص نہیں، لیکن عرفاً یہ لفظ صحابہ کرام کے لئے مستعمل ہوتا ہے، پس جہاں غیرِ صحابی کے ساتھ التباس ہوتا ہو، وہاں غیر صحابی کے لئے بولنے سے احتراز (بچنا) چاہئے۔

اعلیٰ حضرت کے معتقدین ان کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل اور بعض ان کو صحابہ کرام کا مظہرِ اتم قرار دیتے ہیں جیسا کہ ''وصایا شریف'' کے مختلف ایڈیشنوں سے ظاہر ہے، وہاں احتراز لازم ہے(۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(ثم یسلم بتسلیمتین) و یقول: السلام علیکم و رحمة اللّٰه، کذا في المحیط". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الفصل الثالث فی سنن الصلاة، الخ: ۱/۷٦، رشیدیه)

(۲) "و یستحب أن یرد علی المبلّغ أیضاً، فیقول: و علیک و علیه السلام". (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة: ٦/۴۱۵، فصل فی البیع، سعید)

(۳) (أصول الشاشی، ص:۵، قدیمی)

(۴) (سورة البینة :۸)

(۵) "یستحب الترضی والترحم علی الصحابة والتابعین فمن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الأخیار، فیقال: رضی اللّٰه عنه، أو رحمه اللّٰه، ونحو ذلک. وأما ما قاله بعض العلماء: إن قوله: رضی اللّٰه عنه مخصوصٌ بالصحابة، ویقال فی غیرهم: رحمه اللّٰه فقط، فلیس کما قال، ولا یوافق علیه، بل الصحیح الذی علیه الجمهور استحبابه، ودلائله أکثر من أن تحصر. فإن کان المذکور صحابیاً ابن صحابی قال: قال ابن عمر رضی اللّٰه عنهما، وکذا ابن عباس، وابن الزبیر، وابن جعفر، وأسامة بن زید ونحوهم، یشمله وأباه جمیعاً". (کتاب الأذکار للنووی رحمه اللّٰه، باب الصلوة علی الأنبیاء والهم تبعاً لهم صلی اللّٰه تعالیٰ علیهم وسلم، فصل: یستحب الترضی والترحم علی الصحابة والتابعین، ص:۱٦۰، دارالبیان بیروت) .... =

اہلِ بیت کے لئے "علیہ السلام" کا استعمال

سوال[۹۱۹۲]: زید امام عالی مقام امام حسین کے ساتھ "علیہ السلام" کہتا ہے، لیکن عمر منع کرتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ علمائے اہلِ سنت اور اربابِ فتاویٰ تو صلوٰۃ پر پابندی لگاتے ہیں کہ غیر انبیاء کو اصالۃً صلوٰۃ نہیں بھیج سکتے، "علیہ السلام" پر کوئی پابندی نہیں لگاتے، کتبِ فقہ: شامی و عالمگیری وغیرہ (۱)۔ نیز حضرات حسنین کو "علیہ السلام" کہنے کے بہت سے دلائل ہیں، چنانچہ:

۱- آیتِ قرآنی: ﴿سلام علی إلیاسین﴾ کی دوسری قرأت امام نافع مدنی اور ابن عامر سے: ﴿سلام علی آل یاسین﴾ ہے، جس کی تفسیر میں مفسر ابن کثیر: "یعنی "آل محمد" لکھتے ہیں (۲) اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں بھی ایسا ہی ہے (۳)۔ چونکہ حضرات حسنین آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، لہذا ان کے ساتھ "علیہ السلام" کہنا قرآن سے ثابت ہے۔

= "(ويستحب الترضي للصحابة رضي الله عنهم) وكذا من اختُلف في نبوته كذي القرنين ولقمان". (الدرالمحتار). "(قوله: ويستحب الترضي للصحابة)؛ لأنهم كانوا يبالغون في طلب الرضاء من الله تعالىٰ، ويجتهدون في فعل ما يرضيه، ويرضون بما يلحقهم من الابتلاء من جهته أشد الرضاء، فهولاء أحق بالرضا، وغيرهم لا يلحق أدناهم ولو أنفق ملء الأرض ذهباً". (ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۷۵۴/۶، سعيد)

(۱) "ولا يصلى على غير الأنبياء و لا غير الملائكة إلا بطريق التبع". (ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۷۵۳/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، مسائل شتى: ۴۴۶/۶، رشيديه)

(۲) ﴿سلام على إل ياسين﴾ كما يقال في إسماعيل: إسماعين، وهي لغة بني أسد .... وقرأ آخرون ﴿سلام على إدراسين﴾ وهي قرأة ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه. وقرأ آخرون: ﴿سلام على آل ياسين﴾ يعني آل محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (تفسير ابن كثير، (الصافات: ۱۳۰): ۲۸/۴، مكتبة دارالسلام)

(۳) "﴿سلام﴾ منا سعادة و سلامة ﴿على آل ياسين﴾ على آل محمد عليه السلام". (تفسير ابن عباس على هامش الدر المنثور، (الصافات): ۳۴۵/۴، مؤسسة الرسالة بيروت)

۲- مفسرین میں امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں حضرات حسنین کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا ہے۔ امام ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ جو فقہ حنفی میں صاحبِ ہدایہ سے بھی بلند پایہ ہیں، انہوں نے احکام القرآن میں جابجا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "علیہ السلام" لکھا ہے۔

۳- امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جو بالاتفاق امام المحدثین ہیں، انہوں نے بھی اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں متعدد جگہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ "علیھا السلام" لکھا ہے، دیکھئے: فتح الباري علی ھامش صحیح البخاری، جلد اول، ص: ۵۶، ۵۴۳، ۵۲۶، جلد دوم، ص: ۵۷۶، ۶۰۰، ۶۱۰، جلد ہفتم، ص: ۵۳، ۱۱۴، ۲۳۶، ۳۴۵، ۳۴۷، ۳۵۵، ۳۵۷۔

۴- امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے الأدب المفرد مطبوعہ دارالاشاعت، مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی، میں لکھا ہے:

"عن عدی بن ثابت رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: سمعت البراء یقول: رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم والحسن صلوات اللّٰہ علیه علی عاتقه هو یقول: "اللّٰهم! إنی أحبه فأحبه" (۱)۔

۵- امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں لکھتے ہیں:

"مرّ بحسن بن علی علیهما السلام" ملاحظہ ہو: "سنن أبی داؤد، مطبع قادری دهلی، ص: ۹۳، ۹۴، جلد اول (۲)۔

۶- شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ "شرح تراجم بخاری" میں لکھتے ہیں: "من قتل الحسین علیه السلام"۔ شرح تراجم ابواب بخاری، ص: ۳۲، ہمراہ صحیح البخاری، مطبوعہ رشیدیہ کتب خانہ دہلی (۳)۔

---

(۱) (الأدب المفرد، باب حمل الصبی علی العاتق، ص: ۴۵، رحمانیه لاهور)

(۲) (السنن لأبی داؤد، کتاب الصلوة، باب فی الرجل یصلی عاقصاً شعره: ۱/۲۲، إمدادیه)

(۳) (رسالة شرح تراجم، أبواب صحیح البخاری فی مقدمة صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ماقیل فی قتال الروم: ۱/۳۲، قدیمی)

ان کے علاوہ اس کثرت سے علمائے اہلِ سنت نے حضرات حسنین کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا ہے جس کا شمار مشکل ہے۔

علمائے دورِ حاضر کے محققین نے بھی ان حضرات کو "علیہ السلام" لکھا ہے، مثلاً: مولانا شبلی نعمانی "سیرۃ النبیؐ" میں، مولانا سید سلیمان ندوی "خطباتِ مدراس" میں، مولانا ابو الکلام آزاد "شہیدِ اعظم" میں، مولانا عبدالسلام ندوی "اسوۂ صحابہ" وغیرہ میں۔

مذکورہ دلائل کے ہوتے ہوئے عمر کا ان حضرات کو "علیہ السلام" کہنے سے روکنا صحیح ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث وفقہ سے ثبوت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

فی نفسہ "السلام علیہ" یا "علیہ السلام" نبی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، غیر نبی کے لئے بھی استعمال کرنا درست ہے، اس کے لئے معصوم ہونا بھی ضروری نہیں ہے، چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مواقع میں اس کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ اصولِ فقہ کی درسی کتاب "اصول الشاشی" کے شروع میں مصنف نے لکھا ہے: "والسلام على أبي حنيفة وأحبابه "(۱)۔ اس کو بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال میں پیش فرمایا ہے اور جلیل القدر محدثین کے حوالے بھی دیئے ہیں(۲)، مگر شرح فقہ اکبر، ص:۲۰۴، میں ہے:

"و في الخلاصة أيضاً: إن في الأجناس عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ: لا يصلى على غير الأنبياء والملائكة، و من صلى على غيرهما لا على جهة التبعية، فهو غال من الشيعة التي سُمّيت بالروافض، انتهىٰ. و مفهومه أن حكم السلام ليس كذلك، و لعل وجهه أن السلام تحية أهل الإسلام، و لا فرق بين "السلام عليه" و "عليه السلام" إلا أن قوله: عليٌّ عليه السلام من

---

(۱) (أصول الشاشي، ص:۵، قديمي)

(۲) "لفظ سلام کا غیر انبیاء کی شان میں کہہ سکتے ہیں، اس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی کتب قدیمہ حدیث میں علی النصوص ابوداؤد، صحیح بخاری میں حضرت علیؓ وحضرات حسنینؓ، وحضرت فاطمہؓ وحضرت خدیجہؓ وحضرت عباسؓ کے ذکر کے ساتھ لفظ علیہ السلام کا مذکور ہے"۔ (فتاویٰ عزیزی، باب الخلافت، عنوان: بارہ امام پر بالاستقلال درود کا فیصلہ، ص: ۲۳۵، سعید)

شعار أهل البدعة، فلا يستحسن فى مقام المرام، اهـ"(۱)۔

پس اگر کسی جگہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مثلاً "علیہ السلام" کہنا روافض کا شعار ہو کہ وہ معصوم مان کر ایسا کہتے ہوں تو اس شعار سے بچنے کے لئے دیگر اکابر حضرات ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت خدیجۃ الکبری، حضرت فاطمۃ الزہراء- رضی اللہ تعالیٰ عنہم و جمیع الصحابۃ- کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ اس لفظ کا استعمال کرلیا جائے، یا پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے ساتھ بھی نہ استعمال کیا جائے جس سے کہ اہلِ باطل کے شعار سے تحفظ ہو جائے (۲)۔

احقر کے خیال میں یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں کہ اس کو محاذ بنا کر منظرِ کربلا پیش کر دیا جائے۔ طرفین کے دلائل فراہم کرنے سے کچھ ایسا ہی اندازہ ہوتا ہے۔ اللہ پاک ہر فتنہ سے محفوظ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۹۰ھ۔

"علیہ السلام" اور لفظ "امام" کا استعمال

سوال[۹۱۹۳]: زید کہتا ہے کہ حدیث پاک: "من تشبه بقوم فهو منهم" (۳) کی روشنی میں ہم اہل السنۃ والجماعت کو ہر اس چیز سے بچنا چاہئے جو کسی قوم کا خاصہ اور شعار ہو، مثلاً: رافضیوں کا شعار ہے کہ وہ حضرات حسنین کے لئے "علیہ السلام" کہتے ہیں اور جب اپنے بچوں کے نام رکھتے ہیں تو حیدر علی، امام علی،

---

(۱) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱٦٦، ۱٦۷، قديمی)

(۲) "قلت: و قد غلب هذا في عبارة كثير من النساخ للكتب أن ينفرد علي رضى الله تعالىٰ عنه بأن يقال: "عليه السلام" من دون سائر الصحابة، أو "كرم الله وجهه". و هذا وإن كان معناه صحيحاً، لكن ينبغي أن يسوّي بين الصحابة في ذلک، فإن هذا من باب التعظيم والتكريم، فالشيخان وأمير المؤمنين عثمان أولى بذلک منه رضى الله تعالىٰ عنهم أجمعين". (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب : ٥٦): ۳/٦۸۲، دار الفيحاء دمشق)

"والظاهر أن العلة فى منع السلام ما قاله النووي في علة منع الصلاة: إن ذلک شعار أهل البدع". (ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى : ٦/۷٥۳، سعيد)

(۳) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانى، ص: ۳۷٥، قديمی)

حسن علی، حسین علی، جواد علی، باقر حسین، کاظم رضا، وغیرہ وغیرہ جیسے نام رکھتے ہیں(۱) اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جب اس قوم کا کوئی نام آتا ہے اور اس شخص کے بارے میں یہ نہ معلوم ہو کہ وہ سنی ہے یا شیعی تو فوراً اس طرف ذہن جاتا ہے کہ ہو نہ ہو، شیعہ ہو۔ کیونکہ روافض ان ناموں کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں رکھتے۔

بکر کہتا ہے کہ اچھے کاموں میں بُروں کی مشابہت بُری نہیں جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاوی عزیزی میں فرمایا ہے۔ اگر تشبہ برفض ہوتا تو علمائے اہل سنت و جماعت نے نہ تو یہ نام رکھے ہوتے اور نہ اپنی کتابوں میں کثرت سے ہر زمانہ میں "علیہ السلام" حضرات حسنین کے لئے استعمال کیا ہوتا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید و بکر میں حق پر کون ہے، ان حضرات کے لئے لفظ: "إمام" اور "علیہ السلام" کہنا اور اسمائے مذکورین کا نام رکھنا تشبہ برفض ہے یا نہیں، کوئی گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

شرح فقہ اکبر، ص: ۲۰۴، ملا علی قاری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ "علیہ السلام" لکھنے کو شعارِ شیعہ و اہل بدعت فرمایا ہے، اس لئے وہ منع فرماتے ہیں (۲)۔ صحابہ کے ساتھ "ترضی" اہل سنت

---

(۱) "وعنه: أی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم" أی من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم والخیر". (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷): ۱۵۵/۸، رشیدیه)

(۲) "أن قوله: عليّ علیه السلام من شعار أهل البدعة، فلا یستحسن فی مقام المرام". (شرح الفقه الأکبر للملاعلي القاری، ص: ۱۶۷، قدیمی)

"وأما السلام، فنقل اللقانی فی شرح جوهرة التوحید عن الإمام الجوینی أنه فی معنی الصلاة، فلا یستعمل فی الغائب و لا یفرد به غیر الأنبیاء، فلا یقال: عليّ علیه السلام ...... والظاهر أن العلة فی منع السلام ما قاله النووي فی علة منع الصلاة: إن ذلک شعار أهل البدع". (رد المحتار، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی: ۷۵۳/۶، سعید)

والجماعت کا شعار ہے (۱)، فتاوی عزیزی میں اس کی بھی اجازت ہے (۲)۔ ابوداؤدشریف اور بخاری شریف کی اسانید میں ان کے اور چند ناموں کے ساتھ "علیہ السلام" کا لفظ موجود ہے (۳)۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کسی جگہ مخصوص شعار ہو روافض کا، مگر عالمگیر شعار نہ ہو، لہٰذا جہاں شعار ہو وہاں بچنا چاہیئے، جہاں نہ ہو وہاں گنجائش دی جائے (۴)۔ یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں کہ مستقل موضوع بحث بنایا جائے۔

جس نام کے معنی فی نفسہ صحیح ہوں مگر کسی علاقہ میں وہ نام غیروں کا شعار بن گیا تو اس سے احتراز چاہیئے، الا یہ کہ وہ منصوص ومأثور ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

"علیہ السلام" وترضی وترحم

سوال [۹۱۹۴]: دورِ نبوت وصحابہ وتابعین میں حضرات انبیائے کرام کے لئے "علیہ السلام" اور صحابہ کرام کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ"، تابعین کے لئے "رحمہ اللہ تعالیٰ" جیسے آج کل بولا جاتا ہے، بولا جاتا تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم نے صحابہ کرام کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہم" کا لفظ استعمال کیا ہے (۵)، بعض

---

(۱) "(ویستحب الترضی للصحابة) وكذا من اختُلف فی نبوته كذی القرنين و لقمان". (الدر المختار، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتی: ۶/۷۵۴، سعيد)

(۲) "لفظ سلام کا غیر انبیاء کی شان میں کہہ سکتے ہیں، اس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی کتب قدیمہ حدیث میں علی النصوص ابوداؤد، صحیح بخاری میں حضرت علیؓ وحضرات حسنینؓ، وحضرت فاطمہؓ وحضرت خدیجہؓ وحضرت عباسؓ کے ذکر کے ساتھ لفظ علیہ السلام کا مذکور ہے"۔ (فتاوی عزیزی (اردو)، ص: ۲۳۵، باب الخلافة، سعيد)

(۳) فی نسخةٍ علی هامش صحيح البخاری: "قال: علیٌّ عليه السلام". (صحيح البخاری، كتاب التفسير، (سورة الزاريات): ۲/۷۱۹، (رقم الحديث: ۲)، قديمی)

(وسنن أبی داؤد، كتاب الصلوة، باب فی الرجل يصلی عاقصاً شعره: ۱/۱۰۲، إمداديه)

(۴) "أقول: و كراهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا أيضاً، لكن لا مطلقاً، بل فی المذموم و فيما قصد به التشبه بهم". (رد المحتار، كتاب الخنثی، مسائل شتی: ۶/۷۵۳، سعيد)

(۵) قال الله تعالیٰ: ﴿جزاؤهم عند ربهم جنات عدن تجری من تحتها الأنهار خالدين فيها أبداً، رضي الله =

صحابہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ان کے وفات (شہادت) پر یہ لفظ ارشاد فرمایا ہے(۱) اور صحابہ وتابعین کے زمانہ میں ذرا زیادہ یہ لفظ مستعمل ہوا، پھر عام ہوگیا۔

انبیاء علیہم السلام کے لئے لفظ "علیه السلام" دورِ نبوی ہی میں زیادہ مستعمل تھا، صحابہ کرام بھی استعمال فرماتے تھے اور بعد کے حضرات بھی۔ تابعین کے لئے لفظ "رحمہ اللہ تعالیٰ" دور صحابہ میں بہت کم تھا، بعد میں زیادہ ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= عنهم و رضوا عنه، ذلك لمن خشي ربه﴾. (البينة:۸)

(۱) "حضرت وہب ابن قابوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہیں جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور اپنے گھر کسی گاؤں میں رہتے تھے، بکریاں چراتے تھے۔ اپنے بھتیجے کے ساتھ ایک رسی میں بکریاں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے، پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاں تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ احد کی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں، بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ اتنے میں ایک جماعت کفار کی حملہ کرتی ہوئی آئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو ان کو منتشر کردے وہ جنت میں میرا ساتھی ہے"۔ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے تلوار چلانی شروع کی اور سب کو ہٹا دیا۔ دوسری مرتبہ یہی صورت پیش آئی، تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی خوش خبری دی۔ اس کا سننا تھا کہ تلوار لے کر کفار کے جمگھٹے میں گھس گئے اور شہید ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے وہب جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی کسی لڑائی میں نہیں دیکھی، اور شہید ہونے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ وہب کے سرہانے کھڑے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ: "اللہ تم سے راضی ہو، میں تم سے راضی ہوں"۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے دفن فرمایا، باوجودیکہ اس لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی زخمی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے کسی کے عمل پر بھی اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہب کے عمل پر آیا، میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ کے یہاں ان جیسا اعمال نامہ لے کر پہنچوں۔ ان پر رشک اس خاص کارنامہ کی وجہ سے ہے کہ جان کو جان نہیں سمجھا، ورنہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرات اس سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں"۔ (فضائل اعمال، حکایات صحابہ، باب ہفتم، حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احد میں شہادت، ص: ۷۸، ۷۹، کتب خانہ فیضی لاہور)

ایضاً

حضرت صدر مفتی صاحب دار العلوم دیوبند!　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سوال[۹۱۹۵]: سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "علیہ السلام" کہنا، اس کے جواز کا فتویٰ دار العلوم سے صادر ہونا سخت حیرانی کا باعث ہے۔ غالباً کسی نومشق طالب علم نے فتوی کی ترتیب دی اور آپ حضرات نے بلا تعمق کے تصدیق فرما کر اہل سنت وجماعت کے کاز کو نقصان پہنچایا۔

قرآن کریم کا طریقہ یہ ہے کہ اس نے انبیاء کے اسماء کے ساتھ "سلام" (۱) اور ذکرِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ "ترضی" کا استعمال کیا ہے (۲)۔ اہل بدعات اور روافض سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصیت سے "علیہ السلام" کہتے ہیں، ان کا عقیدہ عصمتِ اثناعشریہ سے بھی متعلق ہے۔

فقہاء اور مفسرین کی چند عبارتیں ملاحظہ فرما کر فتویٰ صادر فرمائیں:

شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے حجتِ شرعیہ بن سکتی تھی اگر دیگر فقہائے مجتہدین کی عبارات ان کا ساتھ دیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عرض خدمت ہے کہ خود فتاویٰ عزیزی کے قدیم نسخہ میں جو بنارس کے مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے کتب خانہ میں دیکھا گیا جس میں تفصیل سے دس صفحات پر پھیلا کر جواز وعدمِ جواز ہر دو طرح کے دلائل قلمبند فرما کر کے اخیر میں اپنا قولِ فیصل یوں فرماتے ہیں:

۱...... **"پس واضح دلائل مثلِ آفتابِ نیمروز گردید کہ صلوۃ چہ بلکہ سلام هم بالاستقلال بر غیرِ انبیاء جائز نیست، وآنچہ اسناد و شهود بر جوازِ سلام آوردند نمونۂ اینست قابلِ تمسک نیستند،** لاحتمال الوجوه الأخر فيها۔ **وشاهد نص فى المطلوب بايد بہ محتمل الوجوه، كما سبق. پس اثباتِ دعویٰ بآنها نتوان كرد غور بايد كرد و انصاف بايد داد، ورجال را بحق بايد شناخت نہ حق را بر جال". فتاوی عزيزی**

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿سلام على نوح في العالمين﴾ (سورة الصافات: ۷۹)

و قال الله تعالىٰ ﴿سلام على إل ياسين﴾. (سورة الصافات: ۱۳۰)

و قال الله تعالىٰ: ﴿سلام على إبراهيم﴾. (سورة الصافات: ۱۰۹)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿رضى الله عنهم و رضوا عنه﴾ (سورة البينة: ۸)

مخطوطه، ص: ۳۳۰، ۳۳۱ (۱).

۲......تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

"أما إذا أفرد غيره من اهل البيت بالصلوة، فمكروه، وهو من شعار الروافض. و فى الإكليل فى توضيح الصلوة والسلام ناقلاً عن الإمام الجوينى: إنه فى معنى الصلوة، فلا يستعمل فى الغائب و لا يفرد به غير الأنبياء، فلا يقال: علىّ عليه السلام. وبعد السطرين: قد بين علة المنع بحيث قال: والظاهر أن العلة فى منع السلام ما قاله النووى فى علة منع الصلوة: إن ذلك شعائر أهل البدع، ثم استشهد من شفاء القاضى عياض تركتها اختصاراً"(۲)۔

۳......قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر مظہری میں بڑی وضاحت سے فرمایا ہے:

"لكن أهل الشرع من المحدثين والفقهاء اصطلحوا على اختصاص لفظ "الصلوة" بالأنبياء أو بنبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلا تبعاً. و بناءً على هذا الاصطلاح قال مالك رحمه الله تعالىٰ: أكره الصلوة على غير الأنبياء. قال عياض رحمه الله تعالىٰ: هذا قول مالك و سفيان، وهو قول المتكلمين والفقهاء، قالوا: يُذكر غير الأنبياء بالرضىٰ و الغفران والرحمة".

"الصلوة على غير الأنبياء فلم يكن من المعروف، وإنما أحدثت فى دولة بنى هاشم يعنى الخلفاء العباسية". ملخصاً۔

یہ تفسیر پارہ نمبر:۱۱، آیت: ﴿وصل عليهم﴾ الخ کے تحت منقول ہے(۳)۔

۴......روح المعانی، پ نمبر ۱۱: ﴿وصل عليهم﴾ کے تحت مفصل وضاحت مذکور ہے:

"فلا يقال: علىٌّ عليه السلام، بل يقال: رضى الله تعالىٰ عنه. والظاهر أن العلة فى منع السلام ما قاله النووى فى علة منع الصلوة من أن ذلك شعار أهل البدع، وأنه مخصوص فى لسان السلف بالأنبياء والملائكة عليهم السلام"(٤)۔

---

(۱) (فتاویٰ عزیزی (اردو)، ص: ۲۳۷، باب الخلافة، سعید)

(۲) (مدارک التنزیل، (سورة الأحزاب) : ۲/ ۳۵۴، قدیمی)

(۳) (التفسیر المظهری، (سورة التوبة : ۱۰۳)، ۴/ ۲۹۲، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(۴) (روح المعانی : ۲۲/ ۸۶، تحت قوله تعالیٰ: ﴿صلوا علیه﴾ (سورة الأحزاب : ۵۶)، دارإحیاء بیروت)

۵...... "شفاء" قاضی عیاض حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ میں سلام کی بحث میں بڑی صاف عبارت مل جائے گی۔ دیکھ لیں (۱)۔

---

(۱) قال القاضي رحمه الله: "عامة أهل العلم متفقون على جواز الصلوة على غير النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وروى عن ابن عباس: "أنه لاتجوز الصلوة على غير النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". وروى عنه: لاتنبغي الصلوة على أحد إلا النبيين. وقال سفيان: يكره أن يصلى إلا على نبي. ووجدت بخط بعض شيوخي: مذهب مالک أنه لايجوز أن يصلى على أحد من الأنبياء سوى محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وهذا غير معروف من مذهبه، وقد قال مالک في المبسوط ليحيى بن إسحاق أكره الصلوة على غير الأنبياء، وماينبغي لنا أن نتعدى ما أمرنا به. قال يحيى بن يحيى: لست آخذ بقوله، ولا بأس بالصلوة على الأنبياء كلهم وعلى غيرهم، واحتج بحديث ابن عمر وبما جاء في حديث تعليم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الصلوة عليه، وفيه: "وعلى أزواجه وعلى آله".

وقد وجدت معلقاً عن أبي عمران الفاسي: روى عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما كراهة الصلوة على غير النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قال: وبه نقول، ولم يكن يستعمل فيما مضى. وقد روى عبدالرزاق عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صلوا على أنبياء الله ورسله، فإن الله بعثهم كما بعثني". قالوا: والأسانيد عن ابن عباس لينة.

والصلوة في لسان العرب بمعنى الترحم والدعاء، وذلک على الإطلاق حتى يمنع منه حديث صحيح أو إجماع، وقد قال تعالى: ﴿هو الذى يصلى عليكم وملكته﴾ [الأحزاب: ۴۳] الآية. وقال: ﴿خذ من أمولهم صدقةً تطهرهم وتزكيهم بها، وصل عليهم﴾ [التوبة: ۱۰۳]، الآية. وقال: ﴿أولئک عليهم صلوت من ربهم ورحمة﴾ [البقرة: ۱۵۷].

وقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "اللهم صل على أل أبي أوفى". وكان إذا أتاه قوم بصدقتهم قال: "اللّٰهم صلى على آل فلان". وفي حديث الصلوة: "اللّٰهم صلى على محمد وعلى أزواجه وذريته". وفي آخر: "وعلى آل محمد". قيل: أتباعه وقيل: أمته، وقيل: آل بيته، وقيل: الأتباع والرهط والعشيرة، وقيل: آل الرجل ولده، وقيل: قومه، وقيل: أهله الذين حرمت عليهم الصدقة.

وفي رواية أنس سئل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من آل محمدٍ؟ قال: "كل تقي". ويجى على مذهب الحسن أن المراد بآل محمدٍ محمد نفسه، فإنه كان يقول في صلاته على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "اللهم اجعل صلواتک وبركاتک على آل محمدٍ". يريد نفسه؛ لأنه كان لايخل =

....

= بالفرض ويأتي بالنفل؛ لأن الفرض الذى أمر الله تعالىٰ به هو الصلوة على محمد نفسه، وهذا مثل قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "لقد أوتي مزماراً من مزامير آل داؤد". يريد من مزامير داؤد.

وفي حديث أبي حميد الساعدى في الصلوة: اللّهم صل على محمد وأزواجه وذريته". وفي حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما أنه كان يصلى على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وعلى أبى بكر وعمر". ذكره مالک في المؤطا من رواية يحيى الأندلسى. والصحيح من رواية غيره ويدعو لأبى بكر وعمر. وروى ابن وهب عن أنس بن مالک رضى الله تعالىٰ عنه: كنا ندعو لأصحابنا بالغيب، فنقول: اللّهم اجعل منک على فلان صلوات، ثم الأبرار الذين يقومون بالليل ويصومون بالنهار. قال القاضى: والذى ذهب إليه المحققون وأميل إليه ما قاله مالک وسفيان رحمهما الله.

وروى عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنه واختاره غير واحدٍ من الفقهاء والمتكلمين أنه لايصلى على غير الأنبياء عند ذكرهم بل هو شئ يختص به الأنبياء توقيراً وتعريزاً كما يخص الله تعالىٰ عند ذكره بالتنزيه والتقديس والتعظيم، ولا يشاركه فيه غيره، كذلک يجب تخصيص النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وسائر الأنبياء بالصلوة والتسليم ولا يشاركه فيه سواهم، كما أمر الله بقوله: ﴿صلوا عليه وسلموا تسليماً﴾ [الأحزاب: ٥٦]. ويذكر من سواهم من الأئمة وغيرهم بالغفران والرضى كما قال تعالىٰ: ﴿يقولون ربنا اغفرلنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان﴾ [الحشر: ١٠]، وقال : ﴿والذين تبعوهم بإحسان رضى الله تعالىٰ عنهم﴾ [التوبة: ١٠٠].

أيضاً فهو أمرٌ لم يكن معروفاً في الصدر الأول كما قال أبو عمران، وإنما أحدثه الرافضة والمتشيعة في بعض الأئمة، فشاركوهم عند الذكر لهم بالصلوة وساووهم بالنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في ذلک. وأيضاً فإن التشبه بأهل البدع منهى عنه، فتجب مخالفتهم فيما التزموه من ذلک، وذكر الصلوة على الآل والأزواج مع النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بحكم التتبع والإضافة إليه لا على التخصيص. قالوا: وصلاة النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على من صلى عليه مجراها مجرى الدعاء، والمواجهة ليس فيها معنى التعظيم والتوقير. قالوا: وقد قال تعالىٰ: ﴿لاتجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضاً﴾ [النور: ٦٣]. فكذلک يجب أن يكون الدعاء له مخالفاً لدعاءِ الناس بعضهم لبعض، وهذا اختيار الإمام أبى المظفر الإسفرائينى من شيوخنا، وبه قال أبو عمر بن عبدالبر". (كتاب الشفاء للقاضى عياض، الباب الرابع في حكم الصلوة عليه والسلام، الفصل الثامن في الاختلاف في =

۶......"نسیم الریاض شرح شفاء" قاضی عیاض میں وضاحت بھی خوب قابلِ دید ہے(۱)۔

۷......شرح فقہ اکبر میں ہے:

"قوله: عليٌّ عليه السلام من شعار أهل البدع، فلا يستحق في مقام المرام، تفسير أبي السعود" (۲)۔

۸......تفسیر کبیر میں ہے:

"إن أصحابنا يمنعون من ذكر صلوات الله عليه وعليه الصلوة والسلام إلا في حق الرسول"(۳)۔

۹......اصول الشاشی کا حوالہ بھی دیتے ہیں: "والسلام على أبي حنيفة" تو وہ جذبۂ عقیدت میں

= الصلوة على غير النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلّم، ص: ۴۴۱، ۴۴۳، دارالفكر بيروت)

(۱) "الواقع بين العلماء في الصلوة على غير الأنبياء صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أي في جواز الصلوة على غيره من المؤمنين غير الأنبياء كالصحابة ونحوهم، وسائر الأنبياء: أي بقيتهم غيره كإبراهيم وموسى ونحوهما. وسائر بمعنى "باقي" كما تقدم. والخلاف في جواز الصلوة على من ذكر استقلالاً لابطريق التبعية له، كالصلوة على اله وأزواجه. قال القاضي عياض المؤلف وفقه الله: "عامة أهل العلم": أي جميعهم متفقون على جواز الصلوة على غير النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الأنبياء والملائكة والمؤمنين، ودعواه الاتفاق مطلقاً ليست بمسلمة. وقد قال النووي رحمه الله تعالىٰ في الأذكار: أجمعوا على طلب الصلوة على نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وكذلك أجمع من يعتد به على استحبابها على سائر الأنبياء والملائكة استقلالاً، وأما غيرهم ابتداء، فالجمهور على أنه لايصلى عليهم، واختلف في هذا المنع، فقال بعض أصحابنا: إنه حرام، والأكثر على أنه مكروه، كراهة تنزيه. وذهب كثير إلى أنه خلاف الأولىٰ، وليس مكروهاً، والصحيح الذي عليه الأكثر كراهة تنزيه؛ لأنه شعار أهل البدع. انتهى". (نسيم الرياض في شرح الشفاء، الباب الرابع من القسم الثاني في حكم الصلوة عليه والتسليم لديه، فصل في الاختلاف في الصلوة على غير النبي: ۵۰۴/۳، المكتبة السلفية المدينة المنورة)

(۲) (شرح الفقه الأكبر للقاري، ص: ۱۶۷، قديمي)

(۳) (التفسير الكبير، (سورة التوبة: ۱۰۳): ۱۸۰/۱۶، مكتب الإعلام الإسلامي)

لکھ گئے ہیں (۱)۔

۱۰......وہیں پر حاشیہ بھی دیکھ لیا جائے، جمہور عدمِ جواز کی طرف گئے ہیں (۲)۔

۱۱......"أما الصلوة على غير الأنبياء عليهم الصلوة والسلام، فيجوز تبعاً، و تكره استقلالاً؛ لأنه في العرف شعار ذكر الرسل، و لذلك كره أن يقال: محمد عزوجل مع كونه عزيزاً جليلاً" (۳)۔

غنية المستملي (المعروف بالكبيري) میں ہے:

"فلا يقال: فلان عليه السلام، فالواجب الاتباع واجتناب الابتداع" (٤)۔

۱۲......تفسیر کشاف میں ہے:

"لأنه يؤدي إلى الاتباع بالروافض". ٢٤٦/٣ (٥)۔

۱۳......طیبی کے حوالہ سے مشکوۃ کے حاشیہ پر ہے:

---

(۱) (أصول الشاشي، ص: ۵، قديمي)

(۲) "قوله: على أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ. ذكره لبراعته الاستهلال، وأردفه بالصحابة إشارةً إلى أنه من التابعين، وهو الأشبه بالصواب، لما لم يختلفوا في رؤيته أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه. وإنما خص أبا حنيفة رحمه الله تعالىٰ بالدعاء بالسلامة ليعلم أن المصنف رحمه الله تعالىٰ حنفي المذهب". (حاشية أصول الشاشي، المصدر السابق، (رقم الحاشية: ۸)، قديمي)

(۳) لم أجد هذه العبارة بلفظها، وقد ذكر النووي المسألة بهذا اللفظ: "ولا يصلى على غير الأنبياء استقلالاً .... ولكن يصلى عليهم تبعاً، فيقال تبعاً: اللهم صلى على محمد وآل محمد وأصحابه وأزواجه وذريته .... لم ينقل (السلف) استعمالهم ذلك، بل خصوا به الأنبياء كما خصوا الله تعالىٰ بالتقديس والتسبيح، فيقال .... قال عزوجل .... ولايقال: قال النبي عزوجل وإن كان عزيزاً جليلاً". (حاشية النووي على صحيح الإمام مسلم، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد التشهد: ۱۷۶/۱، قديمي)

(۴) (الحلبي الكبير للشيخ إبراهيم الحلبي الحنفي، ص: ۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۵) (الكشاف، (سورة الأحزاب: ۵٦): ۵۵۸/۳، دار الكتب العربي بيروت)

"فالجمهور على عدم الجواز ابتداءً، وقيل: إنه حرام، و قيل: إنه مكروه، وقيل: هو ترك الأولىٰ، والصحيح أنه مكروه كراهة تنزيه، واتفقوا على جواز جعل غير الأنبياء تبعاً لهم في الصلوة"(۱)۔

۱۴......خود جماعت دیوبند کے سرخیل حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ''ردالسلسلہ'' میں فرماتے ہیں: ''بجز حضرات انبیاء، ملائکہ علی نبینا وعلیہم السلام کے کسی اَور پر استقلالاً درود شریف وسلام نہ پڑھے، البتہ تبعاً مضائقہ نہیں''۔ص:۹(۲)۔

۱۵......صلاۃ علی النبی کی فصل اَشعۃ اللمعات:۱/۴۰۵، نکال کر دیکھ لیا جائے، جمہور کا مختار مذہب یہ لکھا ہے کہ:

"مخصوص است بانبیاء، ومشارکت نیست بایشان جزءِ ایشان را درآن، الخ"(۳).

۱۶......درمختار میں ابن عابدین کہتے ہیں:"لا يصلى على غير الأنبياء و على غير الملائكة إلا بطريق التبع". پھر انہوں نے بھی شفاء کی عبارت مذکور نقل کی ہے، ۵/۴۹۷(۴)۔

اخیر میں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دارالعلوم جیسے علمی فقہی اور بین الاقوامی شہرت یافتہ جگہ سے اس قدر غیر ذمہ دارانہ شرعی تحریر صادر ہو، امید کہ نظر ثانی کے بعد جواب ارسال فرمائیں گے۔تمام فتوے مختلف مقامات سے آچکے ہیں، کتابت جاری ہے،عنقریب شائع کرانا ہے۔

فتوے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے، ہونا تو یہی چاہئے کہ فرصت نہ بھی ہو، تو اس کے لئے فرصت نکال لیجئے، ہم دارالعلوم جیسی دینی درسگاہ سے بھی توقع باندھے منتظر ہیں، امید کہ فوراً فرصت نکال کر جواب عنایت

(۱) (حاشية مشكوة المصابيح، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و فضلها، ص: ۸۷، (رقم الحاشية : ۱)، قديمي)

(۲) لم أظفر عليه

(۳) (أشعة اللمعات، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و فضلها : ۱/۴۰۴، مكتبه نوريه رضويه سكهر)

(۴) (الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى : ۶/۷۵۳، سعيد)

فرمائیں گے۔اس میں اہل بدعت اور اہل سنت کے مابین اس نوع کا معرکۃ الآراء عقیدہ گرم ہے، اہلِ بدعت ایسے ہیں جو صحابہ کی ایک جماعت پر لعن وطعن کرتے ہیں وہ مجوزینِ "علیہ السلام" بہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، ورنہ دیوبندی و بریلی کے مختلف اداروں سے جوابات موصول ہو چکے ہیں، سب نے منع تجویز فرمائے فقط۔والسلام۔

حیدر علی، کتب خانہ مہدوی، مظہر العلوم بنارس۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......سلام ایک تحیہ اور دعاء ہے، زندوں کے لئے بھی، مُردوں کے لئے بھی۔ملاقات کے وقت اس کی تعلیم دی گئی ہے(۱) "السلام علیکم، و علیکم السلام"(۲)،اس کے ساتھ "و رحمة الله"اور "وبرکاته" بھی ثابت ہے(۳)۔

---

(۱) "عن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :" إن أولى الناس بالله من يبدأ بالسلام". رواه أحمد و أبوداود والترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثاني، ص: ۳۹۸، قديمي)

(۲) "والأفضل للمسلم أن يقول : السلام عليكم ورحمة الله و بركاته، والمجيب كذلك يرد". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام : ۳۲۵/۵، رشيديه)

(۳) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه أن رجلاً جاء إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: السلام عليكم، فرد عليه، ثم جلس، فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "عشر". ثم جاء آخر، فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه، فجلس: فقال: "عشرون". ثم جاء آخر، فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه، فجلس، فقال: "ثلاثون". رواه الترمذي وأبوداؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثاني، ص: ۳۹۸، قديمي)

(وكذا في سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب كيف السلام: ۲/۷۰۶، دارالحديث ملتان)

وقال العلامة النووي رحمه الله تعالىٰ: "والأفضل أن يقول: السلام عليكم ليتناوله وملكيه، وأكمل منه أن يزيد: ورحمة الله، وأيضاً وبركاته .... وأما صفة الرد، فالأفضل والأكمل أن يقول: وعليكم السلام ورحمة الله وبركاتهم". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب السلام، باب ليسلم الراكب على الماشي: ۲/۲۱۲، قديمي)

سلام کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ پہلے سے جان پہچان ہو تو سلام کیا جائے بلکہ: "وتقرئ السلام علی من عرفت و من لم تعرف، اھ". بخاری شریف(۱)۔

اس کو آپس کی محبت کا ذریعہ بتایا گیا ہے، اس لئے اس کے پھیلانے اور عام کرنے کا حکم ہے:

"أَوَلا أدلّكم علی شیء إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السلام بينكم، اھ". مسلم شریف"(۲)۔

صغیر، کبیر، قلیل، کثیر، راکب، ماشی، قاعد، سب کو ہی اس کی تلقین کی گئی ہے (۳)، حتی کہ ملائکہ کو آدم علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام کا سلام کرنا اور ان کا جواب دینا منقول ہے (۴)۔ الحاصل یہ کسی کا مخصوص و متعین حصہ نہیں، اس لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی مخصوص نہیں، نہ کسی معصوم کی تعیین و تخصیص ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، خود اہلِ بیت اطہار ہوں، یا خلفائے راشدین مہدیین ہوں، یا دیگر اکابر ہوں، کسی کے لئے اس کی مخالفت نہ قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث شریف میں، نہ اجماع سے ثابت، نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے۔

---

(۱) (صحيح البخاری، كتاب الاستيذان، باب السلام للمعرفة و غير المعرفة : ۹۲۱/۲، قديمی)

(۲) (الصحيح للإمام مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون، وأن محبة المؤمنين من الإيمان، وأن إفشاء السلام سبب لحصولها: ۵۴/۱، قديمی)

(۳) "عن أبي هريرة رضی الله تعالیٰ عنه، عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "يسلم الصغير علی الكبير، والمارّ علی القاعد، والقليل علی الكثير".

"وعنه رضی الله تعالیٰ عنه يقول : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "يسلم الراكب علی الماشی، والماشی علی القاعد، والقليل علی الكثير". (صحيح البخاری، كتاب الاستيذان، باب تسليم القليل علی الكثير، وبابٌ: يسلم الراكب علی الماشی : ۹۲۱/۲، قديمی)

(۴) "عن أبي هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "خلق الله آدم علی صورته .... فلما خلقه قال: اذهَبْ فسلِّم علی أولئک النفر وهو نفر من الملائكة جلوس فَاستمِع ما يُحيُّونَکَ فإنها تَحِيَّتُکَ وتحيّة ذريتک، فذهب فقال: السلام عليكم، فقالوا: السلام عليک ورحمة الله .... اھ". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الأول: ۳۹۷/۱، قديمی)

کسی وقت یا کسی مقام میں اگر یہ لفظ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عرفاً مخصوص ہو کر شعارِ روافض ہو گیا ہے تو اس کی شعاریت کو ختم کر دینے کی ضرورت ہے، اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ حضرات خلفائے اربعہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و دیگر ازواجِ مطہرات کے لئے بھی اس کو استعمال کیا جائے (۱)۔

روافض کا عقیدہ ان سب کے حق میں معصومیت کا نہیں، بلکہ بعض کے حق میں تو نہایت قبیح عقیدہ رکھتے ہیں۔ بس یہ بات ختم ہو جائے گی کہ یہ لفظ معصوم کے لئے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی نہ اختیار کیا جائے، اس سے بھی بظاہر نفسِ شعاریت باقی نہ رہے گی (۲)، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عوام کے ذہنوں میں یہ بات ضرور مستقر ہو جائے گی کہ یہ لفظ معصوم کے لئے مستعمل ہوتا ہے غیر معصوم کے لئے نہیں۔

بس جن اکابر محدثین: امام بخاری و امام ابوداؤد وغیرہ کے کلام میں یہ لفظ غیر نبی کے لئے استعمال ہوا ہے ان کے متعلق یہ خیال قائم ہوگا کہ وہ بھی ان کو معصوم مانتے تھے اور ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو شیعوں کا عقیدہ ہے اور اس عقیدہ میں وہ اکابر اور شیعہ متحد ہیں، یا شیعوں کا عقیدہ ان سے ماخوذ ہے، یا نعوذ باللہ وہ بھی شیعہ تھے، اس لئے اس خرابی کے پیشِ نظر غور کر لیا جائے کہ شعاریت کو ختم کرنے کی کونسی صورت اَہون ہے۔

آپ نے جو عبارات منسلکہ پرچہ میں نقل کی ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کے علاوہ بقیہ اکثر عبارات پہلے بھی دیکھی ہوئی ہیں، اب مکرر بھی مراجعت کی، ان میں سے بیشتر عبارات تو لفظ "صلوۃ" سے متعلق ہیں "سلام" کے متعلق نہیں۔ اور بعض عبارات احناف کی نہیں، غیر احناف کی ہیں جن کو حنفیہ

---

(۱) "قلت: و قد غلب في هذا في عبارة كثير من النساخ للكتب أن يفرد علي رضي الله تعالىٰ عنه بأن يقال: "عليه السلام" من دون سائر الصحابة أو "كرم الله وجهه". وهذا وإن كان معناه صحيحاً، لكن ينبغي أن يسوّى بين الصحابة في ذلك، فإن هذا من باب التعظيم والتكريم، فالشيخان وأمير المومنين عثمان أولى بذلك منه رضي الله عنه، ورضي عنهم أجمعين". (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب: ۵۶)، ۳/۵۱۶، ۵۱۷، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "لا يصلي على غير الأنبياء و على غير الملائكة .... اهـ". (الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۳، سعيد)

پر حجت قرار دینا مشکل ہے۔

۱......حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہر دو عبارت متعارض ہیں۔

۲......مدارک کی عبارت منقولہ میں ''الصلوۃ'' کو اہل بیت کے لئے مکروہ لکھا ہے ''السلام'' کا اس میں ذکر نہیں۔ اس کے حاشیہ اکلیل میں ''السلام'' کا مکروہ ہونا، امام جوینی رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے، نیز قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کا حوالہ دیا ہے۔

یہ ہر سہ حضرات حنفی نہیں، ان کے منع کا مدار بھی شعاریت ہے جس کا حل اوپر بیان کر دیا گیا، جیسے: لفظ ''امام'' شیعوں کے نزدیک معصوم کے لئے مخصوص اور ان کا شعار ہے، مگر اہل سنت والجماعت نے اس لفظ کو دوازدہ حضرات کے لئے مخصوص نہیں رکھا، بلکہ اور بھی بہت سے حضرات پر اس کا اطلاق کیا، جیسے ائمۂ اربعہ، ائمۂ مجتہدین اور ائمۂ کلام وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اب یہ شبہ نہیں ہوتا کہ امام کے لئے معصوم ہونا ضروری ہے اس کی شعاریت ختم ہوگئی (۱)۔

۳......قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے وہ سب بحث لفظ ''الصلوۃ'' کے متعلق ہے، نہ کہ ''السلام'' کے متعلق (۲)۔

۴......روح المعانی میں لفظ ''علیّ علیہ السلام'' کو منع کیا ہے، احقر نے بھی گذشتہ فتوی میں بحوالۂ شرح فقہ اکبر میں یہ عبارت نقل کر دی تھی، اس کی دلیل قیاس ہے ''الصلوۃ'' پر علت وہی شعار ہے جس کا بیان اوپر آچکا ہے۔

---

(۱) ''أما إذا أفرد غيره من أهل البيت، فمكروه، و هو من شعار أهل البدع''. (تفسير مدارك: ۳۵۴/۲، قديمي)

(۲) ''لكن أهل الشرع من المحدثين والفقهاء اصطلحوا على اختصاص لفظ ''الصلاة'' بالأنبياء أو بنبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلا تبعاً. و بناءً على هذا الاصطلاح قال مالك رحمه الله تعالىٰ: أكره الصلاة على غير الأنبياء. وقال عياض: هذا قول مالك و سفيان، و هو قول المتكلمين و الفقهاء، قالوا: يذكر غير الأنبياء بالرضى والغفران والرحمة. وأما الصلاة على غير الأنبياء، فلم يكن من المعروف، و إنما أحدثت في دولة بني هاشم، يعني خلفاء العباسية''. (التفسير المظهرى: ۲۹۲/۴، حافظ كتب خانه كوئٹه)

۵......قاضی عیاض حنفی نہیں۔

۶......وہ بحث بھی دیکھ لی ہے۔

۷......اس کو خود یہاں کے فتوی میں نقل کیا گیا تھا جیسا کہ ابھی نمبر:۴ کے ذیل میں گذرا۔

۸......تفسیر کبیر کے مصنف حنفی نہیں، علاوہ ازیں اس میں ''الصلوۃ'' کا تذکرہ ہے ''السلام'' کا نہیں ہے۔

۹......اس میں بھی ''الصلاۃ'' سے بحث ہے ''السلام'' سے تعرض نہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جس قدر عقیدت ہے اور اس کی بنا پر ''السلام علی أبی حنیفة'' مصنف اصول الشاشی نے لکھدیا ہے تو کیا ان کو معصوم تصور کر کے لکھا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا حضرت امام سے بڑے صحابہ اس عقیدت کے مستحق نہیں، درحقیقت ایسا لکھ کر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے شعاریت پر ضرب لگادی اور بتادیا کہ یہ لفظ معصوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔

۱۰......میری کتاب میں اس پر کوئی حاشیہ ہی نہیں، بہتر ہوتا آپ وہ عبارت بھی نقل فرمادیتے، تاہم اگر جمہور احناف کا یہ مسلک ہے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے تو مجھے اصرار نہیں، رجوع کرلوں گا، مگر اب تک میری نظر سے یہ نہیں گزرا، بلکہ اہلِ ترجیح فقہاء سے اس کا راجح اور مختار ہونا بھی نہیں دیکھا۔

۱۱......کبیری میں اصالۃً تو ''الصلوۃ'' کو غیر انبیاء اور غیر ملائکہ پر استقلالاً مکروہ لکھا ہے اور اس کا اجماعی ہونا نقل کیا ہے اور روافض کا اختلاف نقل کیا ہے کہ وہ غیر انبیاء اور غیر ملائکہ پر بھی ''الصلوۃ'' کے قائل ہیں، پھر ''السلام'' کو اس پر قیاس کیا، اس کی علت وہی شعاریت ہے، جس کا حل بتادیا گیا (۱)۔

۱۲......اس کا حاصل بھی وہی تشبہ بالروافض سے احتراز ہے جس کی صورت اوپر لکھدی گئی۔

۱۳......اس عبارت نے مسئلہ کو بہت ہلکا کردیا: ''والصحیح أنه مکروہ کراهة تنزیه'' (۲) تو اس

---

(۱) ''و أما استقلالاً فتکره إلا علی الأنبیاء و الملائکة، علی ذلک إجماع السلف، خلافاً للروافض .... و کذلک ''علیه السلام'' لم یعهد فی لسان الشرع إلا تبعاً، فلا یقال: فلان علیه السلام .... اهـ''. (الحلبی الکبیر، ص:۳، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) (حاشیة مشکوة المصابیح، باب الصلاة علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و فضائلها، الفصل =

پر تشدد زیبا نہیں۔ کراہتِ تنزیہہ پر رسالہ لکھنے کی کیا ضرورت ہے اور پھر یہ عبارت بھی مجموعی صلوۃ وسلام کے متعلق ہے۔

۱۴......اس میں درود شریف والسلام کے مجموعہ کو استقلالاً انبیاء اور ملائکہ کے لئے مخصوص بتایا گیا ہے، نہ کہ "السلام" کو(۱)۔

۱۵......اشعۃ اللمعات سے جو عبارت آپ نے نقل کی ہے، وہ صلوۃ و سلام کے مجموعہ سے متعلق ہے نہ کہ سلامِ محض سے، چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے:

"اختلاف کردہ اند کہ آیا جائز است صلوۃ وسلام بر غیرِ انبیاء باستقلال یا نہ؟ ومختار نزدِ جمہور آنست کہ مخصوص است بانبیاء، ومشارکت نیست بایشاں جزِ ایشاں"۔

اس کے تقریباً ڈیڑھ سطر کے بعد ہی محض "السلام" کے متعلق یہ عبارت ہے:

"ومتعارف در متقدمین تسلیم بود بر اهلِ بیتِ رسول اللہ از ذریت وازواجِ مطهرات در کتبِ قدیمہ از مشایخِ اهل سنت و جماعت کتابتِ آن یافتہ می شود، و درمتأخرین ترکِ آن متعارف شدہ است. واللہ أعلم"(۲)۔

اب غور کیجئے کہ اہلِ سنت و جماعت کے متقدمینِ مشائخ پر کیا حکم لگایا جائے گا، اگر آپ کے مخالف فریق نے یہ عبارت بھی پیش کر دی تو آپ کا استدلال بہت کمزور و بے جان ہو کر رہ جائے گا۔

۱۶......درمختار علامہ علاء الدین حصکفی کی تصنیف ہے، ابن عابدین کی تصنیف نہیں، پھر جو عبارت آپ نے نقل کی ہے وہ "الصلوۃ" کے متعلق ہے "السلام" سے متعلق نہیں۔

= الأول، ص: ۸۷، (رقم الحاشیة: ۱)، قدیمی)

(۱) "و لا یصلی علی غیر الأنبیاء و لا غیر الملائکة إلا بطریق التبع". (الدر المختار، کتاب الخنثی، مسائل شتیٰ: ۶/۷۵۳، سعید)

(۲) (أشعة اللمعات شرح مشکوة (فارسی)، کتاب الصلوة، باب الصلاة، باب الصلوة علی النبی وفضلها: ۱/۴۰۵، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ مالکی کی جو تصنیف علامہ ابن عابدین نے نقل کی ہے، وہ بھی مجموعۂ صلوۃ وسلام سے متعلق ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

" وقال القاضی عیاض رحمه الله تعالیٰ: الذی ذهب إلیه المحققون، وأمیل إلیه ما قاله مالك و سفیان، واختاره غیر واحد من الفقهاء والمتكلمین أنه یجب تخصیص النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وسائر الأنبیاء بالصلوة والتسلیم، الخ"(۱)۔

علامہ شامی کی اپنی رائے بھی ملاحظہ فرمالی جائے،"وهو هذا:

"أقول: و كراهة تشبه بأهل البدع مقررة عندنا أیضاً، لكن لا مطلقاً، بل فی المذموم وفیما یقصد به التشبه بهم، اهـ "(۲)۔

اس نے تو استدلال کی بنیاد کو بالکل ہی متزلزل کر دیا۔

احقر ان تمام عبارات کو مکرر دیکھنے کے بعد بھی اپنی رائے میں تغیر وترمیم کی ضرورت نہیں سمجھتا، ورنہ بلا جھجک رجوع کر لیتا اور قطعاً ناجائز لکھ دیتا۔

احقر کی درخواست اب بھی وہی ہے (جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہے) کہ اس مسئلہ کو موضوعِ بحث نہ بنایا جائے، یہ ایک مستقل فتنہ ہے جس میں اَور وکالت نہیں کر سکیں گے، بلکہ استدلال کی حیثیت (کمزور اور بودے پن) کی وجہ سے مسلک کو مجروح کر دیں گے۔ عجب نہیں کہ اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ آئندہ کو آپ سے اعتماد ہی ختم ہو جائے، پھر آپ کوئی پختہ ٹھوس بات فرمائیں تو اس کے تسلیم کرنے میں بھی تأمل کیا جائے۔

دار العلوم کے دار الافتاء پر آپ نے جو کچھ افسوس کیا ہے وہ غایتِ تعلق کی بنا پر ہے: "المسلم مراٰة المسلم" کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

امید ہے کہ آئندہ بھی خیر خواہانہ مشورہ سے محروم نہیں فرمائیں گے، میں انشاء اللہ قدر کی نگاہ سے دیکھوں گا اور شکر گزار ہونگا۔ فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۶/۴/۹۰ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۷۵۳/۶، سعید)

(۲) (ردالمحتار، المصدر السابق)

ایضاً

سوال[۹۱۹۶]: مخدوم ومکرم حضرت مفتی صاحب دامت معالیکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسب ہدایت تحقیقات اور حضرت والا کا فتوی مرسل ہے۔فریق ثانی کے متعلق یہ عرض ہے:

۱......وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لعن وطعن کو روا رکھتے ہیں، سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "علیہ السلام" کہنے پر اصرار کرتے ہیں۔ بنارس میں انہوں نے مستقل فتنہ پیدا کر دیا ہے اور یزید کو علانیہ ملعون اور جہنمی اور کافر کہتے ہیں۔

۲......اور اس فتنہ پیدا کرنے والے ایک مخصوص ادارہ کے علماء ہیں جو ہمیشہ اس نوع کے فتنے کو ابھارتے ہیں۔امید کہ فوراً جواب سے نوازیں گے۔ دارالعلوم دیوبند کے فتوے کے بغیر ہم لوگ یتیم ہیں۔ فقط والسلام۔

ابوطارق،عبدالقدوس قاسمی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زیدٔ احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسبِ ہدایت نظر ثانی وثالث کے بعد جواب ارسال ہے:

۱......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو شخص لعنت کرتا ہے، وہ لعنت اسی پر واپس جاتی ہے اور وہ شخص اپنی عاقبت برباد کرتا ہے(۱)۔اگر وہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "علیہ السلام" کہتا ہے تو آپ سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر وسیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو "علیهم السلام" کہئے تا کہ شعاریت ختم ہو جائے(۲)۔

(۱) "عن أبی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنه أنه سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول: "لایرمی الرجل رجلاً بالفسوق، ولا یرمیه بالکفر، إلا ارتدّت علیه إن لم یکن صاحبه کذلک". (صحیح البخاری، باب ماینهی عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قدیمی)

(۲) "وقد غلب فی هذا فی عبارة کثیر من النساخ لکتب أن یفرد علیٌّ رضی اللہ عنه بأن یقال: علیه -

اگر آپ نے خود حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "علیہ السلام" نہ کہا تو آپ بچ جائیں گے، مگر وہ اس سے باز نہیں آئے گا اور اس کی شعاریت برقرار رہے گی اور بہت سے مشائخ متقدمین سے ایسی عبارتیں نقل کردے گا جن سے اس کا دعویٰ ثابت ہوگا، اور آپ ان مشائخ کا احترام کریں گے اور ان کے خلاف کچھ نہ کہہ سکیں گے۔

یزید کو کافر اور جہنمی کہنا ہمارا مسلک نہیں (۱)، بلکہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور علامہ کیاہراسی شافعی نے اس کو کافر اور مخلد فی النار فرمایا ہے (۲)، ہم لوگ نہ اس کو کافر کہتے ہیں اور نہ اس کی تعریف میں قصیدہ خوانی کر کے اس کو خلیفۃ الخامس علیہ السلام کہتے ہیں (۳) اگرچہ شرح عقائد نسفی میں اس پر لعنت کو جائز لکھا ہے، بلکہ لعنت کر بھی دی ہے (۴)، لیکن ہمارے اکابر نے یہ طریقہ پسند نہیں کیا۔

۲......ان کے جواب میں اگر خاموشی اختیار کی جائے تو ممکن ہے کہ سنجیدہ طبقہ اس کو قابل التفات نہ سمجھے، پھر بعد چندے یہ خود ہی ختم ہو جائے، ورنہ جواب کی صورت میں تو پھر جواب الجواب وغیرہ کی نوبت آ کر امتداد ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک رحم فرمائے اور فتنوں سے محفوظ رکھے۔ والسلام۔

احقر: محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۹۰ھ۔

= السلام من دون سائر الصحابة، أو كرم الله وجهه. وهذا وإن كان معناه صحيحاً، ولكن ينبغي أن يسوى بين الصحابة في ذلك، فإن هذا من باب التعظيم والتكريم، فالشيخان وأمير المؤمنين عثمان أولى بذلك منه رضي الله تعالىٰ عنه وعنهم أجمعين". (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب: ۵۶): ۴/۵۱۷، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "وإنما اختلفوا في يزيد بن معاوية حتى ذكر في الخلاصة وغيره أنه لاينبغي اللعن عليه؛ لأن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى عن لعن المصلين ومن كان من أهل القبلة". (شرح فقه الأكبر، ص: ۷۲، قديمي)

(۲) "وبعضهم أطلق اللعن عليه: أي على يزيد لما أنه كفر حين أمر بقتل الحسين رضي الله تعالىٰ عنه انتهى". (شرح الفقه الأكبر، المصدر السابق)

(۳) "وحقيقة الأمر التوقف فيه، ومرجع أمره إلى الله سبحانه تعالىٰ". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۳، قديمي)

(۴) "والحق أن رضا يزيد بقتل الحسين واستبشاره بذلك وإهانته أهل بيت النبي صلى الله تعالىٰ عليه =

یزید کے لئے "علیہ السلام" اور "رضی اللہ عنہ" کا استعمال

سوال[۹۱۹۷]: کیا یزید کے نام کے ساتھ علیہ السلام یا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ سکتے ہیں اور لکھ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"علیہ السلام" عموماً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کہتے اور لکھتے ہیں (۱)، کبھی اہل بیت کے لئے بھی یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے (۲)، کبھی دیگر اولیاء اللہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۳/۲ھ۔

فاسق وفاجر کے لئے "رضی اللہ عنہ" اور "نور اللہ مرقدہ"

سوال[۹۱۹۸]: اگر ایک فاسق وفاجر شخص کو ہم "رضی اللہ عنہ" کہیں تو گناہ ہے۔ "نور اللہ مرقدہ" کہیں تو حرج ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر کیا فاسق وفاجر کے لئے دعائے مغفرت نہ کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعائے مغفرت اگر فاسق وفاجر کے لئے جائز نہ ہوتی تو نماز جنازہ اس کی میت پر نہ پڑھی جاتی (۳)۔

= وسلم مما تواتر معناه وإن كان تفاصيله آحاد، فنحن لانتوقف في شأنه بل في إيمانه لعنة الله عليه وعلى أنصاره وأعوانه". (شرح العقائد النسفية للتفتازاني، ص: ١١٧، المطبع اليوسفي)

(١) "قال الجمهور من العلماء: لايجوز إفراد غير الأنبياء بالصلوة؛ لأن هذا قد صار شعاراً للأنبياء إذا ذكروا، فلا يلحق بهم غيرهم، فلا يقال: "قال أبوبكر صلى الله عليه، أو قال علي صلى الله عليه" وإن كان المعنى صحيحاً". (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب: ٥٦): ٦٨٢/٣، مكتبه دار الفيحاء)

(٢) "(ويستحب الترضي للصحابة) وكذلك من اختلف في نبوته كذي القرنين ولقمان". (الدرالمختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ٧٥٤/٦، سعيد)

(٣) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير، براً كان أ فاجراً .... الصلوة واجبة على كل مسلم، براً كان أو فاجراً وإن عمل =

عرفاً "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" صحابہ کرام کے لئے، یا بہت سے بہت ان کے قریب تر حضرات کے لئے ہے، اس وجہ سے کسی فاسق وفاجر کے لئے ایسے کلمات کہنے سے ان کے صحابہ ہونے، یا ان کے قریب تر بلند مرتبہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= الكبائر". (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغز ومع أئمة الجور: ١/٣٥٠، امداديه ملتان)

"عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلى على زانية ماتت في نفاسها وولدها". (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الجنائز، باب الصلوة على أهل لا إله إلا الله: ٣/٤١، دارالفكر بيروت)

(١) "يستحب الترضي والترحم على الصحابة والتابعين فمن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الأخيار، فيقال: رضي الله عنه، أو رحمه الله، ونحو ذلک. وأما ما قاله بعض العلماء: إن قوله: رضي الله عنه مخصوصٌ بالصحابة، ويقال في غيرهم: رحمه الله فقط، فليس كما قال، ولا يوافق عليه، بل الصحيح الذي عليه الجمهور استحبابه، ودلائله أكثر من أن تحصر. فإن كان المذكور صحابياً ابن صحابي قال: قال ابن عمر رضي الله عنهما، وكذا ابن عباس، وابن الزبير، وابن جعفر، وأسامة بن زيد ونحوهم، يشمله وأباه جميعاً". (كتاب الأذكار للنووي رحمه الله، باب الصلوة على الأنبياء والهم تبعاً لهم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فصل: يستحب الترضي والترحم على الصحابة والتابعين، ص: ١٢٠، دارالبيان بيروت)

"(ويستحب الترضي للصحابة رضي الله عنهم) وكذا من اختُلف في نبوته كذي القرنين ولقمان". (الدرالمختار). "(قوله: ويستحب الترضي للصحابة)؛ لأنهم كانوا يبالغون في طلب الرضا من الله تعالىٰ، ويجتهدون في فعل ما يرضيه، ويرضون بما يلحقهم من الابتلاء من جهته أشد الرضا، فهؤلاء أحق بالرضا، وغيرهم لا يلحق أدناهم ولو أنفق ملء الأرض ذهباً". (ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ٦/٧٥٤، سعيد)

باب الحجاب

الفصل الأول فی ثبوت الستر ووجوبه

(پردہ کے ثبوت اور وجوب کا بیان)

پردہ فرض ہے یا سنت؟

سوال[۹۱۹۹]: ۱......غیرمحرم سے مستورات کے لئے پردہ فرض ہے یا سنت؟ اور قرآن شریف کی کس آیت شریفہ کی رو سے، یا کس حدیث شریف کی رو سے تاکہ پوری تسلی کر کے عمل کیا جائے؟

پردہ کس سے فرض ہے؟

سوال[۹۲۰۰]: ۲......زید کے باپ سے زید کی بیوی کو پردہ کرنا آیا ہے یا نہیں؟ اور اگر پردہ کرنا نہیں آیا تو اس کے بارے میں قرآن شریف کی کوئی آیت شریفہ ہے، یا حدیث شریف ہے؟ اسے بھی درج فرما کر آگاہی بخشیں۔فقط۔

ڈاکٹر محمد عبدالرشید، اسسٹنٹ سرجن سول ہسپتال، صوابی، ڈاکخانہ صوابی، ضلع پشاور۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱......فرض ہے، لقوله تعالیٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم﴾ الآية"(۱). بدائع الصنائع: ۱۲۱/۵(۲)۔

---

(۱) (سورة النور: ۳۱)

(۲) العبارة بتمامها: "وأما النوع السادس: وهن الأجنبيات الحرائر، فلا يحل النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة إلى الوجه والكفين، لقوله تعالىٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم﴾ [النور: ۳۰]، إلا أن النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة وهي الوجه والكفان رخص بقوله تعالىٰ: ﴿ولا يبدين زينتهن إلا ماظهر منها﴾ [النور: ۳۱]. والمراد من الزينة مواضعتها، ومواضع الزينة الظاهرة الوجه والكفان، فالكحل زينة الوجه، والخاتم زينة الكف، ولأنها تحتاج إلى البيع والشراء والأخذ والعطاء، ولا يمكنها ذلک عادةً =

”لایجوز النظر إلی المرأة، لما فیه من خوف الفتنة، ولهٰذا قال علیه الصلوة السلام: ”المرأة عورة مستورة“. زیلعی:٦/ ١٧(١)۔

﴿فاسئلوهن من وراء حجاب﴾ الآیة(٢)۔

٢......نہیں:”یحل للرجل النظر من ذوات محارمه إلیٰ رأسها .... لقوله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولا یبدین زینتهن إلا لبعولتهن أو آبائهن أو آباء بعولتهن﴾ الآیة“. بدائع:٥/ ١٢٠(٣)۔

وبسط طرق الاستدلال فی إلقاء السکینة۔ بلکہ ان کے خلاف نص ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ١٧/١١/٥٤ھ۔

صحیح:عبداللطیف، یکم/ ذی الحجہ/٥٤ھ، الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ۔

= إلا بکشف الوجه والکفین، فیحل لها الکشف، وهذا قول أبی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه“. (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الاستحسان، النوع السادس: ٦/ ٤٩٢، دارالکتب العلمیة بیروت)

(١) (تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر والمس: ٧/ ٣٩، دارالکتب العلمیة بیروت)

(٢) (سورة الأحزاب: ٥٣)

”عن ابن عمر رضی الله عنهما، عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ”المرأة عورة، فإنها إذا خرجت من بیتها، استشرفها الشیطٰن“. (مشکوٰة المصابیح، ص: ٢٦٩، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة وبیان العورات، الفصل الثانی، قدیمی)

(وکذا فی الهدایة: ٤/ ٤٥٨، فصل فی الوطی والنظر والمس، کتاب الکراهیة، مکتبة شرکت علمیة)

(٣) (بدائع الصنائع، کتاب الاستحسان، النوع الثالث: ٦/ ٤٨٩، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ٥/ ٣٢٨، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر إلیه ومالایحلّ له، کتاب الکراهیة، رشیدیه)

(وکذا فی الدرالمختار: ٦/ ٣٦٧، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، سعید)

(وکذا فی الهدایة: ٤/ ٤٦١ کتاب الکراهیة، فصل فی الوطی والنظر والمس، مکتبه شرکة علمیه)

پردہ کا حکم

سوال[۹۲۰۱]: ۱...... پردہ اسلام میں ضروری ہے یا نہیں؟

۲...... اگر کوئی عورت پردہ نہ کرے تو اس کو گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... پردہ اسلام میں ضروری چیز ہے، قرآن کریم (۱) اور حدیث شریف سے ثابت ہے (۲)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یا أیها النبی قل لأزواجک و بناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

وقال العلامة الجصاص: "روی عن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه قال: "الجلباب الرداء". وقال ابن أبی نجیح عن مجاهد: یتجلببن، لیعلم أنهن حرائر، ولا یعرض لهن فاسق. وروی محمد بن سیرین عن عبیدة: ﴿یدنین علیهن من جلابیبهن﴾. قال: تقنّع عبیدة، وأخرج إحدی عینیه.

وحدثنا عبدالله بن محمد قال: حدثنا الحسن بن أبی الربیع قال: أخبرنا عبدالرزاق قال: أخبرنا معمر عن الحسن قال: کن إماء بالمدینة یقال لهن: کذا وکذا، یخرجن فیتعرض لهن السفهاء فیؤذونهن، وکانت المرأة الحرة تخرج فیحسبون أنها أمَة فیتعرضون لها، فیؤذونها، فأمر الله المؤمنات أن: ﴿یدنین علیهن من جلابیبهن، ذلک أدنی أن یعرفن﴾ أنهن حرائر فلایؤذین ....اهـ". (أحکام القرآن للجصاص: ۵۴۶/۳، قدیمی)

(۲) "وعن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه، عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "المرأة عورة، فإذا خرجت، استشرفها الشیطان". رواه الترمذی". (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الثانی، ص: ۲۶۹، قدیمی)

"وعن أم سلمة رضی الله تعالیٰ عنها أنها کانت عند رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ومیمونة رضی الله تعالیٰ عنها إذا أقبل ابن أم مکتوم، فدخل علیه، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "احتجبا منه". فقلت: یا رسول الله! ألیس هو أعمی لا یبصرنا؟ فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أفعمیا وَانِ، أنتما ألستما تبصرانه"؟ (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الثانی، ص: ۲۶۹، قدیمی)

۲......وہ گنہگار ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف ۲۰/ ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

پردہ کس عمر سے کس عمر تک کرنا چاہیے؟

سوال[۹۲۰۲]: پردہ کے متعلق عورت کو کتنی عمر تک پردہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جب لڑکی سیانی ہوجائے کہ اس کے اندر ایسا مادہ پیدا ہوجائے کہ خود اس کو مرد کی خواہش ہونے لگے، یا مرد کو اس کی خواہش ہونے لگے تو وہ پردہ کے قابل ہوگی، پھر ساری عمر پردہ کرے گی، کسی وقت بھی اس کو آزادی نہیں کہ بے پردہ ہوکر مردوں میں گھومتی پھرے (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/ ۵/ ۹۲ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿تلک حدود اللہ، و من یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ﴾ (سورۃ الطلاق: ۱)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعدّ حدودہ، یدخلہ ناراً خالداً فیھا، ولہ عذاب مھین﴾ (سورۃ النساء: ۱۴)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یا أیھا النبی قل لأزواجک و بناتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن﴾ (سورۃ الأحزاب: ۵۹)

وقال العلامۃ الجصاص: "روی عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: "الجلباب الرداء". وقال ابن أبی نجیح عن مجاھد: یتجلببن، لیعلم أنھن حرائر، ولا یعرض لھن فاسق. وروی محمد بن سیرین عن عبیدۃ: ﴿یدنین علیھن من جلابیبھن﴾. قال: تقنّع عبیدۃ، وأخرج إحدی عینیہ.

وحدثنا عبداللہ بن محمد قال: حدثنا الحسن بن أبی الربیع قال: أخبرنا عبدالرزاق قال: أخبرنا معمر عن الحسن قال: کن إماء بالمدینۃ یقال لھن: کذا وکذا، یخرجن فیتعرض لھن السفھاء فیؤذونھن، وکانت المرأۃ الحرۃ تخرج فیحسبون أنھا أمَۃ فیتعرضون لھا، فیؤذونھا، فأمر اللہ المؤمنات أن: ﴿یدنین علیھن من جلابیبھن، ذلک أدنی أن یعرفن﴾ أنھن حرائر فلایؤذین ....اھـ". (أحکام القرآن للجصاص، (سورۃ الأحزاب: ۵۹): ۳/ ۵۴۶، قدیمی)

چہرہ کا پردہ

سوال[۹۲۰۳]: چہرہ کا پردہ عورت کے لئے کسی حدیث یا کلام اللہ سے ثابت ہے، یا اجماعِ امت اور قیاس سے؟ اور اس کی علت اندیشۂ فساد ہے، یا اَور کچھ، اگر اندیشہ فساد نہ رہے تو پھر منہ کا چھپانا فرض ہے یا واجب یا مستحب؟

سعید احمد کھیڑہ، افغان۔

الجواب حامداًومصلیاً:

مقلد کا منصب علت اور دلیل پوچھنا نہیں (۱)، یہ کام مجتہد کا ہے، مقلد کا فرض ہے کہ اس کے امام نے قرآن وحدیث کو دیکھ کر سمجھ کر جو مسئلہ بتادیا ہے اس پر عمل کرے، مأخذ کے درپے نہ ہو۔ اجنبی سے چہرہ کا چھپانا بلا اندیشۂ فساد بھی علاوہ مواقع مستثنیٰ کے ہر حال میں ضروری ہے:

"(فحل النظر) مقيدٌ بعدم الشهوة، وإلافحرام، وهذا في زمانهم، و في زماننا فمنع من الشابة، قهستاني وغيره". درمختار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۴/۱۰/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف ۲۹/شوال ۵۴ھ۔

---

(۱) قال العلامة الحصكفيؒ: "على أن الواجب على المقلد العمل بقول المجتهد وإن لم يظهر دليله، كما أفاده في رسم المفتي". (الدرالمختار: ۲۱۰/۳، كتاب النكاح، باب الرضاع، سعيد)

(۲) (الدرالمختار: ۳۷۰/۶، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

وقال الله تعالى: ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ قال أبوبكر: "في هذه الأية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين، و إظهار الستر و العفاف عند الخروج، لئلا يطمع أهل الريب فيهن. وفيها دلالة على أن الأمَة ليس عليها ستر وجهها وشعرها؛ لأن قوله تعالىٰ: ﴿ونساء المؤمنين﴾ ظاهره أنه أراد الحرائر". (أحكام القرآن للجصاص، (سورة الأحزاب: ۵۹): ۵۴۶/۳، قديمي)

قال الحافظ ابن كثير: "أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاجة أن يغطّين وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابيب و يبدين عيناً واحدةً". (تفسير ابن كثير: ۶۸۴/۳، (سورة الأحزاب: ۵۹)، مكتبه دارالسلام، رياض)

....

= ''آج کل بعض لوگ یہ شور مچا رہے ہیں کہ ''اسلام میں پردہ کا حکم تو ہے، مگر چہرہ کا پردہ نہیں ہے'' ان نادانوں کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آتی کہ اگر چہرہ کا پردہ نہیں ہے تو مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا کیوں حکم دیا گیا؟ چہرہ ہی میں کشش ہے اور وہی مجمع المحاسن ہے، سورۃ احزاب کی آیت ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ سے چہرہ ڈھانکنے کا واضح حکم معلوم ہو رہا ہے۔

بعض لوگوں کو نماز کے مسئلہ سے دھوکہ ہوا ہے، کیونکہ نماز میں عورت کا چہرہ کھلا رہنے سے نماز ہو جاتی ہے (جس پر قیاس کر کے چہرہ کے پردہ نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں) حالانکہ کتبِ فقہ میں یہ مسئلہ شرائطِ نماز میں لکھا ہے، نہ کہ احکامِ پردہ میں، لہذا چہرہ کھول کر نماز ہو جانے سے غیر محرموں کے سامنے چہرہ کھول کر آنے پر استدلال کرنا بد دیانتی ہے۔ حضرات فقہاءؒ نے شرائطِ نماز میں اس مسئلے کو لکھا ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ نے اس مسئلے کے بعد: ''وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال'' فرما کر ایسے فاسد خیال لوگوں کے منہ پر مہر ثبت فرمایا ہے۔

اور شیخ ابن الہمامؒ نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ:

''و في الفتاوى: الصحيح أن المعتبر في فساد الصلوة انكشاف ما فوق الأذنين، وفي حرمة النظر يستوي ما يليها: أي ما فوق الأذنين وما تحتهما''. (زاد الفقير، ص: ۲۵ مجلس علمي ڈابھیل)

دوسری بات یہ ہے کہ اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ چہرہ کھولنے کی اجازت ہے تب بھی غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنے کا کوئی ذکر نہیں۔ جو لوگ ﴿إلا ما ظهر منها﴾ سے عورتوں کے لئے عام طور پر چہرہ کھولکر گھومنے پھرنے کا جواز ثابت کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، کیونکہ ان الفاظ میں عورتوں کو چہرہ کھولنے کی اجازت دی گئی ہے تا کہ دوسرے اعضاء کی طرح ان کے چھپانے کے اہتمام سے زحمت و تکلیف نہ ہو، اس میں نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنے کے جواز و عدم جواز کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ (اور) آیت میں ﴿إلا ما ظهر﴾ فرمایا، نہ کہ ''إلا ما أظهرن'' اسی سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کو قصداً و ارادۃً نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے''۔ (ملخص از خواتین کے لئے شرعی احکام)

نیز اس دور فساد میں فتنہ سے مامون رہنے کی کون گارنٹی دے سکتا ہے؟ اور خوف فتنہ و فساد کی وجہ سے چہرہ کے پردہ پر تمام علمائے کرام متحد و متفق ہیں، بالفرض اگر چہرے کا پردہ نہیں تب بھی اس دور فساد میں فتنہ کی وجہ سے واجب ہے، لأن درء المفسدة مقدم على جلب المنفعة. والله اعلم بالصواب.

چہرہ کا پردہ

سوال[۹۲۰۴]: خالدہ ادیب خانم نے جو ایک مشہور ترکی خاتون ہیں، ترکی میں مشرق ومغرب کی کشمکش کے عنوان پر اپنے ساتویں خطبہ میں یہ بات صاف طور پر ظاہر کی ہے کہ:

''کلام الٰہی کے اعتبار سے عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر، سینے، اور زینت کو چھپادیں، چہروں کے چھپانے کا کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ عورتوں سے کہا گیا کہ وہ گھر میں بیٹھی رہیں اور خدمتِ عامہ انجام نہ دیں''۔ علاوہ ازیں اسی خطبہ میں آگے چل کر یہ الفاظ موجود ہیں کہ ''اگر اس پردہ کو مسلمان قائم رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں اختیار ہے، مگر وہ یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ اس کی بنا مذہب کے احکام پر ہے''۔

لہذا براہِ مہربانی یہ فرمائیے کہ وہ کونسی احادیث یا اسلامی روایات ہیں جن کی رو سے عورتوں کو بغیر عذر چہرہ چھپانا ضروری ہوجاتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سر، سینہ، زینت اور تمام بدن کے چھپانے کا حکم تسلیم کرنے کے بعد چہروں کے چھپانے کے حکم میں تامل کرنا ہی حیرت انگیز ہے، غور کا مقام ہے ﴿قل للمؤمنین یغضوا من أبصارهم﴾(۱) کا حکم کس لئے ہے، اگر اس سے چہروں کا پردہ مقصود نہیں تو کیا ہے، اور ﴿یا أیها النبی قل لأزواجك و بناتك و نساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن﴾ الایة(۲) کا کیا مطلب ہے؟

اس کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس طرح مروی ہے:

"قال علی بن أبی طلحة، عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما: أمر الله نساء المؤمنین إذا خرجن من بیوتهن فی حاجة أن یغطین وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابیب، ویبدین عیناً واحدة، اهـ". ابن کثیر(۳)۔

---

(۱) (سورة النور: ۳۰)

(۲) (سورة الأحزاب: ۵۹)

(۳) (تفسیر ابن کثیر: ۶۸۴/۳، (سورة الأحزاب: ۵۹)، دار الفیحاء دمشق)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو اصالۃً گھروں میں رہنے کا حکم ہے، اگر کسی حاجت کے لئے مجبوراً نکلیں تو چہرہ اور سر چھپا کر نکلیں، راستہ دیکھنے کے لئے ایک آنکھ کی مقدار کھولنے کی گنجائش ہے۔ اور عبیدۃ سلمانی نے اس آیت کی تفسیر بتلاتے وقت اپنا چہرہ اور سر چھپا کر دکھلایا اور صرف بائیں آنکھ کو کھولے رکھا، کذا فی تفسیر ابن کثیر(۱)۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا کس قدر موجبِ فضیلت ہے، لیکن ارشاد ہے:

"صلوة المرأة فی بیتها أفضل من صلوتها فی حجرتها، وصلوتها فی مخدعها أفضل من صلوتها فی بیتها". رواه أبو داؤد(۲)۔

ایک اَور روایت میں ہے:

"ولا تمنعوا إماء الله مساجد الله، و لكن ليخرجن و هن تفلات". و فی رواية: "وبیوتهن خیرٌ لهن"(۳)۔

ایک دفعہ کچھ عورتیں جمع ہو کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- مرد جہاد کر کے فضیلت میں ہم سے بڑھ گئے، آپ کوئی عمل ایسا بتائیے جس سے جہاد جیسی فضیلت حاصل ہو، ارشاد ہوا:

"من قعدت منكن فی بیتها، فإنها تدرك عمل المجاهدین فی سبیل الله تعالیٰ"(٤)۔

یعنی "جو تم میں سے اپنے گھر میں بیٹھی رہے اس کو جہاد جیسا اجر ملے گا"۔

جہاد جیسی عبادت اور خدمت ملک وملت کے مقابلہ میں بھی عورتوں کو گھر میں بیٹھے رہنے کا حکم ہوا۔

---

(۱) "وقال محمد بن سيرين: سألت عبيدة السلمانی عن قول الله عزوجل: ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ فغطى وجهه و رأسه، وأبرز عينه اليسرى". (تفسير ابن كثير: ۲۸۴/۳۰، دار الفيحاء دمشق)

(۲) (مشكوة المصابيح، ص: ۹۶، كتاب الصلوة، باب الجماعة، الفصل الثانی، قديمی)

(وسنن أبی داؤد: ۹۱/۱، كتاب الصلوة، باب ما جاء فی خروج النساء إلى المسجد، إمداديه ملتان)

(۳) (سنن أبی داؤد: ۹۱/۱، كتاب الصلوة، باب ما جاء فی خروج النساء إلى المسجد، إمداديه ملتان)

(۴) (تفسير ابن كثير: ۲۳۷/۳، دار الفيحاء دمشق)

ترمذی کی روایت میں ہے:

"عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "إن المرأة عورة، فإذا خرجت، استشرفها الشيطان"(۱)۔

خالدہ ادیب خانم نے افسانہ نگاری اور عبارت آرائی، یا دیگر طرقِ مروجہ سے ملک وقوم کی خدمت کر کے ممکن ہے کہ ادبی دنیا میں کوئی خاص شہرت پیدا کی ہو، اور اربابِ قلم سے خراجِ تحسین وصول کیا ہو، لیکن مذہبی اصول وفروع پر عبور کے لئے صرف اتنا کافی نہیں، بلکہ اس کا ساحل بہت بعید ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاء اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ۸/ ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۵/ شعبان/ ۶۴ھ۔

محرم سے پردہ کی حد

سوال[۹۲۰۵]: پردہ دار عورت، بہنوئی، بھائی، پھوپھا، چچا، دیور سے پردہ کس حد تک کرے؟ یعنی شریعت میں اس کا کیا درجہ ہے؟ اور ہاتھ صرف گٹوں تک اور چہرہ کھول کر سامنے آجائے تو کچھ حرج تو نہیں ہے، یعنی ان لوگوں سے کس درجہ تک پردہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھائی اور چچا سے پردہ نہیں (۲)، بہنوئی، پھوپھا، چچا زاد بھائی وغیرہ سے پردہ ہے، بالکل ان کے

---

(۱) (سنن الترمذی: ۱/ ۲۲۲، أبواب الرضاع، باب، قبیل أبواب الطلاق واللعان، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأخواتكم و عماتكم و خالتكم و بنات الأخ و بنات الأخت﴾ فأفرد بنات الأخ، وبنات الأخت بالذكر؛ لأن اسم الأخ والأخت لا يتناولهن كما يتناول اسم البنات بنات الأولاد". (أحكام القرآن للجصاص: ۲/ ۱۷۷، قديمی)

وقال العلامة الشامی رحمه الله تعالیٰ: "وفروع أبويه وإن نزلن، فتحرم بنات الإخوة والأخوات وبنات أولاده الإخوة والأخوات". (ردالمحتار: ۳/ ۲۸، فصل فی المحرمات، سعید)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۲۷۳، الباب الثالث فی بيان المحرمات، رشيديه)

سامنے نہ آئے (۱)۔ اگر ایک ہی مکان میں رہتے ہوں اور مکان کی تنگی ہو تو مجبوراً اتنا پردہ بھی کافی ہے کہ چہرہ ہاتھ نہ کھولے بلکہ گھونگھٹ کرے (۲) اور تنہائی میں ایک جگہ ان کے ساتھ نہ ہو اور بے تکلفی ہنسی مذاق نہ کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۱/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مشترکہ مکان میں شرعی پردہ

سوال [۹۲۰۶]: جس مکان میں پورا خاندان ساتھ رہتا ہو، وہاں پردہ قائم رکھنے کی صورت (جب

---

(۱) قال الله تعالی: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم و بناتکم وأخواتکم و عماتکم و خالتکم و بنات الأخ وبنات الأخت﴾ .... الخ". (سورة النساء: ۲۳)

وقال العلامة الشامي: "أنواع تحریم النکاح سبع:

قرابة ملک رضاع جمع — وزِیدَ خمسة أتتک بالبیان

تطلیقة لها ثلاثاً واللعان — تعلق بحق غیر من نکاح

أوعدة خنوثة بلا اتضاح — وآخر الکل اختلاف الجنس

کالجن والمائي لنوع الإنس".

(ردالمحتار: ۲۸/۳، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، سعید)

(وکذا فی النهر الفائق: ۲۸۵/۲، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، قدیمی)

(۲) "والمراد تحذیر المرأة منهم کما یحذر من الموت، فإن الخوف من الأقارب أکثر، والفتنة منهم أوقع، لتمکنهم من الوصول والخلوة بلا نکیر". (لمعات علی هامش مشکوة المصابیح، تحت الحدیث: "الحمو الموت". کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة وبیان العورات، الفصل الأول، ص: ۲۶۸، قدیمی)

(۳) "وعن عمر رضی الله تعالیٰ عنه، عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لا یخلونّ رجل بالمرأة إلا کان ثالثهما الشیطان". رواه الترمذی". (مشکوة المصابیح، ص: ۲۶۹، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الثانی، قدیمی)

کہ جیٹھ اور دیور یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہوں) تحریر فرماتے ہوئے پردہ شرعی کو واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

باقی بدن تو چھپا رہتا ہی ہے، چہرہ بھی سامنے نہ کریں اور نامحرم کے ساتھ خلوت کا موقع کبھی آنے نہ دیں، ہنسی مذاق سے پوری احتیاط رکھیں۔ یہ اس وقت جب کہ مکان میں تنگی کی وجہ سے اتنی گنجائش نہ ہو کہ نامحرم کی آمد کے وقت مکان کے اندرونی حصہ میں چلی جائیں، یا پردہ درمیان میں لٹکا دیں، اگر گنجائش ہو تو چہرہ چھپا کر بھی سامنے آنے سے اجتناب کریں۔ یہ تو عورتوں کے حق میں ہے۔

مَردوں کے حق میں یہ ہے کہ جب مکان میں جائیں، اطلاع کر کے جائیں اور نگاہ نیچی رکھیں اور ہنسی مذاق، نیز خلوت سے پوری احتیاط کریں:

"عن عقبة بن عامر رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إیاكم والدخول علی النساء". فقال رجل من الأنصار: یا رسول الله! أفریت الحمو؟ قال: "الحمو الموت، اهـ". بخاری شریف(۱)۔

"زاد ابن وهب فی روایته عن مسلم: سمعت اللیث یقول: الحمو أخو الزوج وما أشبه من أقارب الزوج ابن العم و نحوه. و وقع عند الترمذی بعد تخریج الحدیث قال الترمذی: یقال: هو أخو الزوج، كره له أن یخلو بها، قال: ومعنی الحدیث علی نحو ما روی: "لایخلون رجل بامرأة فإن ثالثهما الشیطان، اهـ". و هذا الحدیث الذی أشار إلیه أخرجه أحمد من حدیث عامر بن ربیعة. وقال النووی رحمه الله تعالیٰ: اتفق أهل العلم باللغة علی أن الأحماء أقارب زوج المرأة كأبیه وعمه وأخیه وابن أخیه وابن عمه ونحوهم، اهـ". فتح الباری: ۲۸۹/۹(۲)۔

---

(۱) (صحیح البخاری: ۷۸۷/۲، کتاب النكاح، بابٌ: لا یخلونّ رجل بامرأة إلا ذو محرم، والدخول علی المغیبة، قدیمی)

(۲) (فتح الباری: ۳۳۱/۹، کتاب النكاح، (رقم الحدیث: ۵۲۳۲)، دارالفكر بیروت)

(وكذا فی مرقاة المفاتیح: ۲۷۸/۶، کتاب النكاح، باب النظر إلی المخطوبة وبیان العورات، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۳۱۰۲)، رشیدیه)

"الخلوة بالأجنبية حرام، اهـ". درمختار(۱)۔

"تمنع من كشف الوجه بين رجال لخوف الفتنة، اهـ". تنویر: ۱/۴۲۲(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

---

(۱) (الدر المختار: ۳۶۸/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(۲) (تنوير الأبصار مع رد المحتار: ۴۰۶/۱، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، سعيد)

ترجمہ عربی عبارت:

''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عورتوں پر داخل ہونے سے بچو'' انصار میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- دیور کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ ارشاد فرمایا: ''دیور تو موت ہے''۔ (بخاری شریف)۔

''ابن وہب نے مسلم کی روایت میں زیادہ کیا ہے کہ میں نے لیث سے سنا فرماتے تھے: حمو(دیور) شوہر کا بھائی ہے اور جو شوہر کے عزیز و اقارب میں سے اس کے مشابہ ہو: چچا ہو بیٹا وغیرہ۔ اور حدیث کی تخریج کے بعد ترمذی نے کہا ہے: کہا جاتا ہے کہ شوہر کے بھائی کے لئے مکروہ ہے کہ اس کے ساتھ (بھائی کی بیوی کے ساتھ) تنہائی کرے۔

اور حدیث کے معنی جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے کہ ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ اور یہ حدیث جس کی طرف اشارہ کیا ہے احمد نے عامر بن ربیعہ کی حدیث سے اس کی تخریج کی ہے۔ اور نوویؒ نے کہا کہ علمائے سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ احماء سے مراد عورت کے شوہر کے اقارب ہیں، جیسے: شوہر کا باپ، اس کا چچا، اس کا بھائی اور بھائی اور چچا کا بیٹا اور ان کے مثل''۔ (فتح الباری)۔

''اجنبیہ کے ساتھ خلوت حرام ہے''۔ درمختار۔ ''لوگوں کے درمیان عورت کو چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا فتنہ کے اندیشہ سے'' (تنویر)۔

بیوی کو بے پردگی پر مجبور کرنا

سوال[۹۲۰۷]: زید نے اپنی لڑکی صفیہ کا عقد عمر کے بیٹے ظفر کے ساتھ اس شرط پر کیا کہ اس کی لڑکی پردہ میں رہے گی اور ارکانِ شرعی کی پابند رہے گی۔ ظفر نے دوسال کے بعد اپنی بیوی کو بے پردہ رکھنا شروع کیا، نیز جب وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتی ہے تو اسے جواب دیا جاتا ہے کہ کیا رام کہانی شروع کر رکھی ہے۔ زید کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ اپنی بچی کو گھر لے آیا۔ ظفر کا اصرار ہے کہ وہ اپنی بیوی کو لے جائے گا، زید کا کہنا ہے کہ تم نے شرط پوری نہیں کی اس لئے اب میں رخصت نہ کروں گا۔ ایسی صورت میں شرعی نقطۂ نگاہ سے کیا کرنا چاہئے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو چاہئے کہ وہ ظفر سے پختہ عہد کرلے اور چند معزز آدمیوں کے سامنے تحریر کرالے کہ ظفر اب آئندہ اپنی بیوی کو پردہ کے ساتھ رکھے گا، بے پردگی پر مجبور نہ کرے گا، نیز احکامِ شرع کی پابندی کرے گا۔ اور اگر اس پر اطمینان نہ ہو تو زوجہ کو چاہئے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے (۱) کہ ظفر میرا شوہر ہے مجھے بے پردہ رکھتا ہے اور احکام شرع کی بجا آوری میں مخل ہوتا ہے۔ اس پر حاکم ظفر کو بلا کر تحقیق کرے اور اس کو حکم دے کہ تم اپنی زوجہ کو پردہ میں رکھو اور احکام شرع کی پابندی میں رکاوٹ نہ ڈالو، ورنہ آزاد کردو۔ اس پر ظفر احکام شرع کی پابندی کا وعدہ کرے، یا آزاد کردے اگر وعدہ کرے تو بہتر ہے، اگر آزاد

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وإن خفتم شقاق بينهما، فابعثوا حَكَماً من أهله وحكماً من أهلها، إن يريدا إصلاحاً يوفق الله بينهما﴾ (سورة النساء: ۱۱٦)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ عليه: "أی وجهوا وأرسلوا إلى الزوجين لإصلاح ذات البين ﴿حَكَماً﴾: أی رجلاً عدلاً عارفاً حسن السياسة والنظر فی حصول المصلحة .... وخص الأهل؛ لأنهم أطلب للصلاح وأعرف بباطن الحال وتسكن إليهم النفس، فيطلعون على ما فی الضمير كل من حب وبغض، وإرادة صحبة، أو فرقة، وهذا على وجه الاستحباب". (روح المعانی، (سورة النساء: ۱۱٦): ۲٦/٦، دارإحياء التراث العربی بيروت)

کردے تو بعد عدت نکاحِ ثانی درست ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

بیوی کو بے پردگی سے روکنا

سوال[۹۲۰۸]: زید اپنی بیوی کو اس بات پر تنبیہ کرتا ہے کہ وہ پردہ غیر محرم سے کرے اور چاہتا ہے کہ علم دین سیکھے، مگر وہ دونوں سے انکار کرتی ہے۔ نیز زید کی حیثیت چٹنی، روٹی اور گاڑھ پہنانے کی ہے اور اس کی بیوی کہتی ہیں کہ یہ خوراک ہم سے نہیں کھائی جاتی اور اپنے خاوند کی مرضی کے بغیر جہاں چاہتی ہے، جاتی ہے یعنی اپنی خالہ وغیرہ کے یہاں جہاں پر غیر محرم آتے جاتے ہیں، یعنی اس کے ماموں کا لڑکا، یا اس کے خالو اور اس کے خالو کا بہنوئی وغیرہ جن سے وہ پردہ کرنے سے گریز کرتی ہے۔

باوجود اس کے کہ چند مرتبہ اس کو ہدایت کی گئی کہ وہ پردہ کرے مگر وہ باز نہیں آئی اور یہ جواب دیا گیا کہ ان سے پردہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ نیز زید کو اعتبار نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند سے علیحدہ رہ کر پاکدامن رہے۔ عرصہ ڈیڑھ ماہ سے وہ خود چلی گئی بلا خاوند کی مرضی۔ اب اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زوجہ کے ذمہ لازم ہے کہ امورِ مذکورہ میں زید کی اطاعت کرے (۲) اور صبر وشکر کے ساتھ

---

(۱) "عدة الحرة .... ثلاثة قروء: أی حیض، لقوله تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾.......... اهـ". (مجمع الأنهر: ۱/۴۶۴، کتاب الطلاق، باب العدة، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) "حق الزوج علی الزوجة أن تطیعه فی کل مباح یأمرها به". (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۳۸۵، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب النکاح، باب القسم: ۲/۲۹۷، إمدادیه)

(وکذا فی الدرالمنتقی شرح الملتقی علی هامش مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب القسم: ۱/۵۵۰، مکتبه غفاریه کوئٹه)

وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "ظاهره أنه عند الأمر به یکون واجباً علیها کأمر السلطان الرعیة به". (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۲۰۸، سعید)

زندگی گذارے (۱)،علمِ دین بقدرِ ضرورت سیکھنا فرض ہے (۲)۔ نامحرم سے پردہ فرض ہے (۳)، اگر وہ نامحرم سے پردہ نہ کرے، بلکہ اس کے سامنے چہرہ کھولے تو مرد کو حق ہے کہ مناسب سزا دے اور بقدرِ ضرورت پیٹ بھی سکتا ہے (۴)۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: جاء ت امرأة إلى النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقالت: یا رسول الله ! ما حق الزوج علی المرأة؟ قال: "أن لا تمنع نفسها ولو كانت علی ظهر قتب. ولا تصوم یوماً إلا بإذنه إلا رمضان، فإن فعلت، كان الأجر له والوزر علیها. ولاتخرج إلا بإذنه، فإن خرجت لنفسها لعنتها ملائكة الرحمة و ملائكة العذاب حتی ترجع". (تنبیه الغافلین، ص: ۲۷۸، باب حق الزوج علی زوجته، مكتبه حقانیه پشاور)

"ومنها وجوب طاعة الزوج علی الزوجة". (بدائع الصنائع: ۶۱۳/۳، كتاب النكاح، فصل فی طاعة الزوج، دارالكتب العلمیه بیروت)

(۲) "عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم : "طلب العلم فریضة علی كل مسلم". (مشكوة المصابیح، كتاب العلم، الفصل الثانی، ص: ۳۴، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "قال الشراح: المراد بالعلم ما لا مندوحة للعبد من تعلمه كمعرفة الصانع والعلم بوحدانیته ونبوة رسوله، وكیفیة الصلاة، فإن تعلمه فرض عین". (مرقاة المفاتیح: ۴۷۷/۱، كتاب العلم (رقم الحدیث: ۲۱۸)، رشیدیه)

(وكذا فی الدرالمختار، قبیل مطلب فی فرض الكفایة وفرض العین: ۴۲/۱، سعید)

"قال العلائی فی فصوله: من فرائض الإسلام تعلم مایحتاج إلیه العبد فی إقامة دینه وإخلاص عمله للّٰه تعالی، ومعاشرة عباده. وفرض علی كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدین والهدایة تعلم علم الوضوء والغسل" (رد المحتار: ۴۲/۱،ملطب فی الفرق بین المصدر والحاصل بالمصدر، سعید)

(وكذا فی فتح الباری : ۱۴۱/۱ ،دار الفكر بیروت)

"واعلم أن تعلم العلم یكون فرض عین، وهو بقدر مایحتاج لدینه". (الدرالمختار، المقدمة: ۴۲/۱، سعید)

(۳) قال الله تعالی ﴿وقل للمؤمنات یغضضن من أبصارهن ویحفظن فروجهن ولایبدین زینتهن إلاماظهر﴾ الآیة (سورة النور: ۳۱)

(۴) "عن قتادة رضی الله تعالیٰ عنه قال: ذكر لنا أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، قال فی خطبة =

اگر بلا اجازت وبلا رضامندیٔ شوہر کہیں جائے گی تو جب تک شوہر کے گھر واپس نہ آئے نفقہ کی مستحق نہیں، یعنی شوہر کو حق ہے کہ نفقہ بند کردے کہ جب میرے مکان پر آئے گی تب نفقہ دوں گا (۱)۔ اور جب شوہر کو بدگمانی ہے تو اس کو ہرگز جائز نہیں کہ زوجہ کو کسی ایسی جگہ جانے کی اجازت دے، جس جگہ اس کو خدشہ اور بدگمانی ہے، اگر جازت دے گا تو گنہگار رہو گا (۲)۔

یہ بھی ضروری ہے کہ عورت کے حقوق میں حتی الوسع کمی نہ کرے (۳)، اگر باوجودِ قدرت کے کمی کرے

= وهو يومئذ بمنى: "أيها الناس! إن لكم على النساء حقاً، وإن لهن عليكم حقاً، وإن من حقكم عليهن أن يحفظن فرشكم .... فإن هن فعلن ذلک، فقد أحل الله لكم أن تضربوهن ضرباً غير مبرح". (تنبيه الغافلين، ص: ۲۷۸، باب حق الزوج على زوجته، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۶۱۳/۳، كتاب النكاح، فصل في طاعة الزوج، دار الكتب العلمية بيروت)

"بخلاف الزوج إذا عزر زوجته، لترک الزينة والإجابة إذا دعاها إلى فراشه، وترک الصلوة، والخروج من البيت". (كنز الدقائق).

قال العلامة ابن نجيم: "ومنه ما إذا كشفت وجهها لغير محرم أو كلّمت أجنبياً .... وكما يجوز ضربها للخروج إذا كان الخروج بغير حق". (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۸۲/۵، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۳۷۵/۲، غفاريه)

(۱) "وإن نشزت، فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله، والناشزة هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۵۴۵/۱، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول في نففقة الزوجة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۵۷۶/۳، باب النفقة، سعيد)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۴۲۶/۱ كتاب الطلاق، باب النفقة، رشيديه)

(۲) لقوله عليه السلام: "اتقوا مواضع التهم". (كشف الخفاء، حرف الهمزة مع الباء الموحدة، (رقم الحديث: ۸۸): ۳۷/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "وعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "الدنانير أربعة: دينار تنفقه في سبيل الله تعالىٰ .... و دينار تنفقه على أهلک، وأعظمها أجراً الدينار الذي تنفقه على أهلک". (تنبيه الغافلين، =

گا تو گنہگار ہوگا۔شوہر کو بھی چاہیے کہ زوجہ کو نرمی سے اولاً سمجھائے (۱) ہر بات پر ناراض نہ ہو،ممکن ہے وہ مان جائے اورآئندہ ایسی خلافِ طبع،خلافِ شرع حرکات سے باز آجائے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم،۱۳/۵/۵۹ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبداللطیف،مدرسہ ہذا سہارنپور۔

جو عورت پہلے سے بے پردہ ہو اس کو بھی پردہ لازم ہے

سوال[۹۲۰۹]: شادی سے پہلے عورت نے کبھی پردہ نہیں کیا،شادی کے بعد اس کا خاوند کہتا ہے کہ پردہ کرو،مگر یہ کہہ کر ٹال دیتی ہے کہ اب تک پردہ نہیں کیا تو اب کیا پردہ کرنا ہے،جب کہ ہر شخص اس کو جانتا ہے۔دوسرے اس علاقہ میں برقع کا رواج بھی نہیں ہے۔تو اس عورت کو خاوند کے کہنے کے مطابق پردہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس کو پردہ کرنا چاہئے،اگر کسی نے مدتِ دراز تک نماز نہیں پڑھی اور وہ یہ کہے کہ اب بڑی عمر میں کیا نماز پڑھیں گے تو اس کا یہ جواب غلط ہے،اسی طرح اس عورت کا جواب غلط ہے۔فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۴/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

= ص:۲۸۰، باب حق المرأة على الزوج، مكتبه حقانيه پشاور)

(۱) "قال أنس بن مالک رضی الله تعالىٰ عنه : سئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أىّ المؤمنين أكمل إيماناً؟ قال: "أحسنهم خلقاً مع أهله". (تنبيه الغافلين، باب حق المرأة على الزوج، ص: ۲۷۹)

(۲) "عن الحسن البصرىّ، عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "استوصوا بالنساء خيراً، فإنهن عندكم لا يملكن لأنفسهن شيئاً". (تنبيه الغافلين، باب حق المرأة على الزوج، ص: ۲۷۹، مكتبة حقانيه پشاور)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فى طاعة الزوج: ۳/۶۱۴، دار الكتب العلميه بيروت)

"وينبغى للآمر والناهى أن يرفق، ليكون أقرب إلى تحصيل المطلوب، فقد قال الإمام الشافعى: من وعظ أخاه سراً فقد نصحه وزانه، ومن وعظه علانيةً فقد فضحه وشانه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۸/۸۶۳، رشيديه)

کیا نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے پردہ ہے؟

سوال[۹۲۱۰]: کچھ لوگوں نے ایسا مشہور کر رکھا ہے کہ عورت کے نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے جس سے نکاح ہوا ہے اس سے پردہ ضروری ہے۔ تو اس کی کیا اصلیت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کا جس مرد سے نکاح ہوگیا وہ اس کا شوہر ہوگیا، اگرچہ ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو، اس سے پردہ نہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲۸ھ۔

لڑکیوں کا فیکٹری میں کام کرنا

سوال[۹۲۱۱]: یہاں انگلینڈ کا یہ اصول ہے کہ لڑکا یا لڑکی کی عمر جب تک سولہ سال کی نہ ہو اس وقت تک اسکول جانا فرض ہے، جب سولہ سال کی عمر ہو جاتی ہے تو اسکول کی طرف سے فیکٹری میں کام دیتے ہیں۔ تو ہم لوگوں کا پوچھنا یہ ہے کہ لڑکی کو اسکول کی جانب سے کام ملتا ہے، اس فیکٹری میں خالص عورتوں ہی کا کام ہوتا ہے اور اس میں عورتیں ہی کام کرتی ہیں، مرد کا نام بھی نہیں – یہ فیکٹری سپلائی کی ہے- میں نے دو عالم سے پوچھا، انھوں نے یہ جواب دیا کہ جس فیکٹری میں عورتیں ہی کام کرتی ہوں اس میں کام پر لڑکی کو بھیجنے میں کوئی حرج تو نہیں، جس ڈیپارٹ منٹ میں عورتیں کام کرتی ہیں وہاں کی سُپر وائزر عورت ہی ہوتی ہے۔

---

(۱) "أما النظر إلى زوجته و مملوكته، فهو حلال من قرنها إلى قدمها عن شهوة وغير شهوة، وهذا ظاهر، إلا أن الأولى أن لا ينظر كل واحد منهما إلى عورة صاحبه، كذا في الذخيرة". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۲۷/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن، فيما يحل للرجل النظر إليه ومالايحل له، رشيديه)

"(وينظر إلى فرج أَمَته و زوجته) يعني عن شهوة وغير شهوة، قال عليه السلام: "غضّ بصرك إلا عن زوجتك وأمتك". وما روى عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: كنت أغتسل أنا و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم في إناء واحد". ولأنه يجوز المس والغشيان". (البحر الرائق: ۳۵۴/۸، فصل في النظر واللمس، كتاب الكراهية، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۴۶۱/۴، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس، مكتبه شركة علميه ملتان)

الجواب حامداً ومصلياً:

بوقتِ حاجت شرعی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۹۰ھ۔

عورتوں کو مزدوری کے لئے باہر نکلنا

سوال[۹۲۱۲]: ہم ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور سابقہ زمانہ سے ہمارے خاندان

---

(۱) "(قوله: ومعتدة الموت تخرج يوماً وبعض الليل لتكتسب) لأجل قيام المعيشة؛ لأنه لا نفقة لها، حتى لو كان عندها كفايتها، صارت كالمطلقة، فلا يحل لها أن تخرج لزيارة ولا لغيرها ليلاً أو نهاراً. والحاصل أن مدار الحل كون خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره، فمتى انقضت حاجتها لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها". (البحر الرائق: ۲۵۸/۴، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، رشيديه)

"ولها السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة". (الدرالمختار: ۱۴۵/۳، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

وقال الرافعي رحمه الله: "(قول الشارح: للحاجة) ولغيرها لا تخرج ولو خاليةً من الأزواج للأمر بالقرار في البيوت". (تقريرات الرافعي على ردالمحتار: ۱۹/۳، سعيد)

"قال في البحر: فإذا أرادت أن تخرج إلى مجلس العلم بغير رضى الزوج، ليس لها ذلك. فإذا وقعت لها نازلةٌ، إن سأل الزوج من العالم وأخبرها بذلك، لايسعها الخروج، وإن امتنع من السوال يسعها الخروج من غير رضى الزوج. وإن لم تقع لها نازلة، لكن أرادت .... ولا يسعها الخروج مالم تقع لها نازلة". (حاشية طحطاوي على الدرالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۶۸/۲، دارالمعرفة بيروت)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: "(وتعتدانِ): أي معتدة طلاق وموت في بيتٍ وجبت فيه، لايخرجان منه إلا أن تخرج أو يتهدم المنزل أو تخاف انهدامه أو تلف مالها أو لا تجد كراء البيت ونحو ذلك من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۵۳۶/۳، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، سعيد)

میں مچھلی پکڑنے اوراس کے فروخت کرنے کا پیشہ چلا آرہا ہے۔گھر کے تمام مردوعورت اپنی قوتِ بازو سے کما کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔مگر وہ زمانہ شریف تھا، دوسروں کی عزت کوخود اپنی عزت سمجھا جاتا تھا،مگر آج زمانے کی فضانے ہر شخص کے دل میں فتنہ اور بے حیائی کے جذبات کو پیدا کر دیا ہے۔اور ہماری قوم اس قدر بے خبر ہے کہ وہ اپنے مذہب کے ایک ادنیٰ سے جز پر بھی عامل نہیں ہے۔ ہماری عورتیں باہر لوگوں کی مزدوری کرتی ہیں، ہم ان کو منع کرتے ہیں مگر باز نہیں آتی ہیں۔اور کچھ غنڈے قسم کے لوگ بھی گھر پر ٹھہرتے ہیں جس کی وجہ سے بعض وہ عورتیں جو باز رہتی ہیں،ان کو بھی جانے کا موقع ملتا ہے۔

اس لئے پُر زور عرض ہے کہ آپ ان عورتوں کی کمائی حرام قرار دے کر ایسا حکم صادر فرمائیں جس کے ذریعہ یہ عورتیں اپنے اس مزدوری کے پیشہ کو چھوڑ کر پردہ کی پابند ہو جائیں اور پردہ کا حکم ان کے لئے کیا جائے تاکہ بے حیائی کا شکار نہ بنیں۔ نیز یہ بات بھی ہماری قوم میں رائج ہے: حق سلب کر لینا، ناپ تول میں کمی کرنا، جھوٹ بولنا۔اس لئے اس پر بھی شرعی روشنی میں ان باتوں پر جواز یا ممانعت کا حکم لگائیں۔آیا یہ باتیں صحیح ہیں یا باطل؟اور باطل پر عمل کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بے حیائی اور بدکاری کی بُرائی کو سب ہی جانتے ہیں،کوئی بے خبر نہیں (۱)۔ایسی حالت میں صرف فتویٰ کافی نہیں بلکہ تعلیم کا انتظام کیا جائے، گھروں میں دینی کتابیں سنائی جائیں، بزرگوں سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے،علمائے حق کے وعظ کہلوائیں،سب برادری اس پر غور کر کے اصلاح کا پختہ ارادہ کرے، ہر شخص اپنی بیوی کا نان ونفقہ پورا پورا دے اوراس کو مجبور کرے کہ اب تم کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں،تمہاری ہر ضرورت یہیں پوری کی جائے گی، مچھلی پکڑنے اور فروخت کرنے کے لئے بھی مت جانا۔

دوسرے کا حق غصب کر لینا کبیرہ گناہ ہے، جو شخص ایک بالشت زمین کسی کی غصب کرے گا ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا (۲) اور چار پیسے کے عوض سات سو فرض مقبول

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تقربوا الفواحش ماظهر منها ومابطن﴾ (سورة الأنعام: ۱۵۱)

وقال الله تعالیٰ: ﴿ولاتقربوا الزنی إنه فاحشةً وساء سبيلاً﴾ (سورة بني إسرائيل: ۳۲)

(۲) "عن سعيد بن زيد رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : "من أخذ =

نمازیں دلائی جائیں گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دآر العلوم دیوبند، ۱۸/ ۸/ ۱۳۹۰ھ۔

حفاظتِ نظر کے ساتھ بازار سے خرید وفروخت

سوال [۹۲۱۳]: یہاں کے دوکاندار کلکتہ میں کروم خریدنے کے لئے جاتے ہیں، کلکتہ میں جو کروم بناتے ہیں وہ غیر مسلم ہیں، ان لوگوں کی جو عورتیں ہیں وہ بھی اپنے مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں، عام بیوپاری لوگ مال خریدنے جاتے ہیں۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی عورتیں بچوں کو دودھ دیتے وقت چھاتی کو ننگی کرکے دودھ دیتی ہیں، بیوپاری لوگ سامنے ہی ہوتے ہیں۔ مسلم بیوپاری کو وہاں جاکر مال خریدنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مال خریدنا تو درست ہے، لیکن نامحرم پر نظر نہ کی جائے، جیسا کہ بازار میں بھی بہت سی عورتیں سر وبازو کھولے ہوئے رہتی ہیں، ان کی طرف نظر ممنوع ہے (۲) اور نفس بازار سے اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنا شرعاً درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين". (مشكوة المصابيح، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ص: ۲۵۴، قديمى)

(۱) لم أظفر عليه

(۲) "عن الحسن مرسلاً قال: بلغني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لعن الله الناظر والمنظور إليه". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۷۰، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثالث، قديمى)

"وفيما إذا كان الناظر إلى المرأة الأجنبية هو الرجل، قال: فليجتنب بجهده، وهو دليل الحرمة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۲۷، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيديه)

اگر اچانک بلاقصد نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے، مگر پھر دوسری بار قصداً اجنبیہ کو دیکھنا جائز نہیں، لقول عليه الصلوة =

عورتوں کوگھومنے کے لئے باہر نکلنا

سوال[۹۲۱۴]: آج کل بعض حضرات کا خیال ہے کہ چہار دیواری میں عورتوں کو محصور رکھنا ظلم ہے، عورتوں کو اپنے شوہروں کے ساتھ برقع اوڑھ کر گھومنا چاہئے، کیونکہ عہدِ نبوی میں عورتیں جنگ میں شریک ہوتی تھیں اور ہر کام میں امداد دیتی تھیں۔

محمد یونس۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن شرائط اور احوال کی رعایت سے عہدِ نبوی میں عورتیں جہاد میں شریک ہوئی ہیں، آج ان کا عشرِ عشیر بھی موجود نہیں، بلکہ ان کا پایا جانا عادۃً محال ہے، تاہم جس درجہ میں فقہاء نے اجازت دی ہے اس درجہ میں جہاد کے لئے آج بھی عورتوں کا نکلنا جائز ہے، یعنی اضطرار کی حالت میں نفیرِ عام کے وقت عورتوں کو جہاد کے لئے نکلنا درست ہے بشرطیکہ ان کو قتال کی قدرت بھی ہو اور لشکر بڑا ہو، مرہم پٹی وغیرہ کے لئے بوڑھی عورتوں کو نکلنا جائز ہے، جوانوں کو جائز نہیں:

"قال محمد رحمه الله تعالىٰ: لا يعجبنا أن تقاتل النساء المسلمات مع الرجال إلا أن يضطرّ المسلمون إلى ذلك، فإن اضطر المسلمون إلى ذلك بأن جاء النفير، وكان في خروجهن حاجة وضرورة، فلا بأس بخروجهن للقتال .... ولا تخرج الشوابّ لمداواة الجرحى وسقى الماء والطبخ والخبز لأجل الغزاة، أما العجائز اللاتي دخلن في السن، فلا بأس بأن يخرجن في الصوائف ونحوها من الجنود العظام، ويداوين المرضى والجرحى، ويسقين الماء، ويخبزن ويطبخن، ولكن لا يقاتلن". عالمگیری: ۸۰۳/۲(۱)۔

= والسلام لعلي رضي الله عنه: "يا علي! لا تتبع النظرة النظرة، فإن لك الأولىٰ، وليست لك الأخرة". رواه أحمد والترمذي". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر الى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱۸۹/۲، كتاب السير، الباب الأول في تفسيره شرعاً وشرطه وحكمه، رشيديه) ....=

جب کہ جہاد کے لئے نکلنے کا یہ حکم ہے تو پھر شوہروں کے ساتھ گھومنا تو کوئی عبادت بھی نہیں، اس کو جہاد پر قیاس کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے، خصوصاً جب کہ روایاتِ ذیل سے پردہ کی سخت تاکید معلوم ہوتی ہے:

"المراة عورة، فإذا خرجت، استشرفها الشيطان". ترمذی(۱)۔

"صلوٰة المرأة فی بيتها أفضل من صلوٰتها فی حجرتها، وصلوتها فی مخدعها أفضل من صلاتها فی بيتها". أبوداؤد(۲)۔

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: لو أدرك رسول الله صلی الله عليه وسلم

= "عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه، قال: كان رسول الله صلی الله عليه وسلم يغزو بأم سليم، ونسوة من الأنصار معه إذا غزا، فيسقين الماء ويداوين الجرحی".

"قال النووی رحمه الله: فيه خروج النساء فی الغزو، والانتفاع بهن فی السقی والمداواة ونحوهما، وهذه المداواة لمحارمهن وأزواجهن، وماكان منها لغيرهم، لا يكون فيه مس بشرة إلا فی موضع الحاجة .... وقال الحافظ تحت حديث الربيع: وفيه جواز معالجة المرأة الأجنبية الرجلَ الأجنبیَّ للضرورة. قال ابن بطال: ويختص ذلک بذوات المحارم ثم بالمتجالات منهن؛ لأن موضع الجرح لا يُلتذّ بلمسه بل يقشر منه الجلد، فإن دعت الضرورة لغير المتجالات فليكن بغير مباشرة ولا مس". (تكملة فتح الملهم: ۳/۲۴۹، كتاب الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال، مكتبه دار العلوم كراچی)

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قلت : يارسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم هل علی النساء من جهاد؟ قال: "نعم، عليهن جهاد لاقتال، فيه الحج والعمرة". (مسند أحمد بن حنبل، حديث السيدة عائشة، (رقم الحديث: ۲۴۷۹۴): ۷/۲۳۷، دارإحياء التراث العربی بيروت)

"عن عائشة أم المؤمنين أنها قالت: يارسول الله نری الجهاد أفضل العمل، أفلا نجاهد؟ قال: "لا، لكنّ أفضل الجهاد حجّ مبرور". (صحيح البخاری، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور: ۱/۲۰۶، قديمی)

(۱) (جامع الترمذی: ۱/۲۲۲، آخر كتاب الرضاع، باب، قبيل أبواب الطلاق واللعان، سعيد)

(۲) (وسنن أبی داؤد، كتاب الصلوة، باب ماجاء فی خروج النساء إلی المسجد: ۱/۹۱، إمداديه ملتان)

ماأحدث النساء، لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنی إسرائیل". بخاری(۱)۔

اس روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس زمانہ کا حال بیان فرمایا ہے جس کے متعلق ارشاد ہے:"خیر القرون قرنی، ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم"(۲)۔

آج فتنہ وفساد کے غلبہ کی وجہ سے مساجد میں نماز کے لئے عورتوں کا آنا بدرجۂ اُولیٰ ممنوع ہوگا(۳)، جیسا

---

(۱) (صحیح البخاری: ۱/۱۲۰، کتاب الصلوة، باب خروج النساء إلی المسجد، قدیمی)

(۲) (مشكوة المصابیح، باب مناقب الصحابة، الفصل الأول، ص: ۵۵۳، قدیمی)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿وقرن فی بیوتکن﴾ روی هشام عن محمد بن سیرین قال: قیل لسودة بنت زمعة رضی الله تعالیٰ عنها: ألا تخرجین کما تخرج أخواتک؟ قالت: والله! لقد حججت واعتمرت، ثم أمرنی الله أن أقِرّ فی بیتی، فوالله! لا أخرج. فما خرجت حتی أخرجوا جنازتها. وقیل: إن معنی ﴿وقرن فی بیوتکن﴾ کن أهل وقار وهدوء وسکینة، یقال: وقر فلان فی منزله یقر وقوراً إذا هدأ فیه واطمأنّ به، وفیه الدلالة علی أن النساء مأمورات بلزوم البیوت منهیات عن الخروج". (أحکام القرآن للجصاص، (سورة الأحزاب: ۳۳): ۳/۵۲۹، قدیمی)

"عن ابن عمر رضی الله عنهما أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "لاتمنعوا النساء أن یخرجن إلی المساجد، وبیوتهن خیرٌلهن".

ورواه أحمد والطبرانی: عن أم حمید الساعدیة رضی الله تعالیٰ عنها أنها جاء ت إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم: فقالت: یا رسول الله! إنی أحِبّ الصلاة معک. فقال صلی الله علیه وسلم: "قد علمت، وصلاتک فی حجرتک خیرٌ لک من صلاتک فی مسجد قومک، وصلاتک فی مسجد قومک خیرٌ لک من صلاتک فی مسجد الجماعة". (فقه السنة: ۱/۲۲۹، کتاب الصلاة، باب صلوة الجماعة، حضور النساء الجماعة فی المساجد، دارالکتاب العربی بیروت)

"وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علی وسلم: "صلوٰة المرأة فی بیتها أفضل من صلوتها فی حجرتها، وصلوتها فی مخدعها أفضل من صلوتها فی بیتها". رواه أبو داود".
(مشکوٰة المصابیح، ص: ۹۶، کتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثانی، قدیمی)

قال الشیخ المحدث الدهلوی رحمه الله: "هو محمول علی عجوز غیر مشتهاة لم تخرج بطیب ولا بزینة، وفی زماننا خروج النساء للجماعة مکروه لفساده . وقیل: لأن الغرض من حضورهن کان لیتعلمن الشرائع، ولا احتیاج إلی ذلک فی زماننا لشیوعها، والستر لهن أولیٰ". (لمعات التنقیح فی =

....

= شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۱۰۵۹): ۲۸۲/۳، مكتبه رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۰۴، كتاب الصلاه، قديمي)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "(ويكره حضورهن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقاً) ولو عجوزاً ليلاً (على المذهب) المفتي به لفساد الزمان. واستثنى الكمال بحثاً العجائز المتفانية .... اهـ". (الدرالمختار). قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: ولو عجوزاً ليلاً) بيان للإطلاق: أي شابةً أو عجوزاً، نهاراً أو ليلاً. (قوله: على المذهب المفتي به): أي مذهب المتأخرين. قال في البحر: وقد يقال: هذه الفتوى الذي اعتمدها المتأخرون مخالفة لمذهب الإمام وصاحبيه، فإنهم نقلوا أن الشابة تمنع مطلقاً اتفاقاً، وأما العجوزفلها حضور الجماعة عند الإمام إلا في الظهر والعصر والجمعة: أي وعندهما مطلقاً، فالإفتاء بمنع العجائز في الكل مخالف للكل، فالاعتماد على مذهب الإمام، اهـ.

قال في النهر: وفيه نظر، بل هو مأخوذ من قول الإمام، وذلك أنه إنما منعها لقيام الحامل وهو فرط الشهوة بناءً على أن الفسقة لا ينتشرون في المغرب؛ لأنهم بالطعام مشغولون وفي الفجر والعشاء نائمون، فإذا فرج انتشارهم في هذه الأوقات لغلبة فسقهم، كما في زماننا بل تحريهم إياها، كان المنع فيها أظهر من الظهر .... اهـ". (ردالمحتار ۵۶۶/۱ كتاب الصلاة، باب الجماعة، مطلب: إذا صلى الشافعي، سعيد)

"وأطبق المتأخرون على أن الفتوى على منع الكل في الكل .... وإذا منعت عن حضور الجماعة، فمنعها من حضور الوعظ والاستسقاء أولىٰ. وأدخله العيني رحمه الله في الجماعات، وما قلناه أولى". (النهر الفائق: ۲۵۰/۱، ۲۵۱، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة والحدث في الصلوة، امداديه)

مذکورہ بالاعبارات سے عورتوں کا کسی بھی مجلس میں شرکت کے لئے نکلنے کا عدمِ جواز واضح اور مصرح ہے، حتی کہ مجلسِ وعظ میں شرکت کے لئے نکلنا بھی درست نہیں جیسا کہ صاحبِ نہر کی عبارت سے معلوم ہوا۔

مگر موجودہ دور کے فقہاء نے بوجۂ مجبوری عورتوں کو مجلسِ وعظ میں شرکت کی چند شرائط کے ساتھ اجازت دی ہے، راجع للتفصيل: (أحسن الفتاویٰ، كتاب الحظر والإباحة، عنوان: مجلس وعظ کے لئے خروج: ۶۱/۸، سعید)

(وفتاویٰ حقانيه، كتاب الحظر والإباحة، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر: ۴۳۸/۲، جامعه دارالعلوم حقانيه)

کہ نہایہ(۱)، کفایہ(۲)، عنایہ(۳)، مبسوط(۴)، جامع الرموز(۵)، محیط(۶) وغیرہ میں مصرح موجود ہے۔ جب کہ دینی امور میں عورتوں کے نکلنے کا یہ حکم ہے تو پھر شوہروں کے ساتھ گھومنا تو کوئی دینی ضرورت نہیں، بلکہ نصاریٰ کا شعار اور طریقہ ہے، وہ کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمود گنگوہی۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵۳/۳/۲۶ھ،　　صحیح: عبد اللطیف، ۵۳/۳/۲۷ھ۔

---

(۱) لم أظفر عليه.

(۲) (فتح القدير مع الكفاية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۱۷، رشيديه)

(۳) (فتح القدير مع العناية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۱۷، رشيدية)

(۴) "والمرأة كذلك مشغولة بخدمة الزوج منهيةٌ عن الخروج شرعاً، لما في خروجها إلى مجمع الرجال من الفتنة". (المبسوط للسرخسي: ۲/۳۷، كتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"وليس على النساء خروج في العيدين، وقد كان يرخص لهن في ذلك، فأما اليوم، فإني أكره ذلك يعني للشوابّ منهن، فقد أُمِرنَ بالقرار في البيوت ونُهِينَ عن الخروج، لما فيه من الفتنة". (المبسوط السرخسي: ۲/۶۳، باب صلاة العيدين، مكتبة الغفارية)

(۵) "وأما عندهما فالحضور رخصة في الكل كما في الكسوف والاستسقاء، كما في المحيط. وهذا في زمانهم، وأما في زماننا فيكره حضورها كل جماعة، وهو المختار، كما في الاختيار وغيره. وفيه إشارة إلى أن حضور الواسطة يعني الكهلة مكروه في زماننا، وينبغي أن يكون كذلك في زمانهم. في المحيط: قالت عائشة رضي الله عنها للنساء حين شكون إليها عن عمر رضي الله عنه، لنهيهن عن الخروج إلى المساجد: لو علم النبي عليه الصلاة والسلام ما علم عمر، ما أذن لكنّ إلى الخروج". (جامع الرموز: ۱/۱۷۴، كتاب الصلاة، فصل: يجهر الإمام، المطبعة الكريمية ببلدة القزان)

(۶) "ثم تكلموا أن في زماننا هل يرخص لهن في الخروج أم لا؟ أما الصواب فلا يرخص لهن في الخروج في شئ من الصلوات عندنا". (المحيط البرهاني: ۲/۲۱۷، كتاب الصلاة، الفصل السادس والعشرون في صلاة العيدين، مكتبة الغفاريه كوئٹه)

نامحرموں کو دیکھنا

سوال[۹۲۱۵]: زید ہمیشہ اجنبی حسین عورتوں کو تاکتا رہا(۱) اور احباب سے حالات بیان کرتا رہا۔ کیا اس کو بھی گناہ کبیرہ کہا جاوے گا، اور اصرار علی الکبیرۃ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اجنبیہ کو (شہوت سے) دیکھنا بلا ضرورتِ شرعیہ حرام ہے، کیونکہ آنکھ کا زنا ہے، ایسے فعل سے توبہ کرنا ضروری ہے، اگر توبہ نہ کرے تو یہ اصرار ہے(۲)۔ فقط۔

محمود گنگوہی، ۵۳/۶/۲۳ھ۔

جواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "تاکنا: گھورنا، ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا، دیکھنا، جھانکنا: چھپ کر دیکھنا، تاڑنا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۳۸، فیروز سنز لاهور)

(۲) "قال ابن الكمال: لأن الصغيرة تأخذ حكم الكبيرة بالإصرار .... وفى الصغائر العبرة للغلبة، أو الإصرار على الصغيرة، فتصير كبيرةً". (الدرالمحتار مع ردالمحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۵/۴۷۳، سعيد)

فصلٌ فی مایتعلق بصوت المرأة

(عورت کی آواز کا بیان)

عورت کی آواز کا پردہ ہے یا نہیں؟

سوال[۹۲۱۶]: ۱......کسی عورت کا بیہودہ مَردوں کے سامنے تقریر کرنا کیسا ہے مجمع میں؟

۲......اگر مقرر عورت برقع اوڑھ کر مردوں کے مجمع میں تقریر کرے تو کیسا ہے؟

۳......ایسی عورت کی تقریر سننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......ناجائز ہے(۱)۔

---

(۱)"فظهرُ الكف عورة على المذهب، والقدمين على المعتمد، وصوتها على الراجح". (الدرالمختار).

قال ابن عابدين رحمه الله: "(قوله: على الراجح) عبارة البحر عن الحلية: أنه الأشبه. وفي النهر: وهو الذى ينبغى اعتماده، ومقابله ما فى النوازل: نغمة المرأة عورة، وتعلّمها القرآن من المرأة أحب، قال عليه الصلاة والسلام: "التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء". فلا يحسن أن يسمعها الرجل، اهـ. وفى الكافى: ولا تلبى جهراً؛ لأن صوتها عورة، ومشى عليه فى المحيط فى باب الأذان، بحر.

قال فى الفتح: وعلى هذا لو قيل: إذا جهرت بالقراء ة فى الصلاة، فسدت كان متجهاً، ولهٰذا منعها عليه الصلاة والسلام من التسبيح بالصوت لإعلام الإمام بسهوه إلى التصفيق، اهـ. وأقره البرهان الحلبى فى شرح المنية الكبير، وكذا فى الإمداد. ثم نقل عن خط العلامة المقدسى: ذكر الإمام أبو العباس القرطبى فى كتابه فى السماع: ولايظن من لا فطنة عنده أنا إذا قلنا: صوت المرأة عورة أنا نريد بذلک كلامها؛ لأن ذلک ليس بصحيح، فإنا نجيز الكلام مع النساء للأجانب ومحاورتهن عند الحاجة إلى ذلک، ولانجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها، لما فى ذلک من استمالة الرجال إليهن وتحريک الشهوات منهم، ومن هذا لم يجز أن تؤذن المرأة، اهـ. قلت: ويشير=

۲......عورت کا مردوں کے ساتھ مسجد میں جا کر نماز پڑھنا بھی علمائے کرام نے ممنوع لکھا ہے(۱)، خواہ

= إلى هذا تعبير النوازل بالنغمة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/ ۴۰۶، سعيد)

"ويرفع صوته بالأذان، والمرأة ممنوعة من ذلك، لخوف الفتنة". (المبسوط للسرخسي: ۱/ ۲۷۷، كتاب الصلوة، باب الأذان، مكتبة غفاريه كوئٹه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وقرن في بيوتكن﴾ روى هشام عن محمد بن سيرين قال: قيل لسودة بنت زمعة رضى الله تعالىٰ عنها: ألا تخرجين كما تخرج أخواتك؟ قالت: والله! لقد حججت واعتمرت ثم أمرني الله أن أقِرّ في بيتي، فوالله! لا أخرج. فما خرجت حتى أخرجوا جنازتها. وقيل: إن معنى ﴿وقرن في بيوتكن﴾ كن أهل وقار وهدوء وسكينة، يقال: وقر فلان في منزله يقر وقوراً إذا هدأ فيه واطمأنّ به، وفيه الدلالة على أن النساء مأمورات بلزوم البيوت منهيات عن الخروج". (أحكام القرآن للجصاص، (سورة الأحزاب: ۳۳): ۳/ ۵۲۹، قديمي)

"عن ابن عمر رضى الله عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لاتمنعوا النساء أن يخرجن إلى المساجد، وبيوتهن خيرٌلهن"،

ورواه أحمد والطبراني: "عن أم حميدالساعدية رضى الله تعالىٰ عنها أنها جاء ت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم: فقالت: يا رسول الله! إني أحِبّ الصلاة معك. فقال صلى الله عليه وسلم: "قد علمت، وصلاتك في حجرتك خيرٌ لك من صلاتك في مسجد قومك، وصلاتك في مسجد قومك خيرٌ لك من صلاتك في مسجد الجماعة". (فقه السنة: ۱/ ۲۲۹، كتاب الصلاة، باب صلوة الجماعة، حضور النساء الجماعة في المساجد، دارالكتاب العربي بيروت)

"وعن ابن مسعود رضى الله عنه قال: قال النبي صلى الله على وسلم: "صلوٰة المرأة في بيتها أفضل من صلوتها في حجرتها، وصلوتها في مخدعها أفضل من صلوتها في بيتها". رواه أبو داود". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۹۶، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثاني، قديمي)

قال الشيخ المحدث الدهلوي رحمه الله: "هو محمول على عجوز غير مشتهاة لم تخرج بطيب ولا بزينة، وفي زماننا خروج النساء للجماعة مكروه لفساده، وقيل: لأن الغرض من حضورهن كان ليتعلمن الشرائع، ولا احتياج إلى ذلك في زماننا لشيوعها، والستر لهن أولى". (لمعات التنقيح في شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۱۰۵۹): ۳/ ۲۸۲، مكتبه رشيديه) .... =

برقع اوڑھ کر جائے یا بلا برقع اوڑھے، کیونکہ اس میں بہت مفاسد اور فتن ہیں، لہٰذا عورت کا مَردوں کے مجمع میں جا کر تقریر کرنا بھی (بلا شدید ضرورت کے) منع ہے۔

۳......مَردوں کو ایسے مجمع میں شریک ہونا اور تقریر سننا شرعاً درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۰/ ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۰۴، كتاب الصلاة، قديمي)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "(ويكره حضورهن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقاً) ولو عجوزاً ليلاً (على المذهب) المفتي به لفساد الزمان. واستثنى الكمال بحثاً العجائز المتفانية .... اهـ". (الدرالمختار). قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: ولو عجوزاً ليلاً) بيان للإطلاق: أي شابةً أو عجوزاً، نهاراً أو ليلاً. (قوله: على المذهب المفتي به): أي مذهب المتأخرين، قال في البحر: وقد يقال: هذه الفتوى الذي اعتمدها المتأخرون مخالفة لمذهب الإمام وصاحبيه، فإنهم نقلوا أن الشابة تمنع مطلقاً اتفاقاً، وأما العجوزفلها حضور الجماعة عند الإمام إلا في الظهر والعصر والجمعة: أي وعندهما مطلقاً، فالإفتاء بمنع العجائز في الكل مخالف للكل، فالاعتماد على مذهب الإمام اهـ.

قال في النهر: وفيه نظر، بل هو مأخوذ من قول الإمام، وذلك أنه إنما منعها لقيام الحامل وهو فرط الشهوة بناءً على أن الفسقة لا ينتشرون في المغرب؛ لأنهم بالطعام مشغولون وفي الفجر والعشاء نائمون، فإذا فرج انتشارهم في هذه الأوقات لغلبة فسقهم –كما في زماننا، بل تحريهم إياها– كان المنع فيها أظهر من الظهر .... اهـ". (ردالمحتار ۱/۵۶۶ كتاب الصلاة، باب الجماعة، مطلب: إذا صلى الشافعي، سعيد)

"وأطبق المتأخرون على أن الفتوى على منع الكل في الكل .... وإذا منعت عن حضور الجماعة، فمنعها من حضور الوعظ والاستسقاء أولىٰ. وأدخله العيني رحمه الله في الجماعات، وما قلناه أولىٰ". (النهر الفائق: ۱/۲۵۰، ۲۵۱، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة والحدث في الصلوة، رشيديه)

(۱) "نغمة المرأة عورة .... قال عليه الصلوة والسلام "التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء"، فلا =

عورت کی تقریر لاؤڈ اسپیکر پر

سوال[۹۲۱۷]: مستورات کولاؤڈ اسپیکر پر بیان کرنارات میں جائز ہے یانہیں؟ عورتوں کی آواز گھر سے باہر نکلنی چاہئے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر صرف مستورات کا مجمع ہواور آواز نامحرموں تک نہ پہونچے تو عورت کا وعظ کہنا اور اپنی بات بتانا درست ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۵ھ۔

= يحسن أن يسمعها الرجل .... ذكر الإمام أبو العباس القرطبي في كتابه في السماع: ولا يظن من لافطنة عنده أنا إذا قلنا صوت المرأة عورة، إنا نريد بذلك كلامها .... ولانجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تلينها وتقطيعها، لما في ذلك من استمالة الرجال إليهن وتحريك الشهوات منهم، ومن هذا لم يجز أن تؤذن المرأة". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۴۰۶، سعيد)

(۱) قال العلامة الجصاص تحت قوله تعالىٰ: ﴿ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن﴾ (الآية): "وفيه دلالة على أن المرأة منهية عن رفع صوتها بالكلام بحيث يسمع ذلك الأجانب، إذا كان صوتها أقرب إلى الفتنة من صوت خلخالها، ولذلك كره أصحابنا أذان النساء؛ لأنه يحتاج فيه إلى رفع الصوت والمرأة منهيةٌ عن ذلك". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۴۶۵، باب ما يجب من غض البصر عن المحرمات، قديمي)

(وكذ في أحكام القرآن للجصاص: ۳/۵۲۸، فصل، قديمي)

"وأما أذان المرأة، فلأنها منهية عن رفع صوتها؛ لأنه يؤدي إلى الفتنة". (البحر الرائق: ۱/۴۵۸، كتاب الصلاة، باب الأذان، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۹۹، باب الأذان، قديمي)

"فظهرُ الكف عورة على المذهب، والقدمين على المعتمد، وصوتها على الراجح". =

لاؤڈ اسپیکر پر تعلیم کے لئے لڑکیوں کی تقریر

سوال[۹۲۱۸]: ہمارے یہاں شہر مالیگاؤں میں لڑکیوں کے دینی مدارس قائم ہیں جس میں دینی تعلیم دی جاتی ہے اور قراتِ قرآن وغیرہ بھی سکھائی جاتی ہے۔ سال کے اختتام پر لڑکیوں اور عورتوں میں دینی جذبہ بیدار کرنے کے لئے ایک مخصوص عورتوں کا پردے کے پورے انتظام کے ساتھ ایک جلسہ منعقد کیا جاتا ہے جس میں لڑکیاں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ تقریر، نظم، مکالمہ وغیرہ پیش کرتی ہیں۔ نیز مختلف مدارس کی لڑکیوں کا قرآن شریف کی قرات میں مقابلہ بھی ہوتا ہے اور انعام بھی دیا جاتا ہے۔ ان جلسوں میں مَردوں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے جو اِن کی تقریروں کو سنتے ہیں۔ تو اس قسم کے جلسے کرنا اور لڑکیوں اور عورتوں کا- جو اکثر بالغ ہی ہوتی ہیں- لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے تقریر کرنا ازروئے شرع درست ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

= (الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله: "(قوله: على الراجح) عبارة البحر عن الحلية: أنه الأشبه. وفي النهر: وهو الذي ينبغي اعتماده، ومقابله ما في النوازل: نغمة المرأة عورة، وتعلّمها القرآن من المرأة أحب، قال عليه الصلاة والسلام: "التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء". فلا يحسن أن يسمعها الرجل، اهـ. وفي الكافي: ولا تلبي جهراً؛ لأن صوتها عورة، ومشى عليه في المحيط في باب الأذان، بحر.

قال في الفتح: وعلى هذا لو قيل: إذا جهرت بالقراء ة في الصلاة، فسدت كان متجهاً، ولهٰذا منعها عليه الصلاة والسلام من التسبيح بالصوت لإعلام الإمام بسهوه إلى التصفيق، اهـ. وأقره البرهان الحلبي في شرح المنية الكبير، وكذا في الإمداد. ثم نقل عن خط العلامة المقدسي: ذكر الإمام أبوالعباس القرطبي في كتابه في السماع: ولايظن من لا فطنة عنده أنا إذا قلنا: صوت المرأة عورة أنا نريد بذلک كلامها؛ لأن ذلک ليس بصحيح، فإنا نجيز الكلام مع النساء للأجانب ومحاورتهن عند الحاجة إلى ذلک، ولانجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها، لما في ذلک من استمالة الرجال إليهن وتحريک الشهوات منهم، ومن هذا لم يجز أن تؤذن المرأة، اهـ. قلت: ويشير إلى هذا تعبير النوازل بالنغمة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۰۶، سعيد)

"ويرفع صوته بالأذان، والمرأة ممنوعة من ذلک، لخوف الفتنة". (المبسوط للسرخسي: ۱/۲۷۷، كتاب الصلوة، باب الأذان، مكتبة غفاريه كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوعمر لڑکیوں کا اس طرح جلسہ کرنا بظاہر ان کی تعلیمی ترقی اور غیر تعلیم یافتہ مستورات میں تعلیمی ترغیب کا ذریعہ بھی ہے، ان کو معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں، مافی الضمیر کے ادا کرنے کا سلیقہ بھی پیدا ہوتا ہے، تقریر کی مشق بھی ہوتی ہے، مگر ساتھ ہی اس میں فتنے بھی ہوتے ہیں، خاص کر جب مَردوں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ لاؤڈ اسپیکر پر ان کی تقریر مکالمے سنتے ہیں اور دلچسپی لینے اور نظمیں بھی ترنم کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ خود عورتوں کا جمع ہونا مستقل فتنہ ہے، اسی وجہ سے تقریباتِ خاندان میں بھی شرکت کی ان کو اجازت نہیں دی جاتی، اگر شوہر اجازت دے تو وہ بھی ماخوذ ہوگا۔

فتنوں کا علم جگہ جگہ کے خطوط سے بھی ہوتا رہتا ہے، جو بصورتِ استفتاء آتے ہیں۔ اگر چھوٹی بچیاں ہوں تو ان میں فتنہ نہیں۔ بڑی لڑکیوں کا حال دوسرا ہے، ان کو اس طرح نہ تعلیم دی جائے نہ تقریر کرائی جائے۔

"ویمنعها من زیارة الأجانب وعیادتهم والولیمة، وإن أذن كانا عاصیین، اه".

درمختار۔ "(قوله: والولیمة) ظاهره ولو كانت عند المحارم؛ لأنها تشتمل علی جمع، فلا تخلوا من الفساد عادةً، اه". شامی: ۲/۶۶۵(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۱ھ۔

عورتوں کی اجلاس میں شرکت، تقریر وقراءت

سوال[۹۲۱۹]: مسلم خواتین دینی اجتماعات منعقد کر سکتی ہیں یا نہیں؟ اور وعظ وتقریر کی مکلّف ہیں یا نہیں؟ عورت کی آواز بھی سترِ عورت بتائی جاتی ہے تو عورت وعظ وتقریر کس طرح کرے؟ اور جس وعظ وتقریر کو غیر محرم بھی سنیں تو کیا یہ جائز ہے؟

ہمارے یہاں رواج ہو گیا ہے کہ بعض خواتین جو کہ اونچے درجہ کی تعلیم یافتہ ہیں اور ان میں سے بہت سی خواتین شرعی پردے اور شرعی لباس کی پابند نہیں ہیں، جلسۂ سیرتِ پاک وقراءت وغیرہ منعقد کرتی ہیں اور ان جلسوں میں خواتین کو مدعو کرتی ہیں۔ ایسا ہی ایک جلسہ مسجد شاہی خیریت آباد میں منعقد ہو رہا ہے، اشتہار چسپاں کیا جا رہا ہے، مسجد مذکور محصورہ ہے۔ حصۂ مسجد کا بلند چبوترہ تقریباً ۸/ فٹ بلند ہے، چبوترہ مسجد پر

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب النفقة: ۳/۶۰۳، سعید)

مسجد کی اصل عمارت ہے اور صحن مسجد واقع ہے جو داخلِ مسجد ہے، وسیع وعریض بلند چبوترہ کے اطراف کی زمین جو محصور ہے وہ مسجد ہی کی چہار دیواری ہے، اسی بلند چبوترہ پر جلسہ منعقد ہوتا ہے۔ جلسہ گاہ کو شامیانے وغیرہ سے گھیرا جاتا ہے۔

حصارِ مسجد کے باہر بعض مکانات بلند (دومنزلہ) غیر مسلموں کے ہیں، یہاں سے مسجد محصور اور صحنِ مسجد بھی نظر آتا ہے۔ جلسۂ مذکورہ کی شرکاء خواتین کی تعداد ایسی بھی رہی جو مسجد کے محصورہ علاقہ کے باب الداخلہ سے جلسہ گاہ کے شامیانے تک بے پردہ گئیں اور واپس ہوئیں۔ کیا خواتین کے ایسے اجتماعات (جو اشتہار منسلکہ سے ظاہر ہے اور جس کی صراحت اوپر کی گئی ہے) جائز ہوسکتے ہیں؟ شرعی طور پر رہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

شریعت نے عورتوں کو پردہ کی بہت تاکید فرمائی ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ: ''عورت چھپانے کی چیز ہے، جب وہ مکان سے باہر نکلتی ہے تو شیطان جھانکتا ہے''(۱)۔ ایک حدیث میں ہے: ''میں نے اپنے بعض مَردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ مضر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا''(۲)۔ ایک حدیث میں ہے کہ: ''جو عورت خوشبو لگا کر مَردوں کے قریب سے گذرتی ہے وہ ایسی ہے'' یعنی بدکاری کی دعوت

---

(۱) "عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "المرأة عورة، فإذا خرجت، استشرفها الشیطان". رواه الترمذی". (مشکوٰة المصابیح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلی المخطوبة وبیان العورات، الفصل الثانی، قدیمی)

"وقیل: إنها ذات عورة، والمعنی أن المرأة یستقبح بروزها وظهورها، فإذا خرجت أمعن النظر إلیها لیغویها بغیرها ویغوی غیرها بها، فیوقعها أو أحدهما فی الفتنة، أو یرید الشیطان شیطان الإنس من أهل الفسق: أی إذا رأوها بارزةً، استشرفوها بما بثه الشیطان فی نفوسهم من الشر". (مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة وبیان العورات، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۳۱۰۹): ۲۸۲/۶، رشیدیه)

(۲) "عن أسامة بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "ما أدع بعدی فتنةً أضر علی الرجال من النساء". (سنن ابن ماجة، ص: ۲۸۸، کتاب الفتن، باب فتنة النساء، قدیمی)

دینے والی ہے(۱)۔ایک حدیث میں ہے کہ:''نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو سیدھا دل پر جا کر لگتا ہے''(۲)۔

اس لئے بلاضرورت عورت کا مکان سے نکلنا منع ہے اگرچہ وہ پردہ کے ساتھ نکلے،ضرورت پر جبکہ بغیر مکان سے نکلے کام نہ چلے تو میلے کچیلے کپڑے پہن کر پردہ کے ساتھ نکلنے کی گنجائش ہے(۳)،اس طرح کہ مہکتی

---

(۱) "عن أبی موسی رضی الله تعالیٰ عنه، عن النبی صلیٰ الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إذا استعطرت المرأة فمرت علی القوم لیجدوا ریحها، فهی كذا كذا". قال قولاً شدیداً". (سنن أبی داؤد: ۵۷۵/۲، كتاب الترجل، باب فی طیب المرأة للخروج، دارالحدیث ملتان)

(۲) "عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: -یعنی عن ربه عز وجل- "النظر سهم مسموم من سهام إبلیس". رواه الطبرانی والحاكم". (الترغیب والترهیب، كتاب النكاح، ومایتعلق به الترغیب فی غض البصر، والترهیب عن إطلاقه ومن الخلوة بالأجنبیة ولمسها: ۱۲۳/۳، دارالكتب العلمیة بیروت)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿یأیها النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن﴾ (الایة) (سورة الأحزاب: ۵۹)

"ولها السفر والخروج من بیت زوجها للحاجة". (الدرالمختار: ۱۴۵/۳، كتاب النكاح، باب المهر، سعید)

وقال الرافعی رحمه الله: "(قول الشارح: للحاجة)، ولغیرها لا تخرج ولو خالیةً من الأزواج، للأمر بالقرار فی البیوت". (تقریرات الرافعی علی ردالمختار: ۱۹/۳، سعید)

"قال فی البحر: فإذا أرادت أن تخرج إلی مجلس العلم بغیر رضی الزوج، لیس لها ذلک. فإذا وقعت لها نازلةٌ، إن سأل الزوج من العالم وأخبرها بذلک، لایسعها الخروج، وإن امتنع من السوال یسعها الخروج من غیر رضی الزوج. وإن لم تقع لها نازلة، لكن أرادت .... ولا یسعها الخروج مالم تقع لها نازلة". (حاشیة طحطاویٰ علی الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۶۸/۲، بیروت)

قال العلامة الحصكفی رحمه الله: "(وتعتدانِ): أی معتدة طلاق وموت فی بیتٍ وجبت فیه، لاتخرجان منه، إلا أن تخرج أو ینهدم المنزل أو تخاف انهدامه أو تلف مالها أو لا تجد كراء البیت ونحو ذلک من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إلیه". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۵۳۶/۳، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد، سعید) .... =

خوشبو نہ ہو، کوئی چیز جاذبِ نظر نہ ہو، پھر ضرورت پوری ہونے پر فوراً واپس آجائے (۱)۔

دین سیکھنے اور مسائل معلوم ہونے کا مکان پر اگر انتظام نہ ہو سکے تو دینی ضرورت کی خاطر بھی پردہ کے ساتھ نکل سکتی ہے، ضرورت کی چیز کوئی لانے والا نہ ہو مثلاً پانی وغیرہ تب بھی اس طرح نکل سکتی ہے (۲)۔ الحاصل تفریح وسیر کے لئے، شہریوں کی ملاقات کے لئے، خوش طبعی کی محفلوں کے لئے، رسمی جلسوں کے لئے نکلنے کی اجازت نہیں۔

بے پردہ نکلنا تو ہر صورت میں ناجائز ہے، پھر مسئولہ جلسہ میں تو مسئولہ طریقہ پر سخت قسم کا فتنہ ہے، جس میں تقریر وقراءت کی آواز بھی نامحرم تک پہونچتی ہے (۳)، اس میں صورت بھی دکھاتی ہیں اور عورتیں بھی ہر قسم کی

= "(قوله: ومعتدة الموت تخرج يوماً وبعض الليل لتكتسب) لأجل قيام المعيشة؛ لأنه لا نفقة لها، حتى لو كان عندها كفايتها، صارت كالمطلقة، فلا يحل لها أن تخرج لزيارة ولا لغيرها ليلاً أو نهاراً. والحاصل أن مدار الحل كون خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره، فمتى انقضت حاجتها، لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها". (البحر الرائق: ۲۵۸/۴، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الاحداد، رشيديه)

(۱) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۳) عورت کی آواز پردہ ہے، نامحرموں تک اس کی آواز پہنچنا جائز نہیں:

قال العلامة الجصاصؒ تحت قوله تعالىٰ: ﴿ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن﴾ (الآية): "وفيه دلالة على أن المرأة منهية عن رفع صوتها بالكلام بحيث يسمع ذلك الأجانب، إذ كان صوتها أقرب إلى الفتنة من صوت خلخالها، ولذلك كره أصحابنا أذان النساء؛ لأنه يحتاج فيه إلى رفع الصوت والمرأة منهيةٌ عن ذلك". (أحكام القرآن للجصاص: ۴۶۵/۳، باب ما يجب من غض البصر عن المحرمات، قديمي)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۵۲۸/۳، فصل، قديمي)

"وأما أذان المرأة، فلأنها منهية عن رفع صوتها؛ لأنه يؤدي إلى الفتنة". (البحر الرائق: ۴۵۸/۱، كتاب الصلاة، باب الأذان، رشيديه) .... =

ہوتی ہیں اور جلسے دین کے نام پر کئے جاتے ہیں، اس لئے ہرگز اجازت نہیں۔ اگر یہ جلسہ جس کا اشتہار آپ نے بھیجا ہے، محض مردوں کا جلسہ ہوتا تب بھی بہت سے غیر شرعی امور پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے، پھر عورتوں کے لئے اس کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۶/۹۱ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۹۹، باب الأذان، قديمي)

"فظهرُ الكف عورة على المذهب، والقدمين على المعتمد، وصوتها على الراجح". (الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله: "(قوله: على الراجح) عبارة البحر عن الحلية: أنه الأشبه. وفي النهر: وهو الذي ينبغي اعتماده، ومقابله ما في النوازل: نغمة المرأة عورة، وتعلّمها القرآن من المرأة أحب، قال عليه الصلاة والسلام: "التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء". فلا يحسن أن يسمعها الرجل، اهـ. وفي الكافي: ولا تلبي جهراً؛ لأن صوتها عورة، ومشى عليه في المحيط في باب الأذان، بحر.

قال في الفتح: وعلى هذا لو قيل: إذا جهرت بالقراءة في الصلاة، فسدت، كان متجهاً، ولهٰذا منعها عليه الصلاة والسلام من التسبيح بالصوت لإعلام الإمام بسهوه إلى التصفيق، اهـ. وأقره البرهان الحلبي في شرح المنية الكبير، وكذا في الإمداد. ثم نقل عن خط العلامة المقدسي: ذكر الإمام أبو العباس القرطبي في كتابه في السماع: ولايظن من لا فطنة عنده أنا إذا قلنا: صوت المرأة عورة أنا نريد بذلك كلامها؛ لأن ذلك ليس بصحيح، فإنا نجيز الكلام مع النساء للأجانب ومحاورتهن عند الحاجة إلى ذلك، ولانجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها، لما في ذلك من استمالة الرجال إليهن وتحريك الشهوات منهم، ومن هذا لم يجز أن تؤذن المرأة، اهـ. قلت: ويشير إلى هذا تعبير النوازل بالنغمة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۰۶، سعيد)

"ويرفع صوته بالأذان، والمرأة ممنوعة من ذلك، لخوف الفتنة". (المبسوط للسرخسي: ۱/۲۷۷، كتاب الصلوة، باب الأذان، مكتبة غفاريه كوئٹه)

الفصل الثانی فیمن یجب عنه الستر

(جن سے پردہ ضروری ہے، ان کا بیان)

اندیشۂ فتنہ کی صورت میں محارم سے بھی پردہ ہے

سوال[۹۲۲۰]: محرم یعنی حقیقی باپ، بھائی، چچا، تایا، ماموں وغیرہ کے کیریکٹر و کردار کے مشکوک ہونے کی صورت میں، مثلاً: نشۂ شراب کرنا، یا کوئی اَور عمل فاسد و فسق و فجور میں مبتلا ہونے اور لڑکی کو باہر پھرنے، نمائش جیسی قبیح جگہ پر لے جانے، غیر مسلم یا غیر محرم کے سامنے آنے پر مجبور کرنے کی صورت میں شوہر کو ان وجوہ کے مدِ نظر ان حضرات محرم کے سامنے اور ان سے ملنے کی اجازت دینے پر پابندی عائد کرنے کی شرعی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتنہ کا اندیشہ ہو اور بگڑنے کا خطرہ ہو تو ان سے بھی پردہ کرایا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "والمراد إذا لم تكن محرماً؛ لأن المحرم بسبيل منها، إلا إذا خاف على نفسه أو عليها الشهوة، فحينئذ لا يمسها و لا ينظر إليها ولا يخلو بها، لقوله عليه السلام: "العينان يزنيان وزناهما النظر، واليدان تزنيان وزناهما البطش، والرجلان يزنيان وزناهما المشي، والفرج يصدق ذلك أو يكذبه". فكان في كل واحد منها زنا، والزنا محرم بجميع أنواعه، وحرمة الزنا بالمحارم أشد و أغلظ، فيجتنب الكل". (البحر الرائق: ۳۵۶/۸، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۸/۵، الباب الثامن، رشيديه)

"وقال عليه السلام: من قبل رجل أمه، فكأنما قبل عتبة الجنة. وإن لم يأمن ذلك أو شك، فلا يحل لها النظر والمس". (الدر المختار: ۳۶۷/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد) =

بہنوئی کی والدہ سے پردہ

سوال[۹۲۲۱]: عمر بکر کا سالا ہے تو بکر کی والدہ سے عمر کا پردہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پردہ ہوگا وہ محرم نہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بہنوئی کی اولاد سے پردہ

سوال[۹۲۲۲]: ایک عورت ہے (شادی شدہ) اس کی بہن کے خاوند کا انتقال ہوگیا۔کیا اب اس کو اپنے سوتیلے بھانجوں یعنی اپنی بہن کے خاوند کے بچوں سے- جو کہ دوسری بیوی سے ہیں- پردہ نہ کرنا چاہیے؟

حاجی محمد خلیق، سہارنپور، ۸/رجب/۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پردہ کرنا چاہیے، کیوں کہ وہ اجنبی محض ہیں (۲)، اس سے نکاح درست ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۷/۵۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۱/رجب/۵۶ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= (وكذا في كتاب المبسوط للإمام محمد رحمه الله تعالىٰ: ۳/۵۰، كتاب الاستحسان، إدارة القرآن كراچی)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿لا جناح عليهن في آبائهن ولا أبنائهن، ولا إخوانهن ولا أبناء إخوانهن، ولا أبناء أخواتهن، ولا نسائهن، ولا ملكت أيمانهن، واتقين الله﴾ (سورة الأحزاب: ۵۵)

قال أبوبكر الجصاص تحت هذه الآية: "قال قتادة رخص لهؤلاء أن لايحتجبن منهم، قال أبوبكر ذكر ذوی المحارم متهن وذكر نسائهن". (أحكام القرآن للجصاص، سورة الأحزاب، باب ذكر حجاب النساء: ۳/۴۷۰، دارالكتاب العربي بيروت)

"(وعن عقبة بن عامر قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء": أي غير المحرمات على طريق التخلية، أو على وجه التكشف". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۶/۲۷۸، رشيديه)

(۲) (راجع للتخريج المسئلة المتقدمة)

چچی اور ممانی سے پردہ

سوال[۹۲۲۳]: چچی اور ممانی سے پردہ کرنا ضروری ہے، یا دیگر محارم کی طرح ہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ دونوں سوتیلی ہوں یا سگی، شرعاً اجنبی ہیں، ان سے پردہ ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ غیروں سے(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ربیع الاول/۶۴ھ۔

مطلقہ بیوی سے پردہ

سوال[۹۲۲۴]: ایک شخص نے ایک عورت کو طلاق دیدی ہے، وہ عورت پھر بھی اس کے گھر آتی ہے، حالانکہ اس عورت کا نکاح دوسری جگہ ہو چکا ہے۔ تو اب وہ شخص کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

طلاق کے بعد جب عدت گذر گئی تو وہ عورت بالکل غیر ہوگئی، اس سے میل جول جائز نہیں رہا، لہٰذا پردہ لازم ہے(۲)۔ اور جب اس نے دوسرے آدمی سے نکاح بھی کرلیا ہے، تو موجودہ شوہر کے حوالہ کرکے اپنے

---

(۱) (قدمر تخريجه تحت عنوان: بہنوئی کی والدہ سے پردہ)

راجع للتفصيل: (أحسن الفتاوى، باب المحرمات، چچی حلال ہے، ممانی حلال ہے: ۵/ ۷۲،، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿قل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن﴾ (سورة النور: ۱۸)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "ينظر الرجل من الرجل سوى مابين سرته إلى ماتحت ركبته ومن عرسه وأمَته الحلال، له وطؤها، فخرج المجوسية والمكاتبة والمشتركة ومنكوحة الغير".

(الدرالمختار: ۶/۳۶۶، فصل في النظر والمس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

"ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل". (قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب في المحرمات: ۱/۳۶۶، رشيدية) .... =

پاس آنے سے بالکل روک دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۵/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/ ۵/ ۹۲ھ۔

نامحرم ملازم سے پردہ

سوال[۹۲۲۵]: زید اپنی بیوی کا فرماں بردار ہے، اور اپنی بیوی کے واسطے ایک نامحرم شخص کو ملازم رکھا ہے، جو ہر وقت اس کی خدمت یعنی کھانا پکانا اور جھاڑو لگانا اور گھر کے کام میں مشغول رہتا ہے۔ اور وہ دونوں میاں بیوی بیوقوف بتلاتے ہیں اور بچہ کہتے ہیں، حالانکہ اس کی مونچھیں نکلنی شروع ہوگئی ہیں، اور اس کی عمر بلوغت کو پہونچ چکی ہے۔ کیا اپنے آرام کی خاطر اس کا گھر میں بے روک ٹوک آنا جانا درست ہے؟ اور دلہن صاحبہ کی خدمت ایسے آدمی سے لینا درست ہے؟

اس کو دو تین سال میں دلہن صاحبہ نے کام بھی گھر کا بہت محنت سے سکھایا ہے، مگر بدقسمتی سے اب وہ جوان ہوگیا ہے، اب بیگم صاحبہ اس کو علیحدہ کرنا نہیں چاہتی ہیں، کیوں کہ آرام میں فرق پڑتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نامحرم سے پردہ کرنا ضروری ہے(۱) اور جب وہ ملازم ہے، گھر کا کام بھی کرتا ہے تو بسا اوقات اس سے خلوت اور تنہائی کی بھی نوبت آتی ہوگی، عورت کو نامحرم کے ساتھ خلوت اور تنہائی کرنا حرام ہے(۲)، لہٰذا اس

= (وكذا في الهداية: ۴/ ۴۶۱، كتاب الكراهية، فصل في النظر، شركة علميه ملتان)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿قل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن﴾ (النور: ۱۸)

"عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "ألا! لايبيتن رجل عند امرأة ثيب، إلا أن يكون ناكحاً أو ذامحرم". رواه مسلم". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۶۸، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول)

(۲) "عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال صلی الله عليه وسلم: "لايخلونّ رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطن". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي) .... =

ملازم کوعلیٰحدہ کر کے کسی عورت یا نابالغ یا کسی محرم کو ملازم رکھا جائے، ورنہ اس سے باقاعدہ پردہ کرنا چاہئے، اس کے سامنے چہرہ کھول کر بے پردہ آنا اور اس کو مکان میں بے پردہ بلانا جائز نہیں۔ اپنے آرام کی خاطر شریعت کے خلاف کرنا اور خدا اور رسول کے احکام نہ ماننا سخت گناہ ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۶/۵۹ھ۔

سالی سے پردہ

سوال [۹۲۲۶]: سالی سے پردہ کرنا چاہئے یا نہیں اور کچھ حد مقرر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں! پردہ کرنا چاہئے، وہ اجنبیہ ہے (۲)، اس کی بہن کو طلاق دینے اور عدت گزرنے پر، یا اس کے

= وقال الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "الخلوة بالأجنبية حرام إلا لملازمة المديونة هربت ودخلت". (الدر المختار). قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "الخلوة بالأجنبية مكروهة، وإن كانت معها أخرى كراهة تحريم .... ويظهر لي أن مرادهم بالمرأة الثقة أن تكون عجوزاً لا يجامع مثلها مع كونها قادرةً على الدفع وعن المطلقة، فليتأمل". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۸، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۴/۴۴۲، كتاب الكراهية، فصل في الوطئ والنظر واللمس، شركة علميه ملتان)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن يعص الله ورسوله، ويتعد حدوده، يدخله ناراً خالداً فيها﴾. (سورة النساء: ۴)

وقال الله عزوجل: ﴿تلك حدود الله، ومن يتعد حدود الله، فقد ظلم نفسه﴾ (سورة الطلاق: ۲۸)

(۲) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء": أي غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه التكشف. فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ .... و هم أقارب الزوج غير آبائه وأبنائه. قال القاضي: الحمو قريب الزوج كابنه وأخيه. قال: "الحمو الموت" الخ". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب النظر إلى المخطوبة و بيان العورات، الفصل الأول: ۶/۲۷۸، رشيديه) .... =

انتقال پر اس سے نکاح درست ہے(۱)، اس سے خلوت بھی منع ہے(۲)، ہنسی مذاق اور بے پردہ سامنے آنا بھی منع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

دوست کی بیوی کا پردہ

سوال[۹۲۲۷]: ۱.....شرع میں پردہ کس سے جائز ہے؟

۲.....زید وعمر دو دوست ہیں، نیک سیرت، پابندِ نماز، روزہ ہیں۔ کیا وہ اپنی بیویوں کو ایک دوسرے کے سامنے کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....جس سے نکاح جائز ہے اس سے پردہ لازم ہے(۳)۔

۲.....نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ رجب/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ رجب/ ۶۷ھ۔

= (وكذا في فيض القدير، (رقم الحديث: ۲۹۱۸) :۵/۲۴۵۲، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

"الخلوة بالأجنبية حرام". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۸، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (سورة النساء : ۲۴)

"أي ما عدا من ذُكرن من المحارم، هن لک حلال". (تفسير ابن كثير : ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في التفسير المنير : ۵/۶، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهرى : ۲/۶۶، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة : ۳/۴۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (راجع إلى الحاشية الأولىٰ)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿وأحل لكم ماوراء ذلكم﴾ (سورة النساء: ۲۴) .... =

نامحرم معمر عورت سے پردہ

سوال[۹۲۲۸]: معمر عورت بے پردہ رہتی ہو، اس کے یہاں جانا جائز ہے یا نہیں، جبکہ کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ بھی نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی نامحرم عورت سے تنہائی میں بے پردہ ملنا جائز نہیں، خواہ وہ معمر ہی کیوں نہ ہو، اس کے چہرے کی طرف بھی نہ دیکھا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جیٹھ اور دیور کے پردہ میں فرق

سوال[۹۲۲۹]: عورتوں کے لئے پردہ کے لحاظ سے جیٹھ اور دیور میں کچھ فرق تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کچھ فرق نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۱/۵۹ھ۔

= "سوى ما قد بينت لكم تحريمه". (تفسير ابن عباس، (سورة النساء: ۲۴)، ص: ۸۹، دارالكتب العلمية بيروت)

"وأما المرأة الحرة التي لا نكاح بينه وبينها ولا حرمة ممن يحل له نكاحها، فليس ينبغي أن ينظر إلى شئ منها". (المبسوط للإمام محمد رحمه الله: ۵۶/۳، كتاب الاستحسان، إدارة القرآن كراچی)

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "(الخلوة بالأجنبية حرام)". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "وأجمعوا أن العجوز لاتسافر بغير محرم، فلا تخلوا برجل، شاباً أو شيخاً، اهـ". (ردالمحتار: ۳۶۸/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(۲) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء". فقال رجل: يارسول الله! أرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت". (مشكوٰة المصابيح، =

بازار میں چندہ کے لئے جانا جہاں بے پردہ عورتیں ہوں

سوال[۹۲۳۰]: امام مسجد کا ایک ادارہ کا چندہ وصول کرنا ایسی صورت میں جبکہ شہروں میں عام طور سے عورتیں عریاں نظر آتی ہیں، نیز شہری ماحول میں امام صاحب کو بسا اوقات رہنا پڑتا ہے، کیونکہ پورے مہینہ دوکانوں میں لگے ہوئے بکسوں کے ذریعہ چندہ حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح امام صاحب کا بسا اوقات بازار ہی میں گذر ہوتا ہے، شہر کے بازار، محلے، گلیوں میں پھرتے رہنا، زہد وتقوی کا مجروح ہونا یقینی ہے۔ کیا امام صاحب کا فعل مناسب یا روا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حدودِ شرعیہ کی رعایت کرتے ہوئے شہروں اور بازاروں میں ضرورت سے جانا جائز ہے، محض تفریح یا برہنہ عورتوں کو دیکھنے کے لئے جانا جائز نہیں (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیو بند، ۳/۴/۸۸ھ۔

= كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول، ص: ۲٦۸، قديمى)

"قال النووى رحمه الله: والمراد بالحمو هنا أقارب الزوج غير آبائه". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۲۷۸/٦، رشيديه)

(۱) بازار میں جاتے وقت نظر کی حفاظت بہت ضروری ہے، بدنظری پر شدید وعیدیں آئی ہیں:

"عن الحسن مرسلاً قال: بلغني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لعن الله الناظر والمنظور إليه". رواه البيهقى فى شعب الإيمان". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۷۰، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثالث، قديمى)

"وفيما إذا كان الناظر إلى المرأة الأجنبية هو الرجل، قال: فليجتنب بجهده، وهو دليل الحرمة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۲۷/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيديه)

اگر اچانک بلاقصد نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے، مگر پھر دوسری بار قصداً اجنبیہ کو دیکھنا جائز نہیں:

"عن بريدة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لعلى رضى الله عنه: "يا على! لا تتبع النظرة النظرة، فإن لك الأولىٰ، وليست لك الأخرة". رواه أحمد والترمذى".=

جوان بیٹی باپ، بہن بھائی کا ایک بستر پر سونا

سوال[۹۲۳۱]: جوان بیٹی کا باپ کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر یا بستر پر ایک ساتھ لیٹنا، سونا از روئے شرع کیا حکم ہے، اسی طرح جوان بھائی بہن کا اور اسی طرح جوان بیٹے اور باپ کا ہمراہ لیٹنا اور سونا از روئے شرع کیسا ہے؟ خلاف شرع ہونے کی صورت میں عتابِ الٰہی کی کیا صورت واقسام ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ہرگز اجازت نہیں، یہ سب الگ الگ سویا کریں، حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ: ''جب بچے سیانے ہو جائیں، ان کے بستر الگ الگ کردو''(۱)۔ حدیث پاک کے خلاف کرنے کا نتیجہ یہاں بھی برا ہے اور آخرت میں بھی برا ہے، کوئی عارضی وجہ ہو مثلاً کوئی اتنا بیمار ہے کہ بغیر ماں، بہن، بیٹی کے وہ چین سے لیٹ نہیں سکتا اور خدمت کے لئے ان کی ضرورت ہے تو اس مجبوری کا حکم دوسرا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر الى المخطوبة، الفصل الثانى، قديمى)

(۱) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مُرُوْا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين .... وفرّقوا بينهم فى المضاجع". رواه أبوداود". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۵۸، كتاب الصلاة، الفصل الثانى، قديمى)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: "أمر من التفريق "بينهم": أى بين البنين والبنات على ما هو الظاهر .... وقال ابن حجر: بهذا الحديث أخذ أئمتنا فقالوا: يجب أن يفرق بين الإخوة والأخوات، فلا يجوز حينئذ تمكين ابنين من الاجتماع فى مضجع واحد............ والفرق بينهم فى المضاجع فى الطفولية تأديباً ومحافظةً لأمر الله تعالىٰ". (مرقاة المفاتيح: ۲/۲۷۶، كتاب الصلاة، (رقم الحديث: ۵۷۲)، رشيديه)

(۲) "الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال، (رقم القاعدة: ۵۶۸): ۱/۲۵۱، إدارة القرآن كراچى)

بہو کا ساس کے بدن کو دبانا اور مالش کرنا

سوال[۹۲۳۲]: ایک عورت جو کہ گھر کے زیادہ کام کرنے کی وجہ سے، یا کمزوری کی بناء پر اس کے پورے بدن میں درد ہوتا رہتا ہے، اور اس عورت کی بہو اور بالغ اور نابالغ لڑکے بھی موجود ہیں۔ اس حال میں کیا اس عورت کے بالغ لڑکے اپنی والدہ کی پیٹھ اور کمر پر، اسی طرح اس کی ران اور ساق پر روغن وغیرہ کی مالش کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًو مصلیاً:

بہو کا اس خدمت کو انجام دینا أہون ہے:

"ینظر الرجل من الرجل سوى ما بين سرته إلى ماتحت ركبتيه، ومن محرمه إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد أمن شهوته، لا إلى الظهر والبطن والفخذ. وما حل نظره، حل لمسه، اه". درمختار(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۹۳/۱/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۹۳/۱/۱۳ھ۔

بھاوج کے ساتھ رہنا اور بھتیجوں سے خدمت لینا

سوال[۹۲۳۳]: زید کا انتقال ہو جاتا ہے، بوقتِ انتقال ان کی بیوی اور چچازاد بھائی بکر زندہ ہیں،

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدرالمختار: ۳۶۴/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، سعید)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۲۸/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۰۷/۳، كتاب الحظر والإباحة، باب فيما يكره من النظر والمس للأقارب والأجانب ومالايكره، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۵۳۸/۲، كتاب الكراهية، فصل في بيان أحكام النظر، دارإحياء التراث العربي بيروت)

زیداور بکر دونوں لاوَلد ہیں۔ بکر نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، بکر اپنی دیکھ بھال کرنے کے اہل بیس سال سے نہیں تھے، چنانچہ زید نے ان کو لاکر اپنے پاس رکھا اور زید اور ان کے بیوی نے ان کی ساری خدمت کی اور سب خرچ اٹھایا۔

بکر کے پاس ۲۵، ۳۰/ بیگہ زمین تھی جس پر زید نے کاشت کی اور اس کی آمدنی اور نیز اس سے زیادہ اپنے پاس سے بکر پر خرچ کیا، بکر نے بہت خوشی اور مطمئن زندگی چچازاد بھائی اور بھابھی کے پاس گذاردی۔ اچانک زید کا انتقال ہوگیا۔ بکر جو نہ اکیلے رہ سکتے ہیں، عمر اور عقل کی کمی کی وجہ سے انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بھاوج کی زیرِ نگرانی رہیں گے اور کسی قیمت پر کہیں اَور جانے کے لئے تیار نہیں ہیں، چنانچہ وہ اسی طرح رہ رہے ہیں۔

زید کی جائیداد میں سے ۳/۴ حصہ بکر کے نام منتقل کردیا گیا ہے، اسی طرح روپیہ میں سے بھی ان کا حصہ ان کے نام جمع کردیا گیا ہے، یہ سب زید کی بیوہ نے بخوشی اپنے بھائی کے مشورہ پر کیا۔ اور وہ بھائی جو بہت ایماندار اور متمول ہے، ان دونوں کی جائیداد کی دیکھ بھال کررہا ہے۔

۱...... کیا بکر کی چوتھی یا پانچویں پشت کے بھتیجا کا شرعی حق ہے کہ وہ بکر کو اپنی زیرِ نگرانی رکھیں اور ان کی جائیداد کی نگرانی اپنے ہاتھ میں لیں؟

۲...... پسر نمبر ۱۴ بہت ہی معمولی حیثیت رکھتے ہیں اور پچھلے بیس سال میں زید یا بکر کے تعلقات خوشگوار رہے، زید کی بیوہ ان کے رشتہ دار یا بکر کے اور زیادہ دور کے رشتہ دار جن کا رشتہ آٹھویں یا نویں پشت سے ملتا ہے اور جو ایماندار اور متمول ہیں، شرعاً ان کے لئے کیا حکم ہے؟

سید غلام مرتضیٰ، نمبر: ۲۸۔

ساؤتھ روڈ، الہ آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... بکر اپنی اور اپنی جائیداد کی نگرانی خود نہیں کرسکتے، جس کی نگرانی ان کے اور ان کی جائیداد کے حق

میں مفید ہو اس کو نگراں تجویز کیا جائے۔ اگر وہ موجودہ بھاوج کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور ان کو ہر طرح کا اطمینان ہے تو رہ سکتے ہیں، لیکن چونکہ بھاوج شرعاً محرم نہیں، اس لئے ان کے ساتھ تنہائی میں نہ رہیں بے پردہ نہ رہیں(۱)، یا پھر بھاوج سے شرعی طریقے پر نکاح کر لیں۔

چوتھی پانچویں پشت کا کوئی بھتیجا خدمت کرنا چاہے تو اس کی سعادت ہے، اس کو خدمت سے منع نہ کیا جاوے، خاص کر جبکہ اس کو جائیداد وغیرہ کا کوئی خیال بھی نہ ہو، بلکہ اخلاص سے خدمت کرے۔

۲...... جائیداد کی نگرانی کے لئے تو رشتہ داری پر خیر خواہی مقدم ہے، خدمت کا ہر ایک کو حق ہے، کوئی خطرہ نہ ہو تو خدمت کا موقع دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۲/۲۷ھ۔

کافرہ عورت کو بیوی کی طرح رکھنا

سوال[۹۲۳۴]: ایک مسلمان جوان عاقل بالغ اپنی زوجہ منکوحہ کو آٹھ نو سال سے اپنے ساتھ نہیں رکھتا اور ایک کافرہ عورت جوان ساتھ رکھتا ہے، اس عورت کے متعلق دریافت کرنے سے وہ کہتا ہے کہ نوکر ہے، مگر ظاہری معاملات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بی بی ہے۔ علاوہ ازیں وہ سرکاری نوکری کرتا ہے اور جہاں قیام کرتا ہے۔

اس عورت کو بھی ساتھ رکھتا ہے۔ اور اس وقت وہاں اس کا کوئی خویش واقارب نہیں رہتا، بلکہ وہ شخص اور وہ عورت ایک ساتھ رہتے ہیں۔ اور اس شخص کے کھانے پینے غرض ہر کام وہ ہی عورت کرتی ہے۔ اب براہ خدا فرمائیے:

الف: اس طور پر ایسی بیگانی عورت بطورِ خادم رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

ب: اس شخص پر زنا کا شبہ لاحق ہو سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إیاکم والدخول علی النساء". فقال رجل: یارسول الله! أرأیت الحمو؟ قال: "الحمو الموت". (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الأول، ص: ۲۶۸، قدیمی)

ج: جو عالم یا قاضی این ہمہ دیدہ دانستہ جانبداری کرے تو اس پر شرعاً کیا گناہ ہے؟

د: ایسے لوگوں کی ہم نشینی اور اکل و شرب جائز ہے یا نہیں؟

ہ: اگر یہ ہر ایک کا فتویٰ ہو جائے تو ہر ایک کے لئے کیا حد جاری ہوگی؟ بینوا بالتفصیل و توجروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

الف: اجنبیہ عورت کو نوکر رکھنا شرعاً درست ہے (۱)، لیکن اجنبیہ کے ساتھ خلوت حرام ہے (۲)۔

ب: بلا دلیلِ شرعی کسی کو زانی کہنا حرام ہے، خواہ اس کے کتنے ہی وسیع تعلقات ہوں (۳)، لیکن اس

---

(۱) اجنبیہ کو بطورِ نوکر رکھنا جائز تو ہے، لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اجنبیہ عورت کو نوکرانی کے طور پر نہ رکھا جائے، لیکن اگر کبھی اس کی نوبت آئے تو درج ذیل شرائط کی پابندی لازمی ہے تاکہ فتنہ سے بچا جائے:

۱- خاتون ملازمہ کو پابند کیا جائے کہ وہ ایسا لباس پہن کر آئے جس سے سرتا پاؤں پورا جسم چھپا ہوا ہو۔

۲- مردوں کے سامنے حتی الامکان نظریں نیچی رکھیں اور مرد بھی ضروری بات کرتے وقت نظریں نیچے رکھیں۔

۳- تنہائی اور خلوت سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے۔

۴- مواقعِ تہمت اور ایسے اسباب سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے۔

"ویکره له أن یستأجر امرأةً حرةً أو أمةً یستخدمها ویخلو بها، لقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لایخلونّ رجل بامرأة لیس منها بسبیل، فإن ثالثهما الشیطن". ولأنه لا یأمن من الفتنة علی نفسه أو علیها إذا خلا بها، ولکن هذا النهی لمعنی فی غیر العقد، فلا یمنع صحة الإجارة ووجوب الأجر إذا عمل کالنهی عن البیع وقت النداء". (المبسوط للسرخسی، کتاب الإجارات، باب إجارة الرقیق فی الخدمة وغیرها، الجز السادس عشر: ۵۹/۸، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۵۷۰/۵، کتاب الإجارة، فصل فی شرائط الرکن، دارالکتب العلمیه بیروت)

(۲) (مرتفصیله تحت عنوان "نامحرم ملازم سے پردہ")

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿ولاتنابزوا بالألقاب﴾ قال الإمام الجصاص رحمه الله تعالیٰ: "وهٰذا یدل علی أن اللقب المکروه هو مایکرهه صاحبه ویفید ذماً للموصوف به؛ لأنه بمنزلة السباب والشتیمة". (أحکام القرآن للجصاص: ۲۰۳/۳، (سورة الحجرات: ۲۶)، قدیمی)

"وبیان ذلک أن جمیع ما مرّ من ألفاظ القذف والشتم الموجبة للتعزیر منهیٌّ عنها شرعاً .... قال تعالی: ﴿ولا تنابزوا بالألقاب﴾ فکان فیها حق الله تعالیٰ وحق العبد، وغلب حق العبد =

کو بھی لازم ہے کہ ایسے تعلقات نہ رکھے جس سے لوگوں کو بدگمانی کا موقع ہو، ایسے تعلقات رکھنا بھی شرعاً ممنوع ہے(۱)۔

ج: عالم یا قاضی نے کیا جانبداری کی ہے، اگر یہ کہا ہے کہ ایسے شخص کو زانی مت کہو تو یہ صحیح کہا ہے، کیونکہ جب تک چار عینی گواہ عادل یہ شہادت نہ دیں کہ ہم نے اپنی آنکھ سے زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس وقت تک کسی کو زانی کہنا جائز نہیں (۲)۔ اگر کوئی اَور جانبداری کی ہے تو اس کو تحریر کیجئے۔

= لحاجته". (ردالمحتار: ۴/۷۴، كتاب الحدود، مطلب في الجرح المجرد، سعيد)

(۱) "لقوله عليه الصلاة والسلام: "اتقوا مواضع التهم". هو معنى قول عمر: " من سلك مسالك التهم اتهم" رواه الخرائطي في "مكارم الأخلاق" عن عمر رضي الله تعالىٰ عنه موقوفاً بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم، فلا يلومن من أساء الظن به". (الموضوعات الكبرىٰ، حرف الهمزة، (رقم الحديث: ۱۵۱)، ص: ۴۹، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿لولا جاؤا عليه بأربعة شهداء، فإذ لم يأتو بالشهداء، فأولئك عند الله هم الكاذبون﴾ (سورة النور: ۱۳)

قال الجصاص رحمه الله تعالىٰ: "قد أبانت هذه الآية عن معنيين: أحدهما: أن الحد واجب علىٰ القاذف مالم يأت بأربعة شهداء. والثاني: أنه لا يقبل في إثبات الزنا أقل من أربعة شهداء". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۴۴۹، قديمي)

"فاشترط في الشهادة على الزنا الشروط الآتية: أولاً: أن يكون الشهود أربعة بخلاف الشهادة على سائر الحقوق، قال الله تعالىٰ: ﴿واللاتي يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن أربعةً منكم، فإن شهدوا فأمسكوهن في البيوت حتى يتوفاهن الموت أو يجعل الله لهن سبيلاً﴾ ولقوله تعالىٰ: ﴿والذين يرمون المحصنات، ثم لم يأتوا بأربعة شهداء﴾ فإن كانوا أقل من أربعة، لم تقبل". (فقه السنة: ۲/۳۷۳، كتاب الحدود، وحد الزنا، دارالكتب پشاور)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "ويثبت بشهادة أربعة رجال في مجلس واحد، فلو جاء وا متفرقين، حُدّوا". (الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: ويثبت): أي الزنا عند القاضي". (ردالمحتار: ۴/۷، كتاب الحدود، مطلب الزنا شرعاً لا يختص، سعيد)

(وكذا في الفتاوى السراجية، ص: ۶۰، كتاب الحدود، باب الإقرار، سعيد) .... =

د: ایسے شخص کو مسئلہ کی شرعی حیثیت اولاً نرمی سے سمجھا دی جائے کہ اجنبیہ کے ساتھ ایسے تعلقات کا رکھنا اور خلوت کرنا شرعاً ممنوع ہے(۱) اور لوگوں کو تہمت لگانے اور بدگمانی کا موقع ملتا ہے، لہٰذا اس سے پرہیز چاہیئے (۲)۔ اس کے بعد بھی اگر وہ نہ مانے بلکہ اس اجنبیہ سے خلوت کرے تو پھر اس سے ترکِ تعلق کردیا جائے تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرے اور اپنی حالت شریعت کے مطابق بنائے (۳)۔

ہ: کیا فتویٰ ہوجائے اور کیا حد جاری کرنا چاہتے ہیں، اور کس سے کون سا فعل موجبِ حد سرزد ہوا اور یہاں حدود جاری کرنے کا شرعاً کس کو اختیار حاصل ہے، تفصیل سے لکھئے تاکہ غور کیا جاسکے۔

تنبیہ: کافرہ سے مسلم کا نکاح حرام ہے، لقوله تعالیٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركات﴾ الآية(٤)۔

= (وكذا في النهر الفائق: ۱۲۶/۳، كتاب الحدود، قديمى)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

"أى ما عدا من ذُكرن من المحارم، هن لك حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمى لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۶/۵، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهرى: ۶۶/۲، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۴۱۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "لقوله عليه الصلاة والسلام: "اتقوا مواضع التهم". هو معنى قول عمر: "من سلك مسالك التهم اتهم" رواه الخرائطى فى "مكارم الأخلاق" عن عمر رضى الله تعالىٰ عنه موقوفاً بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم، فلا يلومن من أساء الظن به". (الموضوعات الكبرىٰ، حرف الهمزة، (رقم الحديث: ۱۵۱)، ص: ۴۹، قديمى)

(۳) "قال الخطابى: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران فى حق من حقوقِ الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك .... وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصِلَته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرةً فى دنياه، يجوز له مجانبته وبُعده". (مرقاة المفاتيح: ۷۵۹/۸، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، رشيديه)

(۴) (سورة البقرة: ۲۲۱) .... =

آٹھ نو سال سے زوجہ کو اپنے ساتھ نہ رکھنے کی وجہ سے اس پر طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ اگر زوجہ نے اپنے حقوق کو معاف نہیں کیا اور شوہر کے اس طرزِ عمل سے خوش نہیں تو اس کو چاہئے کہ عدالتِ مسلم میں دعویٰ کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور اتنی مدت سے میرے حقوق ادا نہیں کرتا، میرے حقوق ادا کرائے جائیں، یا طلاق دلائی جائے۔ اس پر حاکم باقاعدہ واقعات کی تحقیق کر کے اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو، شوہر کو حاضر کرے اور کہے کہ یا تم اپنی زوجہ کو طلاق دیدو، یا اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اگر شوہر کوئی صورت اختیار کر لے بہتر ہے، ورنہ حاکم مسلم خود تفریق کر دے (۲)، اس کے بعد عدتِ طلاق تین حیض گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا شرعاً درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، ۵/ رجب/ ٦٦ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ رجب/ ٦٦ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= "حدثنا نافع عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: أنه كان إذا سئل عن نكاح اليهودية والنصرانية قال: "إن الله حرم المشركات على المسلمين. قال: فلا أعلم من الشرك شيئاً أكبر، أو قال: أعظم من أن تقول ربها عيسىٰ أو عبد من عبيد الله". (أحكام القرآن للجصاص، باب نكاح = المشركات: ۱/ ۴۵۵، قديمي)

(۱) "وركنه (أي الطلاق) لفظ مخصوص، هو ماجعل دلالته على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۳/ ۲۳۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول: ۱/ ۳۴۸، رشيديه)

(۲) "زوجہ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کر لے، لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے، وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعے پوری تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کر دے"۔ (حیلہ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، دار الإشاعت، کراچی)

الفصل الثالث فی الخلوة والاختلاط بالأجنبية ومسّها

(اجنبی عورتوں سے تنہائی اور میل جول اور مَس کرنے کا بیان)

بعض غیر محارم اور عورت کا غیر محرم کے سامنے آنا

سوال[۹۲۳۵]: عورت کا غیر محرم کے سامنے آنا کیسا ہے؟ خالو، پھوپھا، بہنوئی، دیور، جیٹھ وغیرہ کا حکم محرم کا ہے یا غیر محرم کا؟ غیر محرم کے سامنے آنے کی حکم شرع توڑنے پر عتاب خداوندی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ سب نامحرم ہیں(۱)، ان کے سامنے بے پردہ آنا، ان سے بے تکلف ہنسی مذاق کرنا سخت فتنہ کا موجب ہے، حدیث شریف میں دیور کو موت قرار دیا ہے، غیر آدمی کو اتنی جرأت نہیں ہوتی جتنی ان لوگوں کو ہوتی ہے، ان سے پردہ لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (الاية) (سورة النساء: ۲۴)

(۲) "عن عقبة بن عامر رضی الله تعالیٰ عنه، قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء". فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول، ص: ۲۶۸/۲، قديمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "قال النووی رحمه الله: والمراد بالحمو هنا أقارب الزوج غير آبائه؛ لأن الخوف من الأقارب أكثر والفتنة منهم أوقع، لتمكنهم من الوصول إليها والخلوة بها من غير نكير عليهم". (مرقاة المفاتيح: ۲۷۸/۶، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۱۰۲)، رشيديه)

نامحرم کے ساتھ تنہائی اگر چہ وہ متدین ہو

سوال[۹۲۳۶]: اگر زید اپنی زوجہ اور لڑکے اور لڑکی کو خالد کی سرپرستی میں دیدے تو کیا ایسی صورت میں وہ قابلِ لعن وطعن ہوگا یا لائقِ مبارکباد؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خالد سرپرستی کا اہل ہے، تربیت سے واقف ہے، متدین ہے تو کوئی لعن وطعن نہیں، حق تعالیٰ فتنہ سے بچائے (۱)۔ لڑکی کا نامحرم کے ساتھ رہنا، یا بے پردہ اس کے پاس جانا، تنہائی کرنا جائز نہیں اگر چہ وہ متدین ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۵ھ۔

---

(۱) بالغ لڑکی کو نامحرم مرد کے حوالے کرنا شرعاً جائز نہیں اگر چہ مرد دین دار ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ اس میں فتنے کا سخت خطرہ ہے، کما سيأتي تحت الحاشية الآتية.

(۲) "عن جابر رضی الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لاتلِجُوا على المغيبات، فإن الشيطٰن يجري من أحدكم مجرى الدم". الحديث. (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

"إن الشيطٰن": أي كيده ووسواسه "يجري": أي يسري "من الإنسان": أي فيه، وقيل: عُدّي "يجري" بـ "من" على تضمين معنى التمكن: أي يتمكن الإنسان في جريانه "مجرى الدم": أي في جميع عروقه .... شبّه سريان كيده وجريان وساوسه في الإنسان بجريان دمه في عروقه وجميع أعضائه، فهو كناية عن تمكنه من إغواء الإنسان وإضلاله تمكناً تاماً وتصرفه فيه تصرفاً كاملاً بواسطة نفسه الأمارة بالسوء الناشئ قواها من الدم .... وقيل: إرادة الحقيقة، فإن الشياطين أجسام لطيفة قادرة بأقدار الله تعالىٰ على كمال التصرف ابتلاءً للبشر". (مرقاة المفاتيح: ۲/۲۴۵، ۲۴۶، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشيديه)

"عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا! لايبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم". رواه مسلم". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۲۸، كتاب النكاح، باب بيان العورات، قديمي) .... =

نامحرم کے ساتھ تنہائی

سوال[۹۲۳۷]: خلاصۂ سوال یہ ہے کہ مہر علی اور محمد رضا دونوں دوست ہیں، محمد رضا نے مہر علی سے کہا کہ میرے لئے بازار سے بیل لانا۔ وہ لینے کے لئے گئے، مگر ملا نہیں، یہ کہنے کے لئے شام کو مہر علی محمد رضا کے گھر گئے، جب کہ اس کے بیوی بچے موجود تھے، گھر میں جا کر مہر علی صحن میں بیٹھ گئے۔ وہ یہ بتلانے گئے تھے کہ بیل ملا نہیں، مگر مہر علی کی زوجہ جو بدکلام اور لڑاکو ہے، اس نے یہ کیا کہ اپنے گھر سے فوراً اس مکان پر آئی اور دروازہ بند کر دیا اور خود اپنے شوہر مہر علی کو بدنام کیا اور ان کو ذلیل کیا کہ محمد رضا کی بیوی سے اس کا ناجائز تعلق ہے۔ اس صورت میں اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

دراصل مہر علی کے پاس بہت سے جانور ہیں جن کی دیکھ بھال نہیں ہوتی، اس لئے یہ شکایت مہر علی کی زوجہ کو ہے کہ ہم سے یہ جانور نہیں پلتے ہیں۔ بہرحال اس واقعہ کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مرد کو نامحرم عورت کے پاس اس طرح شام کے وقت مکان میں جا کر بیٹھنا مناسب نہیں، اس سے احتیاط کی جائے (۱)۔ بیل خریدنے کے متعلق بات کرنے کے لئے بلکہ بتانے کے لئے کہ ''خریدا ہے یا نہیں''

= ''عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ''لایخلونّ رجل بامرأة إلا کان ثالثھما الشیطٰن''. رواہ الترمذی''. (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۹، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الثانی)

وقال الحصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ''الخلوۃ بالأجنبیة حرام''. (الدرالمختار). وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ''وأجمعوا أن العجوز لاتسافر بغیر محرم، فلا تخلو برجل، شاباً أو شیخاً''. (ردالمحتار، کتاب الصلوۃ: ۱/۳۶۸، سعید)

(۱) ''عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ''لاتلِجُوا علی المغیبات، فإن الشیطٰن یجری من أحدکم مجری الدم''. الحدیث. (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الثانی، قدیمی)

''إن الشیطٰن'': أی کیدہ ووسواسہ ''یجری'': أی یسری ''من الإنسان'': أی فیہ، وقیل: عُدّی ''یجری'' بـ ''من'' علی تضمین معنی التمکن: أی یتمکن الإنسان فی جریانہ ''مجری الدم'': أی فی =

مکان کے اندر جانے کی بالکل ضرورت نہیں تھی، دروازہ پر کھڑے ہوکر بتا کر چلے جاتے۔ عورت کا باہر سے دروازہ بند کر کے شوہر کو بدنام اور ذلیل کرنا بڑی ذلیل حرکت ہے، اگر اس کو اپنے شوہر کے گھریلو معاملات کے متعلق کوئی شکایت تھی اس کی وجہ سے زنجیر لگا کر بدنام کرنا نہایت کمینہ پن ہے، اس کو لازم ہے کہ شوہر سے معافی مانگے۔ اور اپنی غلطی اور حماقت کا اقرار کر کے آئندہ ہمیشہ کے لئے ایسی حرکت سے اجتناب کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بوڑھے آدمی کے ساتھ خلوت

سوال[۹۲۳۸]: کسی ساٹھ یا اسی سالہ بوڑھے کو کسی غیر محرم یا کنواری عورت کے ساتھ تنہائی میں

= جميع عروقه .... شبّه سريان كيده وجريان وساوسه في الإنسان بجريان دمه في عروقه وجميع أعضائه، فهو كناية عن تمكنه من إغواء الإنسان وإضلاله تمكناً تاماً وتصرفه فيه تصرفاً كاملاً بواسطة نفسه الأمارة بالسوء الناشئ قواها من الدم .... وقيل: إرادة الحقيقة، فإن الشياطين أجسام لطيفة قادرة بأقدار الله تعالىٰ على كمال التصرف ابتلاءً للبشر". (مرقاة المفاتيح: ۲/۲۴۵، ۲۴۶، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشيديه)

"عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا! لايبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم". رواه مسلم". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۶۸، كتاب النكاح، باب بيان العورات، قديمي)

"عن عمر رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لايخلونّ رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطٰن". رواه الترمذي". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني)

وقال الحصكفي رحمة الله تعالىٰ عليه: "الخلوة بالأجنبية حرام". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "وأجمعوا أن العجوز لاتسافر بغير محرم، فلا تخلو برجل، شاباً أو شيخاً". (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة: ۱/۳۶۸، سعيد)

باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

منع ہے:"وأجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلوا برجل، شاباً أو شيخاً".

شامی :۲۳۵/۵ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

نامحرم کے ساتھ رکشا میں بیٹھنے کی سزا

سوال[۹۲۳۹]: میں ایک ساٹھ سال کی عورت ہوں اور ۶۵/ سال کے ایک مرد کے ساتھ بازار سے گھر تک رکشا میں بیٹھ گئی، جب میں گھر پہونچی تو میرے سماج نے مجھے اپنے سماج سے باہر کردیا۔ تو آپ سے یہی کہنا چاہتی ہوں کہ اگر میں اس کے ساتھ بیٹھ کر گئی تو کیا گناہ ہوا؟ اگر میں نے اس کے ساتھ کوئی گناہ بھی کیا ہو، کیا سزا ہے یا کیا کفارہ ہے کہ اس کو میں ادا کردوں اور سماج میں شامل ہوسکوں؟

الجواب حامداًومصلياً:

نامحرم سے پردہ لازم ہے(۲)، اس طرح اس کے ساتھ رکشا میں بیٹھ کر آنا کہ بدن سے بدن لگے

---

(۱) (ردالمحتار: ۳۶۸/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، سعید)

(۲) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "لاتلِجُوا علی المغیبات، فإن الشیطٰن یجری من أحدکم مجری الدم". الحدیث. (مشکوٰة المصابیح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الثانی، قدیمی)

"إن الشیطٰن: أی کیده ووسواسه "یجری": أی یسری "من الإنسان": أی فیه. وقیل: عُدّی "یجری" بـ "من" علی تضمین معنی التمکن: أی یتمکن الإنسان فی جریانه "مجری الدم": أی فی جمیع عروقه .... شبّه سریان کیده وجریان وساوسه فی الإنسان بجریان دمه فی عروقه وجمیع أعضائه، فهو کنایة عن تمکنه من إغواء الإنسان وإضلاله تمکناً تأماً وتصرفه فیه تصرفاً کاملاً بواسطة نفسه الأمارة بالسوء الناشئ قواها من الدم .... وقیل: إرادة الحقیقة، فإن الشیاطین أجسام لطیفة قادرة بأقدار اللہ تعالیٰ علی کمال التصرف ابتلاءً للبشر". (مرقاة المفاتیح: ۲۴۵/۲، ۲۴۶، کتاب الإیمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشیدیه) .... =

درست نہیں ہے (۱)۔ اگر اس کے علاوہ بھی کوئی گناہ کیا ہو تو جیسا گناہ ہو ویسی ہی اس کی سزا ہوگی۔ اب موجودہ وقت میں شرعی سزا کے شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے اصلی سزا نہیں دی جاسکتی۔ سماج سے الگ کردینا ہی سزا ہے۔ توبہ استغفار کے بعد جب اطمینان ہوجائے کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا اور پردہ کا اہتمام کیا جائے گا تو سماج میں شامل کرلیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۹۰ھ۔

= "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "ألا! لایبیتن رجل عند امرأة ثیب إلا أن یکون ناکحاً أو ذا محرم". رواہ مسلم". (مشکوٰة المصابیح، ص: ۲۲۸، کتاب النکاح، باب بیان العورات، قدیمی)

"عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لایخلونّ رجل بامرأة إلا کان ثالثهما الشیطٰن". رواہ الترمذی". (مشکوٰة المصابیح، ص: ۲۶۹، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الثانی، قدیمی)

وقال الحصکفی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ: "الخلوة بالأجنبیة حرام". (الدرالمختار). "وأجمعوا أن العجوز لاتسافر بغیر محرم، فلا تخلوا برجل، شاباً أو شیخاً". (ردالمحتار، کتاب الصلوة: ۱/۳٦۸، سعید)

(۱) "حل لمسه إذا أمن الشهوة علی نفسه .... إلا من أجنبیة، فلا یحل مس وجهها وکفها وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ". (الدرالمختار: ٦/۳٦۷، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، سعید)

"قال رحمه اللہ: (یمس ما یحل له النظر إلیه) یعنی یجوز أن یمس ما حل له النظر إلیه من محارمه ومن الرجل، لا من الأجنبیة". (البحر الرائق: ۸/۳۵٦، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر اللمس، رشیدیه)

"ولا یحل له أن یمس وجهها ولا کفها وإن کان یأمن الشهوة". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۵/۳۲۹، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر إلیه، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۳/۴۰۷ کتاب الحظر والإباحة، باب فیما یکره من النظر والمس للأقارب والأجانب ومالایکره، رشیدیه)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یاأیها الذین اٰمنوا توبوا إلی اللہ توبةً نصوحاً، عسی ربکم أن یکفّر عنکم سیئاتکم﴾ =

کاروبار میں نامحرم کو ہاتھ لگانا

سوال[۹۲۴۰]: ایک شخص جو کہ عورتوں کو چوڑی پہنانے کا کاروبار کرتا ہے، وہ سب عورتوں کو اپنی ماں بیٹی تسلیم کرتا ہے، غلط نظر نہیں ڈالتا ہے، دوسرا کاروبار اس کے لئے مشکل ہے۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نامحرم کو ہاتھ لگانا درست نہیں (۱) اگر چہ کوئی نامناسب خیال دل میں نہ آئے۔ اپنی بیوی، بہن وغیرہ کسی کے ذریعہ یہ کام انجام دیا جائے تو درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۵ھ۔

زیرِ تربیت لڑکی سے خدمت

سوال[۹۲۴۱]: ایک چھوٹی لڑکی ہے، اس کے رشتہ داروں میں سے سوائے پھوپھی کے کوئی موجود

= (الآية) (سورة التحريم: ٢٨)

"ولا يجوز (أي الهجر) فوقها (أي فوق الأيام الثلاثة) إلا إذا كان الجهران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلک .... وأجمع العلماء على أن من خاف مكالمة أحد وصِلَته مايفسد عليه دينه أو يدخل مضرةً في دنياه، يجوز له مجانبته وبُعده". (مرقاة المفاتيح: ٧٥٩/٨، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، رشيديه)

(١) "حل لمسه إذا أمن الشهوة على نفسه .... إلا من أجنبية، فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ". (الدرالمختار: ٣٦٧/٦، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

"قال رحمه الله: (يمس ما يحل له النظر إليه) يعني يجوز أن يمس ما حل له النظر إليه من محارمه ومن الرجل، لا من الأجنبية". (البحر الرائق: ٣٥٦/٨، كتاب الكراهية، فصل في النظر اللمس، رشيديه)

"ولا يحل له أن يمس وجهها ولا كفها وإن كان يأمن الشهوة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٣٢٩/٥، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ٤٠٧/٣ كتاب الحظر والإباحة، باب فيما يكره من النظر والمس للأقارب والأجانب ومالايكره، رشيديه)

نہیں ہے، اب اس کی پرورش میں وہ بچی دے دی گئی۔ تو کیا کسی صورت میں اس مربیہ کو اس لڑکی سے بحکمِ شرعی خدمت لینے کی اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مربیہ بچی کی تعلیم وتربیت کے لئے خدمت بھی لی جا سکتی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۹/۶/۹۵ھ۔

مَردوں کا نامحرم عورتوں کو چوڑی پہنانا

سوال[۹۲۴۲]: چوڑیاں پہنانے والے، پردہ نشین عورتوں یا غیر پردہ نشین عورتوں کو چوڑیاں پہناتے ہیں۔ مَردوں کا چوڑیاں پہنانا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

منع ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمود۔

نامحرم کو چوڑیاں پہنانا

سوال[۹۲۴۳]: ایک مسلمان آدمی جو چوڑیوں کا کام کرتا ہے، یعنی چوڑی پہنانے کا پیشہ ہے، نیز ذریعۂ معاش بھی یہی ہے، اور وہ شخص مختلف گاؤں میں جا کر چوڑیاں پہناتا ہے اور فروخت بھی کرتا ہے اور غیر محرم عورتوں کا ہاتھ پکڑ کر چوڑیاں پہناتا ہے۔ تو اس کا پہنانا کیسا ہے اور شریعت اس کے بارے میں کیا فیصلہ کرتی ہے؟ لہٰذا جواب مطلوب ہے۔

---

(۱) خدمت چونکہ تربیت کا حصہ ہے، لہٰذا مربیہ بچی سے خدمت لے سکتی ہے:

"روی أن رجلاً جاء إلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: عندی یتیم فمم أضربہ؟ قال: "مما تضرب بہ ولدک" یعنی لابأس أن تضربہ للتأدیب ضرباً غیر مبرح مثل مایضرب الوالد ولدہ".

(تنبیہ الغافلین، باب الإحسان إلی الیتیم، ص: ۱۹۲، رشیدیہ)

(۲) (راجع، ص: ۲۲۵، رقم الحاشیة: ۱)

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ طریقہ شرعاً جائز نہیں ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۴/۷ھ۔

چوڑی پہنانے کا پیشہ

سوال[۹۲۴۴]: ۱...... بہت سے مرد چوڑیاں پہنانے کا کام کرتے ہیں، یہ کمائی حلال ہے یا حرام، جائز ہے یا ناجائز؟

۲...... بہت سی عورتیں بے پردہ ہوکر باہر دیہات میں چوڑیاں پہناتی ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟ علاوہ ازیں ایک عورت جس کا خاوند مرگیا ہو اور لڑکے اس کے جوان باروزگار ہوں اور پھر بھی وہ عورت چوڑیاں بے پردگی سے پہناوے تو اس کی ذمہ داری کس کے ذمہ ہے، بالفرض اگر وہ لڑکے اس کو نان ونفقہ نہ دیں تو کیا حکم ہے اور اگر اس کو کھانا کپڑا وغیرہ دیں اور بے پردگی سے منع کریں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱...... چوڑیوں کی قیمت حلال ہے۔نامحرم کے ہاتھ وغیرہ کو مس کرنا ناجائز ہے(۲)۔

---

(۱) "وماحل نظره، حل لمسه إلا من أجنبية، فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۳۶۷/۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس: ۳۵۵/۸، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس: ۴۳/۷، دارالكتب العلمية بيروت)

"کسی اجنبی کو ہاتھ پکڑانا، یا کوئی بھی عضو مس کرنے کی قدرت دینا عورت کے لئے بلاضرورت شدیدہ حرام ہے، اور چوڑیاں پہننا ضرورت میں داخل نہیں"۔(أحسن الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، پردہ ودیگر متعلقہ مسائل: ۳۱/۸، سعید)

(۲) "حل لمسه إذا أمن الشهوة على نفسه .... إلا من أجنبية، فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ". (الدرالمختار: ۳۶۷/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

"قال رحمه الله: (يمس ما يحل له النظر إليه) يعني يجوز أن يمس ما حل له النظر إليه من محارمه ومن الرجل لا من الأجنبية". (البحر الرائق: ۳۵۶/۸، كتاب الكراهية، فصل في النظر اللمس، رشيديه) =

۲...... یہ تجارت اوراجرت جائز ہے، چاہے لڑکے نان نفقہ دیں، چاہے نہ دیں (۱)۔ بے پردگی منع ہے (۲)

= "ولا يحل له أن يمس وجهها ولا كفها وإن كان يأمن الشهوة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۲۹/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۰۷/۳ كتاب الحظر والإباحة، باب فيما يكره من النظر والمس للأقارب والأجانب ومالايكره، رشيديه)

(۱) "فإن وقعت على عمل معلوم، فلا تجب الأجرة إلا بإتمام العمل إذا كان العمل مما لايصلح أوّله إلا بآخره. وإن كان يصلح أوله دون آخره، فتجب الأجرة بمقدار ماعمل". (النتف في الفتاوى، ص: ۳۳۸، كتاب الإجارة، سعيد)

(۲) پردہ کی شریعت میں بہت تاکید آئی ہے، اور بے پردگی پر بہت وعیدیں آئی ہیں:

"وعنه (ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه) عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، ص: ۲۶۹، قديمي)

"وعن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها أنها كانت عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وميمونة رضي الله تعالىٰ عنها إذ أقبل ابن أم مكتوم، فدخل عليه، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "احتجبا منه". فقلت: يا رسول الله! أليس هو أعمى لا يبصرنا؟ فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أفعمياوانِ أنتما ألستما تبصرانه". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، ص: ۲۶۹، قديمي)

وقال الله تعالىٰ: ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ قال أبوبكر: "في هذه الأية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين، و إظهار الستر و العفاف عند الخروج لئلا يطمع أهل الريب فيهن. وفيها دلالة على أن الأمَة ليس عليها ستر وجهها وشعرها؛ لأن قوله تعالىٰ: ﴿ونساء المؤمنين﴾ ظاهره أنه أراد الحرائر". (أحكام القرآن للجصاص: ۵۴۶/۳، قديمي)

قال الحافظ ابن كثيرؒ: "أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهم في حاجة أن يغطّين وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابيب و يبدين عيناً واحدةً". (تفسير ابن كثير: ۶۸۴/۳، (سورة الأحزاب: ۵۹)، مكتبه دارالسلام، رياض)

جس کی ذمہ داری خود اس بے پردہ پر ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ،معین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۳/ رجب/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ،۱۴/ رجب/ ۶۷ھ۔

ضرورت پڑنے پر نامحرم عورتوں سے گفتگو

سوال[۹۲۴۵]: بیہقی کی ایک روایت ہے کہ جو نامحرم پر نظر ڈالے اور جو اپنے اوپر نامحرم کی نظر پڑنے کی خواہش اور تمنا کرے اس پر خدا کی لعنت ہے،(مذکورہ حدیث مولانا عاشق الٰہی بلند شہری نے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں'' کے،ص:۶۶ پر اخذ کی ہے)۔آج کے دور میں مندرجہ بالا حدیث پر عمل کرنا دشوار ہورہا ہے،کیونکہ جدھر نظر ڈالیں عورتیں ہی عوتیں نظر آتی ہیں۔دفتروں میں بحیثیتِ آفیسر یا سکریٹری، اسپتال میں بحیثیتِ ڈاکٹر یا نرس،دوکانوں میں بحیثیتِ مالک یا نوکر اور کالجوں میں بحیثیتِ پرنسپل یا استاد،اسی طرح دیگر شعبوں میں خواتین کسی نہ کسی عہدہ پر فائز ہیں اور کام کے کرنے میں انہی سے واسطہ پڑتا ہے اور ان سے مخاطب ہوکر بات کرنے پر ان پر نظر پڑتی ہے،اگر ان کی طرف مخاطب نہ ہوں تو کام نہیں ہوتا۔ایسی مجبوری کی حالت میں ان کی طرف مخاطب ہونا درست ہوگا یا نہیں؟اور دیکھنے والے پر گناہ عائد ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نامحرم سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات نہ کی جائے،نگاہ بچا کر بھی بات کی جاسکتی ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "أن عبدالله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما يقول: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم يقول: "ألا! كلكم راع وكلم مسئول عن رعيته، الإمام راع ومسئول عن رعيته، والرجل راع فی أهله وهو مسئول عن رعيته". (صحيح البخاری: ۱/۱۲۲، كتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری، قديمی)

"وقال غيره: دحل فی هذا العموم المنفرد الذی لا زوج له ولا خادم ولا ولد، فإنه يصدق عليه أنه راع علی جوارحه، حتی يعمل المأمورات ويجتنب المنهيات فعلاً ونطقاً واعتقاداً، فجوارحه وقواه وحواسه رعيته". (فتح الباری، كتاب الجمعة، باب الجمعه فی القری: ۱۳/۱۴۲، قديمی)

(۲) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: خرج رسول الله صلی الله عليه وسلم ذات يوم أو ليلة، فإذا =

سالی اور دیور کے ساتھ گفتگو

سوال[۹۲۴۶]: عمر اپنی بالغ سالی کے ساتھ بات کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور عمر کی بیوی کا دیور کے ساتھ بات کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عمر کا سالی سے بات کرنا وقتِ ضرورت پردہ کے ساتھ جائز ہے (۱)، لیکن بے پردہ ہوکر سالی کے سامنے آنا اور بے تکلفی سے ہنسی مذاق کرنا، تنہائی میں ملنا جائز نہیں۔ ایسا ہی حال عمر کی بیوی کا اپنے دیور کے ساتھ ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= هو بأبي بكر وعمر رضي الله تعالىٰ عنهما فقال: "ما أخرجكما من بيوتكما هذه الساعة"؟ قالا: الجوع يا رسول الله! قال: "وأنا والذي نفسي بيده! لأخرجني الذي أخرجكما، قوموا". فقاموا معه، فأتى رجلاً من الأنصار، فإذا هو ليس في بيته، فلما رأته المرأة، قالت: مرحباً وأهلاً، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أين فلان"؟ قالت: ذهب يستعذب لنا من الماء".

قال النووي رحمه الله تعالىٰ: "فيه جواز سماع كلام الأجنبية ومراجعتها الكلام للحاجة".

(شرح النووي على المسلم: ۱۷۷/۲، كتاب الاشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك، قديمي)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب الإشربة، باب جواز اشتباعه غيره إلى دار عن يثق برضا بذلك ويتحققه تحققاً تاماً واستحباب الاجتماع إلى الطعام: ۳۳/۴، مكتبه دار العلوم كراچي)

"الضرورات تتقدر بقدرها". (ردالمحتار: ۳۷۰/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(۱) "الضرورة تتقدر بقدرها". (الدرالمختار: ۳۷۰/۶، سعيد)

(۲) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء". فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت". متفق عليه". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۶۸، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول، قديمي) ....=

غیر مرد کے ساتھ ٹھٹھا کرنا

سوال[۹۲۴۷]: اگر عورت غیر مرد کے ساتھ ٹھٹھا کرتی ہے(۱) تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی عورت کا غیر مرد کے ساتھ مذاق یا ٹھٹھا کرنا جائز نہیں، بہت بے شرمی کی بات ہے۔ مرد کو چاہیے کہ اس کے جواب میں مذاق کی بات نہ کہے، یا اس کو ڈانٹ دے یا خاموش چلا جائے۔ اور اس کے باپ بھائی شوہر سے کہے کہ اس کو منع کر دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۸ھ۔

غیر محرم سے تعلق ومحبت کا علاج

سوال[۹۲۴۸]: ایک عورت جس کا نام سکینہ ہے، اس کو ایک شخص سے محبت پیدا ہوئی، جس وقت سکینہ کی شادی ہوئی تھی اس وقت کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ عورت کسی اجنبی شخص سے محبت کرتی ہے۔ اور اس نے اس اجنبی شخص کو ایک رومال بھی دیا ہے، اب معلوم نہیں کہ محبت ان دونوں میں کیسی ہے۔ اب آپ مطلع فرمائیں کہ کیا صورت کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر آدمی سے محبت کے نتائج نہایت خطرناک ہوتے ہیں، فوراً توبہ کرکے اللہ تعالیٰ سے عہد کرے اور

= "قال: "الحمو الموت": أي دخوله كالموت مهلك، يعني الفتنة منه أكثر لمساهلة الناس في ذلك .... قال أبوعبيد: معناه: فليمت ولا يفعل ذلك". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۲۷۸/۶، (رقم الحديث: ۳۱۰۲)، رشيديه)

(۱) "ٹھٹھا کرنا: ہنسی کرنا، مذاق کرنا"۔ (فيروز اللغات، ص: ۴۲۶، فيروز سنز لاهور)

(۲) "ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزاً". (الدر المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۳۶۹/۶، سعيد)

نامحرم کے ساتھ بلاضرورت شدیدہ جب عام بول چال کی اجازت نہیں تو اس کے ساتھ مذاق وٹھٹھا کرنا بطریقِ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

دعاء کرے کہ حق تعالیٰ توبہ پر قائم رکھے، درود شریف کثرت سے پڑھا کرے، انشاء اللہ تعالیٰ غلط محبت سے دل صاف ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/۸۸ھ۔

عورتوں کے لئے لپ اسٹک لگانا کیسا ہے؟ اور عورت کا نامحرم کے ساتھ سفر کرنا

سوال[۹۲۴۹]: عورتوں کو لپ اسٹک لگانا جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں بے پردگی کا رواج ہے، اس صورت میں کیا ایک شادی شدہ عورت اپنے شوہر کے حکم کے باعث لپ اسٹک استعمال کر کے موٹر کار میں بیٹھ کر یا پیدل کسی کام سے یا یونہی تفریحاً جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیزیں کفار یا فساق کا شعار ہیں ان کو استعمال کرنا درست نہیں، اسی طرح جو چیزیں مردوں کا شعار ہیں ان کو استعمال کرنا عورتوں کو درست نہیں (۱)۔ مسئولہ چیزوں میں اگر کوئی چیز نجس ہو تب بھی استعمال ممنوع ہوگا۔ اگر کوئی ایسی چیز ہو جس کی وجہ سے فرض وضو وغسل میں کوتاہی رہتی ہو یعنی پانی پہونچنے سے مانع ہو تو فریضۂ طہارت ناتمام رہے گا (۲)۔ جو چیزیں عرفاً شادی شدہ کا شعار ہے اس کو غیر شادی شدہ استعمال کرے تو اس میں ایک طرح کی تلبیس ہے۔

پردہ لازم ہے اور بغیر پردہ کے رہنا اور نامحرم کے ساتھ ملنا موٹر پر جانا، یہ سب امور خلافِ

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(۲) قال الحصکفی رحمه اللہ تعالیٰ: "ویجب: أی یفرض غسل کل مایمکن من البدن بلاحرج مرةً ...... ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین أسنانه أو فی سنه المجوف، به یفتی. وقیل: إن صلباً منع، وهو الأصح". (الدرالمختار: ۱/۱۵۲، ۱۵۳، مطلب: فی أبحاث الغسل، سعید)

شرع ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مرد، عورتیں راستہ پر مل کر نہ چلیں

سوال[۹۲۵۰]: راستہ میں سڑک کی کون سی طرف چلنا مسنون ہے؟ کیا مرد اور عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عورتیں کنارے کنارے چلیں، مرد درمیان میں چلیں۔ عورتیں مل کر مردوں کے ساتھ نہ چلیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

لڑکیوں کا لڑکوں کے ساتھ اسکول میں رہنا اور غیر محارم کے ساتھ کمرے میں خلوت

سوال[۹۲۵۱]: جو لڑکی مَردوں کے اسکول میں نامحرم لڑکوں کے ساتھ تعلیم حاصل کرے گی اور

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها النبي قل لأزواجك وبنتك ونسآء المؤمنين يُدنين عليهن مِن جلا بيبهن، ذلك أدنى أن يعرفن فلا يؤذين﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

"وعن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "المرأة عورة، فإذا خرجت، استشرفها الشيطن". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، ص: ۲۶۹، قديمي)

(۲) "عن حمزة بن أبي أسيد الأنصاري عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه أنه سمع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول -وهو خارج من المسجد، فاختلط الرجال مع النساء في الطريق- فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم للنساء: "استأخرن، فإنه ليس لَكُنّ أن تحققن الطريق، عليكن بحافات الطريق". فكانت المرأة تلصق بالجدار حتى أن ثوبها ليتعلق بالجدار من لصوقها به".

"عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى أن يمشي يعني الرجل بين المرأتين". (سنن أبي داؤد: ۲/۳۶۸، كتاب الأدب، باب في مشي النساء في الطريق، إمداديه ملتان)

نامحرموں کے ساتھ ہر قسم کا خلا ملا، خلوت جلوت میں ہوگا تو اس کے والدین گنہگار رہوں گے یا نہیں، تو ان کے گھر والوں کے ساتھ تمام مسلمانوں کو کیا برتاؤ کرنا چاہیئے؟

غیر محرم مرد غیر محرم عورت جو ان کے ساتھ جس کا شوہر زندہ ہو ایک کمرے میں اکٹھا رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر یا وہ علیحدہ کمرے میں رہتے ہیں، کوئی تیسرا شخص نہیں ہوتا ہے۔ کیا اس میں گناہ کبیرہ لازم آتا ہے اور مہر کی ادائیگی کا حقدار وہ مرد ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر والدین نے اس کی اجازت دی ہے اور لڑکی کے اس طرز سے خوش ہیں تو والدین بھی بڑے گنہگار ہوں گے (۱)، اس طرح ان دونوں کا کمرے میں رہنا حرام ہے (۲)۔ اس حرام کام سے مہر لازم نہیں ہوتا ہے۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان، واتقوا الله﴾. (سورة المائدة: ۲)

والدین پر لازم ہے کہ بچی کو اس گناہ سے بچائیں، لقوله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم ناراً﴾ (سورة التحريم: ۲)

"ان عبد الله بن عمر رضي الله عنهما يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته: الإمام راع ومسئول عن رعيته، والرجل راع في أهله وهو مسئول عن رعيته". (صحيح البخاري: ۱/۱۲۲، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى، قديمي)

"وقال الحسن: تُعلّمهم وتأمرهم وتنهاهم". قال أبوبكر: "وهذا يدل على أن علينا تعليم أولادنا وأهلينا الدينَ والخيرَ وما لايُستغنى عنه من الآداب .... ويدل على أن للأقرب فالأقرب منا مزيةً به في لزومنا تعليمهم وأمرهم بطاعة الله تعالىٰ". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۶۹۷، مطلب: يجب علينا تعليم أولادنا وأهلينا، (سورة التحريم: ۲)، قديمي)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لاتلِجُوا على المغيبات، فإن الشيطٰن يجري من أحدكم مجرى الدم". الحديث. (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

"إن الشيطن: أي كيده ووسواسه "يجري": أي يسري "من الإنسان": أي فيه. وقيل: عُدّي =

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= "یجری" بـ "من" علی تضمین معنی التمکن: أی یتمکن الإنسان فی جریانة "مجری الدم": أی فی جمیع عروقه .... شبّه سریان کیده وجریان وساوسه فی الإنسان بجریان دمه فی عروقه وجمیع أعضائه، فهو کنایة عن تمکنه من إغواء الإنسان وإضلاله تمکناً تاماً وتصرفه فیه تصرفاً کاملاً بواسطة نفسه الأمارة بالسوء الناشئ قواها من الدم .... وقیل: إرادة الحقیقة، فإن الشیاطین أجسام لطیفة قادرة بأقدار الله تعالیٰ علی کمال التصرف ابتلاءً للبشر". (مرقاة المفاتیح: ۲/۲۴۵، ۲۴۶، کتاب الإیمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشیدیه)

"عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه، قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : "ألا! لایبیتن رجل عند امرأة ثیب إلا أن یکون ناکحاً أو ذا محرم". رواه مسلم". (مشکوٰة المصابیح، ص: ۲۲۸، کتاب النکاح، باب بیان العورات، قدیمی)

"عن عمر رضی الله تعالیٰ عنه، عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لایخلونّ رجل بامرأة إلا کان ثالثهما الشیطٰن". رواه الترمذی". (مشکوٰة المصابیح، ص: ۲۶۹، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الثانی)

وقال الحصکفی رحمة الله تعالیٰ علیه: "الخلوة بالأجنبیة حرام". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدینؒ: "وأجمعوا أن العجوز لاتسافر بغیر محرم، فلا تخلوا برجل، شاباً أو شیخاً". (ردالمحتار، کتاب الصلوة: ۱/۳۶۸، سعید)

الفصل الرابع فی النظر إلی العورة وإفشائها

(اعضائے مستورہ کو دیکھنے اور کھولنے کا بیان)

اپنا ستر دیکھنا

سوال[۹۲۵۲]: ا......اپنا ستر بوقتِ حاجت یا دوسری ضرورتوں کے علاوہ دیکھتے رہنا کیسا ہے؟

بیوی کا ستر دیکھنا

سوال[۹۲۵۳]: ۲......اپنی بیوی کے ستر کو دیکھنا کیسا ہے؟ ساتھ ہی اندرونی وبیرون ستر کی تفصیل فرمادیں۔

مولوی عبدالشکور، دربھنگہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا......مورثِ نسیان ہے(۱)۔

۲......اجازت ہے(۲)۔لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے:"وما رای منی وما

---

(۱) "[نكتة] قيل: ست تورث النسيان .... اهـ". (الدرالمختار). "[تتمة]: زاد بعضهم: مما يورث النسيان أشياء: منها العصيان .... واللعب بالمذاكير أو الذكر حتى ينزل، والنظر إليه". (ردالمحتار: ١/٢٢٥، كتاب الطهارة، باب المياه، فصل فى البئر، مطلب: ست تورث النسيان، سعيد)

(وكذا فى الدرالمختار: ٦/٣٦٦، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر والمس، سعيد)

(٢) "وينظر الرجل إلى جميع بدن زوجه حتى فرجها، والأولىٰ تركه، اهـ". (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر: ٢/٥٣٩، فصل فى النظر ونحوه، داراحياء التراث العربى بيروت)

رأیت منه". الحدیث(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۹ھ۔

زوجین کا ایک دوسرے کی شرم گاہ کو دیکھنا

سوال[۹۲۵۴]: زوج زوجہ کو اپنے حجرے میں تنہائی کے وقت ایک دوسرے کا فرج دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے، مگر نہ دیکھنا اَولیٰ ہے:"وینظر الرجل إلی جمیع بدن زوجه حتی فرجها، والأولیٰ ترکه، اه". سکب الأنهر :۵۳۹/۲(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۵۶/۶/۲۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۸/ جمادی الثانیہ/۵۶ھ۔

---

(۱) (مرقاة المفاتیح: ۲۸۹/۶، باب النظر إلی المخطوبة وبیان العورات، الفصل الثالث، رشیدیه)

"عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: مانظرت، أو ما رأیت فرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قط". (سنن ابن ماجة، ص: ۱۳۸، أبواب النکاح، باب الستر عند الجماع، قدیمی)

(۲) (سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر: ۵۳۹/۲، فصل فی النظر ونحوه، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

"وعن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: "ما نظرت، أو مارأیت فرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قط". (سنن ابن ماجة، ص: ۱۳۸، ابواب النکاح، باب الستر عند الجماع، قدیمی)

"قلت: وقد یجاب بأنه أغلبی إلی فرجها بشهوة وغیرها، والأولی ترکه؛ لأنه یورث النسیان". (الدرالمختار). وقال العلامة الشامی رحمه اللہ تعالیٰ: "(قوله: والأولی ترکه) قال فی الهدایة: الأولی أن لا ینظر کل واحد منهما إلی عورة صاحبه، لقوله علیه الصلاة والسلام: "إذا أتی أحدکم أهله، فلیستتر مااستطاع، ولا یتجردان تجرد العیر". ولأن ذلک یورث النسیان، لِوُرود الأثر". (ردالمحتار: ۳۶۶/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، سعید) .... =

بیوی کا جسم دیکھنا

سوال[۹۲۵۵]: شوہر اپنی منکوحہ عورت کے پورے جسم کو دیکھنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں، یا کونسا عضو دیکھنا حرام اور کونسا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی زندگی میں تمام جسم کو دیکھنے کا حق ہے، مگر "وما رای منی وما رأیت منه" حدیثِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رعایت مناسب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۲۶ھ۔

فرج میں ادخالِ اصبع سے کھیلنا

سوال[۹۲۵۶]: اگر مرد اپنی بیوی کی خواہشات ذَکر کے علاوہ کسی اَور چیز سے پوری کرتا ہے، مثلاً اس کی شرمگاہ میں انگلیاں ڈال کر کھیلتا ہے تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ انگلیاں ڈال کر کھیلنے کی جگہ نہیں اور انگلی آلۂ جماع نہیں: "الأصبع ليس الة للجماع، الخ". شامی: ۱/۱۵۰(۲)۔

اگر وہ عنین ہے، اس میں جماع کی طاقت نہیں، بیوی کا حق ادا نہیں کر سکتا ہے تو اس کو طلاق دیدے تاکہ وہ اپنا دوسرا انتظام کرلے۔ اور وہ کس مقصد کے لئے ایسا کرتا ہے، ایسا کرنا مادۂ صالحہ کو ضائع کرنا ہے، جیسے کوئی شخص محنت سے روپیہ جمع کرے، پھر اس کو دریا میں پھینک دے۔ مرد و عورت دونوں کا حکم یکساں ہے،

= (وكذا في الهداية مع حاشية اللكهنوى: ۱۹۶/۷، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس، إدارة القرآن كراچي)

(۱) (مرقاة المفاتيح: ۲۸۹/۶، باب النظر الى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثالث، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار: ۱۶۶/۱، كتاب الطهارة، باب مايوجب الغسل، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۱۱/۱، كتاب الطهارة، المعاني الموجبة للغسل، رشيديه)

اضاعت دونوں کے حق میں اضاعت ہے۔ کوئی غرضِ صحیح اس سے متعلق ہو تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درمختار کتاب الصوم: ۲/ ۱۳۷، میں اس سلسلہ میں بحث کی ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۲/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۷/ ۸۸ھ۔

ولادت سے ساتویں روز برہنہ کر کے نہلانا

سوال [۹۲۵۷]: ایک لڑکی کو بچہ پیدا ہوا ساتویں روز اس کو بالکل برہنہ کر کے نہلایا گیا جس میں تین عورتیں اَور شامل تھیں۔ یہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی عورت کو عورتوں کے سامنے بھی بالکل برہنہ ہونا جائز نہیں، خواہ نہانے کے لئے ہو یا کسی اَور مقصد کے لئے ہو، پردہ کر کے نہایا جائے جہاں اس کے جسم کو کوئی نہ دیکھے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "(أو أدخل أصبعه اليابسة فيه) : أى دبره أو فرجها، ولو متبلةً، فسد". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: أى دبره أو فرجها) أشار إلى أن تذكير الضمير العائد إلى المقعدة، لكونها فى معنى الدبر ونحوه، وإلى أن فاعل أدخل ضمير عائد على الشخص الصائم الصادق بالذكر والأنثى". (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصلوة الصوم ومالايفسد: ۲/ ۳۹۷، سعيد)

(۲) "وأما الثالث: وهو بيان ما يحل من ذلك وما يحرم للمرأة من المرأة، فكل ما يحل للرجل أن ينظر إليه من الرجل يحل للمرأة أن تنظر إليه من المرأة، وكل مالا يحل له لا يحل لها، فتنظر المرأة من المرأة إلى سائر جسدها إلا ما بين السرة والركبة .... ولا يجوز لها أن تنظر ما بين سرتها إلى الركبة إلا عند الضرورة". (بدائع الصنائع: ۶/ ۴۹۹، كتاب الاستحسان، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى البحر الرائق: ۸/ ۳۵۴، كتاب الكراهية، فصل فى النظر واللمس، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۷/ ۴۱، كتاب الكراهية، فصل فى النظر والمس، دارالكتب العلمية بيروت)

بے پردگی کی حالت میں اسپتال میں ولادت

سوال[۹۲۵۸]: زید کو منکوحہ ہندہ پہلے بچہ کی ولادت کے وقت زید نے گھر پر زچگی کا بندوبست کیا، لیکن بچہ کسی طرح نہ ہوا، مجبوراً اسپتال لیجانا پڑا اور آپریشن کے ذریعہ بچہ کی پیدائش ہوئی۔ اسپتال میں پردہ کا کوئی انتظام نہیں، دوسرے بچہ کی ولادت کا وقت قریب ہے، گھر پر انتظام میں جان کا خطرہ ہے۔ ایسی حالت میں زید کیا کرے؟ اسپتال میں علیحدہ کمرہ لے کر بے پردگی میں کچھ کمی ہوسکتی ہے، زید کے پاس کچھ نہیں، قرض لے کر ہی بندوبست کیا جاسکتا ہے۔ زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جب جان کے لالے پڑ جائیں تو یہ بے پردگی انتہائی مجبوری کے باعث ہے، نہ اختیاری ہے نہ خوشی سے ہے، اللہ پاک اپنے بندوں کی مجبوریوں کو خوب جانتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۱۳ھ۔

---

(۱) "إن الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة الضرر يزال، (رقم القاعدة: ۵۶۸): ۱/۲۵۱، إدارة القرآن كراچى)

"(قوله: لإباحته لتحمل الشهادة) وكذا نظر المقابلة والخافضة والختان والطبيب. وزاد في الخلاصة: من مواضع حل النظر للعورة عند الحاجة الاحتقان والبكارة في العنة والرد بالعيب، فتح. ونظمتُها بقولي:

ولا تنظر لعورة أجنبي	بلا عذر كقابلة طبيب
وختان وخافضة وحقن	شهود زنا بلا قصد مريب
وعلم بكارة في عنة أو	زنا أو حين رد للمعيب

(ردالمحتار: ۴/۳۶، كتاب الحدود، باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها، مطلب: المواضع التي يحل فيها النظر إلىٰ عورة الأجنبي، سعيد)

"ينظر الطبيب إلى موضع مرضها بقدر الضرورة؛ إذ الضرورات تتقدر بقدرها. وكذا نظر قابلة وختان، وينبغي أن يعلم امرأةٍ تداويها؛ لأن نظر الجنس إلى الجنس أخف". (الدرالمختار). =

ڈاکٹر کے سامنے اپنا بدن کھولنا

سوال[۹۲۵۹]: اللہ تعالیٰ نے جو پردہ کا اور نامحرم سے چھپنے کا حکم پارہ:۱۸، رکوع:۱۰، آیت: چار، میں فرمایا ہے، اس میں کوئی استثناء بھی مرض وغیرہ کی حالت میں نامحرم معالج کے روبرو بے حجاب ہونے کا اور اپنے تمام جسم کو تصرف میں دینے کا دیا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی زوجہ ایسا فعل کرے تو اپنے خاوند کے ناموس میں خلل ڈالا کہ نہیں، اور ایسی صورت میں شوہر کو اس سے باز پرس کا حق ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس حصۂ جسم کو چھپانا فرض ہے، اگر اس میں کوئی تکلیف، زخم وغیرہ ہو کہ بغیر معالج کے سامنے کھولے

= قال الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: "(قوله: وينبغي، الخ) كذا أطلقه في الهداية والخانية. وقال في الجوهرة: إذا كان المرض في سائر بدنها غير الفرج، يجوز النظر إليه عند الدواء؛ لأنه موضع ضرورة. وإن كان في موضع الفرج، فينبغي أن يعلم امرأةً تداويها. فإن لم توجد وخافوا عليها أن تهلك أو يصيبها وجعٌ لا تحتمله، يستروا منها كل شئ إلا موضع العلة، ثم يداويها الرجل ويغضّ بصره ما استطاع إلا عن موضع الجرح، اهـ، فتأمل. والظاهر أنّ "ينبغي" هنا للوجوب". (ردالمحتار: ۶/۳۷۰، ۳۷۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

"ثم النظر إلى الحرة الأجنبية قد يصير مرخصاً عن الضرورة، كذا في المحيط .... ويجوز النظر إلى الفرج للخاتن وللقابلة وللطبيب عند المعالجة، ويغضّ بصره ما استطاع، كذا في السراجية.......... امرأة أصابتها قرحة في موضعٍ لا يحل للرجل أن ينظر إليه، لا يحل أن ينظر إليها لكن تُعلّم امرأة تداويها. فإن لم توجد امرأة تداويها ولا امرأة تتعلّم ذلك إذا عُلّمت وخيف عليها البلاء أو الوجع أو الهلاك، فإنه يستر منها كل شئ إلا موضع تلك القرحة، ثم يداويها الرجل يغضّ بصره ما استطاع إلا عن ذلك الموضع". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۲۹، ۳۳۰، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه .... اهـ، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/۴۰۹، كتاب الحظر والإباحة، باب فيما يكره من النظر والمس، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الكراهية: ۴/۴۵۸، فصل في الوطي والنظر والمس، مكتبه شركة علميه، ملتان)

علاج نہ ہوسکتا ہوتو صرف اتنا حصہ شدتِ ضرورت کے وقت کھولنا شرعاً درست ہے، اس سے زیادہ نامحرم کے سامنے کھولنا جائز نہیں:

" وينظر الطبيب إلىٰ موضع مرضها، اه". كنز(۱)۔ "وفي نظر الطبيب إلىٰ موضع المرض ضرورةٌ، فيرخص لهم أحياناً لحقوق الناس ودفعاً لحاجتهم، فصار كنظر الختان والخافضة. وكذا ينظر إلىٰ موضع الاحتقان للمرض؛ لأنه مداواة. وينبغي للطبيب أن يعلّم امرأةً إن أمكن؛ لأن نظر الجنس أخف. وإن لم يمكن، ستر كل عضو منها سوى موضع المرض، ثم ينظر يغضّ بصره عن غير ذلك الموضع ما استطاع؛ لأن ماثبت للضرورة يتقدر بقدر الضرورة. والأصل أن لايجوز النظر إلى امرأة لما فيه من خوف الفتنة، ولهذا قال عليه السلام: "المرأة مستورة، اه". زيلعي بتغير(۲)۔

اس میں بہتر یہ ہے کہ معالج کسی عورت کو علاج سکھلا دے اور وہ عورت علاج کردے تاکہ مرد کے سامنے کھولنے کی نوبت نہ آوے۔ اگر یہ دشوار ہوتب مرد کے سامنے کھولنے کی اجازت ہے اور تمام بدن معالج کے تصرف میں دینا یا معالج کا موضعِ مرض کے علاوہ کسی دوسرے حصہ کو دیکھنا ہرگز درست نہیں (۳)۔ اگر بغیر

---

(۱) (كنز الدقائق، ص: ۴۲۴، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، كتب خانه رشيديه)

(۲) (تبيين الحقائق: ۴۰/۷، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "امرأة أصابتها قرحة في موضعٍ لا يحل للرجل أن ينظر إليه، لا يحل أن ينظر إليها، لكن تُعلّم امرأة تداويها. فإن لم يجدوا امرأةً تداويها ولا امرأةً تتعلم ذلك إذا علمت وخيف عليها البلاء أو الوجع أو الهلاك، فإنه يستر منها كل شئ إلا موضع تلك القرحة، ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلا عن ذلك الموضع، ولا فرق في هذا بين ذوات المحارم وغيرهن؛ لأن النظر إلى العورة لا يحل بسبب المحرمية، كذا في فتاوى قاضيخان". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۳۰/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه .... اهـ، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۵۳۸/۲، كتاب الكراهية، فصل في بيان أحكام النظر ونحوه، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحرا الرائق: ۳۵۲/۸، ۳۵۳، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، رشيديه)

شرعی ضرورت کے عورت اپنا جسم غیر محرم کے سامنے کھولے، یا اس سے تعلقات قائم کرے، یا اس سے ہمکلام ہو، یا شوہر کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی سے پیش آئے تو شریعت نے اجازت دی ہے کہ ایسی حالت میں شوہر اس کو سزا دے:

"يعزر المولى عبده والزوج زوجته على تركها الزينة الشرعية مع قدرتها عليها، وتركها غسلَ الجنابة، وعلى الخروج من المنزل لو بغير حق، وترك الإجابة إلى الفراش لو طاهرةً من نحو حيض. ويلحق بذلك لو ضربت ولدها الصغير عند بكاء، أو ضربت جارية غيره ولا تتعظ بوعظه أو شتمته، ولو بنحو ياحمار، أوا دعت عليه أو مزقت ثيابه، أو كلمةً ليسمعها أجنبى، أو كشف وجهها لغير محرم أو كلّمته .... أو أعطت مالم تجر العادة به بلا إذنه. والضابطة: كل معصية لاحدّ فيها، للزوج والمولىٰ التعزير، اه". درمختار (۱)۔ **فقط واللہ اعلم۔**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۲/۶۰ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ذی الحجہ/ ۶۰ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی الحجہ/ ۶۰ھ۔

ملازمت کے لئے ڈاکٹری معائنہ

سوال [۹۲۶۰]: زید میونسپلٹی میں فنِ تجوید، قرآن شریف اور ضروریاتِ دین کے لئے، یا اَور کسی شعبہ میں ملازم ہے اور وہ شخص عالم بھی ہے، اور کسی قسم کا مریض نہیں، میونسپلٹی کی طرف سے اس کو ڈاکٹری معائنہ کا حکم دیا۔ نو سال ملازمت کرنے کے بعد ڈاکٹری معائنہ کی صورت یہ ہے کہ ڈاکٹر انسان کے بدن کو سر سے پیر تک ننگا کر کے بدن کا معائنہ کرتا ہے، حتی کہ ذَکر کو ہاتھ میں لیتا ہے اور دباتا بھی ہے تاکہ سوزاک و آتشک معلوم کر سکے، اور دُبر میں بھی انگلی تک مارتا ہے، تاکہ بواسیر معلوم کر لے۔

تو کیا ملازمت کے لئے یہ ڈاکٹری کرنا کرانا جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مع مذاہب ائمۂ اربعہ ادلۂ اربعہ

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "قال فى الفتح: وإذا أساء العبد الأدب، حل لمولاه تأديبه، وكذا الزوجة .... اهـ". (ردالمحتار: ۴/۷۷ كتاب الحدود، باب التعزير، سعيد)

(وكذا فى كنز الدقائق مع البحر الرائق: ۵/۸۱، كتاب الحدود، فصل فى التعزير، رشيديه)

سے مع حوالہ جاتِ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اس طور پر ڈاکٹری معائنہ کرانا اور کرنا ناجائز ہے، جس حصۂ بدن کو چھپانا فرض ہے اس کو اس غرض کے لئے کھولنا اور نامحرم کو دکھانا اور اس کا ہاتھ لگوانا ہرگز ہرگز جائز نہیں، اگر ملازمت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے تو ایسی شرط کو قبول کرنا بھی جائز نہیں:

"وینظر الرجل إلی الرجل إلا العورة، وهی ما بین السرة والرکبة. ثم حکم العورة فی الرکبة أخفّ منه فی السوءة، حتی ینکر علیه فی کشف الرکبة برفق، وفی الفخذ بعنف، وفی السوءة بضرب إن لج. ویمس ما حل النظر إلیه: أی من محارمه أو من الرجل لا من الأجنبیة، اه". زیلعی: ۱۸/۶، ۱۹(۱)۔

اور یہ مسئلہ اجماعی ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سترِ عورت ائمۂ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق فرض ہے:

"أجمعوا علی أن ستر العورة عن العیون واجب فی الصلوٰة وغیرها، اه". میزان الکبریٰ: ۱۵۶/۱(۲)۔ "لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق". الحدیث(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/صفر/۵۹ھ۔

---

(۱) (تبیین الحقائق للزیلعی: ۴۱/۷، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر والمس، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۲۷/۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر الیه، رشدیه)

(۲) (المیزان الکبری للشعرانی: ۱۶۹/۱، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی مرقاة المفاتیح: ۲۰۸/۸، کتاب اللباس (رقم الحدیث: ۴۴۲۰)، رشیدیه)

(۳) (مشکوٰة المصابیح، ص: ۳۲۱، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثانی، قدیمی) .... =

داخلۂ کالج یا ملازمت سرکاری کے لئے برہنہ بدن کا معائنہ

سوال[۹۱۶۱]: آج کل جو پولیس میں بھرتی کے وقت یا کالجوں میں داخلہ کے وقت آدمی کو ننگا کرکے اس کا ڈاکٹری معائنہ کرتے ہیں، کیا یہ جائز ہے کیونکہ کشفِ عورت تو حرام ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کشفِ عورت کے لئے یہ ضرورت شرعاً معتبر نہیں، کیونکہ نہ اس پر مدارِ صحت ہے نہ زندگی، کوئی اَور بھی شرعی ضرورت اس پر موقوف نہیں۔ تحصیلِ علم جس کے لئے یہ معائنہ کرایا جاتا ہے، اولاً خود محلِ کلام ہے کہ بہت سے عقائد اسلام کے خلاف اس پر مرتب ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ داخلہ کالج پر موقوف نہیں، خارجی طریق سے بھی اس کی تحصیل ممکن ہے۔ پولیس کی ملازمت میں بہت سے مواقع پر قانوناً خلافِ شرع کرنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے، نیز اس پر کچھ معیشت کا بھی مدار نہیں، بغیر اس کے بہت بڑی مخلوق آسائش کے ساتھ موافقِ شرع زندگی بسر کرتی ہے۔ پس صورت مسئولہ میں ارتکابِ حرام کی ہرگز گنجائش نہیں، بلکہ اجتناب واجب ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۴/ ۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۶/ ربیع الثانی/ ۵۷ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم۔

=(ومسند الإمام أحمد: ۶۷/۵، (رقم الحديث: ۲۰۱۳۰)، دارإحياء التراث العربي بيروت)

"وقال محمد بن الحسن رحمه الله تعالىٰ: لا يسع المأمور أن يفعله حتى يكون الذى أمره عدلاً، وحتى يشهد عدلٌ سواه على أن على المأمور ذلک .... وقال على رضى الله عنه: فما أمرتكم من طاعة الله فحقٌ عليكم طاعتى فيما أحببتم أو كرهتم، وما أمرتكم بمعصية الله أنا أو غيرى، فلا طاعة لأحد فى معصية الله، إنما الطاعة فى المعروف". حديث حسن، رواه الحاكم فى صحيحه، وقال: صحيح الإسناد ولم يخرجاه، اهـ". (مرقاة المفاتيح: ۲۷۴/۷، ۲۷۵ كتاب الإمارة والقضاء، (رقم الحديث: ۳۶۹۶)، رشيديه)

(۱) "عن عمران قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق". (مسند الإمام أحمد: ۵۹/۶، (رقم الحديث: ۲۰۱۳۰)، دارإحياء التراث العربي بيروت)

بانجھ کی اولاد کے لئے اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر وظیفہ پڑھنا

سوال[۹۲۶۲]: ایک بریلوی شخص جس عورت کے لڑکا نہ ہو، اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر یعنی پائجامہ کے اندر ہاتھ داخل کر کے گھنٹوں وظیفہ پڑھتے ہیں۔ کیا کوئی ایسا بھی وظیفہ ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

وظیفہ تو کیا ہوتا نفسانی ہوس ہے، نہایت ہی شرمناک اور کمینہ حرکت ہے(۱)۔ لوگوں کو چاہئے کہ اپنی عورتوں کو اس سے علیحدہ رکھیں، خود بھی علیحدہ رہیں۔ اگر مرید ہو گئے ہوں تو بیعت فسخ کر دیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

ستر کھول کر کشتی کرنا

سوال[۹۲۶۳]: پہلوان کشتی کرتے ہیں، مگر صرف لنگوٹ باندھ کر عام مجمع میں لڑتے ہیں حالانکہ از روئے شریعت گھٹنوں تک ستر فرض ہے۔

---

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا کو ایمان کا ایک حصہ فرمایا ہے، صحیح بخاری میں حدیث منقول ہے: "إن الحياء من الإيمان". (كتاب الأدب، باب الحياء: ۲/۹۰۳، قديمي)

اور جب انسان کے اندر حیا ہو، تو وہ بہت سے چھوٹے بڑے منکرات سے بچتا ہے، لیکن بعض لوگوں میں حیا نہیں ہوتی اور پھر اس وجہ سے وہ ایسی حیا سوز حرکتوں میں مبتلا ہوتے ہیں کہ انتہا ہوتی ہے، بلکہ ان کو منکرات میں بجائے قبح کے حسن نظر آتا ہے، اور بغیر جھجک اور بغیر روک ٹوک کے اس میں مبتلا ہوتے ہیں:

"أبو مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "إن مما أدرك الناس من كلام النبوة الأولىٰ: إذا لم تستحي، فاصنع ما شئت". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، بابٌ: إذا لم تستحيي فاصنع، الخ: ۲/۹۰۴، قديمي)

(۲) ایسا شخص درجۂ ولایت سے عاری ہے جس کی بیعت جائز نہیں:

"الولي هو العارف بالله و صفاته ما يمكن له، المواظب على الطاعات، المجتنب عن السيئات، المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات واللهوات". (مجموعه الفتاوی على هامش خلاصة الفتاوی، كتاب الكراهية: ۴/۳۳۵، امجد اكيڈمی لاهور)

(وكذا في شرح العقائد، ص: ۱۴۵، مكتبه خير كثير كراچی)

الجواب حامداًومصلياً:

پہلوانوں کا یہ فعل ناجائز ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

کُشتی کا دنگل دیکھنا

سوال[۹۲۶۴]: کُشتی کا دنگل دیکھنا کیسا ہے، زید کہتا ہے کہ درست نہیں، کیونکہ ران کھلی رہتی

(۱) " وينظر الرجل عن الرجل إلى ماسوى العورة، وقد بينت فى الصلوٰة أن العورة ما بين السرة إلى الركبة، والسرة ليست بعورة، خلافاً لِمَا يقوله أبوحنيفة والشافعى رحمهما الله تعالىٰ. والركبة عورة، خلافاً للشافعى رحمه الله تعالىٰ. ثم حكم العورة فى الركبة أخفّ منه فى الفخذ، وفى الفخذ أخفّ منه فى السوء ة، حتى ينكر عليه فى كشف الركبة برفق، وفى الفخذ بعنف، وفى السوء ة بضرب إن أصرّ، اهـ". (مجمع الأنهر: ۵۳۸/۲، كتاب الكراهية، فصل فى بيان أحكام النظر ونحوه، دارإحياء التراث العربى بيروت)

"والرابع ستر عورته، ووجوبه عامٌ ولو فى الخلوة على الصحيح إلا لغرض صحيح .... وهى للرجل ما تحت سرته إلى ماتحت ركبته". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: ووجوبه عام): أى فى الصلاة وخارجها. (قوله: ولو فى الخلوة): أى إذا كان خارج الصلاة يجب الستر بحضرة الناس إجماعاً، وفى الخلوة على الصحيح .... ثم إن الظاهر أن المراد بما يجب ستره فى الخلوة خارج الصلاة هو ما بين السرة والركبة فقط .... (قوله: للرجل) احتراز عن المرأة الأمَة والحرة، وعن الصبى، كما سيأتى. (قوله: تحت سرته) هو ماتحت الخط الذى يمر بالسرة ويدور على محيط بدنه بحيث يكون بعده عن مواقعه فى جميع جوانبه على السواء، كذا فى البرجندى، اهـ، إسمعيل. فالسرة ليست من العورة، درر.

(قوله: إلى ماتحت ركبته) نادما لما قيل: إن "تحت" من الظروف التى لا تتصرف، حموى، فالركبة من العورة لرواية الدار قطنى: "ما تحت السرة إلى الركبة من العورة". لكنه محتمل، والاحتياط فى دخول الركبة، ولحديث على رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الركبة =

ہے۔ بکر کہتا ہے کہ درست ہے اس لئے کہ ستر دیکھنے کا قصد نہیں ہوتا۔ اس میں کس کا قول درست ہے؟

مولوی محمد یسین صاحب، مبارکپور۔

الجواب حامداًومصلیاً:

زید کا قول درست ہے: "لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "لاتنظر إلی فخذ حيّ ولا میت". الحدیث (۱)۔ اس میں نظر کی ممانعت ہے جو کہ فعلِ عین ہے، اس میں قصد وعدمِ قصد برابر ہے، عدمِ قصد سے معصیت مرتفع نہیں ہوتی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہانپور، ۲۱/ ذی قعدہ/ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۲/ ذی قعدہ/ ۶۹ھ۔

چار انگل کی لنگوٹی باندھ کر تماشہ دکھانا

سوال [۹۲۶۵]: ہمارے یہاں نٹ لوگ کھیل تماشہ کرتے ہیں (۲)، یہ لوگ چار انگل کی لنگوٹی باندھ کر کھیلتے ہیں، ڈھول بجتا رہتا ہے اور اس پر انعام مانگتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

= من العورة". وتمامه فی شرح المنیة". (ردالمحتار: ۱/۴۰۴، کتاب الصلوة، باب شروط الصلاة، مطلب فی ستر العورة، سعید)

(۱) (مشکوٰة المصابیح، ص: ۲۸۹، باب النظر إلی المخطوبة وبیان العورات، الفصل الثانی، قدیمی)

"عن أبی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "لاینظر الرجل إلی عورة الرجل، ولا المرأة إلی عورة المرأة". (مشکوٰة المصابیح، ص: ۲۶۸، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الأول، قدیمی)

"قال ابن الملک: أی لاتصل بشرة أحدهما إلی بشرة الآخر فی ثوب واحد فی المضجع، لخوف ظهور فاحشة بینهما. قال المظهر: ومن فعل، یعزر ولایحد. وفیه بیان تحریم النظر إلی مالایجوز، وعورة الرجل مابین سرته ورکبته". (مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة وبیان العورات، الفصل الأول: ۶/۲۷۷، (رقم الحدیث: ۳۱۰۰)، رشیدیه)

(۲) "نٹ: بازی گر، شعبدہ باز"۔ (فیروز اللغات، اردو، ص: ۱۳۵۱، فیروز سنز، لاهور)

الجواب حامداً ومصلياً:

لوگوں کے سامنے ستر کھولنا اور چار انگل کی لنگوٹی باندھ کر تماشہ کرنا(۱)، ناچنا، ڈھول بجانا(۲) اور اس پر انعام مانگنا سب ناجائز ہے، تماشہ کرنے والے اور دیکھنے والے اور اس پر پیسے دینے والے سب ہی گنہگار ہیں، سب کو توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

پانی کو عبور کرتے ہوئے رانیں کھولنا

سوال[۹۲۶۶]: جب پانی عبور کرنا ہو اور پانی گھٹنوں سے اوپر تک ہو تو تہہ بند کو رانوں تک اٹھانا اور گھٹنے اور ران کھولنا اس طرح پانی عبور کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

---

(۱) "عن جرهد رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أمَا علمت أن الفخذ عورةٌ". رواه الترمذي وأبو داود".

"وعن علي رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال له: "يا علي! لاتبرز فخذك، ولا تنظر إلى فخذ حيٍّ ولا ميتٍ". رواه أبو داود وابن ماجة".

"عن الحسن مرسلاً قال: بلغني أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لعن الله الناظر والمنظور إليه". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۶۹، ۲۷۰، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، قديمي)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع". رواه البيهقي في شعب الإيمان".

"وعن نافع قال: كنت مع ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما في طريق، فسمع مزماراً فوضع أصبعيه في أذنيه ونآى عن الطريق إلى الجانب الأخر، ثم قال لي بعد أن بَعُد: يا نافع! هل تسمع شيئاً قلت: لا، فرفع أصبعيه من أذنيه. قال: كنت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فسمع صوت يراعٍ فصنع مثل ما صنعت. قال نافع: وكنت إذ ذاك صغيراً". رواه أبو داود". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۴۱۱، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، قديمي)

الجواب حامداًومصلیاً:

ناف سے گھٹنوں تک عورت ہے، کسی کے سامنے اس حصۂ بدن کو کھولنا جائز نہیں، نہ نماز میں نہ خارجِ نماز میں۔ اس حکم میں ہر مرد عالم ہو یا غیر عالم، سب کا حکم ایک ہے۔ جو شخص گھٹنے کھولے اس کو نرمی سے منع کیا جاوے، جو ران کھولے اس کو سختی سے منع کیا جاوے۔ البتہ اگر گھٹنے اور رانیں پانی میں چھپ جائیں اور کپڑا بالکل پانی کے قریب رہے کہ بدن کسی کو نظر نہ آئے تو اس طرح عبور کرنا شرعاً درست ہے:

" وينظر الرجل عن الرجل إلى ماسوى العورة، وقد بينت فى الصلوٰة أن العورة ما بين السرة إلى الركبة، والسرة ليست بعورة، خلافاً لِمَا يقوله أبو حنيفة والشافعى رحمهما اللّٰه تعالىٰ والركبة عورة، خلافاً للشافعى رحمه اللّٰه تعالىٰ. ثم حكم العورة فى الركبة أخفّ منه فى الفخذ، وفي الفخذ أخفّ منه فى السوء ة، حتى ينكر عليه فى كشف الركبة برفق، وفى الفخذ بعنف، وفى السوء ة بضرب إن أصرّ، اه". مجمع الأنهر: ۲/۵۳۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱۰/۶۴ھ۔

---

(۱) (مجمع الأنهر: ۲/۵۳۸، كتاب الكراهية، فصل فى بيان أحكام النظر ونحوه، دارإحياء التراث العربى بيروت)

"والرابع ستر عورته، ووجوبه عامٌّ ولو فى الخلوة على الصحيح إلا لغرض صحيح .... وهى للرجل ما تحت سرته إلى ماتحت ركبته". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: ووجوبه عام): أى فى الصلاة وخارجها. (قوله: ولو فى الخلوة): أى إذا كان خارج الصلاة يجب الستر بحضرة الناس إجماعاً، وفى الخلوة على الصحيح .... ثم إن الظاهر أن المراد بما يجب ستره فى الخلوة خارج الصلاة هو ما بين السرة والركبة فقط .... (قوله: للرجل) احتراز عن المرأة الأمَة والحرة، وعن الصبى، كما سيأتى. (قوله: تحت سرته) هو ماتحت الخط الذى يمر بالسرة ويدور على محيط بدنه بحيث يكون بعده عن مواقعه فى جميع جوانبه على السواء، كذا فى البرجندى، اهـ، إسمعيل. فالسرة ليست من العورة، درر. .... =

گھٹنا ستر ہے یا نہیں؟

سوال[۹۲۶۷]: اگر ایک آدمی گھٹنا کھولے تو وہ کیسا ہے؟ اور اس کا فعل حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گھٹنہ حنفیہ کے نزدیک ان اعضاء میں سے ہے جن کا چھپانا واجب اور کھولنا۔جس سے ستر باقی نہ رہے۔مکروہ تحریمی ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۷/۹۰ھ۔

کاشتکاروں کے لئے کشفِ عورت

سوال[۹۲۶۸]: اگر کاشتکار ستر نہ چھپاوے اور جب تک کاشتکاری کا کام کرے اس وقت تک کھولے رکھے، اگر ان کو اس پر تنبیہ کی جاتی ہے کہ ستر کو ڈھانکو تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم اس سے مجبور ہیں۔تو کیا ایسا کرنا، یا ایسا کہنا ان کا درست ہے از روئے شرع شریف؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا اور ایسا کہنا خلافِ شرع ہے، شریعت کا حکم سب کے لئے ہے، کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں:

"یجوز أن ینظر الرجل إلی الرجل إلا إلی عورته، کذا فی المحیط. وعلیه الإجماع، کذا فی الاختیار شرح المختار. وعورته ما بین سرته حتی تجاوز رکبته، کذا فی الذخیره. وما دون السرة إلی منبت الشعرة عورة فی ظاهر الروایة. ثم حکم العورة فی الرکبة أخفّ منه فی

= (قوله: إلی ماتحت رکبته) نادما لّما قیل: إن "تحت" من الظروف التی لا تتصرف، حموی، فالرکبة من العورة لروایة دار قطنی: "ما تحت السرة إلی الرکبة من العورة". لکنه محتمل، والاحتیاط فی دخول الرکبة، ولحدیث علی رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "الرکبة من العورة". وتمامه فی شرح المنیة". (ردالمحتار: ۱/۴۰۴، کتاب الصلوة، باب شروط الصلاة، مطلب فی ستر العورة، سعید)

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے عنوان: پانی کو عبور کرتے ہوئے رانیں کھولنا

الفخذ، وفی الفخذ أخفّ منه فی السرة، الخ". هندیه(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم، ۲۷/۷/۵۹ھ، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم۔

گھٹنے کھول کر کھیتی وغیرہ کا کام کرنا

سوال [۹۲۶۹]: گھٹنے کھول کر اپنا کام مثلاً کھیتی وغیرہ کر سکتا ہے یا نہیں، اور دریا وغیرہ میں گھسنے کی حالت میں ضرورۃً پائجامہ یا تہہ بند کو چڑھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گو بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے، مگر احتیاط اسی میں ہے کہ گھٹنے نہ کھولے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳۰/۵/۸۷ھ۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۲۷/۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر إلیه ....اهـ، رشیدیه)

قال العلامة الکاساني رحمه الله تعالیٰ: "یحل للرجل أن ینظر من الرجل الأجنبي إلی سائر جسده، إلا ما بین السرة والرکبة، إلا عند الضرورة .... ولا ینظر إلی الرکبة. ولا بأس بالنظر إلی السرة، فالرکبة عورة، والسرة لیست بعورة عندنا.

والصحیح قولنا، لما روی عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أنه قال: "ماتحت السرة عورة". والرکبة ماتحتها، فکانت عورةً، إلا ماتحت الرکبة صار مخصوصاً، فبقیت الرکبة تحت العموم، ولأن الرکبة عضوٌ مرکبٌ من عظم الساق، والفخذ علی وجه یتعذر تمییزه. والفخذ من العورة، والساق لیس من العورة، فعند الاشتباه یجب العمل بالاحتیاط. وذلک فیما قلنا، بخلاف السرة؛ لأنه اسم لموضع معلوم لا اشتباه فیه". (بدائع الصنائع: ۴۹۷/۶، کتاب الاستحسان، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق ۴۱/۷، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر والمس، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۴۰۸/۳ باب فیما یکره من النظر والمس للأقارب .... اهـ، رشیدیه)

(۲) "عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: =

....

= "إذا زوّج أحدكم عبده أمته، فلا ينظرنّ إلى عورتها". وفي روايةٍ: "فلا ينظرنّ إلى مادون السرة وفوق الركبة". رواه أبو داود". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب الآداب، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثاني، قديمي)

"يجوز أن ينظر الرجل إلى الرجل إلا إلى عورته، كذا في المحيط. وعليه الاجماع، كذا في الاختيار شرح المختار. وعورته ما بين سرته حتى تجاوز ركبته، كذا في الذخيره. وما دون السرة إلى منبت الشعرة عورة في ظاهر الرواية. ثم حكم العورة في الركبة أخفّ منه في الفخذ، وفي الفخذ أخفّ منه في السرة، حتى أن من رأى غيره مكشوف الركبة ينكر عليه برفق ولا ينازعه إن لج، وإذا رآه مكشوف الفخذ أنكر عليه بعنف ولا يضربه إن لج، وإذا رآه مكشوف السرة أمره بستر العورة وأدّبه على ذلك إن لج، كذا في الكافي". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۲۷/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه ....اهـ، رشيديه)

قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالىٰ: "يحل للرجل أن ينظر من الرجل الأجنبي إلى سائر جسده، إلا ما بين السرة والركبة، إلا عند الضرورة .... ولا ينظر إلى الركبة. ولا بأس بالنظر إلى السرة، فالركبة عورة، والسرة ليست بعورة عندنا.

والصحيح قولنا، لما روى عن رسولُ الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "ماتحت السرة عورة". والركبة ماتحتها، فكانت عورةً، إلا ماتحت الركبة صار مخصوصاً، فبقيت الركبة تحت العموم، ولأن الركبة عضوٌ مركبٌ من عظم الساق، والفخذ على وجه يتعذر تمييزه. والفخذ من العورة، والساق ليس من العورة، فعند الاشتباه يجب العمل بالاحتياط. وذلك فيما قلنا، بخلاف السرة؛ لأنه اسم لموضع معلوم لا اشتباه فيه". (بدائع الصنائع: ۴۹۷/۶، كتاب الاستحسان، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق ۴۱/۷، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس، دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۰۸/۳ باب فيما يكره من النظر والمس للأقارب .... اهـ، رشيديه)

برہنہ ہوکر سونا

سوال[۹۲۷۰]: رات کوایک آدمی بالکل برہنہ ہوکر سوتا ہے، یہ عادت کیسی ہے؟ اگر سونے کی حالت میں پائجامہ، یا کپڑا باندھ کر سوتا ہے تو اس میں صبح کو اٹھتے وقت تری دیکھتا ہے۔ لہذا تری والے کپڑے سے نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ اور ننگا سونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بالکل ننگا ہوکر سونا مکروہ ہے(۱)۔ جس کپڑے پر سونے کے بعد تری دیکھی وہ نجس ہوگیا، اگر وہ تری مقدار عفو سے زائد ہوتو اس کپڑے سے نماز درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذی الحجہ/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۶۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن بهز بن حكيم عن أبيه، عن جده رضى الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "احفظ عورتك إلا من زوجتك أو ماملكت عينك". فقلت: يارسول الله ! أرأيت إذا كان الرجل خالياً؟ قال: "فالله أحق أن يستحى منه". رواه الترمذى، وأبو داؤد وابن ماجة". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثانى، ص: ۲۶۹، قديمى)

قال العلامة الملا على القارى رحمه الله: "قال: "فالله أحق أن يستحيى منه". وهذا يدل على وجوب الستر فى الخلوة إلا عند الضرورة كما سبق". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثانى: ۲۸۵/۶، ۲۸۶، رشيديه)

(۲) "كل مايخرج من بدن الإنسان مما يوجب خزوجه الوضوء أو الغسل، فهو مغلظ، كالغائط والبول والمنى والمذى والودى والقيح والصديد والقئ .... فإذا أصاب الثوب أكثر من قدر الدرهم يمنع جواز الصلوة". (الفتاوىٰ العالمكيريه، كتاب الطهارة، الباب السابع فى النجاسة وأحكامها، الفصل الثانى فى الأعيان النجسة: ۴۶/۱، رشيديه)

باب اللباس

الفصل الأول في القميص والسروال والإزار

(قمیص اور شلوار کا بیان)

شرعی لباس

سوال[۹۲۷۱]: کیا شرعی لباس یہی ہے جو آپ علماء حضرات پہنتے ہیں، یہ کہاں سے ثابت ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو لباس سنت سے ثابت ہو وہ یقیناً شرعی ہے(۱) اور جس لباس کا سنت میں ذکر نہ ہو اور اس کو صلحاء نے اختیار کیا ہو، کفار اور فساق کا شعار نہ ہو، وہ بھی شرعی لباس ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۹/۷/۸۸ھ۔

مسنون لباس

سوال[۹۲۷۲]: زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نصف ساق کرتا اور چھوٹی موری

---

(۱) "والمراد بالسنة هنا أقواله وأفعاله وأحواله". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۳۶۵، رشيديه)

(۲) "قال القاري: أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالىٰ.........اهـ". (بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵/۴۱، معهد الخليل)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، نزار مصطفى الباز رياض)

والا پائجامہ ثابت نہیں (۱)، لہٰذا یہ بدعت ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اس قسم کے لباس سلف صالحین نے اسلامیت اور کفاریت کے درمیان فرق کرنے کے لئے اختیار کیا ہے۔ زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ اور عمر کہتا ہے کہ اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، لیکن جو حضرات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر ہر ہر سنت پر عمل کرنے والے ہیں وہ تو بغیر ثابت شدہ شئ پر عمل نہیں کریں گے۔ لباسِ مسنونہ مع حوالہ و دلیل مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نصف ساق تک کرتہ حدیث شریف سے ثابت ہے، اس کو صالحین نے اختیار کیا ہے۔ پائجامہ پہننے کا عرب میں عام دستور نہیں تھا، بلکہ لنگی کا دستور تھا اور وہ بھی نصف ساق سے نیچے تک ہوتی تھی، اس کی بھی حدیث شریف میں تصریح ہے۔ نصف ساق سے نیچے تک بھی اجازت ہے، لیکن ٹخنوں سے اونچے رہے:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ماأسفل من الكعبين من الإزار في النار". رواه البخاري، اه". مشكوة شريف، ص: ۳۷۳(۲)۔

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "إزرة المؤمن إلى أنصاف ساقيه لاجناح عليه، فما بينه وبين الكعبين وما أسفل من ذلك، ففي النار". قال ذلك ثلاث مرات. "ولاينظر الله يوم القيامة إلى من جر إزاره بطراً". رواه أبو داؤد وابن ماجة، اه". مشكوة شريف، ص: ۳۷۲(۳)۔

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من جرثوبه من مخيلة، لم ينظر الله

---

(۱) "موری: پاجامے کا پائنچہ"۔ (فيروز اللغات، ص: ۱۳۱۴، فيروز سنز لاهور)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قديمي)

(صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب ماأسفل من الكعبين ففي النار: ۸۶۱/۲، قديمي)

(۳) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۴، قديمي)

(وأبو داؤد، كتاب اللباس، باب في قدر موضع الإزار: ۲۱۲/۲، إمداديه)

(وسنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب موضع الإزار أين هو؟، ص: ۲۵۵، قديمي)

إليه يوم القيامة". فقلت لمحارب: اذكر إزاره، قال: ماخص إزاراً ولاقميصاً، اھ". بخاری، ص: ۸٦۱(۱)۔

بعض آدمی پائجامہ بھی پہنتے تھے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کو پسند فرمایا اور خریدا(۲)۔ بعض روایات میں ہے کہ پہنا بھی ہے، زاد المعاد میں اس کی تصریح ہے(۳)۔ باقی اس کی تفصیل نہیں دیکھی ہے کہ وہ کیسا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۴/۹۰ھ۔

مسنون لباس کے لئے بڑھاپے کا انتظار نہیں

سوال[۹۲۷۳]: مسنون لباس یا مسنون چیز کو اختیار کرنے کے لئے کوئی عمر ہے یا بڑھاپے میں کوئی سنت کو رائج کرے، لوگ اس کا مذاق اڑائیں تو کیا اس کو عمل میں لانا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اتباعِ سنت کے لئے بڑھاپے کا انتظار کرنا غلط ہے: ﴿قل إن كنتم تحبون الله، فاتبعوني، يحببكم الله﴾ الآية(٤)۔

---

(۱) (صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء: ص ۲/۸٦۱، قديمی)

(۲) "عن سويد بن قيس رضی الله تعالیٰ عنه قال: أتانا النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فساومنا سراويل". (سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب لبس السراويل، ص: ۲۵٦، قديمی)

(وكذا فی جمع الوسائل مع هامش المناوی، قبيل باب ماجاء فی مشية رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: ۱/۲۱۵، تاليفات أشرفيه)

(۳) "واشتری سراويل، والظاهر أنه إنما اشتراها ليلبسها. وقدروی فی غير حديث أنه لبس السراويل، وكانوا يلبسون السراويلات بإذنه". (زاد المعاد، فصل فی ملا بسه صلی الله تعالیٰ عليه وسلم، ص: ۵۴، دار الفكر)

(وكذا فی حاشية المناوی علی جمع الوسائل، قبيل باب ماجاء فی مشية رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: ۱/۲۱۵، تاليفات أشرفيه)

(۴) (سورة آل عمران: ۳۱)

"علیکم بسنتی و سنته الخلفاء الراشدین". الحدیث(۱)۔

لوگوں کے مذاق کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مردہ سنت کے احیاء میں بڑا اجر ہے:"من أحییٰ سنةً من سنتی بعد ما أمیتت". الحدیث(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند،۱۲/۲/۸۹ھ۔

کون سے لباس کا استعمال مذہبِ اسلام میں جائز ہے،اور پینٹ کوٹ کا استعمال

سوال[۹۲۷۴]: مذہبِ اسلام میں جن جن لباسوں کا استعمال درست ہے، اس کی نشاندہی فرمادیں۔کیا ہندوستان میں کوٹ اور پتلون استعمال کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لنگی، کرتہ، ٹوپی، عمامہ، چادر، یہ لباس عام طور پر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے(۳)،

---

(۱) (مشکوة المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، ص: ۳۰،قدیمی)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/۱۱۰، حدیث العرباض بن ساریة رضی الله تعالیٰ عنه، (رقم الحدیث: ۱۶۶۹۳)، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وسنن ابن ماجة، المقدمة، باب سنة الخلفاء الراشدین، ص: ۵، قدیمی)

(۲) "عن بلال بن الحارث المزنی رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أحییٰ سنةً من سنتی قد أمیتت بعدی، فإن له من الأجر مثل أجور مَن عمل بها مِن غیر أن یُنقص من أجورهم شیئاً". (مشکوة المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، ص: ۳۰، قدیمی)

(وسنن ابن ماجه، المقدمة، باب من أحیا سنةً قد أمیتت، ص: ۱۹، قدیمی)

(وکذا فی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱۱/۵۶۰۲، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

(۳) "عن أبی بردة قال: أخرجت إلینا عائشة رضی الله تعالیٰ عنها کساءً ملبداً وإزاراً غلیظاً، فقالت: قُبض روح رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی هذین". (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی صفة إزار رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ص: ۸، سعید) .... =

پائجامہ بھی منقول ہے(۱) لنگی یا پاجامہ ٹخنہ سے اونچا ہونا چاہیے، ٹخنہ ڈھکنا منع ہے(۲)۔ پھر ہر وہ لباس جو کفار

= (وکذا فی جمع الوسائل، باب ماجاء فی صفة إزار رسول الله صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: ۱/۲۱۰، تالیفات اشرفیه)

"عن أم سلمة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: کان أحب الثیاب إلی رسول الله صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم القمیص". (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول الله صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم، ص: ۵، سعید)

(وکذا فی جمع الوسائل، باب ماجاء فی لباس رسول الله صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: ۱/۱۳۰، تالیفات اشرفیه لاهور)

"عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: کان رسول الله صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم یلبس قلنسوة بیضاء". (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب اللباس، باب فی القلنسوة: ۵/۱۴۹، (رقم الحدیث: ۸۵۰۵)، عباس أحمد الباز مکة)

(وکذا فی المستدرک حاکم عن أبی الدرداء: ۳/۳۸۱، بیروت)

"عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال: دخل رسول الله صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم مکة یوم الفتح علیه عمامة سوداء". (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی عمامة النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم، ص: ۸، سعید)

(۱) "عن سوید بن قیس رضی الله تعالیٰ عنه قال: أتانا النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فساومنا سراویل". (سنن ابن ماجة، کتاب اللباس، باب لبس السراویل، ص: ۲۵۶، قدیمی)

(وکذا فی جمع الوسائل مع هامش المناوی، قبیل باب ماجاء فی مشیة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ۱/۲۱۵، تالیفات أشرفیه)

"واشتری سراویل، والظاهر أنه إنما اشتراها لیلبسها. وقدروی فی غیر حدیث أنه لبس السراویل، وکانوا یلبسون السراویلات بإذنه". (زاد المعاد، فصل فی ملا بسه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ص: ۵۴، دارالفکر)

(وکذا فی حاشیة المناویٔ علی جمع الوسائل، قبیل باب ماجاء فی مشیة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ۱/۲۱۵، تالیفات أشرفیه)

(۲) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ماأسفل من =

وفساق کا مخصوص شعار ہو، اس سے بچنا چاہیے(۱)۔کوٹ، پتلون ہندوستان میں پہننا حرام تو نہیں رہا البتہ صلحاء کا شعار نہیں، اس سے بچنا چاہیے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الکعبین من الإزار فی النار". رواہ البخاری، اھـ". (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قدیمی)

(وصحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ماأسفل من الکعبین ففی النار: ۲/۸۶۱، قدیمی)

"عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: "إزرۃ المؤمن إلی أنصاف ساقیہ لاجناح علیہ، فما بینہ وبین الکعبین وما أسفل من ذلک، ففی النار". قال ذلک ثلاث مرات. "ولاینظر اللہ یوم القیامۃ إلی من جر إزارہ بطراً". رواہ أبو داؤد وابن ماجۃ، اھـ". (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۴، قدیمی)

(وأبوداؤد، کتاب اللباس، باب فی قدر موضع الإزار: ۲/۲۱۲، إمدادیہ)

(وسنن ابن ماجۃ، کتاب اللباس، باب موضع الإزار أین ہو؟، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من تشبہ بقوم، فہو منہم". (سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرۃ: ۲/۵۵۸، دارالحدیث)

(والجامع الصغیر مع فیض القدیر: ۱۱/۵۷۴۳، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۲) پتلون کی شعاریت اگرچہ ختم ہوگئی ہے، لیکن اگر پتلون اتنی چست اور تنگ ہو کہ اس سے اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو -جیسا کہ آج کل ایسی پتلون کا کثرت سے رواج ہوگیا ہے- تو اس کو پہننا اور لوگوں کو دکھانا اور دیکھنا سب ناجائز ہے:

"عنہ (ابن عمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من تشبہ بقوم، فہو منہم". (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرۃ: ۲/۵۵۸، دارالحدیث ملتان)

(ومشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

قال علی القاری: "أی من شبّہ نفسہ بالکفار مثلاً فی اللباس و غیرہ أو بالفساق أو الفجار، أو بأہل التصوف الصلحاء الأبرار "فہو منہم": أی فی الإثم أو الخیر عند اللہ تعالیٰ.......... اھـ". (مرقاۃ المفاتیح، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشیدیہ)

"وعلی ہذا لا یحل النظر إلی عورۃ غیرہ فوق ثوب ملتزق بہا یَصِف حجمہا، فیحمل ما مر =

کُرتا کہاں تک لمبا ہو

سوال[۹۲۷۵]: کرتا کس قسم کا اور کتنا پہننا سنت ہے، اور کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نصف ساق تک کرتا ہونا ثابت ہے؟ اگر ہے تو کیا نصفِ ساق سے اوپر خواہ گھٹنا سے نیچے ہو یا اوپر یا کمر تک ہو، سب سنت کے خلاف ہونے میں برابر ہیں یا نہیں؟ اگر برابر ہیں تو پھر بعض لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ اگر کمر تک عبا(۱) پہنے ہوں تو اس کو گھٹنا تک کی ترغیب دیتے ہیں۔ تو گھٹنا تک کی کیوں نصف ساق تک رہنی چاہیے، کیوں کہ خلافِ سنت ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ اور اگر کوئی فرق ہے تو فرق کیا ہے، اور وجہ فرق کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

عرب میں عامۃً ٹخنے کے قریب تک دراز کرتہ پہننے کا رواج ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کرتے نصفِ ساق تک ہوتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک کرتہ قصیر القامت بھی تھا، جس کی تفصیل معلوم نہیں، ابن ماجہ کی رویت کتاب اللباس میں ہے (۲)، بظاہر صورت حال یہ تھی کہ جیسا وقت پر میسر آ گیا، پہن لیا جسم مبارک کی ساخت پر مستقل بنوانے اور سلوانے کا معمول نہیں تھا۔ مدارج النبوۃ میں لباس

= على ما إذا لم يصف حجمها". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب في النظر واللمس: ٣٦٦/٦، سعيد)

قال العثماني مدظله العالي: "فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل و المرأة، لا تقره الشريعة الإسلامية مهما كان جميلاً أو موافقاً لدور الأزياء. وكذلك اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره، فهو في حكم ما سبق في الحرمة و عدم الجواز". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۸۸/۴، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۱) "عبا: ایک لمبا کوٹ یا چغہ جو پاؤں تک ہوتا ہے، جبہ، چغہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۸۹، فیروزسنز، لاهور)

(۲) "عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلى في شملة قد عقد عليها". قال المحشي: "قد عليها" أشار إلى صغرها". (سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، ص: ۲۶۲، مير محمد كتب خانه)

(وكذا في جمع الوسائل شرح الشمائل، باب اللباس: ۱۳۴/۱، تاليفات أشرفيه)

(شمائل كبرى: ۱۹۴/۱، دارالإشاعت كراچی)

مبارک کی کچھ تفصیل بھی ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نصفِ ساق تک کُرتا

سوال[۹۲۷۶] : نصفِ ساق تک کرتا سنتِ موکدہ ہے یا غیر موکدہ، اگر کوئی اس کو ترک کرے تو گنہگار رہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

موکدہ اور غیر موکدہ سنن ہدیٰ کا قسمیں ہیں، کُرتہ وغیرہ کا طول اور ہیئت سننِ زوائد میں سے ہے جس میں یہ تقسیم نہیں، ایسی سنن کا حکم یہ ہے کہ بنیت اتباع اختیار کرنے میں ثواب ملے گا، ترک کرنے میں ثواب سے محرومی ہوگی (۲)، لیکن کفار یا فساق کے شعار کو اختیار کرے گا تو گناہ ہوگا (۳)۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۶/۲۷ھ۔

---

(۱)''حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ، لباس شریف میں وسعت اور ترکِ تکلف تھا، مطلب یہ کہ جو پاتے زیب تن فرما لیتے اور تعیین کی تنگی اختیار نہ فرماتے، اور کسی خاص قسم کی جستجو نہ فرماتے، اور کسی حال میں عمدہ ونفیس کی خواہش نہ فرماتے، اور نہ ادنیٰ وحقیر کا تکلف فرماتے، جو کچھ موجود ومیسر ہوتا پہن لیتے، اور جو لباس ضرورت کو پورا کردے اسی پر اکتفا فرماتے۔ اکثر حالتوں میں چادر پیراہن اور ازار ہوتا جو کہ سخت اور موٹے کپڑے کے ہوتے، اور پشمینہ بھی پہنتے۔منقول ہے کہ آپ کی چادر شریف میں متعدد پیوند لگے ہوئے تھے جسے آپ اوڑھا کرتے تھے، اور فرماتے: ''میں بندہ ہی ہوں اور بندوں ہی جیسا لباس پہنتا ہوں''۔اسے شیخین نے روایت کیا ہے''۔(مدارج النبوۃ، باب یازدہم، نوع روم در لباس مبارک:۱/۵۶۵، ضیاء القرآن لاہور)

(۲) "والسنة نوعان: سنة الهدى، و تركها يوجب إساءةً و كراهيةً كالجماعة والأذان والإقامة ونحوها. وسنة الزوائد، و تركها لا يوجب ذلك كسِيَر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في لباسه و قيامه و قعوده والنفل، ومنه المندوب، يثاب فاعله و لا يسيء تاركه". (ردالمحتار، كتاب الطهارة مطلب في السنة وتعريفها، الفصل الثاني: ۱/۱۰۳، سعيد)

(۳) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي) .... =

کُرتا نصف ساق تک ہے

سوال[۹۲۷۷]: امام کے لئے کُرتا پہننے کی کوئی حد ہے یا نہیں، اگر ہے تو کہاں تک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نصف ساق تک کا کرتہ مسنون ہے، اس سے کچھ نیچے تک بھی درست ہے، امام اور مقتدی سب کا حکم ایک ہی ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۳ھ۔

کُرتہ کی کیفیت

سوال[۹۲۷۸]: تہبند اور بغیر کلی دار کرتہ جس کو عرفِ بنگال میں "پنجابی" کہا جاتا ہے، اس کو لباسِ مسنون شمار کیا جائے گا یا نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جامۂ مبارک جس کو قمیص سے تعبیر کیا گیا، اس کی کیا شکل تھی؟ بینوا توجروا۔

= (وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۲/۲۰۲، دار الحدیث ملتان)

(والجامع الصغیر مع فیض القدیر: ۱۱/۵۷۴۳، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

(۱) "عن حذیفة بن الیمان رضی الله تعالیٰ عنهما قال: أخذ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بعضلة ساقی أو ساقه، وقال: "هذا موضع الإزار، فإن أبیت فأسفل، فإن أبیت فلا حق للإزار فی الکعبین". (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی إزار رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ض: ۸، سعید)

"وأما القدر المستحب فیما ینزل إلیه طرف القمیص والإزار، فنصف الساقین". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء، وبیان حد ما یجوز إرخاؤه إلیه وما یستحب: ۲/۱۹۵، قدیمی)

"کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یلبس قمیصاً فوق الکعبین". (جمع الوسائل شرح الشمائل، باب اللباس: ۱/۱۳۴، تالیفات اشرفیه)

الجواب حامداًومصلیاً:

"قال: أخرجت إلينا عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها كساءً ملبداً وإزاراً غليظاً، فقالت: قبض روح رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم فی هذين". شمائل الترمذی(۱)۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام والتسلیم وفات کے وقت بھی تہبند پہنے ہوئے تھے، شمائلِ ترمذی شریف میں تہبند کی بھی تفصیل مذکور ہے(۲)۔

"عن أم سلمة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قالت: كان أحب الثياب إلى رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم القميص. وقد أخرج الدمياطی كان قميص رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم قطناً قصير الطول والكمين، اھ". جمع الوسائل(۳)۔

"عن أسماء بنت يزيد قالت: كان كمُّ قميص رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم إلى الرسغ. قال الجوزی: فيه دليل على أن السنة أن لايتجاوز كمُّ القميص الرسغ، وأما غير القميص فقالوا: السنة فيه أن لايتجاوز رؤوس الأصابع من جبة وغيرها، انتهى.

ونقل فی شرح السنة أن أبا الشيخ ابن حبان أخرج بهذا الإسناد بلفظ: كان كمُّ قميص رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم أسفل من الرسغ. وأخرج ابن حبان أيضاً عن طريق مسلم بن يسار عن مجاهد عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما قال: كان رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم يلبس قميصاً فوق الكعبين مستوى الكمين بأطراف أصابعه، اھ". جمع الوسائل(٤)۔

---

(۱) (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی صفة إزار رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم ، ص: ۸، سعيد)

(۲) "عن أبی بردة رضی الله تعالیٰ عنه قال: "أخرجت إلينا عائشة رضی الله تعالیٰ عنها كساءً ملبّداً وإزاراً غليظاً، فقالت: قبض روح رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم فی هذين". (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی صفة إزار رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم، ص: ۸، سعيد)

(۳) (جمع الوسائل شرح الشمائل، باب ماجاء فی لباس رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم : ۱/۱۳۱، ۱۳۲، ادارة تاليفات اشرفيه ملتان)

(۴) (جمع الوسائل شرح الشمائل، باب ما جاء فی لباس رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم : =

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قمیص پسندیدہ تھی اور وہ ٹخنوں سے کچھ اونچی ہوتی تھی اور آستین کبھی پہنچوں تک اور کبھی انگلیوں تک ہوتی تھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

کُرتے میں کالر

سوال[۹۲۷۹]: کرتوں کے اندر جو کالر لگواتے ہیں، کیا وہ قمیص کے ساتھ مشابہت نہیں ہے اور اس کا لگوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی غلط چیز کی مشابہت ہے تو اس سے بچنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

سیاہ کرتا پہننا

سوال[۹۲۸۰]: مسلمان مرد کو کالا تہبند باندھنا، یا کالا کرتا پہننا، یا کالی واسکٹ پہننا کیسا ہے؟

= ۱/۱۰۷، مصطفی البابی الحلبی مصر)

تفصیل کے لئے دیکھئے:(بذل المجهود: ۴۰/۵، مكتبه الشيخ)

(۱) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قديمی)

(وسنن أبی داؤد كتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة ۵۵۸/۲، دار الحديث)

"وعنه": أی ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما "قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم "من تشبه بقوم": أی من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۱۵۵/۸، رشيديه)

(وكذا فی فيض القدير شرح الجامع الصغير (رقم الحديث: ۸۵۹۳): ۵۷۴۳/۱۱، مكتبه نزار مصطفی الباز رياض)

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے، مگر جب کسی جماعت فساق یا کفار کا شعار ہو جیسا کہ محرم میں روافض کا شعار ہے(۱) تو اس سے بچنا چاہیے(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قمیص پہننا

سوال[۹۲۸۱]: آج کل جس طرح کی قمیص پہنی جاتی ہے، اس کا پہننا کسی بھی نوع سے آخرت میں پکڑ کا باعث ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفسِ قمیص کا پہننا پکڑ کا باعث نہیں، خاص کر ایسے علاقے میں جہاں کا عام لباس یہی ہو(۳)، لیکن مسنون لباس کا اختیار کرنا اتباعِ سنت کا تقاضہ ہے، اس کو ترک کر کے قمیص مروجہ پہننا بڑی فضیلت سے محرومی کی بات ہے(۴)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱/۲ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، ۸۶/۱/۲ھ۔

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) "و يكره للرجل تسويد الثياب و تمزيقها للتعزية". (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية: ۳۴۵/۴، رشيديه)

"وقص الشارب إمارة أهل السنة والجماعة، وتركه إمارة الرفض، وكذا لبس السواد". (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، الثالث فى الحظر والإباحة: ۳۱۱/۶، رشيديه)

(۳) "فإن الإسلام .... لم يقرر الإنسان نوعاً خاصاً، أو هيئةً خاصةً من اللباس .... وإنما وضع مجموعةً من المبادى، الخ". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس: ۸۷/۴، دارالعلوم كراچى)

(۴) "فأما هيئة اللباس، فتختلف باختلاف عادة كل بلد". (فتح البارى، كتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال: ۳۳۲/۱۰، دارالمعرفة بيروت)

"فإن الإسلام .... لم يقصره على نوع دون نوع، ولم يقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئةً =

قمیص کا حکم

سوال [۹۲۸۲]: قمیص کا کیا حکم ہے خاص کر جب کہ آستین کرتے کی آستین کے برابر ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صرف قمیص اگر پوری آستین کی ہو اور پائجامہ ٹوپی وغیرہ فیشن کا نہ ہو تو یہ بھی بہتر نہیں ہے۔ اگر چہ کچھ عموم ہو گیا ہو، مگر علماء اور صلحاء اچھا نہیں سمجھتے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

کالردار قمیص اور بڑے پائنچوں کا پائجامہ

سوال [۹۲۸۳]: کالر کی قمیص استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں اور بڑے پائنچا کا پاجامہ استعمال کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو "من تشبه بقوم فهو منهم" کا جواب کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اب یہ دونوں چیزیں کفار یا فساق کا شعار نہیں، اس لیے تشبہِ ممنوع میں داخل نہیں، البتہ ہمارے اطراف میں اتقیاء اور صلحاء کا یہ لباس نہیں، اس لئے ایسے لباس کا ترک اَولیٰ وانسب ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۸۹ھ۔

= خاصةً من اللباس ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة، وإنما وضع مجموعةً من المبادى". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس، والزينة: ۴/۸۷، دار العلوم كراتشي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۹، رشيديه)

(۱) قال القارى: "أى من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس و غيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أى في الإثم أو الخير .... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير: ۱۱/۵۷۴۳ نزار مصطفى رياض)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵/۴۰. معهد الخليل الاسلامى)

(۲) "عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم =

آستین کا لمبا بنوانا

سوال[۹۲۸۴]: عموماً نیتا قسم کے لوگ کرتے کی آستین لمبی بنوا کر اوپر کی طرف موڑ لیتے ہیں، ان کی حرص میں مذہبی قسم کے آدمی بھی اگر آستین لمبی بنوا کر موڑ لیں تو یہ مناسب ہے کہ نہیں، اور اسرافِ بیجا ہے کہ نہیں؟ اور ایسا کرنے والے کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لمبی آستین تو عموماً عرب میں رائج تھی اور اس کو شرفاء کا لباس تصور کیا جاتا تھا اسی وجہ سے فقہاء نے نماز شروع کرتے وقت آستین سے ہاتھوں کا ظاہر کرنا مستحب لکھا ہے (۱) اور سجدہ کرتے وقت گرم زمین پر آستین کا زائد حصہ پیشانی کے نیچے رکھ کر اس پر سجدہ کرنا بھی منقول ہے (۲)۔ اگر ضرورت نہ ہو تو بیکار آستین

= فهو منهم". (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة ۵۵۸/۲، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وفيض القدير، (رقم الحديث: ۸۵۹۳): ۵۷۴۳/۱۱ مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

"قال القاري: أي من شبه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالىٰ". (بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۴۰/۵. معهد الخليل، كراچی)

قال العلامة المناوي: "المشاركة في الهدى في الظاهر تؤثر تناسباً و تشاكلاً بين المتشابهين تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال، وهذا أمر محسوس، فإن لابس ثياب العلماء مثلاً يجد من نفسه نوع انضمام إليهم". (فيض القدير شرح الجامع الغير، (رقم الحديث: ۸۵۹۳): ۵۷۴۴/۱۱، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) "و آدابها: أي الصلوة .... وإخراج كفيه من كميه عندالتكبير؛ لأنه أقرب إلى التواضع وأبعد التشبه بالجبابرة". (مجمع الأنهر، كتاب الصلوة: ۹۱/۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل من آدابها، ص: ۲۷۶، قديمي)

(۲) "ولو سجد على كمّه أوفاضل ثوبه، صح". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، آداب الصلوة: ۵۰۱/۱، سعيد)

"إذا بسط كمّه وسجد عليه إن بسط ليقي التراب عن وجهه، كره. وإن بسط ليقي التراب =

کیوں زائد کی جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۵/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۵/ ۹۲ھ۔

آستین لمبا بنوانا

سوال [۹۲۸۵]: بعض لوگ کرتہ کی آستین لمبی سلواتے ہیں، پھر پہننے کے وقت دراز کرتے ہیں۔ یہ افضلیت کے خلاف ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آستین کا یہ طریقہ بھی عرب کا عام دستور ہے، ایک کرتہ مبارک قصیر الکمین بھی تھا جس کی تفصیل انجاح الحاجہ میں "إلی الرسغین" کی ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چوڑا پائجامہ

سوال [۹۲۸۶]: بڑے اور چوڑے پائجامہ کے بارے میں کیا قول ہے، کیا افضلیت وسنت کے

= عن عمامته و ثيابه، لا يكره". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع، الفصل الثاني: ۱/ ۱۰۸، رشيديه)

(۱) "عن علي رضي الله تعالیٰ عنه كان يمدّ كمّ القميص حتى إذا بلغ الأصابع، قطع ما فضل". (بذل المجهود، كتاب اللباس، باب ماجاء في القميص: ۵/ ۴۰، معهد الخليل كراچی)

(وكذا في جمع الوسائل، باب ماجاء في لباس رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: ۱/ ۱۳۲، تاليفات اشرفيه ملتان)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: كان رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يلبس قميصاً قصير اليدين والطول". قال المحشي: "قوله: "يلبس قميصاً قصير اليدين": أي قصير الكمين، وكان إلى الرسغين". (سنن ابن ماجة مع إنجاح الحاجة، كتاب اللباس، باب كمّ القميص، ص: ۲۵۶، قديمی)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب ماجاء في القميص: ۵/ ۴۰، معهد الخليل كراچی)

خلاف ہے؟ اگر ہے تو پھر کیا بات ہے کہ بعض بزرگ لوگ بھی چوڑا پائجامہ پہنتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ پائجامہ مبارک کی کوئی ہیئت مذکور نہیں تو پھر اس کو خلافِ سنت کیسے کہا جائے، ہر جگہ کے اہلِ علم اور اہلِ صلحاء کا جو لباس ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس میں خیر ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چوڑی دار پائجامہ

سوال[۹۲۸۷]: مَردوں کے لئے چوڑی دار پائجامہ اگر ٹخنوں سے اونچا ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چوڑی دار پائجامہ مکروہ ہے کہ یہ غیر متشرع لوگوں کا لباس ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

چوڑی مہری کا پائجامہ

سوال[۹۲۸۸]: چوڑی مہریہ کا پائجامہ اگر ٹخنوں سے اوپر بنایا جائے احتیاط سے کہ ران بھی نہ نکلے تو

---

(۱) "فإن الإسلام .... لم يقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئةً خاصةً من اللباس ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة، وإنما وضع مجموعةً من المبادىء والقواعد الأساسية يجب على المسلم أن يحتفظ بها في أمر لباسه، الخ". (تكملة فتح الملهم: كتاب اللباس والزينة: ۸۷/۴، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الأداب، باب المتشبهون بالنساء: ۳۳۲/۱۰، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۴۹/۸، رشيديه)

(۲) "من شبه بالكفار مثلاً في اللباس و غيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالىٰ.......... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيديه)

(بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۸۷/۵، معهد الخليل الاسلامي)

(وكذا في فيض القدير: ۵۷۴۳/۱۱، (رقم الحديث: ۸۵۹۳) مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

مکروہ تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جگہ یہ عام طور پر پہنا جاتا ہے وہاں مکروہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پائجامہ یا لنگی ٹخنوں سے نیچے رکھنے کی ممانعت کی وجہ

سوال[۹۲۸۹]: نماز کی حالت میں ہو یا کوئی دوسری حالت میں ٹخنوں سے نیچا پاجامہ یا لنگی پہننا کیوں منع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جو شخص (پاجامہ یا لنگی سے) ٹخنے ڈھانکے گا تو یہ حصہ دوزخ میں جلے گا" (۲) اس لئے مکروہ تحریمی ہے (۳)، اس طرح نماز بھی مکروہ تحریمی ہوتی ہے (۴)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "واعلم أن اعتبار العادة والعرف رجع إليه في مسائل كثيرة، حتى جعلوا ذلك أصلاً، فقالوا في الأصول في ماتترك به الحقيقة: تترك الحقيقة بدلالة الاستعمال والعادة". (مجموعة رسائل ابن عابدين، نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف: ۱۱۵/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في شرح المجله لسليم رستم باز اللبناني، المقالة الثانيه في القواعد الفقهيه، (رقم المادة: ۳۶)، العادة محكمة: ۳۴/۱، مكتبه حنفيه)

(وكذا في شرح الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، القاعدة السادسة، العادة محكم، اعتبار العادة والعرف: ۲۶۸/۱، ادارة القرآن كراچی)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب موضع الإزار، ص: ۲۵۵، قديمي)

(۳) "فما نزل عن الكعبين، فهو ممنوع، فإن كان للخيلاء فهو ممنوع منع تحريم، وإلا فمنع تنزيه".

(شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء، وبيان حد مايجوز =

ٹخنے سے نیچے پائجامہ

سوال[۹۲۹۰]: پائجامہ جس سے ٹخنے چھپ جائے کیسا ہے اگرچہ تکبر نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لباس متکبرین اور فساق کا ہے، اگر اس نیت سے ہو کہ ان کے ساتھ تشبہ اختیار کیا جاوے یا تکبر کی نیت سے ہو تو حرام، ورنہ مکروہ ہے:

"ولا يجوز الإسبال تحت الكعبين إن كان للخيلاء؛ إذ قد نص عليه الشافعي. وبغير الخيلاء منع للتنزيه لا للتحريم". مرقاة(۱)۔

آج کل عام طور پر یہ لباس اُنھیں لوگوں کا ہے جن پر مغربیت کا بھوت سوار ہے جو اپنی قدیم وضع اور طرزِ معاشرت کو برا سمجھتے ہیں اور مغربی تہذیب پر فخر کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی مشابہت بھی مذموم ہے(۲)۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= إرخاؤه إليه ومايستحب: ۱۹۵/۲، قديمی)

(وكذا فی مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۳۱۴): ۱۲۹/۸، رشيديه)

(۴) "ويكره كل ما كان من أخلاق الجبابرة". (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصلوة، فصل فی المكروهات، ص: ۳۵۰، قديمی)

(وكذا فی الحلبی الكبير، كتاب الصلوة، بيان كراهية الصلوة، ص: ۳۴۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا فی أحسن الفتاوی، كتاب الصلوة، مکروہاتِ نماز، عنوان: مرد کو نماز میں ٹخنے ڈھانکنا: ۴۰۴/۳، سعيد)

(۱) (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول: ۱۲۹/۸، (رقم الحديث: ۴۳۱۴)، رشيديه)

(وكذا فی شرح النووی علی الصحيح لمسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء، وبيان حدما يجوز إرخاؤه إليه ومايستحب: ۱۹۵/۲، قديمی)

(۲) "وعنه (ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "من تشبه =

دھوتی، لنگی کا استعمال اور حقہ پینا

سوال[۹۲۹۱]: پیتل تانبے کے بے قلعی برتنوں کو استعمال کرنا، حقہ ضروری پینا، دھوتی، لنگی استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیتل اوتانبے کے برتنوں کا استعمال کرنا درست ہے، البتہ اگر کفار کی مشابہت ہوتو منع ہے(۱)۔ لنگی اس طرح باندھنا جس سے ستر کھلے، یا کفار کے طریقے پر باندھنا ناجائز ہے اور شرع کے موافق باندھنا درست ہے(۲)۔ حقہ کسی بیماری کی وجہ سے دواء پینا درست ہے(۳) اور بغیر بیماری کے شوقیہ پینا مکروہ ہے(۴)، اگر نشہ

= بقوم، فهو منهم". (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وفيض القدير، (رقم الحديث: ۸۵۹۳): ۵۷۴۳/۱۱ مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) "وأما الآنية من غير الفضة والذهب، فلا بأس بالأكل والشرب والانتفاع بها كالحديد والصفر والنحاس والرصاص والخشب والطين". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۴۳/۶، سعيد)

"ويجوز استعمال الأواني من الصفر". (البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۳۴۱/۸، رشيديه)

(۲) (راجع للتخريج المسئلة المتقدمة آنفاً، رقم الحاشية: ۱)

(۳) "وجوزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاءً، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۹/۶، سعيد)

"يحوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۵/۵، بيروت)

(۴) علامہ شامیؒ اور دوسرے علماء نے عدمِ کراہت کو ترجیح دی ہے اگر بدبو نہ ہو، چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

"وللعلامة الشيخ علي الأجهوري المالكي رسالة في حله، نقل فيها أنه أفتى بحله مَن يعتمد عليه من أئمة المذاهب الأربعة. قلت: وألّف في حله أيضاً سيدُنا العارف عبد الغني النابلسيؒ رسالةً =

ہوتو ناجائز ہے(۱)۔ بدبودار منہ لے کر مسجد میں جانا بہر صورت ناجائز ہے(۲)۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/صفر/۱۳۵۹ھ۔

= سماها"الصلح بين الإخوان في إباحة شرب الدخان " و تعرّض له في كثيرٍ من تآليفه الحسان، وأقام الطامّة الكبرى على القائل بالحرمة أو بالكراهة، فإنهما حكمان شرعيان لا بدلهما من دليلٍ، ولا دليل على ذلك، فإنه لم يثبت إسكاره ولا تفتيره ولا إضراره، بل ثبت له منافع، فهو داخل تحت قاعدة: الأصل في الأشياء الإباحة. وإن فرض إضراره للبعض، لا يلزم منه تحريمه على كل أحد، فإن العسل يضر بأصحاب الصفراء الغالبة، وربما أمرضهم مع أنه شفاء بالنص القطعي، و ليس الاحتياط في الافتراء على الله تعالىٰ بإثبات الحرمة أو الكراهة اللذين لا بدلهما من دليل بل في القول بالإباحة التي هي الأصل، الخ". (ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۴۵۹/۶، سعيد)

(وكذا في أحسن الفتاوى، كتاب الأشربة، عنوانِ مسئله: حقہ پینے کا حکم: ۴۸۱/۸، سعيد)

(وكفايت المفتي: ۱۴۵/۹، دار الإشاعت كراچی)

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام". (الصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان أن كل مسكر خمر وأن كل خمر حرام: ۱۶۷/۲، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الحدود، (رقم الحديث: ۳۶۳۸)، باب بيان الخمر، ص: ۳۱۷، قديمي)

(۲) "قيل لأنس رضي الله تعالىٰ عنه: ما سمعت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الثوم؟ فقال: "من أكل، فلا يقربنّ مساجدنا". (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب مايكره من الثوم والبقول فيه: ۸۲۰/۲، قديمي)

"وقال الإمام العيني رحمه الله تعالىٰ في شرحه على صحيح البخاري: قلت: علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين .... و يلحق بما نص عليه في الحديث كل ما له رائحة كريهة مأكولاً أو غيره، وإنما خص الثوم هنا بالذكر و في غيره كالبصل والكراث لكثرة أكلهم لها". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة، ومايكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد: ۶۶۱/۱، سعيد)

لنگوٹ

سوال[۹۲۹۲]: کیا لنگی کے نیچے (انڈر رویر) لنگوٹ وغیرہ باندھنا افضل ہے، اگر ہے تو کیوں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

لنگوٹ کا تذکرہ نہیں، کسی کو قطرے کا مرض ہو، یا آنت اترنے کا مرض ہو، یا بدن کسنا ہی مقصود ہو تو استعمال کرنا ممنوع نہیں (۱)۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

پائجامہ اور لنگی میں کون افضل ہے

سوال[۹۲۹۳]: پائجامہ پہننا افضل ہے یا لنگی، اگر پائجامہ ہے تو کس قسم کا؟ اور اگر لنگی ہے تو کس قسم کی، سلی ہوئی یا بغیر سلی ہوئی؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا ثابت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لنگی پسند کرتے تھے یا پائجامہ، اگر لنگی تو سلی ہوئی یا بغیر سلی ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پائجامہ خریدنا اور پسند فرمانا تو ثابت ہے (۲)، ایک روایت میں پہننا بھی منقول ہے (۳) اس کی

---

(۱) "وقد علمت أن العبرة للحمة لا للظاهر على الظاهر، فافهم". (تنوير الأبصار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۵۸/۶، سعيد)

"يكره للرجال أن يلبسوا الثوب المصبوغ بالعصفر أو الورس أوالزعفران". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، ص: ۳۴۹/۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، في اللبس: ۱۹۱/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"مرد کے لئے کسم اور زعفرانی رنگ اتفاقاً ممنوع ہے، سرخ رنگ میں اختلاف ہے.......... مفتی بہ قول یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے، باقی سب رنگ جائز ہیں"۔(إمداد الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، أحكام متعلقه لباس، عنوان مسئلہ: حرمت علت رنگ والوان مختلف: ۱۲۵/۴، دار العلوم كراچى)

(۲) "عن سويد بن قيس رضي الله تعالىٰ عنه قال: أتانا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فساومنا سراويل". (سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب لبس السراويل، ص: ۲۵۶، قديمى) .... =

....

= (وکذا فی جمع الوسائل: ۱/۲۱۵، تالیفات اشرفیه)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازار پائے کو پہنا ہے۔ اگر ازار پائے سے وہی مراد ہے جو چادر کی مانند بیان کرتے ہیں تو ظاہر ہے اسے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور اگر مراد سراویل یعنی پائے جامہ ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس کے پہننے میں اختلاف ہے، بعض اس پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ نے سراویل نہیں پہنی، لیکن شمنی شرح شفاء میں کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراویل پہنی ہے۔ لیکن حضور کا سراویل خریدنا تو متفق علیہ ہے۔ چنانچہ جامع الاصول میں ترمذی وابوداؤد کی حدیث سے مروی ہے کہ سراویل کا یہ خریدنا مکہ مکرمہ میں تھا۔

اور ابوعلی موصلی اپنی مسند میں بہ سندِ ضعیف حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بازار آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراویل چار درہم میں خریدی اور بازار والوں کا ایک وزان یعنی تولنے والا تھا جو قیمت کو وزن کرتا تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: خوب خوب کھینچ کر (زیادہ) تو لو، اس شخص نے کہا میں نے کبھی بھی کسی کو ایسا کہتے نہیں سنا کہ وہ قیمت کی ادائیگی ایسا کلمہ کہہ کر کرے، اس پر ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: افسوس ہے تجھ پر تو اپنے نبی کو نہیں پہچانتا، پھر وہ شخص ترازو چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک کھینچ کر فرمایا، یہ عجمیوں کا دستور ہے کہ وہ بادشاہوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں، میں بادشاہ نہیں ہوں، بلکہ از قبیل شما ہوں۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سراویل لے کر روانہ ہوئے۔ ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک سے سراویل کو لے لوں اور خود اٹھا کر لے چلوں۔ فرمایا: سامان کا مالک زیادہ لائق ہے کہ وہ اپنے سامان کو اٹھائے، مگر وہ کہ کمزور و ناتواں ہو تو اسے اس کا بھائی مدد دے۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ سراویل کو پہنیں گے، فرمایا: ہاں میں سفر وحضر اور شب وروز پہنتا ہوں، اس لئے کہ مجھے ستر چھپانے کا حکم دیا گیا ہے، اور میں س سراویل سے زیادہ ستر پوش کوئی جامہ نہیں پاتا اور طبرانی ودارقطنی اور عقیلی بھی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، لیکن سندِ ضعیف کے ساتھ۔ اور اس حدیث کا دارومدار یوسف بن زیاد واسطی پر ہے جو کہ بہت ہی ضعیف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خریدنا صحیح وثابت ہے۔

اور ابن قیم اپنی کتاب ہدی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کہتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ خریدنا پہننے کے لئے تھا اور روایت بھی کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراویل پہنی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ نے بھی آپ کے زمانہ اقدس میں آپ کی اجازت سے پہنی، اور امام بخاری اپنی صحیح میں ترجمہ لائے ہیں، لیکن کوئی حدیث اس کے پہننے کی نہیں لائے، اس لئے کہ صحیح نہ ہوگی۔ اور اس طریقہ اور شرط کے ساتھ جو امام بخاری کے نزدیک معتبر تھی محدثین روایت لاتے ہیں کہ امیر =

....

= المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس دن شہید ہوئے وہ سراویل پہنے ہوئے تھے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سراویل پہننے کو لازم کرلو، اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ تمہارا ستر پوش ہے۔ اور عورتیں جو باہر نکلتی ہیں ان کو محصن ومحفوظ بنانا ہے، یعنی سراویل ان کے لئے زیادہ لائق ومناسب ہے، خصوصاً گھر سے باہر نکلنے کی حالت میں۔

اسی طرح بعض مصنفینؒ بھی روایت لاتے ہیں اور اس حدیث کو علامہ امام جلال الدین سیوطیؒ جمع الجوامع میں امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ان لفظوں کے ساتھ لائیں ہیں کہ: انہوں نے فرمایا: میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بقیع میں بارش کے دن بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت گدھے پر سوار گذری اس کے ساتھ بوجھ تھا، گدھے کا پاؤں زمین کے نشیب میں پھسلا اور وہ عورت زمین پر گر پڑی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا رخِ انور ادھر سے پھیر لیا۔ صحابہ کہنے لگے: یارسول اللہ! وہ سراویل پہنے ہوئے ہیں، پھر دعا فرمائی:

اللّٰهم اغفر للمسترولات من أمتي، يأيها الناس! اتخذوا السرويلات، فإنها من أستر ثيابكم، وخصوا بها من نساء كم".

یعنی: "اے خدا! میری امت کے پائے جامہ پہننے والوں کو بخش دے، اے لوگو! پائے جامہ پہننے کو لازم کرلو یہ تمہارے کپڑوں میں سب سے زیادہ ستر پوش ہے اور تمہاری عورتیں تو اسے خاص ہی کرلیں"۔

اس حدیث کو ترمذی اور العقیلی نے الضعفاء میں اور ابن عدی نے الآداب. میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس حدیث کو ابن جوزی موضوعات میں لائے ہیں، لیکن انہوں نے یہ درست نہیں کیا، کیونکہ میرے نزدیک یہ حدیث متعدد سندوں سے ثابت ہے"۔ (حاشية مدارج النبوة، باب: تواضع، ادب اور حسن معاشرت: ۱/۸۵، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

(شرح سفر السعادة، باب درعموم احوال ومعاشی، فصل درپوشش هائے مختلف، ص: ۴۳۵، ۴۳۶، مطبع منشی نول کشور)

(۳) "واشترى سراويل، والظاهر أنه إنما اشتراها ليلبسها، وقد روى في غير حديث أنه لبس السراويل، وكانوا يلبسون السراويلات بإذنه". (زاد المعاد، باب فضل الحج الأكبر، فصل في وملا لبسه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۵۴، دارالفكر)

کیفیت کا علم نہیں، زیادہ تر لنگی ہی استعمال فرماتے تھے(۱)، سلی ہوئی تھی یا بغیر سلی ہوئی اس کا علم نہیں، اندازہ یہ ہے کہ بغیر سلی ہوئی تھی۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۷/۱/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/محرم الحرام/۶۸ھ۔

غسل کے بعد کرتا پہلے پہنے یا پائجامہ

سوال[۹۲۹۴]: غسل کرنے کے بعد پہلے پائجامہ پہنے یا قمیص؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں طرح درست ہے، پہلے کرتا پہننا بہتر ہے(۲)۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) "كان عثمان يأتزر إلى أنصاف ساقيه، وقال: هكذا كانت إزرة صاحبي يعني النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (شمائل الترمذي، باب ماجاء في صفة إزار رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۸، سعيد)

"عن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان أحب الثياب إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبسه" حال من أحب: أي يحبه للبسه له لا لنحو تصدق "القميص" قال الزين العراقي رحمه الله تعالىٰ: فيه ندب لبس القميص، وإنه كان أحب الثياب إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، لما فيه من مزيد الستر لإحاطته بالبدن بالخياطة بخلاف الرداء والإزار والشملة ونحوها مما يشتمل به سما يحتاج إلى ربط أو إمساك أو لف أو عقد؛ إذ ربما غفل عنه لابسه فيسقط عنه بخلاف القميص".

(شرح المناوي للشمائل على هامش جمع الوسائل، باب ماجاء في لباس رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۱۳۲، ادارة تاليفات اشرفيه ملتان)

(۲) "ودر جبہ و پیراہن و جبہ پوشیدن سنت آنست کہ دست راست ودآوردو باز دست چپ......... چنانچہ معمولی است ولفافہ مردہ رانیز ہمیں دستور کند"۔(ضیاء القلوب، ص:۱۵۴)

"تبسط اللفافة أولا ثم يبسط الإزار عليها، ويقمص، ويؤضع على الإزار، ويلف يساره ثم يمينه ثم اللفافة كذلك، ليكون الأيمن على الأيسر الخ". وقال شامية: "(قوله: ويقمص، الخ): أي الميت =

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= أی یلبس القمیص بعد تنشیفه بخرقة. (وقوله: لیکون الأیمن علی الأیسر، الخ) اعتباراً بحالة الحیاة".

(ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة: ۲/۲۰۴، سعید)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، ص: ۵۸۱، سهیل اکیڈمی لاهور)

الفصل الثانی فی لبس البنطلون والصُّدرة وغیرهما

(پینٹ،کوٹ وغیرہ کے استعمال کا بیان)

کوٹ، پتلون اور انگریزی بال

سوال[۹۲۹۵]: کوٹ اور پتلون پہننے والوں اور سر پر انگریزی بال رکھنے والوں کے حق میں اب اس حدیثِ تشبہ کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں، جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا، اگر اب بھی اطلاق ہوتا ہے تو کیا انگریزی بال رکھنے والا ہر وقت گناہ میں مبتلا رہتا ہے، یا صرف ایک گناہ میں کہ انگریزی بال رکھے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اب اس میں اتنا تشدد نہیں، اتنا ضرور ہے کہ ان اطراف میں یہ صلحاء کا لباس نہیں، اس سے بچنا چاہیے، کراہت کا درجہ ہے(۱)۔ انگریزی بالوں میں بھی کراہت ہے جو مستر ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) ''آج کل پینٹ شرٹ (کوٹ پتلون) اور انگریزی بال کا اگرچہ مسلمانوں میں عام رواج ہوگیا ہے، مگر اس کے باوجود اسے انگریزی لباس ہی سمجھا جاتا ہے۔ الغرض تشبہ بالکفار نہ بھی ہو تو تشبہ بالفساق میں تو کوئی شبہ نہیں، لہذا ایسے لباس سے احتراز ضروری ہے۔ پتلون کے متعلق یہ تفصیل اس وقت ہے جب اس سے واجب الستر اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر نہ آتا ہو، اگر پتلون اتنی چست اور تنگ ہو کہ اس سے اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو- جیسا کہ آج کل ایسی پتلون کا کثرت سے رواج ہوگیا ہے- تو اس کو پہننا اور لوگوں کو دکھانا اور دیکھنا سب ناجائز ہے:

''عنه (ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ''من تشبه بقوم، فهو منهم''. (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحدیث ملتان) .... =

پینٹ کوٹ کا استعمال

سوال[۹۲۹۶]: پینٹ اور کوٹ نماز کے بعد پہن لیا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جس علاقہ میں یہ کفار وفساق کا شعار ہو، وہاں اس سے پرہیز کیا جائے اور جہاں شعار نہ ہو، سبھی استعمال کرتے ہوں وہاں کا یہ حکم نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۹۶ھ۔

= (ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

قال علي القاري: "أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس و غيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالىٰ........... اهـ". (مرقاة المفاتيح، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيديه)

"وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يَصِفُ حجمها، فيحمل ما مر على ما إذا لم يصف حجمها". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب في النظر واللمس: ۶/۳۶۶، سعيد)

قال العثماني مدظله العالي: "فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل و المرأة، لا تقره الشريعة الإسلامية مهما كان جميلاً أو موافقاً لدور الأزياء. وكذلك اللباس الرقيق أواللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره، فهو في حكم ما سبق في الحرمة و عدم الجواز". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/۸۸، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: عن القزع". والقزع أن يحلق رأس الصبي، فيترك بعض شعره". (سنن أبي داؤد، كتاب الترجل، باب في الصبي له ذؤابة: ۲/۵۷۷، دار الحديث ملتان)

"ويكره القزع، وهو أن يحلق البعض و يترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع، كذا في الغرائب". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر: ۵/۳۵۷، رشيديه)

(۱) "عنه (ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه =

درزی کو ناجائز لباس سینا

سوال[۹۲۹۷]: میں سلائی کا کام کرتا ہوں اور لوگ ہر قسم کا نقشہ یا ہر قسم کا لباس سلوا کر پہنتے ہیں تو مجھے سینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز لباس سینا مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/ ۵/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/ ۵/ ۸۸ھ۔

کوٹ پتلون سینا

سوال[۹۲۹۸]: زید کا کام کپڑے سینے کا ہے اور مختلف قسم کے کپڑے بنانے ہوتے ہیں جس میں کوٹ پتلون بھی تیار کرنا ہوتا ہے اور پتلون اس وقت اس قسم کی تیار کی جارہی ہے کہ رانوں میں پھنسی ہوتی ہے۔ جواب عنایت فرمائیں کہ کوٹ اور پتلون سینا جائز ہے یا ناجائز؟

= بقوم، فهو منهم". (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وفيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) اگر اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو تو پھر اس طرح کے لباس کا سینا اور پہننا اور اس کو دیکھنا سب إعانت علی المعصیۃ ہونے کی بناء پر ناجائز ہے:

"وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها، يَصِف حجمها، فيحمل على مامر". (ردالمحتار: ۶/۳۶۶، فصل في النظر واللمس من كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

"فإذا ثبت كراهة لبسها للتختم، ثبت كراهة بيعها وصيغها، لما فيه من الإعانة على ما لايجوز، وكل ما أدّى إلى مالا يجوز لايجوز، و تمامه في شرح الوهبانية". (الدرالمختار: ۶/۳۶۰، فصل في اللبس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

الجواب حامداًومصلیاً:

اس طرح کا کپڑا سینے میں انکشافِ ستر کا تو احتمال نہیں ہے، یعنی اس سے مرد کا وہ حصہ بدن نہیں کھلتا جس کا چھپانا فرض ہے، رانوں میں اگر پتلون اس طرح پھنسی ہو کہ ران کی ہیئت ادھر سے ظاہر نہ ہوتی ہو تو کچھ اشکال نہیں (۱)۔ البتہ خود ایسے کپڑے پہننا مکروہ ہے تو اس وجہ سے ان کے سینے میں بھی ایک قسم کی کراہت ہوگی، لیکن اگر یہ لباس عامۂ مسلمان پہنتے ہوں تو کراہت بھی نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: و لا يضر التصاقه): أي بالإلية مثلاً .... وعبارة شرح المنية: أما لو كان غليظاً لا يرى منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو، وتشكل بشكله، فصار شكل العضو مرئياً، فينبغي أن لا يمنع جواز الصلوة". (ردالمحتار: ۱/۴۱۰، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد، سعيد)

"أقول: مفاده أن رؤية الثوب بحيث يَصِف حجم العضو ممنوعةٌ ولو كثيفاً لا ترى البشرة منه .... وحقيقته صار له حجم: أي نتوو ارتفاع. ومنه قوله: حتى يتبين حجمُ عظامها، وعلى هذا لايحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يَصِف حجمها، فيحمل مامر". (ردالمحتار: ۳۶۶/۶، فصل في النظر والمس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(۲) واضح رہے کہ یہ حکم اس لباس کا ہے جس میں اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر نہ آتا ہو، لیکن اگر اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو تو پھر اس طرح کے لباس کا سینا اور پہننا اور اس کو دیکھنا سب اعانت علی المعصیۃ ہونے کی بناء پر ناجائز ہے:

"وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها، يَصِف حجمها، فيحمل على مامر". (ردالمحتار: ۳۶۶/۶، فصل في النظر واللمس من كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

"فإذا ثبت كراهة لبسها للتختم، ثبت كراهةِ بيعها وصيغها، لما فيه من الإعانة على ما لايجوز، وكل ما أدّى إلى مالا يجوز لايجوز، و تمامه في شرح الوهبانية". (الدرالمختار: ۳۶۰/۶، فصل في اللبس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

کوٹ قمیص، بونٹ، ترکی ٹوپی وغیرہ

سوال[۹۲۹۹]: مروجہ کوٹ، کالردار قمیص اور بونٹ (۱) کا استعمال کیسا ہے؟ اور ترکی ٹوپی کا استعمال کیسا ہے اور برجس جوکہ گھوڑے کی سواری کے وقت استعمال ہوتی ہے اس کا استعمال کیسا ہے اور پیتل وغیرہ کے بٹن اور دیگر اشیاء مثلاً لوٹا، دیگچی، یا عورتوں کے لئے زیورات کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

لباس مذکور اس زمانہ میں صلحاء کا لباس نہیں اس لئے اس لباس سے اجتناب چاہئے (۲)، خصوصاً اہل علم کو کہ وہ مقتدا ہیں اور جو لباس کسی غیر قوم کا مخصوص قومی شعار ہے، اس کا استعمال نہایت خطرناک ہے، حتی کہ فقہاء نے ایسے لباس اختیار کرنے والے کی تکفیر کی ہے (۳)۔

ترکی ٹوپی کا رنگ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتوے کے مطابق ناپاک ہوتا ہے (۴)، اس لئے اس کو جب تک اس قدر نہ دھولیا جائے کہ رنگ کٹنا بند ہوجائے، اس سے نماز درست نہیں (۵)، اگر وہ سرخ

---

(۱) ''بونٹ: بوٹ''۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۲۵، فیروز سنز لاہور)

(۲) قال علی القاری: ''أی من شبه بالكفار مثلاً في اللباس و غيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ''فهو منهم'': أی فی الإثم أو الخير عند الله تعالىٰ............ (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيديه)

(۳) ''المبدء الثالث: أن اللباس الذی يتشبه به الإنسان بأقوام كفرة، لا يجوز لبسه لمسلم إذا قصد بذلک التشبه بهم''. (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۸۸/۴، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۴) واضح رہے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں مختلف رنگوں کے متعلق فتاویٰ موجود ہیں۔ لیکن اس میں ترکی ٹوپی کے رنگ کی کوئی تصریح موجود نہیں، البتہ ترکی ٹوپی کے متعلق یہ فتویٰ موجود ہے:

سوال: ''ترکی ٹوپی کا اوڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ''ٹوپی ترکی اصل شعار نیچریوں کا ہے، مگر دوسرے لوگوں میں بھی شائع ہو جاوے تو مضائقہ نہیں''۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب جواز وحرمت کے مسائل، ترکی ٹوپی پہننا، ص: ۲۸۵، سعید)

(۵) ''(ولا يضر بقاء أثر) كلون وريح (لازم) فلا يكلف فی إزالته إلی ماء حار أو صابون ونحوه، بل يطهر ماصبغ أو خضب بنجس بغسله ثلاثاً، والأولىٰ غسله إلی أن يصفو الماء''. (الدر المختار). =

رنگ سے رنگی ہوئی ہوتو اس کا استعمال ناجائز ہے، کیونکہ مرد کو خالص سرخ رنگ کا استعمال منع ہے(۱)۔

پیتل کے زیورات اور ظروف جو دیگر اقوام کے ساتھ مخصوص نہیں عورتوں کو جائز ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ۷/ ۵۶ھ۔

پیتل کے زیورات اور برتن بلاقلعی کے مکروہ ہیں، کما فی ردالمحتار (۲)۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲۹/ رجب/ ۵۶ھ۔

= قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "إعلم أنه ذكر في المنية أنه لو أدخل يده في الدهن النجس أو اختضبت المرأة بالحناء النجس، أو صبغ الثوب بالصبغ النجس، ثم غسل كل ثلاثاً، طهر. ثم ذكر عن المحيط أنه يطهر إن غسل الثوب حتى يصفو الماء، ويسيل أبيض". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، مطلب في حكم الصبغ والاختضاب بالصيغ أو الحناء النجسين: ١/٣٢٩، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل الثاني في تطهير النجاسات: ١/٢٣٠، قديمي)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الطهارات، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها، في تطهير النجاسات: ١/٢٢٠، غفاريه كوئٹه)

(١) "ويكره الأحمر والمعصفر للرجال؛ لأنه عليه السلام نهى عن لبس الأحمر والمعصفر .... فأفاد أن المراد كراهة التحريم، وهو المحمل عند الإطلاق". (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ١٩١/٤، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الدرالمحتار مع ردالمحتار، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ٣٥٨/٦، سعيد)

(٢) "(ويكره الأكل في نحاس أو صفر، الخ) .... وفي الجوهرة: وأما الأنية من غير الفضة والذهب، فلابأس بالأكل والشرب فيها والانتفاع بها كالحديد والصفر والنحاس والرصاص والخشب والطين". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٣٤٣/٦، سعيد)

کراہت کا قول بلاقلعی زنگ کی بناء پر ہے کہ وہ صحت کے لئے نقصان دہ ہے:

"ثم قيد النحاس بالغير المطلى". (ردالمحتار، المصدر السابق)

"حاصل یہ ہے کہ کان میں، ہاتھوں میں، گلے میں زیور پہننا شرعاً جائز ہے اور عورتوں کو چونکہ قدرتی اور فطری طور پر زینت کی ضرورت ہے، اس لئے شریعت نے ان کے لئے چاندی، سونے کے زیور کی بھی اجازت ہے، حالانکہ مردوں کو چاندی، =

قمیص، پینٹ، کوٹ پہننا

سوال[۹۳۰۰]: ۱......قمیص، پینٹ، کوٹ ان تینوں چیزوں کا پہننا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر ان کو پہن کر نماز ادا کریں تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

۲......ان تینوں کا پہننا مطلقاً مکروہ ہے یا نہیں، اگر اس میں کراہت ہے تو کس درجہ کی؟

۳......مشابہتِ قوم سے کیا مراد ہے؟ اگر عام طور پر مسلم ہندو قمیص کو پہنتے ہیں، کسی قوم کا شعار باقی نہ رہا، پھر ان سے تو مشابہت باقی نہیں رہتی ہے، جیسے ساڑھی صوبہ بہار میں ہندو اور مسلم عورتیں عام طور پر پہنتی ہیں۔ تو ایسی صورت میں ساڑھی کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں جو لباس کفار یا فساق کا شعار نہ ہو، بلکہ عام طور پر صلحاء اور فساق سب ہی استعمال کرتے ہوں، وہاں اس کو ممنوع نہیں کہا جائے گا، ہاں لباسِ مسنون کو اس کے مقابلہ میں احسن و افضل کہا جائے گا۔ اور جہاں جس قدر شعاریت ہوگی اسی قدر کراہت ہوگی (۱)۔ اس کلیہ کے تحت اشیائے مسئولہ اور ان کے علاوہ بہت سی اشیاء کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۶/۹۰ھ۔

= سونا پہننے کی اجازت نہیں، کانوں میں بالیاں جبکہ عہدِ نبوی میں پہنی گئی اور شرعاً اس کو جائز رکھا گیا تو کانوں کو چھیدنے کو مثلہ کے مشابہ خیال کرنا بھی غلطی ہے"۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، بارہواں باب: زیورات، زیور کے متعلق ایک تفصیلی مضمون: ۹/۱۸۳)

(۱) "عنه (ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحدیث ملتان)

(ومشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

قال علی القاریؒ: أی من تشبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم". أی فی الإثم أو الخیر عند الله تعالیٰ". (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشیدیه)

دفتر کے وقت پتلون پہننا

سوال[۹۳۰۱]: ایک مسلمان سرکاری دفتر میں ملازم ہے، دفتر میں جب جاتا ہے تو پتلون وغیرہ پہن کر جاتا ہے اور واپس آکر اتار دیتا ہے۔ تو کیا دفتر کے وقت پہننا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہاں پتلون کفار یا فساق کا مخصوص شعار نہیں ہے تو پہننا جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۷/ ۸۷ھ۔

لباس، پتلون وغیرہ

سوال[۹۳۰۲]: پتلون وقمیص پہننے والا انسان جنت میں جاسکتا ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کے مطابق پتلون وقمیص تشبہ بہ انگریز ہے تو کیا علی گڑھ کٹ پائجامہ اور بنگلہ کرتا یا کلی دار کرتہ، لکھنؤ کرتہ جس کو عام طور سے ہندوستانی لوگ اور کانگریسی لوگ استعمال کرتے ہیں، اس میں تشبہ بالہنود نہیں ہے؟ علی گڑھ پائجامہ اور پتلون میں کیا فرق ہے؟ کیا علی گڑھ کٹ پائجامہ اور کرتہ وگاندھی کیپ (ٹوپی) درست ہے؟

جیسا لباس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، یا امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین استعمال کرتے تھے۔ آپ تمام لوگوں کا لباس

---

(۱) "(قوله: و لا يضر التصاقه): أى بالإلية مثلاً .... وعبارة شرح المنية: أما لو كان غليظاً لا يرى منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو، وتشكل بشكله، فصار شكل العضو مرئياً، فينبغي أن لا يمنع جواز الصلوة". (ردالمحتار: ۱/ ۴۱۰، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، مطلب فى النظر إلى وجه الأمرد، سعيد)

"أقول: مفاده أن رؤية الثوب بحيث يَصِف حجم العضو ممنوعةٌ ولو كثيفاً لا ترى البشرة منه .... وحقيقته صار له حجم: أى نتوو ارتفاع. ومنه قوله: حتى يتبين حجم عظامها، وعلى هذا لايحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يَصِف حجمها، فيحمل مامر". (ردالمحتار: ۶/ ۳۶۶، فصل فى النظر والمس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

کیسا تھا، اور کس رنگ کو پسند فرماتے تھے؟ اگر آپ لوگوں کا لباس یہ نہیں تھا اور نہ پتلون وقمیص کے مثل تھا تو قمیص وپتلون پہننا کیسا ہے؟ دونوں میں آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لباس میں تشابہ نہیں ہے؟ اگر تشابہ ہے تو مع دلیل واضح فرمائیں۔

کیا صرف بنیان ولنگی پہن کر گھر سے باہر نکلنا، یا چوراہے پر جانے کو شریعت نے پسند فرمایا ہے یا نہیں؟

اگر پتلون قمیص تشبہ باہلِ کتاب ہے تو کیا کلائی کی گھڑی وامریکن پائخانہ، بجلی کا پنکھا، ٹیری کاٹ، ٹیرلین پہننا، جدید طرز کی عمارت بنوانا، صوفا سیٹ، کیا یہ تمام چیزیں انگریزوں سے مشابہت نہیں ہے؟ یہ سب تو انگریزوں کی دین ہے۔ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رہن سہن ایسا ہی تھا؟ کیا عورتوں کا ساڑھی، قمیص اور بلاؤز پہننا تشبہ بالہنود نہیں ہے؟ کیا عورتوں کو ہر قسم کا لباس پہننے کی اجازت ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا لباس کیسا تھا؟

بعض آیت قرآنی مثلاً: ﴿إن أكرمكم عند الله أتقاكم﴾(۱) یا ”إن الله لاينظر إلى صوركم، ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم“(۲) سے اللہ تعالیٰ کیا بیان فرمانا چاہتے ہیں؟ اگر پتلون قمیص پہن کر اچھی طرح شریعت کی پابندی اور دین کے ارکان کو ادا کرے، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسا بندہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہو اس کا استعمال کرنا منع ہے(۳)۔ قمیص اور علی گڑھ پائجامہ ناجائز نہیں ہے، اس کو پہن کر اطاعت کرنے سے مستحقِ جنت ہوسکتا ہے۔ پینٹ بھی اہل کتاب کا مخصوص شعار نہیں رہا۔ امید ہے کہ آپ کے معارضات کے جواب کی ضرورت نہیں رہی ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/ ۸/ ۹۲ھ۔

---

(۱) (سورة الحجرات: ۱۳)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳/ ۳۶۱، مسند أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، (رقم الحديث: ۱۰۵۷۷)، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) قال علي القاري: ”أي من شبه بالكفار مثلاً في اللباس و غيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أي في الإثم أو الخير عند الله تعالىٰ........ (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/ ۱۵۵، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيديه)

ٹائی کا استعمال

سوال[۹۳۰۴]: ا...... کسی ملازمت میں ترقی کا معیار ٹائی باندھنے پر ہوتو ایسی صورت میں ٹائی باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

۲...... کسی کالج یا اسکول کی پوشاک میں ٹائی باندھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ا...... ٹائی ایک وقت میں نصاریٰ کا شعار تھا، اس وقت اس کا حکم بھی سخت تھا، اب غیر نصاریٰ بھی بکثرت استعمال کرتے ہیں، اب اس کے حکم میں تخفیف ہے، اس کو شرک یا حرام نہیں کہا جائے گا، کراہیت سے اب بھی خالی نہیں، کہیں کراہیت شدید ہوگی، کہیں ہلکی۔ جہاں اس کا استعمال عام ہو جائے وہاں اس کے منع پر زور نہیں دیا جائے گا(۱)۔

---

(۱) ٹائی کا استعمال اگرچہ مسلمانوں میں بھی عام ہو گیا ہے، مگر اس کے باوجود انگریزی لباس کا حصہ ہی ہے، اگر انگریزی لباس تصور نہ کیا جائے، لیکن فساق وفجار کا لباس تو بہرحال ہے، لہٰذا تشبہ بالفساق کی وجہ سے ممنوع قرار دیا جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ اہلِ صلاح اس لباس کو پسند بھی نہیں کرتے، کیونکہ یہ علماء وصلحا کے لباس کے خلاف ہے۔ تیسری بات یہ کہ اس کے علاوہ ٹائی میں ایک اَور خرابی یہ بھی ہے کہ عیسائی اس سے اپنے عقیدہ ''صلیبِ عیسیٰ علیہ السلام'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب کئے جانے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جو کہ نص قرآنی کے خلاف ہے، لہٰذا تشبہ بالکفار کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کے مذہبی یادگار اور مذہبی شعار ہونے کی وجہ سے بھی پہننا جائز نہیں:

''وعنه (أى عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''من تشبه بقوم'': أى من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار. ''فهو منهم'': أى فى الإثم والخير. قال الطيبى: هذا عام فى الخَلق والخُلق والشعار، ولما كان الشعار أظهر فى الشبه ذكر فى هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لاغير، فإن الخلق الصورى لايتصور فيه التشبه .... وقد حكى حكايةً غريبةً ولطيفةً عجيبةً، وهى: أنه لما أغرق الله سبحانه فرعون واٰله لم يغرق مسخرته الذى كان يحاكى سيدنا موسىٰ عليه الصلوة والسلام فى لبسه وكلامه ومقالاته، فيضحك فرعون وقومه من حركاته وسكناته، فتضرع موسىٰ إلى ربه: ''يارب! هذا كان يؤذينى أكثر من بقية اٰل فرعون، فقال الرب تعالىٰ: ما أغرقناه، فإنه كان لابساً مثلاً =

۲......جواب نمبر: اسے ظاہر ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۶ھ۔

لباس میں فساق وفجار کا شعار

سوال[۹۳۰۴]: تشبہ لباس وغیرہ کے بارے میں ایک استفسار یہ ہے کہ عورتوں کے لئے پائچادار پائجامہ اور ساڑھی جائز ہے یا نہیں؟ اور موٹی ساڑھی پہن کر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جہاں یہ کفار وفساق کا شعار ہے، وہاں ناجائز ہے(۱)۔ جہاں عام ہے، ان کا شعار نہیں، وہاں جائز ہے(۲)۔

= لباسک، والحبيب لايعذب من كان على صورة الحبيب". فانظر من كان متشبهاً بأهل الحق على قصد الباطل حصل له نجاة صورية، وربما أدت إلى النجاة المعنوية، فكيف بمن يتشبه بأنبيائه وأوليائه على قصد التشرف والتعظيم". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثانى (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۱۵۵/۸، رشيديه)

البتہ اگر ادارہ یا حکومت کی طرف سے پابندی ہو، نہ لگانے پر سزادی جاتی ہے، یا کوئی اَور رکاوٹ بنتا ہو تو اس صورت میں لگانے والے پر گناہ نہیں ہوگا، بلکہ اس ادارے یا حکومت کے ارکان پر گناہ عائد ہوگا جس نے ایسا ضابطہ بنایا ہے۔

(۱) "وعنه (ابن عمر) رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبى داؤد، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانى، ص: ۳۷۵، قديمى)

(وفيض القدير شرح الجامع الصغير: ۵۷۴۳/۱۱، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، نزار مصطفى رياض)

قال على القارى: "أى من شبّه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس و غيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أى فى الإثم أو الخير عند الله تعالىٰ......... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثانى، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۱۵۵/۸، رشيديه)

(۲) "فإن الإسلام .... لم يقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئةً خاصةً من اللباس ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة، وإنما وضع مجموعةً من المبادى، والقواعد الأساسية يجب على المسلم أن يحتفظ بها فى أمر لباسه، الخ". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۸۷/۴، مكتبه دارالعلوم كراچى)

(وكذا فى فتح البارى، باب المتشبهون بالنساء: ۴۰۸/۱۰، قديمى) ....=

پھر اگر پردہ پورا ہوتو اس سے نماز بھی درست ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فساق یا فجار کے شعار کو اختیار کرنا

سوال[۹۳۰۵] : ا......نائیلون، پلاسٹک اور کانچ کی چوڑیوں کا استعمال عورتوں کے لئے کیسا ہے؟

۲...... ہمارے علاقہ میں مسلم خواتین مانگ میں سیندور، پیشانی پر رنگ یا سیندور کا ٹیکہ اور بازار کی ٹکیاں لگاتی ہیں،ایسی زینت وآرائش مسلم خواتین کے لئے کیسی ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرماویں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

جہاں کفار یا فساق کا شعار ہے وہاں ممنوع ہے،لأجل التشبه(۲)۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۹۲/۴/۵ھ۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۹، رشيديه)

(۱) "عن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنه أنها سألت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أتصلي المرأة في درع و خمار ليس عليها إزار؟ قال: "إذا كان الدرع سابغاً يغطي ظهور قدميها". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب في كم تصلي المرأة، ص: ۹۴، دار الحديث ملتان)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۷۰، رشيديه)

"ويكفي للمرأة درع ضيق و مقنعة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، ص: ۲۱۱، قديمي)

(۲) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وفيض القدير شرح الجامع الصغير: ۵۷۴۳/۱۱، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، نزار مصطفى رياض)

قال علي القاري: "أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس و غيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوّف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالىٰ.......... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۱۵۵/۸، رشيديه)

لباسِ فساق

سوال[۹۳۰۶]: داڑھی بنانے والا نائی بھی مواخذہ دار ہوگا یا نہیں، کیونکہ اس کا پیشہ یہی ہے، جیسا عوام حکم دیتے ہیں ویسا ہی بناتا ہے؟ اسی طرح کپڑا پہننے والا انگریزی کوٹ یا نیکر یا پتلون وغیرہ سیتے ہیں، یہ کس حکم میں ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسا نائی اور درزی بھی گناہ گار ہے، کذا فی الدر المختار مع ردالمحتار: ۲۵۱/۵(۱) زیلعی: ۴۹/۶(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

تنگ لباس پر تنبیہ

سوال[۹۳۰۷]: عام مسلمان مرد اور عورتیں دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی تنگ لباس پہننے لگیں جس سے تمام اعضاء ظاہر ہونے لگیں۔ یہ سب عریانی کے برابر ہے اور عریانی حرام ہے تو پھر علمائے دین کہاں سو گئے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

علمائے دین تو بیدار ہیں اور دوسروں کو بیدار کرتے رہتے ہیں، چنانچہ اس مسئلہ پر بھی رسالہ ''نظام''

---

(۱) "خیاطا أمره أن يتخذ له ثوباً على زیّ الفساق، يكره له أن يفعل؛ لأنه سبب التشبه بالمجوس والفسقة". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۲/۶، سعيد)

(۲) "لو أن خياطاً أمره إنسان أن يخيط له ثوباً على زیّ الفساق، يكره له أن يفعل؛ لأن هذا تسبيب في التشبه بالمجوس والفسقة". (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۶۵/۷، دارالكتب العلمية بيروت)

"لوأن خياطاً أمره إنسان أن يخيط قميصاً على زیّ الفساق، يكره أن يفعل ذلك".
(البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۷۱/۸، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، ومايكره أكله ومالا يكره ومايتعلق بالضيافة: ۴۰۴/۳، رشيديه)

کانپور میں دیر تک بہت سی قسطوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور رسالہ دارالعلوم دیوبند میں بھی اس پر بحث کی گئی ہے۔ دوسرے لوگ اس بیدار کرنے کے باوجود اگر سوتے ہی رہیں تو وہ خود ذمہ دار ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) قال الله تعالى: ﴿وما علينا إلا البلاغ المبين﴾ (سورة يس: ۱۷)

قال ابن كثير: "يقولون: إنما علينا أن نبلغكم ما أرسلنا به إليكم، فإذا أطعتم كانت لكم السعادة في الدنيا والأخرة، وإن لم تجيبوا، فستعلمون غب ذلک، والله أعلم". (تفسير ابن كثير: ۷۴۹/۳، مكتبه دارالسلام رياض)

قال الآلوسي: تحت قوله تعالىٰ: ﴿وما علينا إلا البلاغ المبين﴾ إلا تبليغ رسالته تعالىٰ تبليغاً ظاهراً بيناً بحيث لايخفى على سامعه، ولا يقبل التأويل والحمل على خلاف المراد أصلاً وقد خرجنا من عمدته، فلا مؤاخذة علينا من جهة ربنا، كذا قيل". (روح المعاني: ۲۲۲/۲۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الثالث فی العمامة والقلنسوة

(پگڑی اور ٹوپی کا بیان)

عمامہ کا حکم

سوال[۹۳۰۸]: عمامہ باندھنا سنت ہے یا نہیں، امام کو پگڑی باندھ کر نماز پڑھانا بہتر ہے یا بغیر پگڑی کے؟ آج کل بہت کم لوگ پگڑی باندھ کر نماز پڑھاتے ہیں، بہتر کیا ہے اور سنت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عمامہ باندھنا بھی اسی طرح کی سنت ہے، بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا اور پڑھانا بلا کراہت جائز ہے، اصرار کی وجہ سے مستحب چیز بھی مکروہ ہوجاتی ہے، قال صاحب السعایة: "الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الکراهة، اھ"(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

جس عمامہ پر چاندی کے نقش ہوں اس کا استعمال

سوال[۹۳۰۹]: جس عمامہ پر چاندی کے تاروں کے نقش کئے گئے ہیں، کیا ایسا عمامہ کو استعمال کرنا

---

(۱) (السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایة، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القرأة: ۲۶۵/۱، سهیل اکیڈمی لاهور)

"قال ابن المنیر: فیه أن المندوبات قد تقلب مکروهات إذا رُفعت عن رتبتها، الخ". (فتح الباری، باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال، کتاب الصلوة: ۳۳۸/۲ دار المعرفة بیروت)

"وأما إذا سجد بغیر سبب، فلیس بقربة و لا مکروة، وما یفعل عقیب الصلوة مکروه؛ لأن الجهال یعتقدونها سنةً أو واجبةً، وکل مباح یؤدی إلیه، فمکروه، هکذا فی الزاهدی". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱۳۶/۱، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب سجود التلاوة: ۱۲۰/۲، سعید)

جائز ہے، اور اس کا سر پر باندھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ نقش کنارے پر چار انگل سے کم یا برابر ہیں تو اجازت ہے، پھر خواہ وہ اتنا گنجان ہی کیوں نہ ہو جس سے کپڑا چھپ جائے، درمختار میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اگر کنارے پر نہیں، بلکہ تمام عمامہ پر ہے اور سب کو جمع کر کے دیکھا جائے تو چار انگل سے زائد نہ ہو تب بھی درست ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۵/۷ھ۔

عمامہ بیٹھ کر، پائجامہ کھڑے ہو کر پہننا

سوال [۹۳۱۰]: عمامہ بیٹھ کر اور پائجامہ کھڑے ہو کر پہننا منع ہے۔ اس کی اصل کہاں تک ہے، احادیث شریفہ، تعاملِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کی کوئی حجت ملتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض علماء نے لکھا ہے کہ عمامہ کھڑے ہو کر باندھنا چاہیے اور پائجامہ بیٹھ کر پہننا چاہیے، اس کے خلاف میں کچھ مضرتیں دیکھی ہیں:

"والتعمم قاعداً والتسرول قائماً يورث البخل والتقتير والإسراف والكسل والتوانی

---

(۱) "يحرم لبس الحرير و لو بحائلٍ بينه وبين بدنه على المذهب الصحيح، وعن الإمام: إنما يحرم إذا مس الجلد. قال فی القنية: و هی رخصة عظيمة فی موضعٍ عمّت به البلوی أو فی الحرب، فإنه يحرم أيضاً عنده. وقالا: يحل فی الحرب على الرجل لاالمرأة، إلا قدر أربع أصابع كأعلام الثوب مضمومةً، وقيل: منشورةً، وقيل: بين بين. وظاهر المذهب عدم جمع المتفرق و لو فی عمامة، كما بسط فی القنية. وفيها: عمامة طرزها قدر أربع أصابع من إبريسم من أصابع عمرٍ رضی الله تعالیٰ عنه، وذلک قيس شبرنا يرخص فيه، الخ". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۵۲/۶، سعيد)

(وكذا فی مجمع الأنهر مع الملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل فی اللبس: ۱۹۲/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا فی تبيين الحقائق للزيلعی، كتاب الكراهية، فصل فی اللبس: ۳۱/۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع فی اللبس: ۳۳۲/۵، رشيديه)

والتهاون فی الأمور، کل ذلك یورث النسیان، اه". تعلیم المتعلم مع الشرح، ص: ٤٤(١)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ رجب/ ۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ رجب/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

ٹوپی کا ثبوت

سوال[۹۳۱۱]: اس سلسلہ کی روایت پیش فرمائیں، میرے پاس کوئی کتاب اپنی نہیں ہے، روایت سے بیان فرمائیں جس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول سر پوشی یعنی ٹوپی کے متعلق آجاوے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

الجواب حامداً ومصلياً:

"واعلم أنه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم کانت له عمامة سوداء تسمی السحاب، وکان یلبس تحتها القلانس —جمع قلنسوة— وهی غشاء مبطن یستر به الرأس، قاله الفراء. وقال غیره: هی التی تسمیها الشاشیة والعراقیه. وروی الطبرانی وأبو الشیخ والبیهقی فی شعب الإیمان من حدیث ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما: "کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یلبس قلنسوةً ذات آذان یلبسها فی السفر، وربما وضعها بین یدیه إذا صلی". وإسناده ضعیف، کذا فی أبی داؤد والمصنف: "فرق مابیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس" قال المصنف غریب، ولیس إسناده بالقائم. وروی ابن أبی شیبة: "دخل مکة یوم الفتح، وعلیه شقة سوداء، وأن عمامته کانت سوداء". جمع الوسائل شرح شمائل: ١/٣٠٤(٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۸۸ھ۔

---

(١) (تعلیم المتعلم، طریق التعلم، فصل فیما یجلب الرزق، ص: ۷۵، قدیمی)

(٢) (جمع الوسائل، باب ما جاء فی عمامة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: ١/١٦٦. مصطفی البابی الحلبی مصر) .... =

مسنون ٹوپی

سوال[۹۳۱۲]: حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں کس قسم کی ٹوپی استعمال فرمائی ہے گول یا لمبی؟ من فضلك حرروا، وأجيبو بالحديث الصحيح؟ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

= "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبس قلنسوةً بيضاء". (مجمع الزوائد و منبع الفوائد، كتاب اللباس، باب: ٣، فی القلنسوة (رقم الحديث: ٨٥٠٥): ٥/١٤٩، عباس أحمد الباز مكة)

(وكذا في المستدرك لنحاكم، كتاب معرفة الصحابة، عن حديث أبي درداء، (رقم الحديث: ٥٤٥٠): ٣/٣٨١، دار الكتب العلمية بيروت)

(وانظر أيضاً زاد المعاد، فصل في ملابسه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ٥٢، دار الفكر بيروت)

(وأيضاً رساله: ضياء القلوب في لباس المحبوب من خلاصة الفتاوى: ٣/١٥٣، رشيديه)

"عن ركانة رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "فرق مابيننا وبين المشركين العمائم على القلانس". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ٣٧٤، قديمي)

"كانت له عمامة تسمى: السحاب، كساها علياً، وكان يلبسها ويلبس تحتها القلنسوة. وكان يلبس القلنسوة بغير عمامة، ويلبس العمامة بغير قلنسوة". (زاد المعاد في هدى خير العباد، فصل في ملا بسه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ١/١٣٥، مؤسسة الرسالة بيروت)

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يلبس القلانس تحت العمائم، ويلبس بغير القلانس". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ٤٣٤٠): ٨/١٤٧، رشيديه)

"ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبس قلنسوةً ذات آذان يلبسها في السفر، وربما وضعها بين يديه إذا صلى". (جمع الوسائل، باب ماجاء في عمامة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ١/١٦٦، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"لا بأس بلبس القلانس، وقد صح أنه كان لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قلانس يلبسها". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل السابع في اللبس: ٤/٣٦٩، رشيديه)

(ومسند أحمد، من أحاديث سيدنا عمر بن الخطاب: ١/٢٣، (رقم الحديث: ١٥١)، دارإحياء بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

"كان كمام أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بطحاء -جمع كمّة- .... وهى القلنسوة المدوّرة: أى كانت مبسوطةً على رؤوسهم لازقةً غير مرتفعة عنها .... وكان يلبس القلانس اليمانية وهن البيض المضربة، ويلبس ذوات الآذان فى الحرب. وكان ربما نزع قلنسوةً، فجعلها سترةً بين يديه وهو يصلى". مرقاة: ٨/٢٤٦(١)۔

عبارتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مختلف قسم کی ٹوپی استعمال کی گئی ہے، ایسی بھی کہ جس میں سترہ بننے کی صلاحیت ہے اور گول بھی جو کہ سر سے چپکی ہوئی ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

کس قسم کی ٹوپی ثابت ہے؟

سوال[۹۳۱۳]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس قسم کی ٹوپی پہننا ثابت ہے؟ اور ہماری کون سی ٹوپیاں پہننا مطابقِ سنت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ٹوپی گول سر مبارک پر اکثر چپکی ہوئی ہوتی تھی (۲) بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طویل بھی

---

(۱) (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانى: ۸/۱۴۱، (رقم الحديث: ۴۳۳۳)، رشيديه)

"كانت له عمامة تسمى: السحاب، كساها علياً، وكان يلبسها ويلبس تحتها القلنسوة. وكان يلبس القلنسوة بغير عمامة، ويلبس العمامة بغير قلنسوة". (زاد المعاد فى هدى خير العباد، فصل فى ملا لبسه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۵۲، دار الفكر بيروت)

(وكذا فى شمائل كبرى: ۱/۲۰۶، دارالإشاعت كراچى)

(۲) "واعلم أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... كان يلبس تحتها القلانس -جمع قلنسوة- وهى غشاء مبطن يستتر به الرأس" .... "عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبس قلنسوةً ذات آذان يلبسها فى السفر، وربما وضعها بين يديه إذا صلى". (جمع الوسائل، باب ما جاء فى عمامة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۰۴، تاليفات أشرفيه)

منقول ہے(۱)، اکابر صلحاء کا لباس قابلِ اتباع ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

گول ٹوپی

سوال[۹۳۱۴]: گول ٹوپی لگانا سنت ہے اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹوپی کیسی دیتے تھے جو لوگ اصرار کرتے ہیں، گول ٹوپی پر ان کا اصرار کرنا کیسا ہے؟

غفور احمد ہردوئی۔

---

(۱) "عن أبی کبشة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: کان کمام أصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بطحا". (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۴، قدیمی)

قال علی القاری: "جمع بطحاء: أی کانت مبسوطةً علی رؤوسهم لازقةً غیر مرتفعة عنها".

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۳۳): ۱۴۱/۸، رشیدیه)

(۲) علماء چونکہ علمی اور دینی طور پر انبیاء کے وارث ہیں اور سننِ نبویہ پر چلنے والے ہیں، اور تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کو اختیار کرنے والے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إنما یخشی اللہ من عبادہ العلماءُ﴾ (فاطر: ۲۸) لہٰذا ان کی اتباع میں سنت کی اتباع ہے:

"العلماء ورثة الأنبیاء، وإن الأنبیاء لم یورّثوا دیناراً ولا درهماً، وإنما ورّثوا العلم". (سنن ابن ماجة، باب فضل العلماء، ص: ۲۰، قدیمی)

قال الملا علی القاری: "وإنما ورّثوا العلم". لإظهار الإسلام ونشر الأحکام، أو بأحوال الظاهر والباطن علی تباین أجناسه واختلاف أنواعه". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب العلم، الفصل الثانی: ۴۷۲/۱، (رقم الحدیث: ۲۱۲)، رشیدیه)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (زاد المعاد، فصل فی ملابسه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، ص: ۵۲، دار الفکر بیروت)

وأیضاً رسالہ: (ضیاء القلوب فی لباس المحبوب من خلاصة الفتاوی: ۱۵۳/۳، رشیدیه)

الجواب حامداًومصلیاً:

گول ٹوپی سر سے ملی ہوئی (چپکی ہوئی) جبکہ اونچی نہ ہو، حدیث شریف سے ثابت ہے(۱)، مگر یہ چیز سننِ عادیہ میں سے ہے، سننِ ہدیٰ میں سے نہیں، بس جو شخص اتباع کرے گا وہ ماً جور ہوگا، لیکن اس پر کسی کو اصرار کا حق نہیں کہ تارک پر ملامت کی جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

دوپلی ٹوپی اور گول ٹوپی

سوال[۹۳۱۵]: اکثر علمائے دیوبند جس لمبی ٹوپی کو پہنتے ہیں وہ درست ہے یا نہیں؟ اس لمبی ٹوپی میں کسی قسم کی کراہت ہے یا نہیں؟ کیا یہ لمبی ٹوپی اور گول ٹوپی دونوں سنت ہونے میں برابر ہیں یا کچھ فرق ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

دوپلیا ٹوپی بھی ہمارے دیار میں صلحاء کا لباس ہے، بعض اکابر گول پہنتے ہیں، بعض دوپلیا، کسی پر

---

(۱) "واعلم أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... كان يلبس تحتها (تحت العمامة) القلانس –جمع قلنسوة– وهي غشاء مبطن يستتر به الرأس .... عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبس قلنسوةً ذات آذان يلبسها في السفر، وربما وضعها بين يديه إذا صلى". (جمع الوسائل، باب ما جاء في عمامة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۱۶۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبس قلنسوةً بيضاء". (مجمع الزوائد و منبع الفوائد، كتاب اللباس، بابٌ في القلنسوة (رقم الحديث: ۸۵۰۵): ۵/۱۴۹، عباس أحمد الباز مكة)

(۲) "والسنة نوعان: سنة الهدى، و تركها يوجب إساءةً وكراهيةً كالجماعة والأذان والإقامة ونحوها. و سنة الزوائد، وتركها لا يوجب ذلك كسِيَر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في لباسه و قيامه و قعوده والنفل، ومنه المندوب يثاب فاعله و لا يسيء تاركه". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب في السنة وتعريفها: ۱/۱۰۳، سعيد)

نکیر نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۹۵ھ۔

گول اور لمبی ٹوپی کی سنیت کی تحقیق مع فتاویٰ دارالعلوم ومظاہر علوم

سوال[۹۳۱۶]: ہمارے مغربی بنگال میں ٹوپی سے متعلق ایک اشتہار چھپایا گیا ہے جس کے اندر تمام جگہوں سے استفتاء کیا گیا ہے اور وہ تمام فتوے اس کے اندر جمع کردیئے گئے، اور اس میں مفتی ابوظفر صاحب فرور دی (مفتی بنگال وآسام) نے یہ فتوی دیا ہے کہ:

"**الجواب**: مواهب لدنيه(۲) وتحفة الأحوذى فى شرح

---

(۱) علماء چونکہ علمی اور دینی طور پر انبیاء کے وارث ہیں اور سنن نبویہ پر چلنے والے ہیں، اور تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کو اختیار کرنے والے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إنما يخشى الله من عباده العلماءُ﴾ (فاطر: ۲۸) لہٰذا ان کی اتباع میں سنت کی اتباع ہے:

"العلماء ورثة الأنبياء، وإن الأنبياء لم يورّثوا ديناراً ولا درهماً، وإنما ورّثوا العلم". (سنن ابن ماجة، باب فضل العلماء، ص: ۲۰، قديمى)

قال الملا على القارى: "وإنما ورّثوا العلم". لإظهار الإسلام ونشر الأحكام، أو بأحوال الظاهر والباطن على تباين أجناسه واختلاف أنواعه". (مرقاة المفاتيح، كتاب العلم، الفصل الثانى: ۱/۴۷۲، (رقم الحديث: ۲۱۲)، رشيديه)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (زاد المعاد، فصل فى ملابسه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۵۲، دار الفكر بيروت)

وأيضاً رساله: (ضياء القلوب فى لباس المحبوب من خلاصة الفتاوى: ۱۵۳/۳، رشيديه)

(۲) "وعن أبى كبشة الأنمارى قال: كانت كمام أصحاب النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بطحا، وفى رواية: أكمة. وهما جمع كثرة وقلة. والكمة: القلنسوة، يعنى أنها كانت منبطحةً غير منتبعة.

و في شرحه: "وفى المصباح: الكمة بالضم: القلنسوة المدوّرة؛ لأنها تغطى الرأس". (شرح المواهب اللدنية، النوع الثانى فى لباسه و فراشه: ۲۷۸/۶، دارالكتب العلمية بيروت)

الترمذی(۱) اورمشکوٰۃ(۲) میں ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام گول ٹوپی پہنتے تھے، محبانِ سنت کو ضروری ہے کہ لمبی کے بجائے گول ٹوپی استعمال کریں اور حدیث: "من أحب سنتی فقد أحبنی، ومن أحبنی کان معی فی الجنة" کے مصداق بنیں۔

کتبہ ابوظفر غفرلہ۔

اوردارالعلوم دیوبند کے مفتی جمیل الرحمٰن صاحب کا فتویٰ۔

"**الجواب**: گول اور سر مبارک سے چپٹی ہوئی تھی، کما هو المنستفاد من شرح المواهب للإمام الزرقانی: ۹/۵(۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد جمیل الرحمٰن دارالعلوم دیوبند۔

اسی طریقہ پر مظاہر علوم سہارنپور کا فتویٰ:

"**الجواب**: گول ٹوپی پہننا جائز ہے، فتاوی رشیدیہ، ص:۴۸۳(۴)۔ صحابہ کرام کی ٹوپی اٹھی ہوئی نہیں ہوتی تھی، مشکوٰۃ شریف، ص:۳۷۴، میں روایت:

"عن أبی کبشة قال: کمام أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطحا". وفی مرقاۃالمفاتیح:"أی مسبوطة علی رؤسهم ولازقة مع رؤسهم غیر مرتفعة"(۵)۔ فقط۔

کتبہ مظفر حسین المظاہری۔

---

(۱) (تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی، کتاب اللباس، باب بعد باب ماجاء فی ترقیع الثوب: ۴۷۹/۵، رقم الحدیث: ۱۸۴۲، المکتبة السلفیة بالمدینة المنورة)

(۲) (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۴، قدیمی)

(۳)(شرح المواهب، النوع الثانی فی لباسه وفراشه: ۲۷۸/۶، دارالکتب العلمیه، بیروت)

(۴) (فتاوی رشیدیه، کتاب: جواز وحرمت کے مسائل، ص: ۵۷۶، سعید)

(۵)(مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۴، قدیمی)

"کمه" کی جمع "کمام" ہے کمہ کے معنی گول ٹوپی، کذا فی القاموس(۱)۔

ان تمام روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گول ٹوپی کا استعمال کرنا سنت ہے کہ جس کی سنیت حدیث سے ثابت ہے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ جو علمائے دیوبند لمبی ٹوپی استعمال کرتے ہیں اس کی سنیت میں کوئی ثبوت ہے کہ نہیں؟ اور ہماری اس ٹوپی کے پہننے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟ اور ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے، ٹوپی کا رواج ڈالنے والے علمائے دیوبند ہی ہیں، کیا مطلق ٹوپی کا استعمال ہی سنت ہے، یا اس کے اندر اس کی ہیئت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟ اور وہ ہیئت بھی کون کون سی ہے جن سے سنیت ادا ہو جائے گی اور ان میں افضل کون سی ہوگی؟

اگر ہم صرف یہ کہیں کہ ٹوپی کا استعمال سنت زوائد میں سے ہے، لہذا جو چاہے پہنے تو یہ بات کافی نہیں ہے، کیونکہ جب ہم ٹوپی سنت ہی کی نیت سے پہنتے ہیں تو جس سے سنت کامل درجہ کی ادا ہو وہی استعمال کریں، ورنہ تمام زندگی ٹوپی سر پر لئے پھریں لیکن کامل سنت ادا نہیں ہوگی، یا اس کے لئے جو کامل درجہ کی سنت پر عمل کرنا چاہے اگرچہ شرعاً زیادہ اہم نہیں ہے، لیکن اس کے متعلق کبھی علمائے فروردی کے ساتھ ہمارا اہم کلام ہوتا ہے، اس وقت ہمارا جواب دینا بسا اوقات مشکل ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت سے عرض یہ ہے کہ اس کو تفصیل وار تشفی بخش جواب دیکر مشکور فرمائیں۔ ٹوپی کا استعمال سنت زائدہ ہے، یا اس کی ہیئت سنت زائدہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو عبارت بحوالہ اشتہار نقل کی گئی ہے، مشکوٰۃ ومرقاۃ سے ان میں گول ٹوپی کی تصریح نہیں، صرف یہ بات مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپیاں سر سے چپکی ہوئی ہوتی تھیں، اوپر کو اُبھری ہوئی بلند نہیں تھیں:

"مسبوطة على رؤسهم ولازقة مع رؤسهم غير مرتفعة، اهـ"(۲)۔

مگر مرقات ہی میں یہ بھی موجود ہے: "وكان ربما نزع قلنسوته، فجعلها سترةً بين يديه ويصلى، اهـ"، مرقاة: ۲٤٦/۸(۳)۔

---

(۱) المنجد، ص: ۸۹۳، دار الاشاعت كراچی)

(۲) (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

(۳) "كانت مسبوطة على رؤسهم لازقة غير مرتفعة عنها،،الخ. وكان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة =

جو ٹوپی سر سے چپکی ہوئی ہو، اٹھی ہوئی نہ ہو، اس سے سُترہ کا کام کس طرح لیا جائے گا جبکہ سترہ کے متعلق یہ بھی موجود ہے کہ:

"سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من سترة المصلی؟ فقال: "مثل مؤخرة الرحل" إلی قوله: "وفسرت بأنها ذراع فما فوقه، اهـ". مراقی الفلاح، ص: ۲٤۰(۱)۔

المواهب اللدنیه اور تحفة الأحوذی کی عبارتیں منقول نہیں جن میں غور کیا جائیے، صرف نام مذکور ہیں۔ پہلے اشتہار کا دعویٰ ثابت ہو جائے تب دوسری باتوں کا نمبر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۳/۱۶ھ۔

کامدار ٹوپی وجوتا

سوال[۹۳۱۷]: جوتا یا کلاہ یا کپڑا جس پر کہ زری یا سلمہ ستارے کا کام نکلا ہوا ہو، وہ جھوٹا ہو یا سچا، مَردوں کو جائز ہے یا نہیں، جب کہ چار انگشت سے زیادہ ہووے، اور جوتے میں چار انگشت کا اعتبار کیسے کیا جاوے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سچے کام کا جوتا کلاہ کپڑا مرد کو چار انگشت سے زائد نا جائز ہے:

"یکره أن یلبس الذکور قلنسوةً من الحریر أو الذهب أوالفضة أو الکرباس الذی خیط علیه إبریسم کثیر أو شيء من الذهب أو الفضة أو أکثر من قدر أربع أصابع". شامی: ۱۰/۵(۲)۔

= بین یدیه وهو یصلی". (مرقاة المفاتیح: ۱٤۱/۸، رشیدیه)

(۱) "لأنه سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن سترة المصلی فقال: "مثل مؤخرة الرحل" .... وفسرت بأنها ذراع .... فمافوقه کذا فی غایة البیان". (مراقی الفلاح، باب مایفسد الصلوة، فصل فی اتخاذ السترة ودفع المارین یدی المصلی إذا ظن، ص: ۳٦٦، ۳٦۵، قدیمی)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۵٤/٦، سعید)

"یکره أن یلبس الذکور قلنسوةً من الحریر والذهب والفضة والکرباس الذی خیط علیه إبریسم کثیراً، وشيء من الذهب أو الفضة أکثر من قدر أربع أصابع". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس: ۳۳۲/۵، رشیدیه) .... =

"حكم النعل فيما نحن فيه حكم الثياب الأخر كالقميص والعمامة وغيرهما". غاية المقال، ص: ١٤٢(١)۔

جوتے وغیرہ میں چار انگشت عرض سے پیائش کرلیا جاوے، اگر زائد ہوتو ناجائز ہے:

"وهل المراد قدر الأصابع أصابع طولاً وعرضاً بأن لا يزيد طول العلم وعرضه على ذلك، أو المراد عرضه فقط وإن زاد طوله على طولها؟ المتبادر من كلامهم الثاني". ردالمحتار: ٣٠٨/٥(٢)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ٹیرلنگ کپڑا، کشتی دار ٹوپی اور قمیص پہننا

سوال[۹۳۱۸]: ٹیرلنگ کپڑے کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، کشتی دار ٹوپی اور قمیص پہننا بھی جائز ہے یا نہیں، کراہت بھی ہے پہننے میں یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ٹیرلنگ میں اگر کوئی ناپاک چیز نہیں ہے (۳) تو اس کا پہننا درست ہے، کشتی نما ٹوپی درست ہے، قمیص

= "ويكره أن يلبس الذكور قلنسوةً من الحرير أوالذهب أو الفضة أو الكرباس الذى عليه إبريسم كثير أو شيء من الذهب أو الفضة أكثر من قدر أربع أصابع". (الفتاوىٰ السراجية، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ٧٥، سعيد)

(١) العبارة بتمامها: "وحاصل ما نحن فيه أن حكم النعل فيما نحن فيه حكم الثياب الأُخر، كالقميص والعمامة وغيرهما بلا شك ولاريب، فإن كان فيه قدر أربع أصابع من الذهب أو الفضة أو الحرير أو غيرهما مما يحرم استعماله، أو أقل من قدر أربع أصابع أو أعلام متفرقة، يجوز لبسه، كما صرحوا به في القلنسوة، و إلا لا. والله أعلم بالصواب، و عنده حسن الثواب". (غاية المقال فيما يتعلق بالنعال، رسالة من مجموعة رسائل اللكنوى: ٢١٩/١، إدارة القرآن كراچى)

(٢) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ٣٥١/٦، سعيد)

"ويحل للنساء لبس الحرير، ولا يحل للرجال إلا قدر أربع أصابع كالعلم". (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ١٩٢/٤، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(٣) "ٹیرلنگ: باریک ململ"۔ (English to English Dictionary, Page No. 956, Feroz Sons, Lahore)

بھی درست ہے(۱)، لیکن مسنون لباس اور صلحاء کا لباس اختیار کرنا اعلیٰ بات ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۰ھ۔

ننگے سر پھرنا

سوال[۹۳۱۹]: مَردوں کو ننگے سر رہنا کیسا ہے اور شرعاً یہ فعل مَردوں کا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداًو مصلیاً:

وقتِ ضرورت ننگے سر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن جو طریقہ آج کل رائج ہو رہا ہے کہ ہر وقت ننگے سر بالوں میں تیل ڈالے ہوئے پھرتے رہتے ہیں، یہ طریقہ اصالۃً صلحاء اور اہلِ مروت کا نہیں، بلکہ خدا کے دشمنوں کا طریقہ ہے، اس کے اجتناب لازم ہے(۲)۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل فی اللبس: ۸/۳۴۹، رشيديه)

"و مباح و هو الثوب الجميل للتزين .... إذا لم يكن للكبر". (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل فی اللبس: ۴/۱۹۱، مكتبه غفاريه كوئٹه)

راجع للتفصيل: (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/۸۷، دارالعلوم كراچی)

(۲) "عن ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبی داؤد، كتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قديمی)

قال علی القاری: "أی من شبّه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس و غيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم أو الخير عند الله تعالىٰ ....اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيديه)

(وكذا فی بذل المجهود، كتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵/۴۰، معهد الخليل، كراچی)

(وكذا فی فيض القدير شرح الجامع الصغير، (رقم الحديث: ۸۵۹۳): ۱۱/۵۷۴۳، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

الفصل الرابع فی لباس النسآء

(عورتوں کے لباس کا بیان)

سیاہ برقعہ، جمپر، لہنگا، سلاخیں، سرخی کا حکم

سوال[۹۳۲۰]: آج کل جو شہروں میں کالا برقع عام طور پر رائج ہے یہ جائز ہے یا نہیں، اگر ناجائز ہے تو کیا علت ہے؟ ایک لباس ہے جس کا نام ''جمپر'' ہے(۱)، وہ اوپر سے بہت تنگ اور نیچے سے کچھ کھلا ہوتا ہے۔اس کا استعمال کیسا ہے؟ نیز ''لہنگا'' (۲) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ نیز عورتیں جو اپنے سروں پر سلاخیں لگاتی ہیں تا کہ بال آگے کی طرف نہ آئیں وہ جائز ہیں یا نہیں؟ اور چھوٹی چھوٹی بچیاں جو تھوڑے تھوڑے بال کٹواتی ہیں، اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ نیز ہونٹوں کی سرخی کے بارے میں کچھ روشنی ڈالئے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

جو لباس کفار یا فساق کا شعار نہ ہو اور مقصودِ ستر اس سے حاصل ہو جاتا ہو تو درست ہے، ورنہ نہیں (۳)۔سلاخیں تو وہ ہوتی ہیں جو دروازوں یا کھڑکیوں میں لگائی جاتی ہیں تا کہ روشنی اور ہوا آتی رہے، آدمی یا جانور کتا وغیرہ نہ آسکے، وہ سلاخیں سر میں کیسے لگائی جاتی ہیں (۴)۔چھوٹی بچی کا سر تو منڈا بھی دیا جاتا ہے جیسا

---

(۱) ''جمپر:عورتوں کی ڈھیلی ڈھالی کُرتی، کرچ کی ڈھیلی ڈھالی کُرتی جو ملاح پہنتے ہیں''۔(فیروز اللغات، ص: ۴۷۱، فیروزسنز لاهور)

(۲) ''لہنگا: دیہاتی عورتوں کا غرارہ، گھگھرا''۔(فیروز اللغات، ص: ۱۱۷۲، فیروز سنز لاهور)

(۳) ''وعنه (ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما) قال: ''قال رسول الله تعالیٰ علیه وسلم: ''من تشبه بقوم، فهو منهم''. (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة ۵۵۸/۲، دار الحدیث)

(۴) یہ سلاخ نما سوئی جیسی ہوتی ہے، دونوں سرے ایک جانب مڑے ہوئے ہوتے ہیں، ایک طرف کچھ لمبی اور دوسری کچھ کم ہوتی ہے، بالوں کو کنٹرول کرنے کے لئے پشت کی طرف لگائی جاتی ہے، یہ جائز ہے، کراہت کی کوئی وجہ نہیں، جس طرح عام =

کہ عقیقہ کے وقت، اس میں کوئی حرج نہیں (۱)۔ ہونٹ تو قدرت کی طرف سے سرخ ہوتے ہیں، اس کے متعلق کیا پوچھنا (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۸۹ھ۔

عورتوں کا لباس اور ستر

سوال [۹۳۲۱]: ۱...... عورتوں کو ساڑھی باندھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟۔

۲...... عورتوں کو سفید لٹھے کی شلوار پہننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

=لباس میں کوئی کراہت نہیں جب کہ خلافِ شرع نہ ہو:

"لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه". (البحر الرائق كتاب الكراهية، فصل فى اللبس: ۸/۳۴۹، رشيديه)

(۱) "عن علي بن أبي طالب رضى الله تعالىٰ عنه قال: عقّ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الحسن بشاة، وقال: "يا فاطمة! احلقي رأسه و تصدقي بزنة شعره فضةً". (جامع الترمذى، أبواب الأضاحى، باب ماجاء فى العقيقة: ۱/۲۷۸، سعيد)

(مشكوة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، ص: ۳۶۲، قديمى)

"يستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم أسبوعه و يحلق رأسه و يتصدق عند الأئمة الثلاثة فضةً أو ذهباً، ثم يعقّ عند الحلق عقيقةً إباحةً، الخ ". (ردالمحتار، كتاب الأضحية، قبيل كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۳۶، سعيد)

"العقيقة عن الغلام و عن الجارية و هى ذبح شاة فى سابع الولادة وضيافة الناس و حلق شعره مباحة لا سنة ولا واجبة، كذا فى الوجيز". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثانى والعشرون فى والعقيقة: ۵/۳۶۲، رشيديه)

(۲) سرخی اگر عورت اپنے شوہر کی خاطر زیب وزینت کے لئے لگاتی ہے تو مضائقہ نہیں، بشرطیکہ اس میں کوئی حرام چیز شامل نہ ہو اور اسی طرح ایسے اجزاء بھی شامل نہ ہو جن کی وجہ سے دورانِ غسل پانی ہونٹوں تک نہیں پہنچتا ہو، ورنہ وضو اور غسل درست نہیں ہونگے:

"ولابدّ من زوال مايمنع وصول الماء للجسد كشمع و عجين". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الطهارة، فصل فى بيان فرائض الغسل، ص: ۱۰۲، قديمى)

۳......عورت کواونچی ایڑی کا چپل جیسا کی آجکل رواج ہے پہننا جائز ہے یانہیں؟

۴......عورتوں کوکھڑی ایڑی کالیڈی بوٹ جیسا کہ یورپین استعمال کرتی ہیں جائز ہے یانہیں؟

۵......عورتوں کا سرمیں کنگھی یا کلف وغیرہ لگانا جائز ہے یانہیں، کیوں کہ اکثر عورتیں اس وجہ سے لگاتی ہیں کہ بال اور مانگ خراب نہ ہووہ دیرتک ٹھیک رہے؟

۶......جس گھر میں کسی غیرمحرم کا گذر نہ ہوتو ایسے گھر میں عورتوں کو گلے کھلی نصف آستین کی قمیص یا جمپر پہننا جائز ہے یانہیں؟

۷......مصری قطع کا برقع جس کا ناف سے اوپر کا حصہ علیحدہ اور بدن پرفٹ ہوتا ہے عورتوں کواوڑھنا جائز ہے یانہیں؟

المستفتی: فضل الرحمان سرساوی، ضلع سہارنپور، یکم/ رجب المرجب/ ۵۸ھ۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱-۴......جولباس کفار یافساق یامردوں کے ساتھ مخصوص ہے، عورتوں کواس کا استعمال ناجائز ہے، جو مشترک ہے اس کا استعمال جائز ہے، تاہم صلحاء کالباس جوعورتوں کے ساتھ مخصوص ہواس کا استعمال مستحسن ہے، اس سے ان تمام نمبروں کا جواب ہوگیا۔

۵......اگر یہ محض زینت وآرام کے لئے ہوتو جائز ہے بشرطیکہ یہ فساق یا کفار کا شعار نہ ہو۔

۶......لباس کی حیثیت سے جواب آچکا، پردہ کی حیثیت سے جواب یہ ہے کہ محرم سے ان اعضاء کا پردہ نہیں، بشرطیکہ کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

۷......لباس کی حیثیت سے جواب معلوم ہوگیا، فٹ ہونے کی حیثیت سے-جس سے بدن کی کیفیت ظاہر ہو-جواب یہ ہے کہ ایسی حالت میں نامحرم کے سامنے جانا منع ہے:

"قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال". رواه البخاری". مشکوة، ص: ۳۸۰(۱)۔

---

(۱) (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قدیمی)

(وصحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبّهین بالنساء: ۲/۸۷۴، قدیمی)

"قال رسول الله صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". رواه أحمد وأبوداؤد". مشکوة، ص: ۳۷۵(۱)۔

"وأما نظره إلى ذوات محارمه، فنقول: يباح له أن ينظر منها إلى موضع زينتها الظاهرة والباطنة، وهي: الرأس والشعر والعنق والصدر والأذن والعضد والساعد والكف والساق والرجل والوجه". عالمگیری: ۳۰۵/٤(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۷/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ رجب/ ۵۸ھ۔

عورتوں کا چوڑی دار پائجامہ پہننا

سوال[۹۳۲۲]: عورتوں کے لئے چوڑی دار پائجامہ پہننا اور پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے، آیا نماز

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دارالحديث ملتان)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ: "من تشبه بقوم": أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير. قال الطيبي رحمه الله تعالىٰ: هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار". (مرقاة المفاتيح: ۱۵۵/۸، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيديه)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر، الخ: ۳۲۸/۵، رشيديه)

"وينظر الرجل .... من محرمه إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد إن أمن شهوته". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۳۶۶/۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في النظر: ۲۰۰/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۵۵/۸، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۴۵۹/۴، كتاب الكراهية، باب النظر واللمس، مكتبه شركت علميه ملتان)

میں اس کی وجہ سے کسی قسم کی کوئی قباحت تو نہیں، اگر ہے تو کیا؟ و نیز اس کے استعمال سے کسی قسم کا گناہ تو نہیں اگر ہے تو کس قدر؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسے کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے، لیکن چونکہ اس سے جسم کی ہیئت معلوم ہوتی ہے اس لئے اس سے احتیاط چاہیے، خصوصاً ایسے وقت کہ خاندان کے غیر محرم لوگ بھی اس مکان میں رہتے ہوں، مبادا اس حدیث کی وعید میں داخل ہو جائیں:

"مالك عن مسلم بن أبي مريم عن أبي صالح عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أنه قال: نساء كاسيات عاريات مائلات مميلات لايدخلن الجنة ولايجدن ريحها، وريحها يوجد من مسيرة خمس مأة سنة، اه". مؤطا إمام مالك: ۲/۱٦۱(۱)۔ **فقط واللہ اعلم بالصواب۔**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

عورتوں کو نیم آستین کا کرتہ پہننا

سوال[۹۳۲۳]: عورتوں کا یہ فیشن ہو گیا ہے کہ بغیر آستین کے قمیص پہنتی ہیں، بعض نمازی عورتوں نے بھی یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے کہ چولی- جو بے آستین قمیص کی سبب تنگ اور کوتاہ ہوتی ہے- پہن کر سارا جسم کپڑوں سے ڈھانک کر نماز پڑھتی ہیں۔ دریافت یہ ہے کہ ہر وقت یا کبھی کبھی بے آستین قمیص پہننا جائز ہے یا نہیں، اور کیا اس طرح نماز ہو جاتی ہے؟

---

(۱) (مؤطا الإمام مالک، کتاب الجامع، باب ما یکره للنساء لباسه من الثیاب، ص: ۷۰۹، میر محمد، کراچی)

(والصحیح لمسلم، کتاب اللباس، باب النساء الکاسیات العاریات: ۲/۲۱۷، قدیمی)

"وعلى هذا لايحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يَصِف حجمها". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۶، سعيد)

الجواب حامداًومصلیاً:

نماز میں سارا جسم ڈھانکنا ضروری ہے، صرف چہرہ، دونوں ہاتھ گٹوں تک دونوں قدم کھلے رکھنے کی اجازت ہے، شامی (۱)۔ اگر نیم آستین قمیص سے اوپر اس طرح چادر اوڑھ کر نماز پڑھی جائے کہ سب جسم پوشیدہ رہے تو نماز ہو جائے گی (۲)۔ ہاتھ کا کہنی تک یا اوپر تک اپنے محرم باپ، بھائی وغیرہ کے سامنے کھل جائے تو اس پر پکڑ نہیں لیکن نامحرم سے پردہ مکمل لازم ہے (۳) جیسے چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی، خالہ زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، یا دیور وغیرہ (۴)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۵/ ۲۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۵/ ۲۰ھ۔

---

(۱) "وللحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۵، سعید)

"وبدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها و قدميها". (كنز الدقائق مع البحر الرائق: ۱/۴۶۸، رشيديه)

(۲) "و يكفي للمرأة درع ضيق و مقنعة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب شروط الصلوة، ص: ۲۱۰، قديمي)

(۳) "وينظر الرجل من الرجل .... سوى مابين سرته إلى ماتحت ركبته، فالركبته عورة لا السرة .... ومن محرمه هي من لايحل له نكاح أبداً بنسب أو سبب ولو بزنا إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد إن أمن شهوته .... وإلا لا، لا إلى الظهر والبطن .... وينظر من الأجنبية ولو كافرةً -مجتبى- إلى وجهها و كفّيها فقط، للضرورة". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۴، ۳۶۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل النظر، الخ: ۵/۳۲۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في النظر: ۴/۲۰۰، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۴) "ومن محرمه هي من لا يحل له نكاحها أبداً بنسب أوسبب". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۷ سعيد)

سینہ بند اور عورت کا موئے زیر ناف استرے سے لینا

سوال[۹۳۲۴] : باڈی جو عورتیں اپنے پستان پر لگاتی ہیں جائز ہے کہ نہیں؟ موئے زیر ناف اگر استرے سے لینا چاہے تو لے سکتی ہے کہ نہیں؟ موئے زیر ناف لینے کی کوئی حد ہے یا کہ نہیں، کچھ ایام ہیں کہ اتنے روز میں لینا ضروری ہے، یا موئے زیر ناف ساری زندگی نہ لے، جیسا کہ ہمارے ملک میں کچھ قوم ایسی ہیں جو کبھی زیر ناف لیتی ہی نہیں؟ تو وہ شریعت کے مطابق کس جرم کے مرتکب ہیں، اور شریعت کا کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پستان کی حفاظت کے لئے سینہ بند کا استعمال درست ہے(۱)۔ موئے زیر ناف اگر عورت استرہ سے بنائے تب بھی گناہ نہیں ہے، مگر افضل یہ ہے کہ صابون وغیرہ سے صفائی کرے (۲)۔ ہر ہفتہ میں صفائی کرنا اعلیٰ بات ہے، یہ نہ ہو تو پندرہ روز میں صفائی کرلیں، چالیس روز کے اندر بھی گنجائش ہے، اس کے بعد تک صفائی نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، بالکل ہی صفائی نہ کرنا ظاہر ہے اس کے بھی بڑھ کر ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/ ۹/ ۹۷ھ۔

---

(۱) "لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/ ۳۴۹، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۴/ ۳۶۸، رشيديه)

(وكذا أيضاً في تكملة فتح الملهم ۴/ ۸۷، دار العلوم كراچی)

(۲) "والسنة في عانة المرأة النتف". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۴۰۶، سعيد)

(وكذا في الأشباه والنظائر: ۳/ ۳۸۱، الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الأنثى، إدارة القرآن كراچی)

(وأحسن الفتاوى: ۸/ ۷۸، كتاب الحظر والإباحة، بالوں كے احكام، عنوان: زیر ناف بال صاف کرنے کے لئے پاؤڈر کا استعمال، سعید)

(۳) "(والسنة تقليم الأظافير وحلق العانة، الخ) في القنية: يستحب حلق عانته و تنظيف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرةً، فإن لم يفعل ففي خمسة عشر يوماً مرةً، ولا عذر في تركه وراء أربعين". (مجمع =

عورتوں کے لئے فیشن کی چیزیں

سوال[۹۳۲۵]: عورتوں کے لئے کھڑا جوتا پہننا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ذلی سلیپر(۱) اونچی ایڑی گرگابی(۲) وغیرہ پہننا کیسا ہے؟ اور مَردوں کے لئے بوٹ جوتہ وغیرہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور عورتوں کے لئے بال بنانا کلب وغیرہ، اور بالوں کا خفنی پھول بنانا کیسا ہے؟ نیز عورتوں کو چُنا ہوا دوپٹہ جائز ہے یا نہیں؟ اور "من تشبه بقوم فهو منهم"(۳) کا کیا مطلب ہے؟ مع حوالہ تحریر فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اس کے لئے اصلِ کُلی یہ ہے کہ: جو لباس مخصوص ہے مَردوں کے ساتھ اس کا عورتوں کو پہننا جائز نہیں اور جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے اس کا مردوں کو پہننا جائز نہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے(۴)۔ جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہے وہ سب چیزیں منع ہیں،

= الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲۲۶/۴، غفاريه كوئٹه)

"يستحب حلق عانته و تنظيف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرةً، والأفضل يوم الجمعة، وجاز في كل خمسة عشرة، وكره تركه وراء أربعين". (الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الكراهية، ۴۰۶/۶، سعيد)

"ويحلق عانته وينظف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرةً، فإن لم يفعل ففي كل خمسة عشر يوماً، ولا يعذر في تركه وراء الأربعين. فالأسبوع هو الأفضل، والخمسة عشر الأوسط، والأربعون الأبعد، ولا عذرفيما وراء الأربعين، ويستحق الوعيد". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر: ۳۵۷/۵، رشيديه)

(۱)"ذلی سلیپر:(Slipper) ایڑھی کا جوتا"۔ زیر پائی، (English to English & Urdu Dictionary, Page: 868, Feroz Sons, Lahore)

(۲)"گرگابی: جوتا جو صرف پنجے تک ہوتا ہے"۔(فیروز اللغات، ص: ۱۰۹۲، فیروز سنز، لاهور)

(۳) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(۴) "وعنه (ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما) قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس،=

بعض کی ممانعت زیادہ درجہ کی ہے اور بعض کی کم درجہ کی ہے، ان سب کو ترک کر کے صلحاء کا لباس اختیار کرنا چاہیے(۱):

"عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما، عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم أنه لعن المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهین من الرجال بالنساء بأن یلبس لبسة النساء أو تزیّا بزیّهن". قال النووی فی الروضة: والصواب أن التشبه بالرجال للنساء أو عکسه حرام. "عن أبی هریرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم الرجل یلبس لبسة المرأة، والمرأة تلبس لبسة الرجل".

"عن ابن أبی ملیکة قال: قیل لعائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها: إن المرأة تلبس النعل الذی یلبسه الرجال، فقالت: لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم الرجلة من النساء". وهی المترجلة، یقال: امرأة رجلة إذا تشبهت بالرجل فی الزیّ، فأما فی العلم والرأی محمود، منه أن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها کانت رجلة الرأی". بذل المجهود: ۵/۵۷(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف۔

مردانہ لباس عورتوں کے لئے

سوال[۹۳۲۶]: عورتوں کے لئے بنیان، شلوار، جاکٹ، قمیص پہننے کا کیا حکم ہے؟

سعید احمد کھیڑہ افغانوی۔

= باب الترجل، ص: ۵۸۰، قدیمی)

(۱) "عنه (ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما) قال: قال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحدیث ملتان)

(۲) (بذل المجهود شرح أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء: ۵/۵۷، معهد الخلیل الإسلامی کراچی)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر یہ مردوں اور کفار یا فساق کا مخصوص شعار نہیں تو جائز ہے، ورنہ نا جائز ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ ۸/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۱/ شعبان۔

عورت کے لئے انگیہ کا استعمال

سوال [۹۳۲۷]: عورت کے لئے بری سیر (انگیہ) کا استعمال کیسا ہے، کیا دونوں قسم کی بری سیر لینی پستان کو پست کرنے اور ابھارنے والے کا حکم یکساں ہے یا فرق ہے؟ نیز زینت کے لئے لپ اسٹک سیندور وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) "وعنه (ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما) قال: قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لعن الله المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال". (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قدیمی)

"عنه (ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما) قال: قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب لبس الشهرة: ۲/ ۵۵۸، دارالحدیث ملتان)

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "من تشبه بقوم": أی من شبّه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار، أو باهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم والخیر. قال الطیبی رحمه الله تعالیٰ: هذا عام فی الخَلق والخُلق والشعار". (مرقاة المفاتیح: ۸/ ۱۵۵، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷)، رشیدیه)

(سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۲/ ۵۵۸، دار الحدیث ملتان)

"لا بأس بلبس الثیاب الجمیلة إذا کان لا ینکر علیه فیه". (البحرالرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس: ۸/ ۳۴۹، رشیدیه)

الجواب حامداًومصلیاً:

جو چیز کفار اورفساق کا شعار ہو اس کا استعمال ممنوع ہے (۱)، پھر کفار کا مذہبی شعار کی ممانعت بہت شدید ہے (۲)۔ جو چیز مردوں کا شعار ہے اس کا استعمال عورتوں کو ممنوع ہے (۳)۔ ایسا لباس جو بدن کی ہیئت کو ظاہر ونمایاں کرتا ہو وہ بھی ان کے حق میں ممنوع ہے (۴)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

چوڑیاں پہننا

سوال[۹۳۲۸] : چوڑیاں پہننا کیسا ہے؟

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''مردانہ لباس عورتوں کے لئے''۔)

(۲) کفار کے مذہبی شعار کو اپنانے کو بعض صورتوں میں فقہائے کرام نے کفر تک قرار دیا ہے:

''رجل اشترى يوم النيروز شيئاً لم يكن يشتريه قبل ذلك، إن أراد به تعظيم النيروز كما يعظّمه المشركون، كفر''. (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية: ۳۴۰/۴، رشيديه)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر للملاعلي القاريؒ، فصل في الكفر صريحاً وكنايةً، ص: ۱۸۶، قديمي)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، السادس في التشبيه: ۳۳۴/۶، رشيديه)

(۳) ''عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: لعن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال''. (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين: ۸۷۴/۲، قديمي)

(وكذا في مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قديمي)

(وكذا في الجامع الصغير مع فيض القدير: ۴۹۹۴/۱۰، (رقم الحديث: ۷۲۶۵)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۴) قال العلامة الشامي بعد نقل أقوال الفقهاء: ''وعلى هذا لا يحل النظر إلىٰ عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يَصِف حجمها: فيحمل مامرّ على ما إذا لم يَصِف حجمها''. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۳۶۶/۶، سعيد)

الجواب حامداًومصلیاً:

جائز ہے (صرف عورتوں کے لئے مردوں کو منع ہے(۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

آوازدار چوڑی پہننا

سوال[۹۳۲۹]: رسالہ ''مولوی'' میں تحریر تھا کہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

---

(۱) ''وعن ثوبان رضی اللہ تعالی عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا سافر كان آخر عهده بإنسان من أهله فاطمة، وأول من يدخل عليها فاطمة، فقدم من غزاة، وقد علقت مسحاً أو ستراً على بابها، وحلت الحسن والحسين قُلبين من فضة، فقدم فلم يدخل، فظنت أن مامنعه أن يدخل مار آى، فهتكت الستر، وفكت القُلبين عن الصبيين، وقعطته منهما، فانطلقا إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يبكيان، فأخذه منهما فقال: ''ياثوبان! اذهب بهذا إلى فلان، إن هؤلاء أهلي أكره أن يأكلوا طيباتهم في حياتهم الدنيا، ياثوبان! اشتر لفاطمة قلادة من عصب، وسوارين من عاج''. (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثانی، ص: ۳۸۳، قديمی)

قال الملا على القاری رحمه الله تعالىٰ: ''(قُلبين) بضم القاف: أی سوارين .... (منعه أن يدخل): أی بيت فاطمة لما ر آی بنور النبوة وظهور المكاشفة تستر بابها، وتغيير جنابها بإلباس أولادها مالايجوز لهما من اللبس .... ولعل القلبين كانا في يدی فاطمة رضی الله تعالىٰ عنها، وألبستهما الحسنين على ظن أنه يجوز لهما لبسهما، فلما عاقبها النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بهجرتها، وعاقبها على ماصدر منها في صورة عصيانها، وكفرها بالصدقة عنها وعن أولادها، يجبرها بشراء القلادة والسوارين لتلبسهما احترازاً من التشبه بالرجال''. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثانی: ۲۴۷/۸، ۲۴۹، رشيديه)

'يجوز للنساء لبس أنواع الحلی كلها من الذهب والفضة، والخاتم والحلقة والسوار والخلخال والطوق والعقد والتعاويذ والقلائد وغيرها''. (إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال: ۲۹۳/۱۷، إدارة القرآن كراچی)

''يحرم أيضاً تشبه الرجال بالنساء في اللباس والزينة، كالأساور والعقود (الأطواق) والأقواط''. (الفقه الإسلامی وأدلته، كتاب الحظر والإباحة، تاسعاً: الترجل والتخنث: ۲۶۸۳/۴، رشيديه)

کہ: عورتوں کو چوڑی پہننا چاہیے اور مہندی لگانا چاہیے، اس کی آواز سے برکت ہوتی ہے۔ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

عورتوں کے لئے مہندی لگانے کا حکم احادیث میں موجود ہے، کذا فی المشکوہ، باب الترجل، ص: ۳۸۳(۱)۔ مگر آواز دار چوڑی کے متعلق روایت مسئولہ میں نے نہیں دیکھی، آواز والا جلاجل اور جرس کی ممانعت حدیث میں صراحۃً آئی ہے:

"عن ابن الزبير أن مولاةً لهم ذهبت بابنة الزبير إلي عمر ابن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه وفى رجلها أجراس، فقطعها عمر، وقال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "مع كل جرس شيطان". رواه أبو داؤد"(۲)۔

"وعن بنانة مولاة عبدالرحمن ابن حيّان الأنصارى كانت عند عائشة رضى الله تعالىٰ عنها إذا دخلت عليها بجارية وعليها جلاجل يصوتن، فقالت: لاتدخلنها علىّ إلا أن تقطع جلاجلها، سمعت رسول الله صلي الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "لاتدخل الملائكة بيتاً فيه جرس". رواه أبوداؤد". مشكوة شريف، باب النعال، ص: ۳۷۹(۳)۔

---

(۱) "عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنه أن هندا بنت عتبة قالت: يانبي الله! بايعنى، فقال: "لا أبايعک حتى تغيرى كفيک، فكأنهما كفا سبع". رواه أبو داؤد".

"وعنها رضى الله تعالىٰ عنها قالت: "أومت امرأة من وراء ستر، بيدها كتاب إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقبض النبى صلي الله تعالىٰ عليه وسلم يده، فقال: "ماأدرى أيد رجل أم يد امرأة". قالت: بل يد امرأة، قال: "لو كنت امرأةً، لغيرت أظفارک". يعنى بالحناء". رواه أبو داؤد والنسائى". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثانى، ص: ۳۸۳، قديمى)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الخاتم، الفصل الثانى، ص: ۳۷۹، قديمى)

(۳) (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

سوال والی حدیث سے پہلے یہ دونوں حدیثیں ہیں۔ مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ شریف میں دیکھ لیجئے (۱)۔ روایت مسئولہ کے الفاظ اور حوالہ اگر رسالہ ''مولوی'' میں ہو، نقل کیجئے تا کہ اس کی تحقیق کی جاسکے۔ رسالہ مولوی اہل علم کا رسالہ نہیں کہ اس کی نقل کردہ ہر روایت اور ہر مسئلہ قابل اعتماد ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (مظاهر حق جديد، كتاب اللباس، کنگھی کرنے کا بیان، عورتوں کو ہاتھوں پر مہندی لگانا مستحب ہے: ۴/ ۲۱۵، دارالاشاعت كراچی)

الفصل الخامس فی الثیاب المحرمة وغیرها

(ناجائز لباس کا بیان)

مرد کے لئے مخمل کا استعمال

سوال[۹۳۳۰]: مخمل کا استعمال مرد کے لئے درست ہے یا نہیں، کیونکہ وہ ریشم تو ہوتا نہیں، مثلاً مخمل کی ٹوپی عام طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو ریشم نہ ہو، اس کا استعمال مرد کے لئے جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳/۹/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴/۹/۹۲ھ۔

ریشم کا کپڑا اور کیڑا

سوال[۹۳۳۱]: "دود القز" کی تعریف فقہاء نے کیا فرمائی ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ دود القز کی تعریف میری نظر سے عبارتِ ذیل میں مذکور ہے:

---

(۱) "فإن الإسلام .... لم يقصره على نوع دون نوع، ولم يقرّر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئةً خاصةً من اللباس، ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة، وإنما وضع مجموعةً من المبادى". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۸۷/۴، دار العلوم كراتشى)

"لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل فى اللبس: ۳۴۹/۸، رشيديه)

(وكذا فى مجمع الأنهر، كتاب الكراهية: ۱۹۱/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

''دود القز کے انڈے سابودانہ(۱) کے مانند ہوتے ہیں، پہلے ان بیضوں کو تقریباً پانچ ماہ تک گھر میں رکھا جاتا ہے، جب ایک موسم آتا ہے تو اس وقت ایک خاص قسم کے برگ(۲) میں رکھا جاتا ہے حفاظت سے؛ چند روز بعد اس میں سے کیڑے پیدا ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ بڑھنے لگتے ہیں اور پتی کھاتے ہیں۔ جب ان کا بڑھنا ختم ہو جاتا ہے تو شہادت کی انگلی کے مانند بن جاتے ہیں، اس کے بعد نقلِ مکان کرتے ہیں۔ ان کو کیلے کے خشک پتے میں رکھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد کیڑے کے چاروں طرف ایک سوت لپٹا رہتا ہے، چند روز میں وہ سوت ایک قسم کا گالہ(۳) سا بن جاتا ہے۔ اور وہ کیڑا آہستہ آہستہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور اندر رہ جاتا ہے تو وہ کیڑا اسی گالہ کو کاٹ کر نکل جاتا ہے مانند شہد کی مکھی کے، اور سوت کا سوت رہ جاتا ہے تو پھر اس سے کپڑا تیار ہوتا ہے، اس کو ریشمی کپڑا کہا جاتا ہے یا نہیں''۔

اس کپڑے کا استعمال جائز ہے یا نہیں، اس سے نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور کیڑے کی تعریف جو میں نے کی، فقہاء کی تعریف کے مطابق ہے یا نہیں، کیونکہ کہ آسام کے بعض علماء اس کیڑے کو دیکھتے ہوئے اس کپڑے کو مردوں کے لئے جائز کہتے ہیں؟

عبدالمتین کچھاڑی، صوبہ آسام۔

الجواب حامداًومصلیاً:

''أما دود القز، فيقال لها: الدودة الهندية، وهي من أعجب المخلوقات، وذلك أنه

---

(۱) ''سابودانہ: ساگودانہ'' (فیروز اللغات، ص: ۷۶۰، فیروز سنز، لاھور)

''سابودانہ: ساگودانہ، ایک قسم کی خوراک''۔ (نور اللغات: ۲۶۶/۳، سنگ میل پبلی کیشنرز لاھور)

(۲) ''برگ: پتا، ورق، پات''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۹۶، فیروز سنز، لاھور)

''برگ: پتہ، توشہ سامان''۔ (نور اللغات: ۵۸۵/۱، سنگ میل پبلی کیشنرز لاھور)

(۳) ''گالہ: دھنی ہوئی روئی کا چھوٹا سا گپھا، برف کی مانند سفید چیز''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۷۸، فیروز سنز، لاھور)

يكون أولاً بزراً في قدرحب التين، ثم يخرج الدود عنه في فصل الربيع، ويكون عند الخروج أصغر من الذر وفي لونه. ويخرج من الأماكن الدفئة من غير حضن إذا كان مصروراً مجعولاً في حق، وربما تأخر خروجه، فتصره النساء وتجعله تحت ثديهن. وإذا خرج أطعم ورق التوت الأبيض، ولايزال يكبر ويعظم إلى أن يصير في قدر الأصبع. وينتقل من السواد إلى البياض أولاً فأولاً، وذلك في مدة ستين يوماً على الأكثر، ثم يأخذ في النسج على نفسه بما يخرجه من فيه إلى أن ينفد مافي جوفه منه ويكمل عليه مايبنيه إلى أن يصير كهيئة الجوزة، ويبقى فيه محبوساً قريباً من عشرة أيام، ثم ينقب عن نفسه تلك الجوزة، فيخرج منها فراش أبيض، له جناحان لايسكنان من الاضطراب.

وعند خروجه يهيج إلى السفاد، فيلصق الذكر ذنبه بذنب الأنثى ويلتحمان مدةً، ثم يفترقان وتبزر الأنثى البزر الذي تقدم ذكره على خرق بيض تفرش له قصداً إلى أن ينفذ ما فيها منه. ثم يموتان هذا إن أريد منها البزر، وإن أريد الحرير، ترك في الشمس بعد فراغه من النسج بعشرة أيام يوماً أو بعض يوم، فيموت. وفيه من أسرار الطبيعة أنه يهلك من صوت الرعد وضرب الطست والهاون ومن شم الخل والدخان ومس الحائض والجنب، ويخشى عليه من الفار والعصفور والنمل والوزغ وكثرة الحر والبرد، اه". حيوة الحيوان، ص: ۳٤۱(۱)۔

وقريب منه ما في عجائب المخلوقات: ۳۱۸/۲(۲)۔

خالص اصلی ریشم پہننا مرد کو ناجائز ہے، مگر چار انگشت کی مقدار جائز ہے اور جس کا بانا ریشم ہے (۳) اور

---

(۱) (حيوة الحيوان، باب الدال المهملة: ۴۷۵/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "دودة القز: دويبة إذا شبعت من الرعي، طلبت مواضعها في الأشجار والشوك ومضت، الخ".
(عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات، للقزويني رحمه الله تعالىٰ، النوع السابع من الحيوان الهوام والحشرات، ص: ۲٦۵، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۳) "بانا: تانا کے خلاف، وہ تار جسے جولاہے کپڑے کی عرض میں بنتے ہیں"۔(نور اللغات، ص: ۵۱۵، سنگ میل لاهور)

تانا سوت وغیرہ کچھ اور ہے(۱)، وہ بھی خالص ریشم کے حکم میں ہے اور عورت کو جائز ہے:

"ویحل للنساء لبس الحریر، ولایحل للرجال إلا قدر أربع أصابع کالعلم. ولا بأس بلبس ماسواه إبریسم ولحمته غیره وعکسه لایلبس إلا فی الحرب، ویکره لبس خالصه خلافاً لهما". المنتقی: ۲/۵۲۲(۲)۔

مرد کو ریشمی کپڑا پہننا جس طرح ناجائز ہے، اس کو پہن کر نماز بھی مکروہ ہے:

"والثوب الحریر والمغصوب وأرض الغیر تصح فیها الصلوة مع الکراهة: أی التحریمة، ذکره السید. وفی السراج والقهستانی: تکره فی الثوب الحریر والثوب المغصوب وإن صحت، والصواب إلی الله تعالیٰ، اه". مراقی الفلاح وطحطاوی(۳)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرہ، ۶/محرم/۵۶ھ، صحیح: عبد اللطیف، ۶/محرم الحرام/۵۹ھ۔

---

(۱) "تانا: سوت کے دھاگے جو کپڑا بنے میں لمبائی کی طرف ہوں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۳۹، فیروز سنز لاهور)

(۲) (الدر المنتقی فی شرح الملتقی علی مجمع الأنهر، کتاب اللباس: ۴/۱۹۴، غفاریه)

"ویحل للنساء لبس الحریر، ولایحل للرجال إلا قدر أربع أصابع کالعلم .... ولا بأس بلبس ماسداه إبریسم ولحمته غیره وعکسه لایلبس إلا فی الحرب، ویکره لبس خالصه، خلافاً لهما". (مجمع الأنهر، المصدر السابق)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب اللباس، فصل فی اللبس: ۸/۳۴۷، رشیدیه)

(۳) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب شروط الصلوة وأرکانها، ص: ۲۱۱، قدیمی)

"والرابع ستر عورته: أی ولو بما لایحل لبسه کثوب حریر، وإن أثم بلا عذر، کالصلوة فی الأرض المغصوبة". (ردالمحتار، کتاب الصلوة، مطلب فی ستر العورة: ۱/۴۰۴، سعید)

"أطلق فیما یستر به ما یباح لبسه ومالا یباح، فلو سترها بثوب حریر وصلی، صحت وأثم، کالصلوة فی الأرض المغصوبة، ولو لم یجد یصلی فیه لا عریاناً". (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۶۷، رشیدیه)

ریشمی جبہ

سوال[۹۳۳۲]: ایک صاحب نے امام صاحب کو جبہ لیڈی منٹن بنا کر پیش کیا(۱)، جس پر کچھ گوٹہ کا کام بھی ہوا ہے(۲) گلے کی پٹی پر بظاہر لیڈی منٹن کا ریشمی کپڑا بولا جاتا ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ حقیقتاً ریشم نہیں ہے۔ ایسی شکل میں اس کے استعمال میں کچھ حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ریشمی لباس تو مرد کو جائز نہیں (۳)، ریشمی نہ ہو تو درست ہے (۴) بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کا شعار نہ ہو(۵)۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۹۲ھ۔

---

(۱) ''منٹن: چغہ''۔(English to English Dictionary, Page 510, Feroz Sonz Lahore)

(۲) ''گوٹہ: کناری، چاندی یا سونے کے تاروں کا باختہ، تِلّی لیس''۔(فیروز اللغات، ص: ۱۱۲، فیروز سنز لاهور)

(۳) "عن عمر، وأنس، وابن الزبير، وأبی أمامة رضی الله تعالیٰ عنهم عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "من لبس الحرير فی الدنيا، لم يلبسه فی الأخرة". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قديمی)

"عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "إنما يلبس الحرير فی الدنيا مَن لا خلاق له فی الأخرة". (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

"يجب أن يعلم أن لبس الحرير –وهو ما كانت لحمته حريراً وسداه حريراً– حرامٌ على الرجال فی جميع الأحوال عند أبی حنيفة رحمه الله تعالیٰ. وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالیٰ: لا يكره فی حالة الحرب، ويكره فی غير حالة الحرب". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع فی اللبس مايكره من ذلك ومالا يكره: ۵/۳۳۱، رشيديه)

"يكره لبس الحرير للذكور، صغيراً كان أو كبيراً". (الفتاویٰ السراجيه، باب فی اللبس، ص: ۷۵، سعيد)

(۴) "لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل فی اللبس: ۸/۳۴۹، رشيديه)

(۵) "وعنه (ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "من تشبه =

ریشمی رومال وازار بند

سوال[۹۳۳۳]: ریشمی رومال اورازار بند مردوں کواستعمال کرنا درست ہے یا نادرست؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ازار بند خالص ریشمی اور جس کا بانا ریشمی ہو، مرد کو ناجائز ہے(۱)، البتہ اگر تانا ریشمی ہو(۲) اور بانا سوت وغیرہ کچھ اَور ہو تو جائز ہے، نفسِ رومال جائز ہے، اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو ناجائز ہے اور قیمتی ہونا تکبر کی علامت ہے:

"لبس الحرير الخالص حرام على الرجل إلا لدفع القمل أو حكة، كمافي الحداد من غاية البيان". كذا في واقعات المفتين(٣)۔

"يكره ما لحمته حرير و سداه غير ذلك، لا بأس بلبس الحرير للرجل في حالة الحرب، لا بأس بلبس ما سداه حرير ولحمته غير ذلك". فتاویٰ سراجيه(٤)۔

"وقال في المحيط: وكذا تكة الحرير و لبنته و هو لقب لا يحل للرجال؛ لأنه استعمال تام". زيلعي(٥)۔

= بقوم، فهو منهم". (أبو داؤد كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة ٢/٥٥٨، دار الحديث)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ٣٧٥، قديمي)

قال علي القاري: "أي من شبه بالكفار مثلاً في اللباس و غيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالىٰ......... (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ٨/١٥٥، (رقم الحديث: ٤٣٤٧)، رشيديه)

(١) "بانا: تانا کے خلاف، وہ تار جسے جولاہے کپڑے کی عرض میں بنتے ہیں"۔(نور اللغات، ص: ٥١٥، سنگ میل پبلی کیشنز لاهور)

(٢) "تانا: سوت کے دھاگے جو کپڑا اپنے میں لمبائی کی طرف ہوں"۔(فیروز اللغات، ص: ٣٣٩، فیروز سنز لاهور)

(٣) لم أجد

(٤) (الفتاویٰ السراجية، كتاب الاستحسان، باب اللبس، ص: ٧٥، سعيد)

(٥) (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ٧/٣٢، دار الكتب العلمية بيروت) =

"لا یکره خرقة لوضوء أو مخاط أو عرق لو لحاجة، ولو للتكبر تكره". قال الشامی: "والخرقة المقوّمة دليل الكبر، بزازية. وبه علم أنه لا يصح أن يراد بالخرقة ما يشمل الحرير، اهـ". الشامی(۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا ہر ریشم کیڑے سے بنتا ہے

سوال[۹۳۳۴]: ریشم یا ریشمی کپڑا صرف کیڑے سے بنتا ہے یا اَور چیز سے بھی ریشم تیار ہوتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ریشم اصلی تو وہی ہے جو کیڑے سے بنتا ہے، لیکن نقلی ریشم بھی ولایت سے آتا ہے جو کسی اَور چیز سے بنتا ہے(۲)۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۹/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس، ص: ۵/ ۳۳۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۸، رشيديه)

(۱) (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في النظر: ۶/۳۶۳، سعيد)

"ولا بأس بخرقة الوضوء والمخاط. وفي الجامع الصغير: يكره الخرقة التي تحمل ليمسح بها العرق؛ لأنها بدعة محدثة، والصحيح أنه لا يكره. وحاصله أن من فعل شيئاً من ذلك تكبراً، فهو مكروه، ومن فعل ذلك لحاجة وضرورة، لم يكره". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس: ۵/۳۳۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في النظر: ۸/۳۵۰، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۷/۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الدميري: "أما دود القز، فيقال لها: الدودة الهندية، وهي من أعجب المخلوقات، وذلك أنه يكون أولاً بزراً .... هذا إن أريد منها البزر، وإن أريد الحرير، ترك في الشمس بعد فراغه من النسج بعشرة أيام". (حيوة الحيوان، باب الدال المهملة: ۱/۴۷۵، دار الكتب العلمية بيروت) =

ٹیرلین کا استعمال

سوال[۹۳۳۵]: آج کل لوگ عام طریقے سے ٹیرلین اور ٹیری کوٹ (کپڑے) کا کرتا قمیص اور شیروانی وغیرہ لباس پہنتے ہیں۔ کیا شرعی اعتبار سے اس کے استعمال میں کوئی قباحت ہے، اور اس قسم کا لباس کو پہن کر نماز پڑھنے یا پڑھانے میں کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ ناپاک نہیں اور اس میں ستر پورا ہے، نیز وہ کفار یا فساق کا شعار نہیں تو اس کا استعمال درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نائیلون کا استعمال

سوال[۹۳۳۶]: نائیلون کا کپڑا جائز ہے یا نہیں، کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ اس میں سور کی چربی ڈالی جاتی ہے؟

محمد ارشد کاندھلہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے تحقیق نہیں، اگر سور کی چربی ڈالی جاتی ہے تو یہ ناپاک ہے، استعمال درست نہیں(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

= (وكذا في عجائب المخلوقات، النوع السابع من الحيوان: الهوام، ص: ۲۶۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) "فإن الإسلام .... لم يقصره على نوع دون نوع، ولم يقرّر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئةً خاصةً من اللباس ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة، وإنما وضع مجموعةً من المبادى". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۸۷/۴، دار العلوم كراتشي)

"لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۴۹/۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية: ۱۹۱/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) "(خلا جلد خنزير، فلا يطهر، الخ): أي لأنه نجس العين، بمعنى أن ذاته بجميع أجزائه نجسة حياً=

مرد کے لئے کون کونسے رنگ ناجائز ہیں

سوال[۹۳۳۷]: مرد کے لئے کون کون سے رنگ ناجائز ہیں؟

مولوی محمد اقبال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وكره لبس المعصفر والمزعفر الأحمر والأصفر للرجال، ولا بأس بسائر الألوان".

تنویر: ۳۵۱/۵(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۴/۲/۱۳ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= وميتاً". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الطهارة، مطلب في أحكام الدباغة: ۲۰۴/۱، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الطهارة، باب الماء الذي يجوز به الوضوء: ۴۱/۱، مكتبه شركت علميه)

(۱) (تنوير الأبصار على هامش ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۵۸/۶، سعيد)

"يكره للرجال أن يلبسوا الثوب المصبوغ بالعصفر أو الورس أو الزعفران". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۴۹/۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۱۹۱/۴، غفاريه كوئٹه)

الفصل السادس في أشياء الزينة

(زیب وزینت کی اشیاء کا بیان)

عورتوں کے لئے لپ اسٹک لگانا کیسا ہے؟

سوال[۹۳۳۸]: عورتوں کو لپ اسٹک لگانا جائز ہے یا نہیں؟ کیا ایک شادی شدہ عورت اپنے شوہر کے حکم کے باعث لپ اسٹک استعمال کر کے موٹر کار میں بیٹھ کر یا پیدل کسی کام سے یا یونہی تفریحاً جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیزیں کفار یا فساق کا شعار ہیں ان کو استعمال کرنا درست نہیں، اسی طرح جو چیزیں مَردوں کا شعار ہیں ان کو استعمال کرنا عورتوں کو درست نہیں (۱)۔ مسئولہ چیزوں میں اگر کوئی چیز نجس ہو تب بھی استعمال ممنوع ہوگا۔ اگر کوئی ایسی چیز ہو جس کی وجہ سے فرض وضو وغسل میں کوتاہی رہتی ہو یعنی پانی پہونچنے سے مانع ہو تو فریضۂ طہارت ناتمام رہے گا (۲)۔ جو چیزیں عرفاً شادی شدہ کا شعار ہے اس کو غیر شادی شدہ استعمال کرے تو اس میں ایک طرح کی تلبیس ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۲/۳۷۵، قديمي)

(۲) قال الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "ويجب: أي يفرض غسل كل مايمكن من البدن بلاحرج مرةً ...... ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين أسنانه أو في سنه المجوف، به يفتي. وقيل: إن صلباً منع، وهو الأصح". (الدرالمختار: ۱/۱۵۲، ۱۵۳، بحث الغسل، سعيد)

لڑکوں کے لئے کریم پاؤڈر کا استعمال

سوال[۹۳۳۹] : چند لڑکے کریم پاؤڈر لگاتے ہیں، کیا مردوں کو لگانا جائز ہے؟ ظاہر ہے جب دن کو لگاتے ہیں تو زینت ہی مقصود ہوتی ہے۔

نذیر احمد مظفر نگری، متعلم دارالعلوم دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیزیں عورتوں کا شعار ہوں مَردوں کو اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے(۱)۔اسی طرح جو چیز کفار یا فساق کا شعار ہو اس کے بھی استعمال کی اجازت نہیں (۲)۔اسی قاعدہ پر اپنے سوال کو جانچ کر جواب نکال لیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۴ھ۔

لبوں پر سرخی

سوال[۹۳۴۰] : عورتوں میں رواج ہے کہ ہونٹوں پر سرخی لگاتی ہیں۔کیا یہ مناسب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل خوبصورتی کو فنا کر کے مصنوعی خوبصورتی کو اس کی جگہ پیدا کرنا جو کہ عقل ودانش اور ذوقِ سلیم کے

---

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال: "لعن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال". (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھین بالنساء: ۸۷۴/۲، قدیمی)

(ومشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قدیمی)

(۲) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : "من تشبه بقوم، فھو منھم". (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ: ۵۵۸/۲، دارالحدیث)

(والجامع الصغیر مع فیض القدیر: ۵۷۴۳/۱۱، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبه نزار مصطفیٰ الباز، ریاض)

بھی خلاف ہے(۱)، اگر اس میں کوئی ناپاک چیز ہو جیسے عامۃً اسپرٹ ہوتی ہے تو ہونٹوں اور چہرے کی ناپاکی کا بھی حکم ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۹ھ۔

بالوں ہونٹوں پر سرخی

سوال[۹۳۴۱]: کیا عورتیں بنے ہوئے لمبے بالوں، ہونٹوں پر سرخی اور آنکھوں کے پلکوں پر رنگ کرکے نماز پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ سرخی ایسی ہے جس نے بالوں اور ہونٹوں کو ڈھانک لیا اور طہارت میں پانی وہاں نہیں پہونچتا تو طہارت ناممکن رہے گی اور نماز نہیں ہوگی (۳)۔ اگر کسی دوسرے بنے ہوئے بالوں میں لگائیں تو اس سے

---

(۱) عورت کے لئے نفس تزئین اختیار کرنا گھر کے اندر شوہر کی اجازت سے جائز ہے:

"وأما التحمير ونحوه فيجوز بإذن الزوج وفي داخل البيت، ويحرم بغير إذن الزوج وخارج المنزل". (الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الحظر والإباحة، تاسعاً: الترجل والتخنث: ۲۶۸۳/۴، رشيديه)

(۲) آج کل عموماً اسپرٹ چونکہ پاک اشیا سے بنائی جاتی ہے، لہٰذا اسپرٹ مرکبات میں استعمال کرنا مباح ہے، اور اس کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

"وإن معظم الكوحل التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لاتتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا في باب بيع الخمر كتاب البيوع، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى. والله سبحانه اعلم". (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة، حكم الكوحل المسكرة: ۶۰۸/۳، دارالعلوم كراچي)

(۳) "ويجب: أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرةً، كأذن وسرة وشارب، حاجب .... ولا يمنع الطهارة ونيم: أي خرء ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته وحناء ولو جرمه، به يفتي". (الدرالمختار: ۱۵۲/۱، ۱۵۴، مطلب: أبحاث الغسل، سعيد) .... =

طہارت ناممکن نہیں رہے گی، لیکن دوسرے بال اپنے بالوں میں اس طرح لگانا تاکہ اصلی بال معلوم ہوں درست نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۱۴، الفصل الأول فی فرائض الوضوء، رشیدیه)

(وکذا فی مراقی الفلاح: ۱/۶۳، قدیمی)

الفصل السابع فی المتفرقات

علماء کی مستورات کا فیشن حجتِ شرعیہ نہیں؟

سوال[۹۳۴۲]: کتاب ''دوزخ کا کھٹکا'' میں لکھا ہے کہ پاؤڈر، سرخی، مانگ جوڑا باندھنا، جد طرز کا کالا برقعہ، ان کا استعمال عورتوں کو ممنوع ہے، مگر آج کی جدید عورت اعتراض کرتی ہے کہ یہ سب فیشن عل کے یہاں بھی موجود ہیں، پس علماء کی عورتوں کا یہ فعل حجت ہے۔ ایسے ہی مَردوں کو کوٹ پتلون، ٹخنوں کے ن کپڑ الٹکانا، ان کا استعمال ''من تشبه بقوم فهو منهم''(۱) میں داخل ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مَردوں کو ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا لنگی مکروہ تحریمی ہے، حدیث شریف میں اس پر وعید آئی ہے(۲ لباس کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ جو لباس سنت سے ثابت ہے وہ یقیناً اعلیٰ اور افضل ہے(۳) اور جو لباس ممنو

---

(۱) ''عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''إنما يلب الحرير في الدنيا مَن لا خلاق له في الأخرة''. (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ص ۳۷۳، قديمي)

(۲) ''عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''ما أسفل ، الكعبين من الإزار في النار''. (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب موضع الإزار، ص: ۲۵۵، قديمي)

قال النوويؒ: ''فما نزل عن الكعبين، فهو ممنوع، فإن كان للخيلاء، فهو ممنوع منع تحريم

(شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۱۹۵/۲، قديمي)

(وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب اللباس: ۱۲۹/۸، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة﴾ (سورة الأحزاب: ۲۱)

ہے، مثلاً: مرد کے لئے ریشمی لباس (۱)، یا عورتوں کے لئے ایسا لباس جس سے جسم نظر آئے اس کی اجازت نہیں (۲)۔ اس کے علاوہ جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہو، اس کا اختیار کرنا درست نہیں (۳)۔

علماء کی مستورات اگر ناجائز لباس اختیار کریں اور علماء ان کو منع کریں مگر وہ نہ مانیں، سرکشی اور بغاوت کر کے ناجائز لباس اختیار کریں تو اس کی وجہ سے علماء پر کوئی الزام نہیں (۴)۔ اگر علماء ان کو ناجائز لباس کی

= "وعن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "من تمسک بسنتی عند فساد أمتی، فله أجر مأة شهيد". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثانی، ص: ۳۰، قديمی)

(۱) "فی فتاوی قاضی خان: لبس الحرير المصمت حرام فی الحرب وغيره، كما يكره لباس الصبيان الذكور أيضاً، ويكون الإثم علی من ألبسهم. وقال أبو يوسف و محمد رحمهما الله تعالیٰ: لابأس بلبس الحرير فی الحرب". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس: ۸/ ۱۳۱، رشيديه)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع فی اللبس: ۵/ ۳۳۱، رشيديه)

(۲) قال العثمانی مدظله العالی: "فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل و المرأة، لاتقره الشريعة الإسلامية مهما كان جميلاً وموافقاً لدور الأزياء. وكذلک اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذی يحكی للناظر شكل حصةٍ من الحسم الذی يجب ستره، فهو فی حكم ما سبق فی الحرمة و عدم الجواز". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/۸۸، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۳) "وعنه (ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قديمی)

قال القاری: "أی من شبّه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس و غيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم أو الخير عند الله تعالیٰ.......... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيديه)

(وكذا فی فيض القدير: ۱۱/ ۵۷۴۳، مكتبه نزار مصطفی الباز رياض)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿وما علينا إلا البلاغ المبين﴾ (سورة يٰس: ۱۷)

قال الحافظ ابن كثير: "يقولون: "إنما علينا أن نبلغكم ما أرسلنا به إليكم، فإذا أطعتم كانت لكم السعادة فی الدنيا والأخرة، وإن لم تجيبوا فستعلمون غب ذلک، والله أعلم". (تفسير ابن كثير:=

اجازت دیں، یا منع نہ کریں، یا ان کے ناجائز لباس سے راضی ہوں تو ان کا ایسا کرنا شرعاً قابلِ اعتبار نہیں، اس کو حجتِ شرعیہ قرار نہیں دیا جاسکتا (۱)۔

کفار کے شعار غیر مذہبی کو اختیار کرنا مکروہ تحریمی ہے جو کہ حرام کے قریب ہے (۲) اور ان کے شعارِ مذہبی کو اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں، یہ کفر کے قریب ہے (۳)۔ امید ہے کہ اس سلسلہ کی تمام جزئیات کا حکم سمجھ میں آجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۵/۲۶ھ۔

درزی کا بچا ہوا کپڑا رکھ لینا

سوال [۹۳۴۳]: زید خیاطی کا کام کرتا ہے، لوگوں کے کپڑے سیتا ہے اور معقول سلائی لے کر بال

= ۲۴۹/۳، مکتبہ دار السلام ریاض)

قال العلامة الآلوسیؒ: "إلا بتبليغ رسالته تعالیٰ تبليغاً ظاهراً بيّناً بحيث لا يخفى على سامعه، ولايقبل التأويل والحمل على خلاف المراد أصلاً، وقد خرجنا من عهدته فلا مؤاخذة علينا من جهة ربنا، كذا قيل". (روح المعاني: ۲۲۲/۲۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "اعلم أن أصول الشرع ثلاثة: الكتاب والسنة وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس". (نور الأنوار، ص: ۵۷۴، سعيد)

(۲) "وعنه (ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قديمی)

قال القاری: "أی من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس و غيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم أو الخير عند الله تعالیٰ.......... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۱۵۵/۸، رشيديه)

(وكذا فی فيض القدير: ۵۷۴۳/۱۱، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۳) "رجل اشترى يوم النيروز شيئاً ولم يكن يشتريه قبل ذلك، أراد به تعظيم النيروز، كفر: أی لأنه عظم عيد الكفرة". (شرح الفقه الأكبر، فصل: فی الكفر صريحاً وكنايةً، ص: ۱۸۶، قديمی)

(وكذا فی شرح الفقه الأكبر، فصل فی الكفر، صريحاً وكنايةً، ص: ۱۴۶، قديمی)

(وكذا فی الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى ۷۵۴/۶، سعيد)

بچوں کی پرورش کرتا ہے، دوسرا کوئی روزگار نہیں ہے، لیکن زید نے اپنا یہ طور بنا رکھا ہے کہ اگر مسلم کا کپڑا کاٹتا ہے تو جو کچھ بچ جاتا ہے واپس کر دیتا ہے، غیر مسلموں کا بچا ہوا کپڑا واپس نہیں کرتا۔ لہذا ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

چوری مسلم کی ہو یا غیر مسلم کی، جائز نہیں حرام ہے(۱)، غیر مسلم کی چوری کا معاملہ زیادہ سخت ہے: "خصومة الذمی أشد من خصومة المسلم، اھ". درمختار(۲) وغیرہ میں یہ مضمون وارد ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گریباں کھلا رکھنا

سوال[۹۳۴۴]: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتے کا اوپر والا بٹن کھلا رہتا تھا یا نہیں، اگر کسی کے کرتے کا اوپر والا بٹن کھلا رہے تو اس کی وجہ سے نماز میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کبھی کھلا رکھنا بھی ثابت ہے اور بعض صحابہ نے اس کو دیکھ کر ایسا پسند کیا کہ ہمیشہ ہی کھلا ہی رکھا:

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿السارق والسارقة، فاقطعوا أيديهما﴾ (سورة المائدة: ٣٨)

"عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثانی، ص: ٢٥٥، قديمی)

"هی لغةً أخذ الشیء من الغير خفيةً، وتسمية المسروق سرقةً مجاز. وشرعاً باعتبار الحرمة أخذه كذلك بغير حق، نصاباً كان أم لا". (الدرالمختار، كتاب السرقة: ٢/٤، سعيد)

(٢) العبارة بتمامها: "(خصومة الذمی والدابة يوم القيامة أشد من خصومة المسلم)، الخ". (الدرالمختار). "(قوله: لأن خصومة الذمی، الخ) فی الخانية من الغصب: مسلم غصب من ذمی مالاً أو سرقه، يعاقب عليه يوم القيامة؛ لأنه أخذ مالاً معصوماً، والذمی لا يرجى منه العفو بخلاف المسلم، فكانت خصومة الذمی أشد". (ردالمحتار، كتاب العتق، باب الاستيلاد: ٣/٦٩٤، سعيد)

(وكذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الغصب، فصل فی برأة الغاصب والمديون: ٣/٢٥٨، رشيديه)

"عن معاوية بن مرة عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه قال: أتيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى رهط من مزينة لنبايعه، وإن قميصه لمطلق، أو قال: زر قميصه" شمائل، ص: ٣٨(١)

"قال عروة فما رأيت معاوية ولا ابنه قط إلا مطلقَىْ أزارهما قط فى شتاء ولا حر، ولا يزرران إزرارهما". أبو داؤد شريف(٢)-

"قوله: فما رأيت معاوية، الخ". وهذا وإن كان إختياراً لما هو خلاف الأولىٰ خصوصاً فى الصلوة، لكنهما أحبا أن يكون على مارأيا النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وإن كان إطلاق إزراره إذ ذاك لعارض ولم يكن هذا من عامة أحواله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وذلك لما فيه من قلة المبالاة بامر الصلوة، إلا أن الكراهة لعلها لا تبقى فى حق معاوية وابنه، لكون الباعث لهما حب النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم واتباعه فيما رأياه من الكيفية، الخ". بذل المجهود: ٥٢/٥(٣)-

اس حالت میں نماز کا حکم بھی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوگیا ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٢٠/ رجب/٧٠ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ٢٢/ رجب/٧٠ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(١) (شمائل الترمذى، باب ماجاء فى لباس رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ٥، سعيد)

(٢) (سنن أبى داؤد، كتاب اللباس، باب ماجاء فى حل الأزرار: ٢٠٩/٢، مكتبه رحمانيه)

(٣) (بذل المجهود وشرح أبى داؤد، كتاب اللباس، باب ماجاء فى حل الإزرار: ٥٢/٥، معهد الخليل)

(وكذا فى الشمائل الترمذى، باب ماجاء فى لباس رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ٣٠، دارالكتب العلمية بيروت)

باب استعمال الذهب والفضة

الفصل الأول فی الخاتم

(انگوٹھی کا بیان)

سونے چاندی کی انگوٹھی وغیرہ

سوال[۹۳۴۵]: سونے چاندی کی انگشتری اور بوتام بنانا شریعت میں جائز ہے یا ممنوع ہے(۱)، اگر جائز ہے تو کتنا سونا چاندی جائز ہے مرد وعورت کیلئے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سونے چاندی کی انگشتری بنانا شرعاً درست ہے، البتہ مرد کو صرف چاندی کی انگشتری کی اجازت ہے وہ بھی ایک مثقال سے کم (۲)، عورت کیلئے کوئی قید نہیں ہے، اس کیلئے سونے کی بھی اجازت ہے(۳) اور وزن

---

(۱) بوتام: تکمہ، گھنڈی، گولا، کوئی چھوٹی سے گول چیز"۔ (Button) (English to english & Urdu Dictionary, Page No: 115, Feroz Sons, Lahore)

(۲) "ولایتحلی الرجل بذهب و فضة مطلقاً إلابخاتم ....منها: أی الفضة ....ولا یزیده علی مثقال، وقیل: لایبلغ به المثقال". (رد المحتار مع الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۵۸/۶-۳۶۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس: ۳۴۸/۸، رشیدیه)

(۳) "یجوز للنساء التحلی بالذهب و الفضة، إلا الخاتم ....من الفضة .... وفی الاختیار: سَنّ أن یکون الخاتم علی قدر مثقال أو دونه". (مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس: ۱۹۵/۴، غفاریه)

میں بھی جس قدر چاہے استعمال کر سکتی ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۴/۹۰ھ۔

سونے کی انگوٹھی مرد کے لئے

سوال[۹۳۴۶]: سونے کی انگوٹھی مرد کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ ریڈیو، گانا بجانا، ناٹک(۲)، قوالی، جھوٹی خبریں خود سننا اور اپنے اہل وعیال کو سنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سونے کی انگوٹھی مرد کو پہننا حرام ہے(۳)۔ریڈیو پر امورِ مسئولہ کو سننا جائز نہیں(۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۳۹۱ھ۔

---

(۱)''عورت کے لئے انگوٹھی کے سوا دوسرا زیور ہر قسم کی دھات کا بنا ہوا جائز ہے، انگوٹھی صرف سونے اور چاندی کی جائز ہے خواہ جس مقدار کی بھی ہو''۔(أحسن الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، باب أحكام لباس وزينت، عنوان: عورت کے لئے زیور اور انگوٹھی کا حکم: ۷۰/۸، سعید)

(۲) ''ناٹک: ناچنے والا، رقاص، تماشا کرنے والا بہروپیا، ایکٹر، کھیل، تمثیل، ڈرامہ''۔(فیروز اللغات، ص: ۱۳۳۹، فیروز سنز لاهور)

(۳) ''عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال: نهی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن خاتم الذهب''. (سنن ابن ماجة، أبواب اللباس، باب النهی عن التختم بالذهب، ص: ۲۵۹، قدیمی)

''ولا یتختم بغیرها كحجر وذهب وحديد''. (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۵۵/۶، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل فی اللبس: ۱۹۵/۴، رشيديه)

(۴) ''استماع صوت الملاهی كالضرب بالقضيب ونحوه حرام''. (الفتاوىٰ البزازية علی هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمناهی: ۳۵۹/۶، رشيديه)

(وكذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل فی المتفرقات: ۲۲۳/۴، غفاريه)

(وكذا فی ردالمحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۵۵/۶، سعيد)

انگوٹھی میں سونے کا نگ

سوال[۹۳۴۷]: مرد انگوٹھی میں سونا بطورِ نگینہ کے استعمال کرسکتا ہے یانہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو ہدایہ کتاب الکراھیہ، کی عبارت:

"والحلقة هى المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها، ولامعتبر بالفص، حتى يجوز أن يكون من حجر، الخ" کا کیا مطلب ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

چاندی کی انگوٹھی مرد کیلئے جائز قرار دی گئی ہے اور اس کا وزن متعین کردیا گیا کہ اس سے زائد نہ ہو۔ اس مسئلہ کے ذیل میں صاحبِ ہدایہ نے لکھا ہے کہ حلقہ اور نگینہ کا مجموعی وزن اتنا ہونا مراد نہیں، بلکہ وزن کی یہ تحدید حلقہ کیلئے ہے(۱)، لہٰذا اگر صرف حلقہ کا اتنا وزن ہو اور نگینہ مثلاً: پتھر کا ہو کہ مجموعہ کا وزن زیادہ ہوجائے تب بھی درست ہے۔

اگر نگینہ پتھر کا ہو تو اس کی اجازت دی گئی ہے، اگر حلقہ پتھر کا ہو تو اس کو منع کیا گیا ہے، اگر پتھر کے نگینہ میں سونے کی کیل ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں، اگر کسی اَور چیز کا نگینہ ہو جو کہ مرد کیلئے ممنوع ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں:

"ثم الحلقة فى الخاتم هى المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها، ولامعتبر بالفص، حتى أنه يجوز أن يكون حجراً أو غيره، كذا فى السراج الوهاج. ولابأس بسد نقب الفص بمسمار الذهب، كذا فى الاختيار شرح المختار". عالمگیری: ۴/۱۰۲(۲)۔

---

(۱) "والختم بالذهب على الرجال حرام، لما روينا. وعن على رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى عليه السلام نهى عن التختم بالذهب. ولأن الأصل فيه التحريم، والإباحة ضرورة الختم أو النموذج، وقد اندفعت بالأدنىٰ، وهو الفضة، والحلقة هى المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها، ولا معتبر بالفص حتى يجوز أن يكون من حج. ويجعل الفص إلى باطن كفه، بخلاف النسوان؛ لأنه تزين فى حقهن". (الهداية، كتاب الكراهية، فصل فى اللبس: ۴/۴۵۷، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر فى استعمال الذهب والفضة: ۵/۳۳۵، رشيديه)

"ولایتختم إلا بالفضة، وهذا نص علی أن التختم بالحجر والصفر حرام، اه". هدایه(۱)۔

والمسئلة مذکورة فی تکملة فتح القدیر: ۹٦/۸(۲)، والبحر الرائق: ۹۱/۸(۳)، وتبیین الحقائق: ٦/۱(٤)۔

چونکہ نگینہ حلقہ کا تابع ہوتا ہے، اس لئے اگر وہ (نگینہ) سونے کا ہو تو گنجائش معلوم ہوتی ہے جیسے ازرار

---

(۱) (الهداية، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴۵۷/۴، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(۲) (تكملة فتح القدير، كتاب الكراهية، فصل في اللبس ۲۲/۱۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) "ولا يتحلى الرجل بالذهب والفضة إلا الخاتم .... لما روينا، غير أن الخاتم وما ذكر مستثنى تحقيقاً لمعنى النموذج والمفضة؛ لأنهما من جنس واحد، وكان للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خاتم من فضة، وكان في يده إلى أن توفي، ثم في يدأبي بكر إلى إن توفي، ثم في يد عمر إلى أن توفي، ثم في يد عثمان إلى أن وقع في البئر، فأنفق مالاً عظيماً في طلبه، فلم يجده، ووقع الخلاف بين الصحابة والتشويش من ذلك الوقت إلى أن استشهد .... والحلقة هي المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها، ولا يعتبر بالفص؛ لأنه لايجوز من الحجر". (البحر الرائق، كتاب الكراهيه، فصل في اللبس: ۳۴۸/۸، رشيديه)

(۴) "ولا يتحلّى الرجل بالذهب والفضة .... لما روينا، غير أن الخاتم .... من الفضة مستثنىٰ تحقيقاً لمعنى النموذج، والفضة أغنت عن الذهب؛ لأنهما من جنس واحد، وقد ورد آثار في جواز التختم بالفضة، وكان للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خاتم فضة، وكان في يده إلى أن توفي، ثم في يد أبي بكر إلى أن توفي، ثم يد عمر إلى أن توفي، ثم في يد عثمان إلى أن وقع من يده في البئر، فأنفق في طلبه مالاً عظيماً، فلم يجده، ووقع الخلاف فيه والتشويش بينهم من ذلك الوقت إلى أن استشهد رضي الله تعالىٰ عنه. ولا يتختم بغير الفضة كالحجر والحديد والصفر .... ولأن الأصل فيه التحريم، والإباحة ضرورة التختم والنموذج، وقد اندفعت بالأدنىٰ، وهي الفضة. والحلقة هي المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها، ولا معتبر بالفص حتى يجوز من الحجر". (تبيين الحقائق كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۵/۷، ۳٦، دارالكتب العلمية بيروت)

ثوب کی اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

چاندی وغیرہ کی انگوٹھی

سوال[۹۳۴۸]: مرد کو سونا، چاندی، پیتل، لوہے ۶، ۷/آنے بھر تک استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرد کو صرف چاندی کی انگوٹھی ساڑھے تین ماشہ کی مقدار درست ہے، اس کے علاوہ کسی دھات کی

---

(۱) واضح رہے کہ یہاں پر جواب کی دو عبارتیں قابلِ توجہ ہیں: ۱- ''اگر پتھر کے نگینہ میں سونے کے کیل ہو تو اس کی اجازت نہیں'' حالانکہ حوالہ میں لکھی ہوئی عالمگیری کی اس عبارت: ''ولا باس بسدّ نقب الفص بمسمار الذهب'' سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

۲- دوسری آخر والی عبارت ''چونکہ نگینہ حلقہ کا تابع ہوتا ہے، الخ'' لکھ کر جواز کا قول لکھا ہے اور اوپر والی عبارت: ''اگر کسی اَور چیز کا نگینہ ہو جو کہ مرد کیلئے ممنوع ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں''۔ دونوں عبارتوں میں بظاہر تناقض نظر آرہا ہے، یا کاتب کی سہو ہے، لہٰذا عالمگیری کی عبارت کو دلیل بنا کر پتھر کے نگینے میں سونے کی کیل کی اجازت معلوم ہوتی ہے اور حلقہ کا تابع بنا کر سونے کے نگینے کا عدمِ اجازت معلوم ہوتا ہے۔ اور مقیس علیہ (ازرارِ ثوب) خود محلِ تأمل ہے۔ اس عبارت کے مطلب کو حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کیا ہے، فرمایا:

''مدت ہوئی حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول کہ: اس ازرار سے مراد کلابتوں کی گھنڈی ہے، بٹن اس میں داخل نہیں۔ ان کے صاحبزادے قاری عبد السلام مرحوم سے سن کر صفائی معاملات کے اس مسئلہ میں مجھ کو تردد ہو گیا ہے اور اس وقت احتیاط کے درجہ میں اس سے رجوع کرتا ہوں''۔ (إمداد الفتاوی، كتاب الحظر والإباحة، أحكام متعلقه لباس، تحت عنوان: ''سونے چاندی، پیتل، لوہے وغیرہ کا استعمال: ۴/ ۱۳۱، مكتبه دار العلوم، كراچی)

مفتی رشید احمد لدھیانویؒ فرماتے ہیں: ''جائز نہیں، قال الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "لا بأس بازرار الديباج والذهب". (الدر المختار: ۵/ ۲۲۶). بعض نے اس سے سونے کے بٹنوں کا جواز سمجھا ہے جو صحیح نہیں، اس لئے کہ ازرار گھنڈی کو کہتے ہیں، بٹن کو نہیں، گھنڈی کپڑے کے تابع ہوتی ہے بٹن تابع نہیں، اس لئے سونے یا چاندی کے تار کی گھنڈی جائز ہے بٹن جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم''۔ (أحسن الفتاوی، كتاب الحظر والإباحة، احکام لباس وزینت، تحت عنوان: مرد کے لئے سونے چاندی کے بٹن: ۸/ ۷۰، سعيد)

انگوٹھی مرد کیلئے درست نہیں، کذافی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱/۸۸ھ۔

چاندی کی انگوٹھی

سوال [۹۳۴۹]: انگشتری کی چاندی کی جس کا وزن تقریباً ۶/ ماشہ ہے، کیا اس کو آدمی پہن سکتا ہے یا نہیں اور اگر پہن سکتا ہے تو کس وزن کی پہن سکتا ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بادشاہ وقاضی اور متولی وغیرہ کو مُہر لگانے کیلئے انگشتری چاندی کی جائز ہے جس کا وزن چار ماشہ سے کم ہو، اَوروں کیلئے مناسب نہیں:

"وترك التختم لغير السلطان والقاضي وذي حاجه إليه كمتول أفضل، اه". درمختار۔

"وفي البستان عن بعض التابعين: لايتختم إلاثلاثه: أمير أو كاتب أو أحمق". (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

کئی نگ والی انگوٹھی

سوال [۹۳۵۰]: انگوٹھی جس میں کئی نگ ہوں، یا ایک ہی نگ کی دو تین انگوٹھی انگلیوں میں پہننا کیسا

---

(۱) "ولايتحلى الرجل بذهب و فضه مطلقاً إلابخاتم.......... منها: أي الفضة ....، ولايزيده على مثقال". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحه، فصل في اللبس: ۳۵۸/۶-۳۶۱، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۱۹۵/۴، غفاريه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهيه، فصل في اللبس: ۳۴۸/۸، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحه، فصل في اللبس: ۳۶۱/۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الكراهيه، فصل في اللبس: ۱۹۷/۴، غفاريه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في النظر واللمس: ۳۴۹/۸، رشيديه)

ہے؟اور ایسی انگوٹھیاں پہنے ہوئے نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی انگوٹھیاں جس میں کئی نگ ہو حرام ہے، ایک سے زائد انگوٹھی بھی کوئی مرد نہ پہنے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۹۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "وإنما يجوز التختم بالفضة إذاكان على هيئة خاتم الرجال، أما إذاكان على هيئة خاتم النساء بأن يكون له فصان أو ثلاثة، يكره استعماله للرجال". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهيه، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۵/۳۳۵، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۳۷۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل السابع في اللبس: ۶/۳۶۸، رشيديه)

الفصل الثانی فی أسنان الذهب والفضة

(سونے چاندی کے دانتوں کا بیان)

چاندی سونے کے دانت، ان کے تار اور خول کا دانت کیلئے استعمال

سوال[۹۳۵۱]: ۱...... بعض مَردوں اور عورتوں کے دانت کمزوری سے ہلنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے مرد عورتیں اپنے اپنے دانتوں میں چاندی وسونے کا خول چڑھواتے ہیں، یا چاندی یا سونے کے تار سے دانتوں کو بندھواتے ہیں مضبوطی کے لئے۔ تو کیا مردوں اور عورتوں کے لئے سونے و چاندی کا خول چڑھوانا یا دانتوں پر ٹانکہ لگوانا جائز ہے یا نہیں؟ یا محض عورتوں کیلئے روا ہے تو مردوں کیلئے کیا حکم ہے؟

۲...... مظاہرِ حق میں ہے کہ ”جہاد میں کسی صحابی کی ناک ضائع ہوگئی تھی تو صحابی نے ناک پر سونے کا خول بنوایا تھا“۔ ان کو جہاد کی وجہ سے اجازت تھی، یا عوام کو بھی اجازت ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سونے کی ممانعت ہے، چاندی کی اجازت ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں کی اجازت ہے، فتاوی عالمگیری: ۳۳۶ (۱) میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ایک روایت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے موافق نقل کی ہے، لہٰذا گنجائش ہے، اور اس میں مرد وعورت کا ایک ہی حکم ہے۔

۲...... مجھے تو مظاہر حق میں یہ واقعہ باوجود تلاش کے ملا نہیں، خدا جانے آپ نے کہاں سے دیکھ کر لکھا ہے، کیونکہ مصباح کے حوالہ سے علامہ شلبیؒ نے زیلعی شرح کنز، ج: ۱۶۶، کے حاشیہ پر یہ واقعہ حضور صلی اللہ

---

(۱) ”قال أبو یوسف رحمه الله تعالیٰ فی مجلس آخر: سألت أباحنیفة رحمه الله تعالیٰ عن ذلک، فلم یر بإعادتها بأساً“. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، قبیل الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الأکل: ۵/۳۳۶، رشیدیه)

علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال قبل کا لکھا ہے(۱) اور آپ کہتے ہیں کہ ایسا ایک جہاد میں ہوا۔ بدائع (۲)، زیلعی (۳)، ردالمحتار (۴) وغیرہ میں لکھا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ یہ ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تخصیص ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

سونے چاندی کے دانت

سوال [۹۳۵۲]: صحابی کا خول ناک پر چڑھوانے کا واقعہ یہ ہے- مظاہر حق، جلد سوم، کتاب اللباس، ص: ۴۹۹، بحوالہ ترمذی: ''حضرت عبدالرحمٰن بن طرفہ سے روایت ہے کہ دادا عرفجہ ابن اسعد کی ناک کاٹی گئی دن کلاب کے، پس بنائی اس نے چاندی کی، پس بدبو ہوئی وہ ناک، اس پر حکم کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بنادے سونے کی ناک''۔ اس دلیل سے بعض علماء نے جائز قرار دیا ہے''(۵)۔

---

(۱) ''كلاب .... اسم وادٍ بين الكوفه والبصرة .... وكان به وقعة مشهورة بين العرب قبل المبعث بخمس سنين، وهو عن اليمامة ستة أميال''. (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب الكراهية، قبيل فصل في النظر والمس: ۳۶/۷، دار الكتب العلميه بيروت)

(۲) ''وقد روى أن عرفجة أصيب أنفه يوم الكلاب، الخ''. (بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان، قبيل كتاب البيوع: ۱۳۲/۵، سعيد)

(۳) ''ويحتمل أنه عليه الصلاة والسلام رخّص عرفجة بذلك''. (تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب الكراهية: ۳۷/۷، سعيد)

(۴) ''واحتمال أن ذلك خصوصيةٌ لعرفجة''. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في النظر والمس: ۳۶۲/۶، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، قبيل الفصل الثاني عشر في الكراهية في الأكل: ۸۷/۶، غفاريه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، قبيل فصل في أحكام النظر ونحوه: ۱۹۶/۴، غفاريه)

(۵) (مظاهر حق (جديد)، كتاب اللباس، باب الخاتم، الفصل الثاني: ۱۸۹/۴، إداره اشاعت كراچى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ واقعہ متعدد کتب میں دیکھا ہوا ہے اور یاد بھی ہے، مگر آپ نے خط میں اس کو ''جہاد'' لکھا تھا، حالانکہ یہ نبوت سے بھی کئی سال قبل کا واقعہ ہے، اس لئے مجھے تردد اور تأمل تھا، نیز جس وقت یہ واقعہ پیش آیا، اس وقت حضرت عرفجہ مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے اور آپ نے لکھا تھا کہ ''ایک صحابی کی جہاد میں ناک کٹ گئی تھی'' اس لئے تردد تھا، اگر آپ ''جہاد'' اور ''صحابی'' تحریر نہ کرتے تو کچھ اشکال نہیں تھا (۱)۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک دانت کو چاندی کے تار سے باندھنا درست ہے، سونے کے تار سے درست نہیں۔ امام محمد کے نزدیک دونوں سے درست ہے، امام محمد رحمۃ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے (۲)۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سونے کی ناک کی اجازت بجبوری بدبو کی وجہ سے دی گئی ہے اور جب تک چاندی سے کام چل سکے سونے کے استعمال کی ضرورت نہیں، کذا فی الزیلعی شرح الکنز (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) ''وکان ذهب أنفه یو م الكُلاب ....والحاصل أن یو م الكلاب اسم حرب معروفة من حروبهم''. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الخاتم، الفصل الثاني: ۱۹۳/۸، (رقم الحديث: ۴۴۰۰)، رشيديه)

''يو م الكُلاب –كغراب– اسم ماء كانت عنده وقعة بالجاهلية''. (قوت المغتذى على جامع الترمذى، أبواب اللباس، باب ماجاء فى شد الأسنان بالذهب: ۳۰۶/۱، سعيد)

(۲) ''عن عرفجة بن أسعد رضى الله تعالىٰ عنه قال: أصيب أنفى يوم الكلاب فى الجاهلية، فاتخذت أنفاً من ورق فأنتن علىّ، فأمرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أتخذ أنفاً من ذهب''. (جامع الترمذى، أبواب اللباس، باب ماجاء فى شد الأسنان بالذهب: ۳۰۶/۱، سعيد)

(وسنن أبى داؤد، كتاب الخاتم، باب ماجاء فى ربط الأسنان بالذهب: ۲۳۰/۲، إمداديه ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الخاتم، الفصل الثانى، ص: ۳۷۹، قديمى)

(۳) ''قال رحمه الله: (وشد السن بالفضة): أى يحل شد السن المتحرك بالفضة، ولايحل بالذهب، وهذا عند أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله تعالىٰ. وقال محمد رحمه الله: يحل بالذهب أيضاً وهو =

چاندی سونے کا دانت

سوال[۹۳۵۳]: جب دانت ٹوٹ جائے اس کی جگہ دانت کے اوپر سونا یا چاندی کا دانت یا میخ یا پترہ لگوالینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چاندی کی میخ، پترہ، دانت لگوانا جائز ہے۔سونے کی میخ، پترہ، دانت لگوانا جائز نہیں۔امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سونے کی میخ وغیرہ بھی درست ہے۔سونے کی میخ وغیرہ سے اختلاف کی وجہ سے اجتناب احوط ہے:

"ولايشد سنه المتحرك بذهب بل بفضة، و جوّزهما محمد رحمه الله تعالىٰ".

درمختار۔ "وفي التاترخانية: وعلى هذا الاختلاف إذا جدع أنفه وإذا قطع أذنه أو سقط سنه، فأراد أن يتخذ سناً آخر، فعند الإمام يتخذ ذلك من الفضة فقط، وعند الإمام محمد يتخذ من

= رواية عنهما، لِمَاروى أن "عرفجة بن سعد أصيب أنفه يوم كلاب، فاتخذ أنفاً من فضة، فأنتن فأمره النبي صلى الله عليه وسلم أن يتخذ أنفاً من ذهب . ولأن الفضة والذهب من جنس واحد، والأصل الحرمة فيهما، فإذا حل التضبيب بأحدهما حل بالآخر، ووجه المذكور هنا أن استعمالهما حرام إلا للضرورة، وقد زالت بالأدنىٰ، وهو الفضة، فلا حاجة إلى الأعلىٰ، فبقي على الأصل وهو الحرمة. والضرورة فيما روى لما تندفع بالفضة حيث أنتنت، ولأن كلامنا في السنّ، والمروي في الأنف، فلا يلزم من عدم الإغناء في الأنف عدم الإغناء في السنّ، ألا ترى أن التختم جاز لأجل الختم، ثم لما وقع الاستغناء بالأدنىٰ لايصار إلى الأعلىٰ، ولايجوز قياسه على الأنف فكذا هنا. ويحتمل أنه عليه الصلوة والسلام خص عرفجة رضي الله تعالىٰ عنه بذلک كما خصّ الزبير بن العوام وعبد الرحمن بن عوف رضي الله تعالىٰ عنهما بلبس الحرير لأجل الحكة في جسمهما". (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في النظر والمس: ۳۶/۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهيه، قبيل فصل في النظر واللمس: ۸/ ۳۵۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، مع ملتقى الأبحر، كتاب الكراهيه، قبيل فصل في أحكام النظر ونحوه: ۱۹۶/۴، غفاريه)

الذهب أيضاً". شامی: ۵/۳۱۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

رولڈ گولڈ کور میں دانت

سوال[۹۳۵۴]: زید کا ایک دانت چوٹ لگنے سے ٹوٹ گیا ہے، زید دانت لگوانے کی غرض سے ڈاکٹر کے پاس گیا، ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ مستقل لگا رہنے والا دانت لگوائیں گے جو نکالنا نہیں پڑے گا۔ تو رولڈ گولڈ کور(۲) میں وہ دانت لگے گا جسے عام طور پر لوگ لگواتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ رولڈ گولڈ سونے کا کیا حکم ہے، رولڈ گولڈ کور میں اگر زید دانت لگوائے تو کیا حکم ہے؟ چاندی کے کور میں لگوا سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگرچہ سونے اور چاندی دونوں کا دانت لگوانے کی بھی گنجائش ہے، لیکن چاندی سے کام چل جائے تو سونے سے پرہیز مناسب ہے:

"إذا جدع أنفه أو أذنه، أو سقط سنه، فأراد أن يتخذ سنًّا آخر، فعند الإمام يتخذ ذلك من الفضة فقط، وعند محمد من الذهب أيضاً، اهـ". ردالمحتار: ۵/۲۲۶(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۲/۹۶ھ۔

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۶، غفاريه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهيه، قبيل فصل في النظر واللمس: ۸/۳۵۰، رشيديه)

(۲) "گولڈ: سونا، زر، طلا"۔ (فيروز اللغات، ص: ۱۱۱۵، فيروز سنز لاهور)

(۳) (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحه، قبيل فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهيه، قبيل فصل في أحكام النظر ونحوه: ۸/۳۵۰، غفاريه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في النظر والمس: ۸/۳۵۰، رشيديه)

چاندی کا خلال

سوال[۹۳۵۵]: ہندہ کو عرصہ سے چاندی کے خلال کی عادت ہے اور پان وغیرہ کھانے کی وجہ سے چھالیہ اندر کے دانتوں میں پھنس جاتی ہے اور تنکے سے نکالنا مشکل ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ چاندی کے خلال کیلئے طبیب کہتا ہے کہ اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، مگر بہشتی زیور کے اندر ممنوع لکھا ہے(۱)۔ اب دریافت طلب یہ کہ چاندی کا خلال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاندی کا خلال استعمال نہ کریں، تانبے، پیتل وغیرہ کا استعمال کرلیا کریں، اس کے لئے وزن مقرر نہیں، جتنی ضرورت ہو استعمال کر سکتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۱۹/۴/۹۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) ''سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا جائز نہیں، بلکہ ان کی چیزوں کا کسی طرح سے استعمال کرنا درست نہیں، جیسے چاندی سونے کے چمچہ سے کھانا پینا، خلال سے دانت صاف کرنا، گلاب پاش سے گلاب چھڑکنا، سرمہ دانی یا سلائی سے سرمہ لگانا ....غرض ان کی چیز کا کسی طرح استعمال کرنا درست نہیں''۔ (بہشتی زیور، حصہ سوم، باب: ۳۶، چاندی سونے کے برتنوں کا بیان، ص: ۲۵۲، دارالاشاعت کراچی)

(۲) "وكذا لا يجوز الاكتحال بميل الذهب والفضة، وكذا المكحلة، وكل ما كان يعود الانتفاع به إلى البدن، كذا في السراج الوهاج". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۳۳۴/۵، رشيديه)

"ولا يجوز استعمال آنية الذهب والفضة .... وعلى هذا المجمرة والملعقة والمدهن والميل والمكحلة والمرآة ونحو ذلك". (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الكراهيه، فصل في حكم الحرير والحلي: ۴۱۹/۲، حقانيه پشاور)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهيه، الفصل السابع في اللبس: ۳۷۱/۴، رشيديه)

الفصل الثالث فی مصنوعات الذهب وغیره

(سونے وغیرہ کی مصنوعات کا بیان)

کُرتے میں سونے کے بٹن

سوال[۹۳۵۶]: سونا استعمال کرنا مَردوں کیلئے حرام ہے، لیکن سابق صدر مفتی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاوی دار العلوم میں لکھا ہے کہ ''سونے کا بٹن مَردوں کیلئے استعمال کرنا جائز ہے''۔ دلیل درمختار وغیرہ سے پیش کر کے یہ فرمایا کہ ''چونکہ یہ بٹن مستقل نہیں، بلکہ لباس کے تابع ہیں، لہذا درست ہے''(۱)۔ آیا واقع میں یہ درست بھی ہے یا نہیں؟ کیوں کہ بہت دنوں کے بعد اس پر نگاہ پہنچی ہے، اس لئے تعجب ہو رہا ہے، ورنہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتوی کو دیکھنے کے بعد لب کشائی کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر سونے کے بٹن کرتے میں گُندھے ہوئے ہیں(۲)، تو یہ کُرتے کے تابع ہو کر جائز ہے:

"لابأس بإزرار الديباج أو الذهب". الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار: ۳۴۸/۵(۳)۔

اور اگر الگ بنے ہوئے ہیں اور کُرتہ میں لگاتے ہیں جیسا کہ آج کل رواج ہے تو ناجائز ہے، اس لئے

---

(۱) (فتاوی دار العلوم دیو بند (إمداد المفتيين)، كتاب الحظر والإباحه، باب اللباس والزينة، عنوان: ''سونے چاندی کے بٹن استعمال کرنا جائز ہیں'': ۸۱۵/۲، دار الإشاعت کراچی)

(۲) ''گندھنا: آٹے میں پانی ڈال کر ملانا، سر کے بالوں کو گتھنا، ہار کا گتھنا''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۰۹، فیروز سنز، لاهور)

(۳) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحه، فصل فی اللبس: ۳۵۵/۶، سعید)

کہ اس صورت میں وہ کرتہ کے تابع نہیں ہوں گے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱/۲۹ھ۔

سونے چاندی کے بٹن

سوال[۹۳۵۷]: مرد کو سونے چاندی وغیرہ کے بٹن جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مرد کو سونے چاندی کے بٹن جائز نہیں (۲)۔وغیرہ کا مطلب کیا ہے، اس کے معلوم ہونے پر جواب ملے گا۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

رولڈ گولڈ کے سنہرے بٹن، گھڑی کی چین، لوہے کی انگوٹھی، مخلوط دھاتوں کے بٹن کا حکم

سوال[۹۳۵۸]: آج کل جو رولڈ گولڈ کی سنہرے رنگ کے جو بٹن بازار میں فروخت ہوتی ہے، ان کا شرعی حکم کیا ہے؟ نیز گھڑی کے سنہرے چینوں کا کیا حکم ہے؟ ان دھاتوں کا شمار لوہے وغیرہ میں ہوگا یا نہیں، اگر ہے تو کتبِ فقہ میں مثلاً هدایہ وغیرہ میں جو یہ مسئلہ صراحۃً لکھا ہے کہ حدید وغیرہ دھاتوں کے بٹن وغیرہ استعمال کرنا مکروہ ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

بٹن جو کپڑے میں سلا ہوا ہو وہ تابع ثوب ہے، درمختار میں ازرارِ ذھب کو جائز لکھا ہے(۳)۔لوہے کی

---

(۱) "حدثنا آدم ...... قال: نهانا النبي صلى الله عليه وسلم عن خاتم الذهب". أو قال: "حلقة الذهب، وعن الحرير والاستبراق، الخ". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب خواتيم الذهب: ۸۷۱/۲، قديمي)

"ويكره أن يلبس الرجل ثوباً فيه كتابة بذهب وفضة". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۳۳۹/۸، رشيديه)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۳) "لابأس بازرارِ الديباج أو الذهب". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في =

انگوٹھی مکروہ ہے(۱)، رولڈ گولڈ کی حقیقت کے متعلق ان لوگوں سے تحقیق کی جائے جو اس کا تجربہ رکھتے ہیں، وہ بتاسکیں گے کہ یہ سونا ہے یا لوہا یا مخلوط، مخلوط ہونے کی صورت میں جو دھات غالب ہوگی اس کا حکم جاری کیا جائے گا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۶/۶/۱۷ھ۔

پیتل کے بٹن

سوال[۹۳۵۹]: کیا مردوں کو پیتل وغیرہ کے بٹن جس پر پالش ہوتی ہے، پہننا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے(۳) جبکہ ان میں تشبہ نہ ہو(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۵/۱۲ھ۔

= اللبس: ۳۵۵/۶، سعید)

(۱)" والتختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۰/۶، سعيد)

"ولايتختم بحجر ولاصفر ولاحديد". (الدر المنتقى المعروف بسكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۱۹۷/۴، غفاريه)

"التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۳۳۴/۵، رشيديه)

(۲) "وما غالبه الفضة أو الذهب فضةٌ وذهبٌ". (الدر المنتقى شرح الملتقى، كتاب الصرف: ۱۶۶/۴، غفاريه)

"والغالب عليه الغش منهما في حكم عروض اعتبار اللغالب". (الدرالمختار، كتاب الصرف: ۲۶۶/۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصرف: ۳۳۴/۶، رشيديه)

(۳) "ولا بأس بأن يلبس الصبي اللؤلؤ وكذا البالغ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب =

تانبہ کے برتن پر چاندی کی قلعی

سوال[۹۳۶۰]: تانبہ وغیرہ کے برتن پر اگر چاندی یا سونے کی قلعی کرا کر استعمال کیا جائے تو جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

تانبے کے برتن پر سونے چاندی کے پانی سے اگر اس طرح قلعی کردی جائے کہ اس سے مستقلاً الگ نہ

= العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۵/۳۳۴، رشيديه)

"الأصل في الأشياء الإباحة". (الأشباه والنظائر، القواعد الكلية: ۱/۲۲۳، إدارة القران كراچی)

(۴) "عن ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبی داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحديث ملتان) (ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قديمی)

"من تشبه بقوم": أی تزيّا في ظاهره بزيهم، وفي تعرفه بفعلهم وفي تخلقهم، بخلقهم وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم: أی وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهر الباطن "فهو منهم". وقيل: المعنى من تشبه بالصالحين، وهو من أتباعهم يكرم كما يكرمون. ومن تشبه بالفساق، يهان ويخذل كهم. ومن وضع عليه علامة الشرف أكرم وإن لم يتحقق شرفه. وفيه أن من تشبه من الجن بالحيات وظهر بصورتهم، قتل. وأنه لايجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء، كذا ذكره ابن رسلان. وبأبلغ من ذلك صرح القرطبی فقال: لوخص أهل الفسوق والمجنون بلباس منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لايعرفه أنه منهم، فيظن السوء، فيأثم الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

قال الملا على القاری رحمه الله تعالىٰ: "من تشبه بقوم": أی من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی في الإثم والخير. قال الطيبی رحمه الله تعالىٰ: هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار". (مرقاة المفاتيح: ۸/۱۵۵، كتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيديه)

ہو سکے تو اس کی گنجائش ہے، کذا فی رد المحتار: ۳۰۱/۵ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔

برتن پر سونے چاندی کا ملمع کرنا

سوال [۹۳۶۱]: جیسا کہ چاندی سونے کے برتن وغیرہ استعمال کرنا حرام ہیں، تو اگر کسی برتن پر چاندی یا سونے کا ملمع ہو تو اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر چاندی یا سونے کا صرف پانی چڑھایا گیا ہو جس کو مستقلاً جدا نہ کیا جا سکتا ہو تو گنجائش ہے، اجتناب پھر بھی ورع ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

سکہ پر سونے چاندی کا ملمع کر کے زیور بنانا

سوال [۹۳۶۲]: سکہ کا زیور بنوا کر اس پر سونے چاندی کا پانی چڑھواتے ہیں تو اس کا استعمال مرد عورت پر درست ہے یا نہیں؟ مرد انگوٹھی اور بٹن اس کا استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) "وكذا الإناء المضبب بالذهب أو الفضة". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "أي الحكم فيه كالحكم في المفضض، يقال: باب مضبب: أي مشدود بالضباب، الخ". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۴۴/۶، سعيد)

"وحل الشرب في إناء مفضض .... ويتقي موضع الفضة يعني يتقي موضعها بالفم، وقيل: بالفم واليد في الأخذ والشرب". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۳۴۱/۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۱۹۷/۴، غفاريه)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة)

الجواب حامداًومصلیاً:

اس پرسونے چاندی کاملمع کرکے اس کازیوربنوانااوراستعمال کرناعورتوں کے لئے درست ہے۔مردکو صرف ایک انگوٹھی کی مقداروزن میں اجازت ہے، وہ بھی چاندی کا،بٹن تابعِ ثوب اس میں توسع ہے،مرد کے لئے بھی اجازت ہے:

”ولایتحلی الرجل بذهب وفضة مطلقاً إلا بخاتم ومنطقة وحلیة سیف منها ولایتختم بغیرها کحجر وذهب وحدید و صفر ورصاص وزجاج. و فی الحاوی القدسی: إلا الخاتم قدر درهم. ولابأس بإزرار الدیباج والذهب. ولابأس بأن یتخذ خاتم حدید قد لوی علیه فضة وألبس بفضة حتی لایری، اه“. درمختار وشامی(۱)۔

محض معمولی پانی اگرسونے چاندی کاہوتووہ کافی نہیں۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۲۰/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۲۰/۱/۹۳ھ۔

تانبے،پیتل وغیرہ کااستعمال

سوال[۹۳۶۳]: پیتل،تانباکے بے قلعی برتنوں کااستعمال کرنا،حقہ ضروری پینا،دھوتی،لنگی استعمال کرناکیساہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیتل اورتانبے کے برتنوں کا استعمال کرنا درست ہے(۲)۔البتہ اگرکفارکی مشابہت ہوتو

(۱) (ردالمختار مع الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۵۸/۶-۳۶۱، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر شرح الملتقی مع درالمنتقی، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس: ۱۹۵/۴، مکتبه غفاریه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیه، فصل فی اللبس: ۳۴۸/۸، رشیدیه)

(۲) ”وأما الآنیة من غیر الفضة والذهب، فلا بأس بالأکل والشرب والانتفاع بها، کالحدید والصفر والنحاس والرصاص والخشب والطین“. (ردالمختار، کتاب الحظر والإباحة: ۳۴۳/۶، سعید) =

منع ہے (۱)۔ لنگی اس طرح باندھنا جس سے ستر کھلے یا کفار کے طریقے پر باندھنا ناجائز ہے اور شرع کے موافق باندھنا درست ہے۔ حقہ کسی بیماری کی وجہ سے دواءً پینا درست ہے (۲) اور بغیر بیماری کے شوقیہ پینا مکروہ (۳)، اگر نشہ ہو تو ناجائز ہے (۴)۔ بدبودار منہ لے کر مسجد میں جانا بہرصورت ناجائز

= "ولابأس بآنية العقيق والبلور والزوجاج والزبرجد والرصاص". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۳۳۵/۵، رشيديه)

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمی)

(وكذا في سنن أبي داؤد، باب في لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دارالحديث ملتان)

(۲) "وجوزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاءً، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۹/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن: ۳۵۴/۵، رشيديه)

(۳) "علامہ شامی اور دوسرے علمائے کرام نے عدم کراہت کو ترجیح دی ہے بشرطیکہ بدبودار نہ ہو:

" وللعلامة الشيخ علي الأجهوري المالكي رسالة في حله، نقل فيها أنه أفتى بحله مَن يعتمد عليه من أئمة المذاهب الأربعة. قلت: وألف في حله أيضاً سيدنا العارف عبدالغني النابلسي رسالةً سماها "الصلح بين الإخوان في إباحة شرب الدخان" وتعرض له في كثير من تآليفه الحسان، وأقام الطامة الكبرىٰ على القائل بالحرمة أو بالكراهة، فإنهما حكمان شرعيان لابدّ لهما من دليل، ولادليل على ذلك .... فهو داخل تحت قاعدة: الأصل في الأشياء الإباحة". (ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۴۵۹/۶، سعيد)

(وكذا في أحسن الفتاویٰ: ۴۸۱/۸، سعيد، وكفايت المفتي: ۱۴۵/۹، دارالإشاعت كراچی)

(۴) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام". (الصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان أن كل مسكر خمر وكل خمر حرام، ص: ۱۶۷، قديمی)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الحدود، باب بيان الخمر، ص: ۳۱۷، قديمی)

ہے، مسواک وغیرہ سے منہ صاف کر کے جانا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/صفر/۱۳۵۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "قيل لأنس رضى الله تعالىٰ عنه: ماسمعت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى الثوم؟ فقال: من أكل، فلا يقربن مساجدنا". (صحيح البخارى، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم والبقول: ۲/۸۲۰، قديمى)

"وقال الإمام العينى فى شرحه على صحيح البخارى: علة النهى أذى الملائكة وأذى المسلمين .... ويلحق بما نص عليه فى الحديث كل ماله رائحة، مأكولاً أو غيره .... وإنما خص الثوم هنا بالذكر وفى غيره كالبصل والكراث، لكثرة أكلهم لها". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب فى الغرس فى المسجد: ۱/۶۶۱، سعيد)

الفصل الرابع فی مایتعلق بساعة الوقت
(گھڑی کے استعمال کا بیان)

گھڑی باندھنا کیسا ہے؟

سوال[۹۳۶۴]: اسلام میں چاندی کے علاوہ اَور چیزیں حرام ہیں تو گھڑی ہم لوگ استعمال کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ اس میں ہر چیز لوہے کی ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

گھڑی اگر زیور کے طور پر ہاتھ میں نہ باندھی جائے، بلکہ وقت دیکھنے کے لئے ہو جیسا کہ وہ اسی مقصد کے لئے بنائی گئی ہے تو ممنوع نہیں، جس طرح لوہے کا خُود اور تلوار اور زرہ پہننا اور لگانا ممنوع نہیں، کیونکہ وہ زیور نہیں بلکہ ضرورت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

گھڑی کس ہاتھ میں پہنی جائے؟

سوال[۹۳۶۵]: کچھ لوگ بائیں ہاتھ کے بجائے داہنے ہاتھ میں گھڑی پہنتے ہیں اور کچھ لوگ

---

(۱) ''اسٹیل کی چین زیور میں شمار نہیں ہے کہ اس کا باندھنا حرام ہو، بلکہ ایک ضرورت کی حیثیت میں استعمال ہوتی ہے، ہاں جو گھڑی یا چین زَنانی طرز وساخت کی ہو، اس کو مردوں کا استعمال کرنا: ''لعن اللہ المتشبھین بالنساء والمتشبھات بالرجال''. أو کما قال علیہ الصلوة والسلام'' کے مطابق درست نہ رہے گا''۔(نظام الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، تحت عنوان: ''کلائی گھڑی میں اسٹیل کی چین باندھنا'': ۱/۳۸۰، مکتبہ رحمانیہ لاھور)

(وکذا فی أحسن الفتاوی، الحظر والإباحة، المتفرقات، عنوان: ''ہاتھ میں چین والی گھڑی باندھنا'': ۸/۲۱۳، سعید)

(وکذا فی جدید فقہی مسائل، بیان زیبائش وآرائش: ۱/۳۷۳، مکتبة الایمان لاھور)

بائیں ہاتھ میں۔ کس ہاتھ میں گھڑی پہننا بہتر ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کیا کسی مخصوص ہاتھ میں گھڑی باندھنا غیروں کا شعار ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس سے بچنا چاہیے، ورنہ دونوں میں سے جس میں دل چاہے استعمال کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

انگوٹھی اور گھڑی کی چین

سوال[۹۳۶۶]: ۱...... "فی الجامع الصغیر: ولایتختم إلابالفضة. وهذا نص علی أن التختم بالحجر والحدید والصفر حرام، ورأی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی رجل خاتم صفر، فقال: "مالی أجد منك رائحة الأصنام"؟ ورأی علی آخر خاتم حدید فقال: "مالی

---

(۱) اکثر خیر کی چیزوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں سمت کو ترجیح دی ہے اور گھڑی بھی ذریعۂ خیر ہے کہ اس سے نماز اور عبادات کے اوقات معلوم ہوتے ہیں، اس لئے دائیں ہاتھ میں پہننا زیادہ بہتر ہوگا:

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: إن کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لیحب التیمن فی طهوره إذا تطهر، وفی ترجّله إذا ترجل، وفی انتعاله إذا انتعل". (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی ترجل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ص: ۴، سعید)

"إذا أکل أحدکم فلیأکل بیمینه، وإذا شرب فلیشرب بیمینه". (الصحیح لمسلم، کتاب الأشربه، باب آداب الطعام والشراب: ۲/۱۷۱، قدیمی)

"إذا انتعل أحدکم، فلیبد بالیمنی". (صحیح البخاری: ۲/۸۷۰، کتاب اللباس، ینزع النعل الیسری، قدیمی)

لیکن اگر کسی غرضِ صحیح کے تحت بائیں ہاتھ میں باندھی جائے تو بھی درست ہے، جیسا کہ کوئی شخص زیادہ لکھتا ہو، تو اس کو لکھتے وقت گھڑی دائیں ہاتھ میں ہوتے ہوئے دقت ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

أرى عليك حلية أهل النار". هداية اخرين، ص: ٤٤١، كتاب الكراهية، مجتبائی(۱)۔

مذکورہ بالا احادیث میں نہی اور ممانعت صرف تختم تک محدود ہے، یا چاندی سونے کے علاوہ دوسری دھاتوں سے بنی ہوئی تمام چیزوں کو شامل ہے، خواہ وہ چیزیں خاتم کی شکل میں ہوں یا اَور کسی زیور کی شکل میں، اگر یہ نہی صرف تختم تک محدود نہیں تو پھر آج کل اسی سے گھڑیوں کے لئے عموماً چین استعمال کی جاتی ہے جو سفید ہے یا سنہری، بہرصورت وہ مختلف قسم کی دھاتوں سے تیار ہوتی ہے۔ لہذا سوال یہ ہے کہ اس قسم کی چین مذکورہ بالا احادیثِ نہی کے تحت داخل ہوکر ممنوع ہے یا نہیں؟

۲......آج کل عورتوں اور بالخصوص بچیوں کے لئے اکثر پیتل، رولڈ گولڈ، یا مختلف قسم کی دھاتوں سے بنے ہوئے زیورات، مثلاً: چوڑیاں، ہار، ایرنگ (۲) وغیرہ وغیرہ مستعمل ہوتے ہیں۔ اسی طرح آج کل عینک کے اندر پلاسٹک کے علاوہ اسٹیل وغیرہ کی جو سفید یا سنہری فریم استعمال کی جاتی ہیں، کیا یہ سب چیزیں بھی مذکورہ بالا حدیثِ نہی کے تحت داخل ہوکر ممنوع اور ناجائز ہیں؟ اگر ناجائز ہیں تو آج کل عمومِ بلویٰ کے پیشِ نظر اس میں گنجائش کا پہلو ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

۱......"ولايتحلى الرجل بالذهب والفضة إلا بالخاتم والمنطقة وحلية السيف من الفضة". متن كنز۔ "(قوله: من الفضة) قيد للمذكور جميعه. عيني". شلبي على هامش الزيلعي: ١٥/٦ (٣)۔

"ولايتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً إلابخاتم ومنطقة وحلية سيف منها: أي الفضة إذا لم يُرِد به التزين". درمختار۔ "(قوله: ولايتحلى): أي لايتزين (قوله: إذا لم يُرد به التزين)

---

(۱) (الهداية، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴۵۵/۴، إمداديه ملتان)

(۲) "ایرنگ: انگوٹھی، کڑا، کنڈا، احاطہ"۔ (English to English and Urdu Dictionary, Page No.: 786, Feroz Sons Lahore)

(۳) (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۵/۷، دار الكتب العلميه بيروت)

الظاهر أن الضمير فی "به" راجع إلی "الخاتم" فقط؛ لأن تحلية السيف والمنطقة لأجل الزينة لابشيء اٰخر بخلاف الخاتم، ويدل عليه مافی الكافية حيث قال: قوله: (إلابالخاتم) هذا إذا لم يُرد به التزين". ردالمحتار: ۳۱٤/۵(۱)۔

"التختم بالذهب والحديد والصفر حرام، والتختم بالذهب والحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء". شامی: ۳۱۵/۵(۲)۔

"ولايتختم رجل ولاامرأة بحجر ولاصفر ولاحديد ولاغيرها إلا الفضة، وقيل: يباح التختم بالحجر، الخ". سكب الأنهر: ۵۳٦/۲(۳)۔

عباراتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ تختم دوسری دھاتوں کی مردعورت سب کیلئے منع ہے،عورت کیلئے ذھب وفضہ دونوں کی اجازت ہے، مرد کیلئے تحلی یعنی تزین خواہ بشکلِ خاتم ہو یا کسی اَور شکل میں ہوصرف فضہ مخصوص مقدار تک درست ہے۔

حلیۃ السیف والمنطقہ کی بھی قیود کے ساتھ اجازت ہے، جوشن کی بھی حرب میں اجازت ہے، دستی گھڑی کی چین ذھب وفضہ کے علاوہ جس دھات کی بھی ہو وہ خاتم کے حکم میں نہیں، یہ متعین نہیں کہ یہ حلیہ ہی ہے، اقرب یہ ہے کہ اس کا حال جیبی گھڑی کی طرح ہے کہ وہ حلیہ نہیں۔ مشابہ بالحلیہ ہونے کی وجہ سے بھی حرمت کا فتویٰ محتاجِ دلیل ہے، احتیاط کی جائے تو وہ أقرب إلی الورع ہے(۴)۔

---

(۱) (رد المحتار مع الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۵۹/٦، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۱۹۵/۴، غفاريه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهيه، فصل في اللبس: ۳۴۸/۸، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۵۹/٦، ۳٦۰، سعيد)

(۳) (سكب الأنهر الدر المنتقى شرح الملتقى، كتاب الكراهيه، فصل في اللبس: ۱۹۷/۴، غفاريه)

(۴) "چین کے استعمال کی دوصورتیں ہیں: ۱- اس کا باندھنا بذاتِ خود مقصود ہو، جیسے زینت کے لئے لوگ باندھتے ہیں، ۲- بذاتِ خود مقصود نہ ہو، کسی دوسری چیز کے باندھنے کے لئے استعمال کی جائے، صورت اولیٰ میں استعمال ناجائز اور ثانیہ میں بلاکراہت جائز ہے"۔ (أحسن الفتاوی، متفرقات الحظر والإباحة، (تحت عنوان): "ہاتھ میں چین والی گھڑی باندھنا": ۲۱۳/۸، سعيد) ....=

۲......ان میں کوئی چیز ممنوع نہیں، فتاوی رشیدیہ میں عورتوں کو ہر قسم کے زیورات کی اجازت دی ہے(۱) عینک بھی حلیہ نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۲/۸۸ھ۔

گھڑی میں کس دھات کا پٹہ ہو؟

سوال[۹۳۶۷]: کلائی گھڑی میں اسٹیل، یا رولڈ گولڈ، یا کسی اَور دھات کا پٹہ لگانا کیسا ہے؟ اور ایسا پٹہ باندھے ہوئے نماز پڑھنے یا پڑھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے، اس طرح نماز بھی درست ہے، یہ زیور نہیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۷/۹۶ھ۔

= (ونظام الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة: ۱/۳۸۰، رحمانیہ لاهور)

(وجدید فقهی مسائل لمولانا سیف الله خالد، زیبائش وآرائش: ۱/۲۳۷، مکتبة الایمان لاهور)

(۱) ''عورتوں کو چوڑیاں ہر قسم کی پہننا درست ہے، خواہ کانچ کی ہوں، خواہ سونے چاندی، لوہے، تانبے، پیتل کی ہوں۔ جو شئی زینت کی ہے، خواہ لباس ہو، یا زیور وہ عورتوں کو حالت عدت میں نادرست ہے، اس لئے بوقت عدت چوڑیاں وغیرہ توڑ چھوڑ دی جاتی ہیں، بعد عدت اگر کوئی عورت پہنے تو مضائقہ نہیں۔ جس کی آمدنی نو روپیہ حلال ہو، دس روپیہ حرام خواہ برعکس یا دونوں مساوی ہوں، اس کا ہدیہ وغیرہ دعوت ضیافت سے نادرست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم''۔(فتاوی رشیدیه، مندرجه تالیفات رشیدیه، جواز وحرمت کے مسائل، ص:۴۹۱، إدارہ اسلامیات لاهور)

(۲) ''چین کے استعمال کی دو صورتیں ہیں: ۱- اس کا باندھنا بذات خود مقصود ہو، جیسے زینت کے لئے لوگ باندھتے ہیں، ۲-بذات خود مقصود نہ ہو، کسی دوسری چیز کے باندھنے کے لئے استعمال کی جائے، صورت اولیٰ میں استعمال ناجائز اور ثانیہ میں بلا کراہت جائز ہے''۔(أحسن الفتاوی، متفرقات الحظر والإباحة، (تحت عنوان): ''ہاتھ میں چین والی گھڑی باندھنا'': ۸/۲۱۳، سعید)

(وکذا فی نظام الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة: ۱/۳۸۰، رحمانیہ لاهور)

(وجدید فقهی مسائل لمولانا سیف الله خالد، زیبائش وآرائش: ۱/۲۳۷، مکتبة الایمان لاهور)

گھڑی کا استعمال مرد وعورت کے لئے

سوال[۹۳۶۸]: کلائی کی گھڑی کے استعمال میں مرد اور عورت یکساں ہیں یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ بحوالہ کتبِ معتبرہ تحریر فرما کر عند اللہ، ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جگہ اس کا مرد وعورت میں عام رواج ہو، کوئی تخصیص کسی کی نہ ہو تو وہاں ہر دو کا حکم ایک ہے(۱)۔ اور جس جگہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہو عورتیں عام طور پر استعمال نہ کرتی ہو، وہاں عورتوں کو ناجائز ہے، کیونکہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ تشبہ کی حدیث شریف میں ممانعت ائی ہے، كذافي المشكوٰة، ص: ٣٨٠(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

گھڑی اور سونے کی چین وغیرہ

سوال[۹۳۶۹]: گھڑی پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو گھڑی کا کیس، ڈائل و چین سونے کا بنوانا، یا سونے کا پانی چڑھوانا، یا پین کا نب سونے کا بنوانا اور قمیص وکُرتے وغیرہ کا بٹن سونے چاندی کا بنوانا کیسا ہے؟ رولڈ گولڈ کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمعشبهات من النساء بالرجال". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ٣٨٠، قديمى)

(وصحيح البخارى، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال: ٨٧٤/٢، قديمى)

(وكذا فى فيض القدير شرح الجامع الصغير: ٤٩٩٤/١٠، (رقم الحديث: ٧٢٦٥)، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة رياض)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقت معلوم کرنے کیلئے تاکہ ہر کام کا نظام صحیح رہے اور اپنے وقت سے نہ ہٹے اور وقت ضائع نہ ہوتو گھڑی رکھنا درست ہے اور ہاتھ میں باندھنا بھی درست ہے(۱)، مگر کیس، ڈائل، چین سونے کا نہ ہو(۲)، سونے کا پانی اس میں ہوتو مضائقہ نہیں (۳)۔ چاندی سونے کا بٹن کپڑے میں اس طرح ہو جیسے گھنڈی کہ جدا نہ ہو سکے تو وہ تابعِ ثوب قرار دے کر درست ہے(۴)۔ رولڈ گولڈ کی حقیقت مجھے معلوم نہیں، اگر وہ سونا چاندی نہیں اور اس پر سونے یا چاندی کا پانی ہے تو اس کا حکم آچکا۔ قلم کے نب پر اگر سونے کا پانی ہوتو وہ بھی درست ہے(۵)، خالص سونے کا نہ ہو(۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۵/۱/۹۱ھ۔

---

(۱) (أحسن الفتاوی، متفرقات الحظر والإباحة، عنوان: "ہاتھ میں چین والی گھڑی باندھنا": ۸/۲۱۳، سعید)

(ونظام الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، عنوان: "کلائی گھڑی میں اسٹیل کی چین باندھنا": ۱/۳۸۰، رحمانیه)

(۲) "ولایتحلی الرجل بالذهب والفضة إلا بالخاتم والمنطقة وحلیة السیف من الفضة". (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس: ۷/۳۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۶/۳۵۹، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس: ۸/۳۴۸، رشیدیه)

(۳) "ولابأس بالانتفاع بالأوانی المموهة بالذهب والفضة بالإجماع". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة: ۵/۳۳۵، رشیدیه)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی الاحتکار: ۲/۲۲۴، حقانیه)

(۴) "لابأس بأزرار الدیباج أو الذهب". (الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۶/۳۵۵، سعید)

آج کل چونکہ کپڑوں کے بٹن کپڑوں میں پیوست نہیں ہوتے، بلکہ الگ لگائے جاتے ہیں اس لئے جواز کا حکم نہیں ہوگا۔

(۵) (راجع رقم الحاشیة: ۳)

(۶) (راجع رقم الحاشیة: ۲)

جیبی گھڑی کا کیس چاندی کا ہو اس کا حکم

سوال[۹۳۷۰]: جیبی گھڑی کا کیس چاندی کا ہو تو اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۲۱ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "ولايتحلى الرجل بالذهب والفضة إلا بالخاتم والمنطقة وحلية السيف من الفضة، الخ". قال العلامة الشلبي: "(قوله: من الفضة) قيد للمذكور جميعه". (حاشية الشلبي على التبيين، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۵/۷، دار الكتب العلميه، بيروت)

"ولايتحلى الرجل بذهبٍ وفضة مطلقاً إلا بخاتم ومنطقة وحلية السيف منها: أي الفضة إذا لم يُرد به التزين". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۵۹/٦، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۴۸/۸، رشيديه)

الفصل الخامس فی الحلیة للنساء

(عورتوں کا زیورات کے استعمال کرنے کا بیان)

بیوہ عورت کا زیور پہننا

سوال[۹۳۷۱]: بیوہ عورت کا کانچ کی چوڑی اور چاندی سونے کی چوڑی پہننا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں یہ رسم ہے کہ بیوہ عورت کانچ کی چوڑی نہیں پہن سکتی ہے(۱)۔ نیز عورتوں کو چاندی سونے کے زیور کے علاوہ دیگر چیزوں کا زیور پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بیوہ کو بعد عدت زیور، کانچ کی چوڑی وغیرہ سب درست ہے(۲)، جس زیور میں کفار وفساق کی مشابہت نہ ہو، عورتوں کیلئے وہ سب درست ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) ''کانچ: شیشہ، ایک قسم کا سخت چمکدار مادہ جو ریت اور کھاری یعنی سجی کے ذریعہ بنایا جاتا ہے''۔(فیروز اللغات، ص: ۹۸۳، فیروز سنز، لاہور)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والذین یتوفون منکم و یذرون أزواجاً یتربصن بأنفسھن أربعة أشھر وعشراً، فإذا بلغن أجلھن، فلاجناح علیکم فیما فعلن فی أنفسھن﴾ الآیة (سورة البقرہ: ۲۳۴)

"قوله: ﴿فیما فعلن﴾ یعنی من التزیین والتطییب". (حاشیة التفسیرات الأحمدیه، ص: ۱۴۹، حقانیه)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ فلاجناح علیکم فیما فعلن فی أنفسھن﴾ مماحرم علیھن فی العدة". (روح المعانی: ۱۵۰/۲، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

"فإذا انقضت عدتھا، فلاجناح علیھا أن تتزین وتتصنع وتتعرض للتزویج". (تفسیر ابن کثیر: ۲۸۶/۱، سھیل اکیڈمی لاھور)

(۳) " والتختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء". (ردالمحتار، کتاب =

سہاگن کے لئے سیاہ موتیوں کے ہار کا استعمال

سوال[۹۳۷۲]: یہاں پر شادی شدہ عورتیں گلے میں ایک زیور کالے موتیوں کا پہننا ضروری سمجھتی ہیں، بعض کالے موتی دھاگہ میں ڈال کر اور بعض سونے کے تار میں جڑ وا کر۔ بہر حال سہاگن کو ضروری سمجھا جاتا ہے(۱)۔ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کالے موتیوں کا ہار پہننا سہاگن کیلئے شرعاً لازم نہیں، اس کی پابندی غیر ضروری ہے اس کو ترک کر دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۶/۵/۹۱ھ۔

= الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ٦/٣٦٠، سعيد)

"ولايتختم بحجر ولاصفر ولاحديد". (الدر المنتقى المعروف بسكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهيه، فصل في اللبس: ۴/۱۹۷، غفاريه)

"التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۵/۳۳۴، رشيديه)

(۱) "سہاگن: وہ عورت جس کا خاوند زندہ ہو"۔ (فیروز اللغات، ص:۸۲۴، فیروز سنز لاہور)

(۲) عورتوں کے لئے حدودِ شرع کے اندر نفسِ زینت اختیار کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے:

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "لأن الزينة للنساء مطلوبة للتحسين .... وفي تبيين المحارم: إزالة الشعر من الوجه حرام إلا إذا نبتت للمرأة لحية أو شوارب، فلا تحرم إزالته، بل تستحب". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ٦/٣٧٣، سعيد)

لیکن جس چیز پر دوام، استمراری عمل اور لزوم کا ثبوت نہ ہو، اس کام کو سنتِ مستمرہ اور واجب کی طرح لازم سمجھ کر کرنا شرعاً مذموم اور قبیح ہے، جب کہ کوئی مستحب کام التزام کے ساتھ کرنے سے مکروہ ہو جاتا ہے، تو غیر مستحب اور غیر ثابت تو بطریقہ اولیٰ مکروہ، مذموم اور بدعت کے زمرے میں آئے گا:

"أن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لاأصل لها في الشرع، وعلى هذا فلا شك في الكراهة، وهذا هو غرض من أفتى بالكراهة". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ٢/٢٦٥، سهيل اكيڈمی لاهور) =

چوڑیاں پہننا

سوال[۹۳۷۳]: چوڑیاں پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جائز ہے (صرف عورتوں کیلئے مردوں کو منع ہے)(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

زیور پہننے کے لئے ناک میں سوراخ کرنا

سوال[۹۳۷۴]: عورتیں جو زیور پہننے کے لئے ناک اور کان میں سوراخ کرتی ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جائز ہے:"لابأس بثقب أذن البنت. وهل تجوز الخزاء فی الأنف؟ لم أره". درمختار۔ "قلت: إن كان مما يتزين به النساء كما هو فی بعض البلاد، فهو فيها كثقب القرط". شامی: ۳۷۱/۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۵/۹۰ھ۔

= "(قوله: وتركها أولىٰ)؛ لأنه إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة راجحاً على فعل لبدعة مع أنه كان يمكنه التسوية قبل الشروع فی الصلوة، بحر". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة، ومايكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة أولىٰ: ۶۴۲/۱، سعيد)

(۱) "يجوز للنساء لبس أنواع الحلی كلها من الذهب والفضة والخاتم والحلقة والسوار والخلخال والطوق، الخ". (إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحِلّه للنساء: ۲۹۳/۱۷، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا فی مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الكراهيه، فصل فی اللبس: ۱۹۵/۴، غفاريه)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الكراهيه، فصل فی اللبس: ۳۴۸/۸، رشيديه)

(وكذا فی امداد الفتاوی، كتاب الحظر والإباحة، احکام متعلقہ لباس: ۱۲۶/۴، دارالعلوم، كراچی)

(۲) (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۴۲۰/۶، سعيد) =

لڑکیوں کے کان چھیدنا

سوال[۹۳۷۵]: لڑکیوں کو کان چھدوانا مسنون یا مکروہ ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

"لابأس بكي البهائم للعلامَة وثقب أذن الطفل من البنات؛ لأنهم كانوا يفعلونه في زمن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من غير إنكار". شامی: ۲۷۵/۵(۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کے کان میں بالی وغیرہ کے لئے سوراخ کرنا درست ہے۔

نفع المفتي والسائل، ص: ۱۳۷ ، میں ناک کے سوراخ کو بھی کان پر قیاس کرتے ہوئے جائز لکھا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۴/۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۸/صفر۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان والحضاء، الخ: ۳۵۷/۵، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۷۴/۷، رشيديه)

(وكذا في نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكهنوي: ۱۹۶/۴، إدارة القرآن، كراچی)

(۱) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۸/۶، سعيد)

(۲) "الاستفسار: هل يجوز ثقب أنف النساء؟ الاستبشار.......... إن كان للتزين، يجوز كما في ثقب الأذن.......... يجوز قياساً على ثقب الأذن". (نفع المفتي والسائل، من مجموعة رسائل اللكهنوي، المتفرقات: ۱۹۶/۴، إدارة القرآن كراچی)

"ولابأس .... بثقب آذان الأطفال من البنات؛ لأنهم كانوا يفعلون ذلك في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم من غير إنكار". (الفتاوىٰ العالمكرية، كتا ب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان والخضاء، الخ: ۳۵۷/۵، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۷۴/۸، رشيديه)

باب الأسماء

(نام رکھنے کا بیان)

''یاسین'' نام رکھنا

سوال[۹۳۷۶] : میرا نام محمد یاسین ہے۔ احکامِ شریعت اول میں مولوی احمد رضا خان صاحب نے یاسین رکھنے کو منع لکھا ہے۔ دلیل یہ پیش کی ہے کہ ''نامعلوم المعنی'' پڑھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح نامعلوم المعنی نام رکھنا بھی جائز نہیں۔ اس کے علاوہ احکام القرآن ابن عربی کی (۱) اور نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض کے حوالہ سے دو حدیثیں نقل کی ہیں، جس کی رو سے یاسین نام رکھنا ممنوع قرار دیا ہے۔ اگر احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ آنجناب کی نظر میں صحیح ہے تو پھر بندہ کو نام تبدیل کرانے میں کوئی عذر نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص کو کسی لفظ کے معنی کا علم نہ ہو اس کے نزدیک وہ لفظ ''نامعلوم المعنی'' ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں (کسی لغت کے اعتبار سے یا محاورہ اور عرف کے اعتبار سے) بھی نامعلوم المعنی ہی ہو۔ عدمِ

---

(۱) ''المسئلة الثالثة: رواية أشهب عن مالک: لایسمّی أحد یٰسن؛ لأنه اسم الله تعالیٰ کلام بدیع، وذلک أن العبد یجوز له أن یتسمی باسم الله إذا کان فیه معنی منه، کقوله: عالم، وقادر، ومزید، ومتکلم. وإنما منع مالک من التسمیة بهذا؛ لأنه اسم من أسماء الله لایدری معناه، فربما کان معناه ینفرد به الرب، فلا یجوز أن یقدم علیه العبد إذا کان لایعرف هل هو اسم من أسماء الباری، فیقدم علی خطر منه، فاقتضی النظر رفعه عنه. فإن قیل: فقد قال الله تعالیٰ: ﴿سلام علی إل یسن﴾؟ قلنا: ذلک مکتوب بهجاء فیجوز التسمیة به، وهذا الذی لیس بمتهجّی هو الذی تکلم مالک علیه مما فیه من الإشکال. والله أعلم''. (أحکام القرآن لابن العربی، سورة یسین: ۱۶۰۷/۴، ۱۶۰۸، دارالمعرفة، بیروت)

علم کا علاج سوال ہے:﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾(۱)۔ "إنما شفاء العيّ السوال". الحديث(۲)۔ نہ یہ کہ عدمِ علم کے ساتھ فتویٰ بھی لگانا شروع کردے، عدمِ علم کی حالت میں فتویٰ کا نتیجہ "ضلوا وأضلوا" ہے(۳)۔

تفسیر مظہری(۴)، تفسیر الدرالمنثور(۵)، تفسیر معالم التنزیل(۶)، تفسیر ابن کثیر وغیرہ(۷) میں "یاسین" کے متعدد معنی بیان کئے ہیں۔ تفسیر فتح القدیر للشوکانی میں ہے:"وقال سعيد بن جبير وغيره: هو اسم من أسماء محمد صلى الله عليه وسلم"(۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۱/۱۷ھ۔

---

(۱) (سورة النحل: ۴۳)

(۲) (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارات، باب في المجروح يتيمم: ۱/۵۴، إمداديه)

(۳) الحديث بأسره: "عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول صلى الله عليه وسلم: "إن الله لايقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من الناس، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء، حتى إذا لم يترك عالماً، اتخذ الناس رؤوساً جهالاً، فسئلوا، فأفتوا بغير علم، فضلّوا وأضلوا". (جامع الترمذي، أبواب العلم، باب ماجاء في ذهاب العلم: ۲/۹۳، سعيد)

(۴) "وقيل: معناه: "يا إنسان" بلغة طي، يعني به محمداً صلى الله عليه وسلم". (التفسير المظهري، سورة يٰسين: ۱/۷۰، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(۵) "أخرجه ابن مردوية من طريق ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما "يسين" محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. وفي لفظ: قال: يا محمد. وأخرج ابن أبي شيبة عن ابن عباس في قوله: "يسين". قال: يا إنسان". (الدر المنثور في تفسير المأثور: ۵/۴۸۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۶) "معناه: "يا إنسان" بلغة طيء، يعني محمداً صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (تفسير البغوي المسمى معالم التنزيل: ۴/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۷) "و روى عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما .... أنّ "يسين" بمعنى "يا إنسان". (تفسير ابن كثير، سورة يسين: ۳/۵۶۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۸) (فتح القدير للشوكانيّ، سورة يسين: ۴/۳۵۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

’’حسین احمد‘‘ نام رکھنا

سوال[۹۳۷۷]: ماقولکم رحمکم اللّٰہ فی التسمیة "بحسین أحمد" هل تجوز أولا؟ بینوا بالکتاب، توجروا بالثواب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لم أره صريحاً، و لكن الترتيب اللغوى لا يمنع الجواز، لكون المضاف صفةً للمضاف إليه، وهذا مما له شواهد فى كلام العرب (۱)۔ فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللّٰہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۷/صفر/۵۹ھ۔

’’غلام محمد، صدر العلی، غلام نبی، غلام رسول، رسول بخش‘‘ نام رکھنا

سوال[۹۳۷۸]: غلام محمد، صدر العلی اور غلام نبی اور غلام رسول اور رسول بخش نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غلام محمد، غلام نبی، غلام رسول نام رکھنا درست ہے، رسول بخش نام نہیں رکھنا چاہئے۔ غلام محمد صدر العلی نام بھی درست ہے جب کہ ’’صدر العلی‘‘ کو صفتِ ’’محمد‘‘ قرار دیا جائے، لیکن غالب یہ ہے کہ لوگوں کی زبانوں پر یہ نام صدر العلی ہی مشہور ہو جائے گا اور غلام محمد ترک ہو جائے گا، اس لئے مناسب نہیں جیسا کہ اَوروں کے متعلق تجربہ ہے (۲)۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۳/۴/۹۴ھ۔

---

(۱) "مثل جرد قطيفة، و أخلاق ثياب". (الكافية لزينى زاده، ص: ۱۷۸، امير حمزه كتب خانه كوئٹه)

(۲) حضرت مفتی صاحبؒ کا جواب اس وقت ہے جب کہ ’’غلام محمد صدر العلی‘‘ پورا ایک ہی نام ہو اور ’’صدر العلی‘‘ کو ’’محمد‘‘ کی صفت قرار دی جائے، لیکن سوال سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ غلام محمد اور صدر العلی دونوں جدا جدا نام ہیں، اس لئے صدر العلی کو محمد کی صفت قرار دینا مشکل نظر آ رہا ہے، لہذا صرف صدر العلی نام رکھنے سے تو ہر صورت میں احتیاط کرنا چاہئے: .... =

''محمد عظیم'' نام رکھنا

سوال[۹۳۷۹]: میں نے اپنے لڑکے کا نام ''محمد عظیم'' رکھا ہے، لیکن ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ نام نہیں رکھنا چاہئے، کیونکہ یہ نام اللہ تعالیٰ کا ہے، اس نام کو رکھ کر (نعوذ باللہ) دوسرا خدا بنانا چاہتے ہو۔ یہ نام رکھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد عظیم نام رکھنا شرعاً درست ہے، ہرگز شرک نہیں، محمد عظیم اللہ کا نام نہیں، بے فکر رہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲۴ھ۔

= ''لکن التسمية بغير هذه الأسماء في هذا الزمان أولى؛ لأن العوام يصغّرون هذه الأسماء عند النداء''. (الفتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب التسمية، ص: ۷۲، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۱۷، سعيد)

(۱) چونکہ عرصۂ قدیم سے مسلمانوں میں یہی نام رکھنے کا رواج اور معمول بھی ہے، اس لئے اس کے رکھنے میں کوئی حرج نہیں:

''التسمية باسم .... لا يستعمله المسلمون الأولى أن لا يفعل''. (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع في المتفرقات: ۶/۳۷۰، رشيديه)

''أحب الأسماء إلى الله تعالىٰ عبدالله وعبدالرحمن، لكن التسمية بغير هذه الأسماء في هذا الزمان أولى؛ لأن العوام يصغرون هذه الأسماء للنداء، والتسمية باسم يوجد في كتاب الله تعالىٰ كالعلي والكبير والرشيد والبديع جائزة؛ لأنه من الأسماء المشتركة ويراد في حق العباد غير مايراد في حق الله تعالىٰ كذا في السراجية. وفي الفتاوىٰ: التسمية باسم لم يذكره الله تعالىٰ في عباده ولا ذكره رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولا استعمله المسلمون تكلموا فيه، والأولىٰ أن لايفعل، كذا في المحيط''.

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني والعشرون في تسمية الأولاد: ۵/۳۶۲، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الرابع والعشرون في تسمية الأولاد: ۶/۱۲۹، غفاريه كوئٹه)

’’نرنجن علی‘‘ نام کو بدل کر ’’محمد علی‘‘ رکھنا

سوال[۹۳۸۰]: اس ناکارہ کا نام پیدائش کے وقت ’’محمد نرنجن علی‘‘ رکھا گیا تھا، بیس سال تک اس نام سے پکارا جاتا رہا، عزیز واقارب اور گاؤں والے اسی نام سے پکارتے ہیں۔ میں نے مدرسہ فیض العلوم میں ملازمت کی تو ایک مولوی صاحب نے ’’محمد علی‘‘ نام رکھنے کا مشورہ دیا، مین نے قبول کرلیا۔

مدرسہ میں اس نام سے مشہور ہوگیا، عقد کے وقت بھی یہی نام نکاح نامہ میں درج کیا گیا، لیکن سرکاری وثیقہ جات اور میٹرک کی سند میں ’’محمد نرنجن علی‘‘ ہی لکھا ہوا ہے۔ چونکہ یہ نام ہندوانہ ہے، اس لئے احقر کو فکر ہے، غیر اختیاری طور پر احقر کا یہ نام پڑ گیا۔ اب اس کا کیا تدارک کیا جائے؟ یہ نام جائز ہے یا ناجائز، جو لوگ اس نام سے پکاریں ان کو جواب دیا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نام ’’محمد علی‘‘ ہی رکھئے، غیر اختیاری طور پر جو مشہور ہوگیا اس کی اصلاح اس طرح کیجئے کہ جو شخص غلط نام سے پکارے یا لکھے، اس کو بتادیجئے کہ میرا نام محمد علی ہے، ضرورت پیش آئے تو سرکاری کاغذات میں بھی اس کی اصلاح کرادیں کہ اصل اور صحیح نام محمد علی ہے، غلطی سے فلاں نام مشہور ہوگیا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۹۵ھ۔

’’مرسلین‘‘ نام رکھنا

سوال[۹۳۸۱]: میرا لڑکا جس کی عمر ساڑھے تین سال ہے، اس کا نام میں نے ’’مرسلین‘‘ رکھ دیا

---

(۱) ”عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم غيّر اسم عاصية، وقال: ”أنت جميلة“. (الصحيح لمسلم، كتاب الأدب، باب تغيير استحباب الاسم القبيح إلى حسن: ۲۰۸/۲، قديمى)

قال النووى: ”معنى هذه الأحاديث تغيير الاسم القبيح أو المكروه إلى حسن، وقد ثبت أحاديث بتغييره صلى الله تعالیٰ عليه وسلم أسماء جماعة كثير من الصحابة“. (شرح النووى على الصحيح لمسلم، المصدر السابق)

(وسنن أبى داؤد، كتاب الأدب، باب تغيير الاسم القبيح: ۳۲۹/۲، إمداديه ملتان)

تھا، لیکن اب ایک مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ نام اس بچے کے لئے مناسب نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کل جتنے پیغمبر مبعوث فرمائے ہیں سب کے مجموعہ کو مرسلین کہا جاتا ہے۔ اس لئے آپ کا کیا ارشاد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بچہ کا نام مرسلین نہیں رکھنا چاہئے، اگر لفظِ ''مرسلین'' کا نام میں لانا ہی ملحوظ ہے تو ''خادم المرسلین'' یا ''غلام المرسلین'' وغیرہ کچھ رکھ دیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۹۴ھ۔

''ربّانی'' نام رکھنا

سوال[۹۳۸۲]: کیا بچہ کا نام ''ربانی'' رکھا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ربّانی نام رکھنا درست ہے، اس کا ترجمہ ''اللہ والا'' لیکن پیغمبروں کے نام کے موافق نام رکھنا (۲)، یا پھر ایسا نام رکھنا جس میں ''عبد'' آئے اور اللہ کے کسی نام کی طرف مضاف ہو بہتر و پسندیدہ ہے، جیسے عبدالرحمٰن،

---

(۱) ''التسمية باسم .... ولا يستعمله المسلمون الأولى أن لايفعل''. (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع فى المتفرقات: ۶/۳۷۰، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثانى والعشرون فى تسمية الأولاد: ۵/۳۶۲، رشيديه)

(وكذا فى المحيط البرهانى، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الرابع والعشرون فى تسمية الأولاد: ۶/۱۲۹، غفاريه كوئٹه)

(۲) ''قال رسول اللہ صلى الله عليه وسلم: ''سمّوا بأسماء الأنبياء، ولاتسموا بأسماء الملائكة''. (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۷/۳۵۵۳، (رقم الحديث: ۴۷۱۷)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

قال العلامة المناوى: ''فيكره التسمى بها، كما ذكره القشيرى، ويسن بأسماء الأنبياء''. (فيض القدير، المصدر السابق)

عبد الرحیم وغیرہ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ۔

''یحییٰ'' اور ''ناصر'' نام رکھنا

سوال [۹۳۸۳]: میرے دولڑکے ہیں: یحییٰ اعظم اور ناصر اعظم۔ یہ میں نے اپنے نام سے ملا کر رکھا تھا چونکہ میرا نام نور الاعظم ہے، مگر دینی اعتبار سے جاہل ہوں، اس لئے بصد آداب ملتمس ہوں کہ شرعی اعتبار سے یہ نام برا تو نہیں ہوگا؟ اگر ایسا ہو تو پھر غلام محمد یحییٰ اور غلام محمد ناصر رکھا جائے تو بہتر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یحییٰ اور ناصر نام بھی صحیح اور کافی ہیں، کچھ اضافہ ہی کرنا ہے تو محمد یحییٰ اور محمد ناصر پورا نام کر دیجئے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أحب الأسماء إلى الله عزوجل عبدالله وعبدالرحمٰن". قال المحشي: "يلتحق بهذين الاسمين ماكان مثلها كعبدالرحيم".

(سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۳۲۸/۲، إمداديه ملتان)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الأدب، باب مايستحب من الأسماء، ص: ۲۶۵، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأدب، باب النهي عن التكني بابى القاسم الخ: ۲۰۶/۲، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۱۷/۶، قديمي)

(۲) "التسمية باسم .... ولا يستعمله المسلمون الأولى أن لايفعل". (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكرية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع في المتفرقات: ۳۷۰/۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني والعشرون في تسمية الأولاد: ۳۶۲/۵، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الرابع والعشرون في تسمية الأولاد: ۱۲۹/۶، غفاريه كوئٹه)

''عبدالرّبّان'' نام رکھنا۔

سوال[۹۳۸۴] : عبدالرّبّان نام رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اللہ کے ناموں میں ''رب'' ہے ''ربّان'' نہیں، اس لئے ''عبدالرب'' رکھنا درست ہے عبدالربّان نہیں رکھنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بچہ کا نام ''محمد رسول اللہ'' یا ''موسیٰ کلیم اللہ'' رکھنا

سوال[۹۳۸۵] : کسی بچہ کا ''محمد رسول اللہ'' یا ''موسیٰ کلیم اللہ'' یا ''حضرت رسول اللہ'' نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

''محمد، موسیٰ، کلیم اللہ'' جداگانہ تینوں نام رکھنا درست ہے۔ ''رسول اللہ، محمد رسول اللہ، موسیٰ کلیم اللہ'' نام نہ رکھے جائیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۸۹ھ۔

---

(۱) ''ربان'' چونکہ فقیہ اور عالم شخص کو کہتے ہیں اور وہ خود ''عبد'' ہوتا ہے، اس لئے کہ اس میں ''عبد'' کی اضافت عبد ہی کی طرف ہے جو کہ ناجائز ہے، چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ''الربانیون'' کا معنی یوں بیان کیا ہے: "(الربانیون) العلماء الفقهاء".

(روح المعاني، (سورة المائدة: ۴): ۱۴۴/۶، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسيرابن كثير: ۶۰/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) چونکہ ''رسول اللہ، محمد رسول اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ'' نام لیتے وقت ذہن فوراً انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، یہی وجہ تھی کہ ابتدائے اسلام میں ''ابوالقاسم'' کنیت رکھنا ممنوع تھا:

"عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: نادى رجل رجلاً بالبقيع: يا أبا القاسم! فالتفت إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: يارسول الله! إني لم أعنك، إنما دعوت فلاناً، فقال رسول الله صلى الله =

کسی کا نام ''محمد'' ہو اُس پر درود کی علامت

سوال[۹۳۸۶]: بہت سے لوگ جن کا نام ''محمد'' ہوتا ہے، وہ لفظ ''محمد'' یا ''احمد'' کے ساتھ صلعم کا مخفف یعنی ''ص'' لکھتے ہیں، حالانکہ یہ مخصوص ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے۔ اس کے جواز اور عدمِ جواز سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جن کا نام ''محمد'' ہو، یا نام کے ساتھ ''محمد'' ہو، نہ اس پر درود شریف پڑھا جاتا ہے اور نہ لکھا جاتا ہے، نہ اس کا حکم ہے، بلکہ درود شریف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ جو لوگ ایسی جگہ لفظ ''محمد'' پر ''ص'' بنادیتے ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں ہے، ان کا مقصد اپنے نام پر درود پڑھنا نہیں، بلکہ لفظِ ''محمد'' سے ذہن منتقل ہوجاتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی طرف۔ اس انتقالِ ذہنی کی وجہ سے ''ص'' بنادیتے ہیں، مگر یہ کوئی شرعی حکم نہیں، بلکہ اگر اس سے یہ شبہ ہو کہ غیر نبی پر درود پڑھا جارہا ہے تو اس سے اجتناب کرنا چاہئے (۱)۔

تنبیہ: سوال میں جو لفظ ''صلعم'' ہے یہ مہمل لفظ ہے، جہاں درود کا حکم ہے وہاں پورا درود لکھا جائے

= عليه وسلم: "تسموا باسمي، ولاتكتنوا بكنيتي". (الصحيح لمسلم، كتاب الأدب، باب النهى عن التكنى بأبى القاسم: ۲/۲۰۶، قديمى)

(وكذا فى فيض القدير، شرح الجامع الصغير: ۷/۳۵۵۳، (رقم الحديث: ۴۷۱۷)، مكتبة نزار مصطفىٰ الباز رياض)

(۱) "عن أبى الحوراء السعدى، قال لحسن بن على رضى الله تعالىٰ عنهما: ماحفظت من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم؟ قال: حفظت من رسول الله صلى الله عليه وسلم: "دع مايريبك إلى مالايريبك". (جامع الترمذى، أبواب صفة القيامة، قبيل أبواب صفة الجنة: ۲/۷۸، سعيد)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث حسن بن على رضى الله عنهما: ۱/۳۰۰، (رقم الحديث: ۱۷۲۹)، دارإحياء التراث العربى بيروت)

نہ کہ صلعم (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۵/ ۸۷ھ۔

کسی ادارہ کا نام، نامِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھنا

سوال [۹۳۸۷]: اگر کچھ مسلمان قومی وملّی خدمت کے جذبے سے سرشار ہوکر تبلیغ دین ومعاشرے کی صحت مند تعمیر کی خاطر اپنے حبیب پاک کے نام نامی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی علمی ادارہ یا شفاخانہ کھولنا چاہیں تو کھول سکتے ہیں یا نہیں، مثلاً ''پروفٹ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میڈیکل کالج ہسپتال'' کے نام سے اگر کوئی علمی ادارہ کھولا جائے تو کہاں تک شرعی طور پر جائز ہوگا؟ صحیح تحقیق سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ذاتِ مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک سے تبرّک حاصل کرنا عینِ سعادت اور تقاضائے عقیدت ہے، مگر اس کی صورت یہ ہے کہ اس نام مبارک کی لاج کے لئے اپنے اپنے معیار، اپنے خاندان، اپنی قوم، اپنی بستی اور حیثیت وقوت کے مطابق تمام امت کے لئے جدوجہد کی جائے تا کہ ہرایک امتی کے اخلاق،

(۱) "وقال بعض أهل الحديث: كان لى جار فمات فرؤى فى المنام، فقيل له: مافعل الله بک؟ قال: غفرلى. قيل: بم ذاک؟ قال: كنت إذا كتبتُ ذكر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى الحديث كتبت " صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ".

وقال سفيان بن عيينة: حدثنا خلف صاحب الخلفان قال: كان لى صديق رضى الله تعالىٰ عنه يطلب معى الحديث، فمات فرأيته فى منامى وعليه ثياب خضر يجول فيها، فقلت: "ألست معى تطلب الحديث"؟

قال: بلىٰ . قلت: فما الذى أصارک إلى هذا؟ أو كما قال، قال: كان لايمر حديث فيه ذكر محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلا كتبت فى أسفله " صلى الله تعالىٰ علبه وسلم " فكافانى ربى هذا الذى ترى على". (جلاء الإفهام فى الصلوة والسلام على خير الأنام، فصل: الموطن الحادى والعشرون من مواطن الصلوة عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عنه كناية اسمه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، ص: ۲۳۰، دارالكتب العلمية بيروت)

اعمال، اقوال، صورت، شکل، وضع قطع، تجارت، زراعت، غرض ہر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے تابع اور آپ کی ہدایت کے تحت ہو جائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر ایک کی محبت پر غالب ہو جائے (۱)۔

کسی دوا کا نام، کسی بلڈنگ کا نام، کسی شفاخانہ کا نام اسمِ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھ کر نام کی شہرت سے روپیہ حاصل کرنا اور اس کے لئے مقدس نام مبارک کو ذریعہ بنانا اونچا مقصد نہیں، پست مقصد ہے۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوتی اور بلڈنگ کو کسی ایسے کام میں استعمال کرتا ہے کہ اس کو نام مبارک کی عظمت سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہوتی، بلکہ مخالفت ہوتی ہے، اور اسم مبارک سے تبرک کے بجائے دوسرا معاملہ کیا جاتا ہے، اس لئے اس سے احتراز ہی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

درست اور نادرست نام

سوال [۹۳۸۸]: کسی کا نام: ۱-عبدالحبیب، ۲-یاغلام نبی ۳-یاغلام مصطفیٰ، ۴-یاعبدالنبی، ۵-یاعبدالرسول، ۶-یامحمد رسول، ۷-یاشیخ محمد، ۸-یاصرف محمد، ۹-یاصرف احمد، ۱۰-یارب الدین وغیرہ اس قسم کے نام شرعاً رکھنا کیسا ہے؟ فقط۔

عبدالکلام غفرلہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان میں: ۲، ۳، ۷، ۸، ۹- نام درست ہیں، باقی نام رکھنا مکروہ ہے۔

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "لایؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیه من ولدہ ووالدہ والناس أجمعین". (الصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب محبة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ۴۹/۱، قدیمی)

(وصحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب حب الرسول صلی اللہ علیه وسلم: ۶/۱، قدیمی)

تنبیہ: عبدالکلام نام بھی قابلِ تغییر ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۸۸ھ۔

بچہ کا نام ''نبی خان'' رکھنا

سوال[۹۳۸۹]: میرے یہاں ۱۷/نومبر ۶۷ءکوایک بچہ پیدا ہوا ہے،ابھی تک اس بچے کا نام نہیں رکھا گیا،اس بچے کا تاریخی نام لکھدیں یا کوئی اَور نام لکھدیں،لیکن نام ''نبی خان'' پر ہونا چاہئے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

تاریخی نام نکالنے سے مجھے مناسبت نہیں،اس لئے معذور ہوں۔ایک بات عرض ہے وہ یہ کہ بچے کا نام پیدائش کے ساتویں روز رکھنا مستحب ہے،اب ماشاء اللہ سوا دو برس ہو چکے ہیں نام رکھنے میں اتنی تاخیر نہ کرنا چاہئے (۱)۔نام میں مستحب یہ ہے کہ ایسا نام رکھا جائے جس میں عبد آئے،مثلاً عبداللہ،عبدالرحمان،عبدالرحیم وغیرہ(۲) یا پیغمبر کا نام ہو،مثلاً: یحیٰی، زکریا، داؤد، یوسف،محمد وغیرہ ان میں سے کسی کا نام نبی خان نہیں (۳)۔ فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "یستحب لمن ولد له ولد أن یسمیه یوم أسبوعه، ویحلق رأسه، ویتصدق عند الأئمة الثلاثة بزنة شعره فضةً أو ذهباً، ثم یعق عند الحلق عقیقة إباحةً علی مافی الجامع المحبوبی". (ردالمحتار، کتاب الأضحیة، قبیل کتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۳۶، سعید)

(۲) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "أحب الأسماء إلی الله عزوجل عبدالله، وعبدالرحمٰن". (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی تغییر الأسماء: ۲/۳۲۸، إمدادیه ملتان)

قال المحشی: "یلتحق بهذین الاسمین ماکان مثلها کعبدالرحیم وعبدالصمد وعبدالمالک".

(حاشیة سنن أبی داؤد، المصدر السابق)

(وابن ماجة، أبواب الأدب، باب مایستحب من الأسماء، ص: ۲۶۵، قدیمی)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۴۱۷، سعید)

(۳) "سموا بأسماء الأنبیاء". الحدیث. قال المناوی: "ویسنّ بأسماء الأنبیاء". (فیض القدیر شرح =

''محمد علیم'' نام رکھنا

سوال[۹۳۹۰]: محمد علیم نام رکھنا کیسا ہے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ نام درست نہیں ہے اس لئے کہ صفت دوامِ علم کہ یہ ذاتِ باری تعالیٰ کی صفت کے ساتھ خاص ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما: فوق كل عالمٍ عالمٌ إلا أن ينتهي العلم إلى الله تعالىٰ". والمعنىٰ أن إخوة يوسف عليه السلام كانوا علماء إلا يوسف عليه السلام أفضل منهم، اھ". روح المعاني: ٤/٩٣، سورة يوسف ﴿وفوق كل ذي علم عليم﴾(١)۔

اس سے معلوم ہوا کہ علیم اللہ تعالیٰ کا مخصوص نام نہیں، لہٰذا محمد علیم نام رکھنا ناجائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

''ابوالاعلیٰ'' نام رکھنا

سوال[۹۳۹۱]: ''ابوالاعلیٰ'' نام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اولیاء اللہ میں سے کسی کا رہا ہے یا نہیں؟ نیز اس نام میں شرعاً کوئی قباحت ہے یا نہیں؟ اگر ابوالاعلیٰ نام رکھنا درست ہو تو ابوالرحمٰن، ابوالجبار، ابوالغفار وغیرہ نام رکھنا بھی درست ہونا چاہئے، اس لئے کہ جس طرح ''الرحمٰن'' خدا کا صفاتی نام ہے اسی طرح

= الجامع الصغير: ٧/٣٥٥٣، (رقم الحديث: ٧١٧٤)، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز رياض)

"التسمية باسم يوجد في كتاب الله تعالىٰ جائزة". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٦/٤١٧، سعيد)

(وكذا في الفتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب التسمية، ص: ٧٢، سعيد)

"التسمية باسم لم يذكره الله تعالىٰ ورسوله في عبارةٍ ولايستعمله المسلمون، الأولىٰ أن لايفعل". (البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهيه، الفصل التاسع في المتفرقات: ٦/٣٧٠، رشيديه)

(١) (روح المعاني: ١٢/٣٠، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير، (سورة يوسف: ٧٦): ٢/٤٨٥، سهيل اكيڈمی لاهور)

''اعلیٰ'' بھی خدا کا صفاتی نام ہے۔ امید ہے کہ اس میں صحیح رہنمائی فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

''اعلیٰ'' صفتِ خاص نہیں کہ کسی اَور کے لئے اس کا اطلاق درست نہ ہو، قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد ہے: ﴿قلنا لاتخف إنك أنت الأعلیٰ﴾ (۱)۔ نیز اہلِ اُحد کو ارشاد ہے: ﴿وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين﴾ پارہ: ٤ (۲)۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاء اللہ میں کسی کا نام مجھے معلوم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۱۴۰۱ھ۔

''محمد عمر فاروق'' نام رکھنا

سوال [۹۳۹۲]: بچوں کا نام محمد عمر فاروق رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

برکت کے لئے محمد عمر فاروق نام رکھنا درست ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

''عبدالسبحان'' نام رکھنا

سوال [۹۳۹۳]: اگر زید نے اپنے لڑکے کا نام ''عبدالسبحان'' رکھ دیا تو یہ نام رکھنا صحیح ہے یا غلط

---

(۱) (سورة طٰهٰ: ٦٨)

(۲) (سوْرة اٰل عمران: ۱۳۹)

یہ اگرچہ صفتِ خاصہ نہیں، لیکن ذہن پر ایک قسم کا التباس آتا ہے اور مسلمانوں میں اس کا عام رواج بھی نہیں ہے اس لئے احتیاط بہتر ہے:

"التسمية باسم........ لايستعمله المسلمون، الأولى أن لايفعل". (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيريه، كتاب الكراهية، الفصل التاسع فى المتفرقات: ۳۷۰/٦، رشيديه)

(۳) برکت اس وجہ سے ہے کہ ایک نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، دوسرا خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے، لہٰذا یہ مجموعۂ برکات ہے۔

ہے؟ اور زید اپنے خیال میں یہ بات ملحوظِ نظر رکھتا ہے کہ ''سبحان'' مصدر ہے اور مصدر اسمِ فاعل اور اسم مفعول کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ تو اگر زید نے سبحان مصدر کو اسم مفعول کے معنی میں لے کر عبدالسبحان کے معنیٰ ''پاکی کئے ہوئے کا بندہ'' کئے، اب یہاں عبدالسبحان میں جو سبحان مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ شانہٗ لیا جائے تو یہ مراد لینا درست ہوگا یا نہیں؟ اور اس وقت عبدالسبحان نام رکھنا درست ہوگا یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مصدر کا اسمِ فاعل واسم مفعول کے معنیٰ میں آنا سماعی ہے یا قیاسی؟ اگر قیاسی ہے تو پھر مصدر کو بمعنی اسم فاعل واسم مفعول کے لے سکتے ہیں، مگر اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ اگر سماعی ہے تو موردِ سماع پر منحصر رہے گا، تو زید ثبوت پیش کرے کہ سبحان مصدر کلامِ عرب میں کسی جگہ بمعنیٰ اسم مفعول آیا ہے۔ نیز اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، زید بتلائے کہ سبحان کا اطلاق قرآن کریم، حدیث شریف یا دیگر کتب معتبرہ میں خدائے تعالیٰ پر کیا گیا ہے:

"قلت: ومن ههنا وضح لك أن تسمية العوام أطفالهم "بعبد السبحان" ممّا لامعنى لها، ويجب نهيهم عنها، فإن العبودية لاتُضاف إلا إلى اسم من أسماء الله تعالىٰ، والسبحان ليس عَلَماً له ولاوصفاً له بل هو مصدر، فاحفظه فإنه من الفوائد النفيسة". السعاية: ۲/۱٦٤(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۱/ ذی قعدہ/ ۱۳٦۰ھ۔

---

(۱) (السعاية فى كشف ما فى شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوٰة، مطلب: يجب نهى العوام عن تسميتهم أطفالهم بعبد السبحان: ۲/۱٦۴، سهيل اكيڈمى لاهور)

"وسبحان مصدر كغفران، ولايكاد يستعمل إلامضافاً منصوباً، الخ". (تفسير البيضاوى، (سورة البقره: ۳۲): ۱/٦۲، مير محمد كتب خانه)

(وكذا فى البحر المحيط: ۱/۱۴۸، دارالفكر بيروت)

''عبدمناف'' نام رکھنا

سوال[۹۳۹۴]: ہمارے ایک دوست نے اپنے لڑکے کا نام عبدمناف رکھا، اس لفظ کے کیا معنی ہیں، اور یہ نام رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا یہ نام اللہ کے نام میں سے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

''مناف'' اللہ کا نام نہیں، اس لئے عبدمناف نام بھی نہیں رکھنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۸۷ھ۔

''یافث'' نام رکھنا

سوال[۹۳۹۵]: میں اپنے بچے کا نام ''یافث'' رکھنا چاہتا ہوں، یافث کے معنی اور مطلب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام یافث تھا (۲)، اس کے معنی معلوم نہیں، یہ عربی لفظ نہیں، یہ نام رکھنے میں بھی مضائقہ نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ پیغمبروں کے نام پر یا صحابہ کے نام پر رکھا جائے (۳)، یا ایسا نام

---

(۱) ''فإن العبودية لاتضاف إلا إلىٰ اسم من أسماء الله تعالىٰ''. (السّعاية، باب صفة الصلوٰة، مطلب: يجب نهي العوام، الخ: ۲/۱۶۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

''التسمية باسم .... لايستعمله المسلمون، الأولى أن لايفعل''. (الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع فى المتفرقات: ۶/۳۷۰، رشيديه)

(۲) ''وقيل: إنما كان نوح وبنوه الثلاثة: سام وحام ويافث''. (تفسير ابن كثير، سورة هود: ۲/۴۴۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا فى روح المعانى، (سورة هود: ۴): ۱۲/۵۵، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(۳) ''قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''سموا بأسماء الأنبياء، ولاتسموا بأسماء الملائكة''. (فيض القديرشرح الجامع الصغير: ۷/۳۵۵۳: رقم الحديث: ۴۷۱۷، نزار مصطفى رياض)

رکھا جائے جس کے شروع میں ''عبد'' ہو اور دوسرا لفظ اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام ہو جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم، عبدالخالق، عبدالحمید (۱)، عبدالسبحان وغیرہ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

''عبدالرحیم'' کو ''رحیم'' کہہ کر پکارنا

سوال [۹۳۹۶]: ہمارے اطراف میں جن لوگوں کا نام عبدالرحیم، عبدالقدوس وغیرہ ہے، ان کو ''اے رحیم، اے قدوس'' کہہ کر پکارتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ اس طرح بلانا گناہ ہے: کیونکہ شرح فقہ اکبر میں صفحہ ۲۳۸ میں ہے کہ: "من قال لمخلوقٍ یا قدوس الخ" (۳)۔ جس سے عدمِ جواز مفہوم ہوتا ہے۔ تو زید کا یہ سمجھنا

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "أحب الأسماء إلى اللہ عزوجل عبداللہ وعبدالرحمٰن". (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۳۲۸/۲، امدادیه ملتان)

قال المحشي: "يلتحق بهذين الاسمين ماكان مثلها كعبدالرحيم". (حاشية أبي داؤد، المصدر السابق)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأدب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم، الخ: ۲۰۶/۲، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۱۷/۶، سعيد)

(۲) ''عبدالسبحان'' نام رکھنا مناسب نہیں، جیسا کہ خود حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود اس پر بحث فرمائی ہے، كما تقدم تحت عنوان: ''عبدالسبحان نام رکھنا'' من: (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوٰة، مطلب: يجب نهي العوام عن تسميتهم أطفالهم بعبد السبحان: ۱۶۴/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

"وسبحان مصدر كغفران، ولايكاد يستعمل إلامضافاً منصوباً، الخ". (تفسير البيضاوي، (سورة البقرة: ۳۲): ۶۲/۱، مير محمد كتب خانه)

(وكذا في البحر المحيط: ۱۴۸/۱، دارالفكر بيروت)

(۳) (شرح الفقه الأكبر، للملا على القاري رحمه الله، قبيل فصل في المرض والموت والقيامة، ص: ۱۹۳، قديمي)

صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو عامۃً اس سے بچاؤ مشکل ہے، لہذا کیا صورت اختیار کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی کی تعظیم کرتے ہوئے اللہ پاک کا نام بولنا اس کو اللہ کے درجہ میں تسلیم کرنا ہے جو کہ کفر ہے، لیکن معنی لغوی کی رعایت سے کوئی لفظ بولنا جس میں خدائے پاک کے نام کی شرکت مقصود نہ ہو، کفر نہیں۔ صورت مسئولہ میں معنی کی طرف دھیان نہیں ہوتا ہے، بلکہ علَم (نام) میں اختصار کیا جاتا ہے:

"ومن قال لمخلوق: یاقدوس أوالقیوم أوالرحمٰن، أوقال: اسماً من أسماء الله الخالق، کفر، انتهٰی. وهو یفید أنه من قال لمخلوق: یاعزیز ونحوهم، یکفر أیضاً، إلا إن أراد بهما المعنی اللغوی. والأحوط أن یقول: یاعبد القدیر یا عبدالرحمٰن، اهـ". شرح فقه اکبر، ص: ۲۳۸(۱)۔

عبدالرحیم وغیرہ نام رکھنے کی حدیث میں تاکید آئی ہے، اس کو منع نہیں کیا جاسکتا، البتہ نام لینے والوں کو ہدایت کی جائے گی کہ وہ پورا نام باادب لیا کریں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۴/۲۱ھ۔

جسمانی امراض کے لئے نام بدلنا

سوال [۹۳۹۷]: کوئی مرد یا عورت اگر بیمار ہوجائے، تو پیر صاحب کہتے ہیں کہ اس بیمار کا جونام

---

(۱) (شرح الفقه الأکبر، قبیل فصل فی المرض والموت والقیامة، ص: ۱۹۳، قدیمی)

(۲) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أحب الأسماء إلی الله عزوجل عبدالله وعبدالرحمن". (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب تغییر الأسماء: ۳۲۸/۲، إمدادیه ملتان)

قال المحشی: "یلتحق بهذین الاسمین ماکان مثلهما کعبد الرحیم". (حاشیة أبی داؤد، المصدر السابق)

(والصحیح لمسلم مع شرحه للنووی، کتاب الأدب، باب النهی عن التکنی بأبی القاسم: ۲۰۶/۲، قدیمی)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴۱۷/۶، سعید)

رکھا ہے وہ بہت برا ہے، اس کا نام بدلنے سے ٹھیک ہو جائیگا۔ جاہل لوگ تسلیم کر کے اس کا نام بدل دیتے ہیں۔ اس کا کہیں ثبوت ہے یا شرک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو نام خلافِ شرع ہو اس کو بدل دینا حدیث شریف سے ثابت ہے(۱)، شریعت کے موافق جو نام ہو، اس کو جسمانی امراض کے علاج کے لئے بدلنا ثابت نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۵/ ۸۹ھ۔

قوم کا نام ''افغان محمدی''

سوال [۹۳۹۸]: ہم لوگ مختلف قسم کی دستکاری کرتے ہیں. ہماری برادری کے کچھ لوگ ملازمت کرتے ہیں۔ دفتری ملازم اپنی قومیت کیا لکھائے، ہم چاہتے ہیں کہ ہماری قوم کا بھی کوئی نام تجویز ہو، جیسے مسلمان قوموں میں سبھی کے نام ہیں، ہر شخص اپنا حسب نسب باشرع بتاتا ہے۔ ہماری قوم کے لوگوں میں اس وقت بیداری ہے اور مسئلہ کو طے کرنے کے لئے ہندوستان میں پوری برادری کمربستہ ہے، اس موقع پر آپ ہماری مدد فرمائیں۔

۱...... کیا ہماری برادری اپنی انجمن کا نام ''انجمن افغان محمدی'' رکھ سکتی ہے؟

۲...... کیا ہماری برادری کی قوم کا نام ''محمدی'' ہو سکتا ہے؟

۳...... کیا ہماری برادری کی قوم کا نام ''افغان محمدی'' ہو سکتا ہے؟

۴...... کیا ہماری برادری کا نام ''شیخ افغانی'' ہو سکتا ہے؟

سائل: محمد یوسف ولد محمد لقمان، آزاد باڈی ورکس، مظفرنگر۔

---

(۱) ''عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما: أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم غیّر اسم عاصیة (هی بنت عمر بن الخطاب) وقال: ''أنت جمیلة''. (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی تغییر الاسم القبیح: ۲/ ۳۲۸، إمدادیه ملتان)

''وعن أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه أن زینب کان اسمها برة، فقیل: تزکّی نفسها، فسماها رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم زینب''. (الصحیح لمسلم، کتاب الأدب، باب استحباب تغییر الاسم القبیح إلی حسن: ۲/ ۲۰۸، قدیمی)

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسانام جومختلف صنعتوں پرحاوی ہوجس میں سب ہی مسلم صنعت کارداخل ہوسکتے ہوں آپ نے ''انجمن افغان محمدی'' تجویز کیا ہے۔

افغان ''فغن'' کی جمع ہے جس کے معنیٰ ''ہنر'' کے بھی ہیں یعنی ''فنکار''، مسلم، پیشہ اور مذہب دونوں کی اس میں رعایت ہوگئی۔ ہرفرد اپنے کوافغانی بھی کہہ سکتا ہے، جس کا مطلب ہوگا: ''متعدد صنعتوں کو جاننے والا'' جس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ شخص صنعت، پیشۂ دستکاری والی جماعت سے تعلق رکھتا ہے، اس میں شرعاً کوئی خرابی نہیں، درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

باب خصال الفطرة

الفصل الأول فی اللحیة والشوارب

(داڑھی اور مونچھ کا بیان)

داڑھی

سوال[۹۳۹۹]: ایک شخص یوں کہتا ہے کہ داڑھی رکھواؤ تو کوئی حرج نہیں اور نہ رکھواؤ تو بھی کوئی حرج نہیں واقع ہوتا اور داڑھی رکھوانا سنت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ شخص غلط کہتا ہے، داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کا منڈانا حرام ہے، ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے پہلے کٹوانا بالاتفاق ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور سے داڑھی رکھنے اور بڑھانے کا حکم فرمایا ہے(۱):

---

(۱) "عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "أحفوا الشوارب وأعفوا اللحی".

"وعن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : "خالفوا المشرکین أحفوا الشوارب وأوفوا اللحی".

"وعن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "جزوا الشوارب وأرخوا اللحی، خالفوا المجوس".

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "عشرٌ من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحیة". الحدیث. (الصحیح لمسلم: ۱/۱۲۹، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قدیمی) .... =

....

= "عن نافع عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "انهكوا الشوارب وأعفوا اللحى". (صحيح البخارى: ۲/۸۷۵، باب إعفاء اللحى، كتاب اللباس،قديمى)

(وسنن أبى داؤد: ۱/۸، باب السواک من الفطرة، دارالحديث ملتان)

(وسنن أبى داؤد: ۲/۵۷۷، كتاب الترجل، باب فى أخذ الشارب، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائى: ۱/۷، كتاب الطهارة، إحفاء الشارب وإعفاء اللحى، قديمى)

(وصحيح البخارى: ۲/۸۷۵، كتاب اللباس، باب اعفاء الحى، قديمى)

قال النووى رحمه الله تعالىٰ: "فحصل خمس روايات: "أعفوا، وأوفوا، وأرخوا، وأرجوا، ووفّروا. ومعناها كلها تركها على حالها، هذا هو الظاهر من الحديث الذى يقتضيه ألفاظه، وهو الذى قاله جماعةٌ من أصحابنا وغيرهم من العلماء". (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قديمى)

"وقص اللحية من صنع الأعاجم، وهو اليوم شعار كثيرٍ من المشركين كالأفرنج والهنود، ومن لاخلاق له فى الدين من الطائفة القلندرية". (مرقاة المفاتيح: ۲/۱۹، كتاب الطهارة، باب السواک، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹)، رشيديه)

"واللحية هى الفارقة بين الصغير والكبير، وهى جمال الفحول وتمام هيأتهم، فلا بد من إعفائها. وقصُّها سنة المجوس، وفيه تغيير خلق الله، ولحوق أهل السؤدد والكبرياء بالرعاع". (حجة الله البالغة: ۱/۵۱۷، خصال الفطرة وما يتصل بها، إعفاء اللحية وقصّ الشوارب، قديمى)

(وأيضا حجة الله البالغة: ۲/۵۱۶، إطالة اللحى وإحفاء الشوارب، قديمى)

(وكذا فى بذل المجهود: ۱/۳۳، كتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة، مكتبه إمداديه ملتان)

قال محمد رحمه الله تعالىٰ: "عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما: أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقصّ ما تحت القبضة. قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبى حنيفة". (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن كراچى)

"یحرم علی الرجل قطع لحیته، اھ". درمختار: ۲۸۸/۵(۱)۔

"وأما الأخذ منها (أی من اللحیة) وهی دون ذلك: أی دون القبضة - كما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال - فلم یبحه أحدٌ، وأخذ كلها فعل یهود الهند ومجوس الأعاجم، فتح، اھ". درمختار: ۱۷٤/۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

داڑھی کی تحقیق

سوال [۹۴۰۰]: ۱...... شریعت مقدسہ مطہرہ میں داڑھی رکھنے کے متعلق امر ہے یا نہیں، کچھ احکام صادر فرمائے ہیں یا نہیں؟ اثبات ہو یا نفی دونوں صورتیں مدلل مستحکم بدلائلِ شرعیہ ہوں تا کہ عامۃ المسلمین کو کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔

۲...... یہ بھی تحریر کریں کہ کتنی جگہ کے بالوں کو داڑھی کہا جاتا ہے، یہ تحقیق بھی شرع شریف کی روشنی میں ہونا ازحد ضرور ہے۔

۳...... اگر داڑھی رکھنے کے متعلق شریعت مقدسہ کا حکم ہے تو کیا چہرے کے کسی حصہ کے بالوں کو استرے سے کٹوانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... داڑھی کا رکھنا واجب ہے، اور منڈانا اور ایک قبضہ تک پہونچنے سے پہلے کٹانا ناجائز ہے:

"عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "خالفوا المشركین، أوفروا اللحی، وأحفوا الشوارب". وفی روایة: "أنهكوا الشوارب، وأعفوا

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴۰۷/۶، سعید)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴۱۸/۲، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق: ۴۹۰/۲، كتاب الصوم، باب ما یفسد، رشیدیه)

(وكذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، كتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد: ۱۸۷/۲، بیروت)

اللحی". متفق علیه، الخ". مشکوٰۃ شریف(۱)۔

"ولا بأس أن يقبض على لحيته، فإن زاد على قبضة منها شئ، جزّه، الخ". عالمگیری(۲)۔

"أما الأخذ منها وهی دون ذلك، كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد، اھ". فتح القدير(۳)۔

"قص اللحية كان من صنيع الأعاجم وهو اليوم شعار كثيرٍ من أهل الشرك وعَبَدة الأوثان كالأفرنج والهنود ومَن لا خلاق لهم في الدين من الفرقة الموسومة بالقلندرية في زماننا، الخ". مرقاۃ(٤)۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح: ۲/۳۸۰، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قديمی)

(والصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمی)

(وصحيح البخاری: ۲/۸۷۵، باب إعفاء اللحی، كتاب اللباس، قديمی)

(وسنن أبی داؤد، كتاب الطهارة: ۱/۸، باب السواک من الفطرة)

(وأيضاً فی سنن أبی داؤد: ۲/۵۷۷، كتاب الترجل، باب فی أخذ الشارب، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائی: ۱/۷، إحفاء الشارب وإعفاء اللحی، قديمی)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر فی الختان ...... وقص الشارب وحلق الرأس، رشيديه)

(۳) (فتح القدير: ۲/۳۴۸، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، مصطفىٰ البابی الحلبی، مصر)

(۴) (مرقاة المفاتيح: ۲/۹۱، كتاب الطهارة، باب السواک، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹)، رشيديه)

(وكذا فی حجة الله البالغة، خصال الفطرة، ومايتصل بها، إعفاء اللحية وقصّ الشوارب: ۱/۵۱۷، قديمی)

(وكذا فی حجة الله البالغة، إطالة اللحی وإحفاء الشوارب: ۲/۵۱۶، قديمی)

(وكذا فی بذل المجهود: ۱/۳۳، كتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة، مکتبہ امدادیہ ملتان)

۲......عربی میں "لَحی" اس ہڈی کو کہتے ہیں جس پر دانت ہوتے ہیں اور چونکہ داڑھی اس ہڈی پر پیدا ہوتی ہے اس لئے داڑھی کو "لحیۃ" کہتے ہیں، پس اس ہڈی پر جو بال ہوں ان کو کٹوانا یا منڈانا جائز نہیں ہے، ایک قبضہ تک پہونچنے کے بعد کٹوانا درست ہے:

"اللحی العظام الذی علیه الأسنان، الخ". المغرب(۱)۔

۳......خط بنوانا یعنی جو بال داڑھی کی حد سے بڑھ کر رخسار پر پیدا ہوگئے ہوں، ان کو منڈوانا درست ہے، نیچے جولب کے بال ہوتے ہیں ان کو منڈوانا منع ہے، حلق پر جو بال ہوتے ہیں ان کو بھی نہیں منڈوانا چاہیئے:

"ولا یحلق شعر حلقه. وعن أبی یوسف: لا بأس بذالك .... نتف الفنیکین بدعة وهما جانبا العنفقة وهی شعر الشفة السفلیٰ، کذا فی الغرائب". عالمگیری(۲)۔

"عن أبی حنیفةؒ: أنه یجوز قص کل شعر مانع من زینة اللحیة. الخ"(۳)۔

ڈاڑھی وغیرہ کی اقسام کی زیادہ تفصیل مطلوب ہوتو "درك المارب فی أحکام اللحی والشوارب". "هدایة النور فی أحکام الأظفار والشعور". "نور اللحی وما یتعلق باللحی". داڑھی کا فلسفہ"۔"داڑھی کی قدر و قیمت" وغیرہ رسائل دیکھئے، اس میں احکام وحِکَم حکم وعلل زیادہ ملیں گے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مدرسہ مظاہر علوم، ۵۹/۹/۳۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

---

(۱) (المغرب، اللحی، ص: ۴۴۴، إدارة دعوة الإسلام، یوسفیه بنوریه کراچی)

"واللحی: منبت اللحیة من الإنسان وغیره ...... واللحیان: حائطا الفم، وهما العظمان اللذان فیهما الأسنان من داخل الفم من کل ذی لحی". (لسان العرب: ۱۵/۲۴۳، دارصادر بیروت)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر: ۵/۳۵۸، رشیدیه)

(۳) لم اظفر علی مأخذ هذه العبارة

ایک مشت ڈاڑھی کی تحقیق

ھمایوں منزل کلکتہ

محترم جناب مفتی محمود احمد صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ

سوال[۹۴۰۱]: بعد ازاں گذارش یہ کہ بخیر رہ کر خدا سے آپ کی خیریت کا طالب ہوں، ادھر کچھ دنوں سے ڈاڑھی کا مسئلہ چھڑا ہوا ہے، معلوم کرنا یہ ہے کہ احناف کے نزدیک ڈاڑھی کی صحیح مقدار کیا ہے، ایک مشت سے کم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حقیقی مسئلہ تحریر فرمائیں۔ اگر ممکن ہو تو ایک مشت کے سلسلہ میں کوئی قولی حدیث اور قرآن کی آیت تحریر فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔ والسلام۔

طالب دعا: غلام رسول بقلم ابوالکرم عبدالحنان، یکم/فروری/ ۱۹۲۹ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث شریف میں صاف "أعفوا اللحی"(۱) "أرخوا اللحیٰ"(۲) "أوفروا اللحیٰ"(۳) کے الفاظ موجود ہیں جن کا ترجمہ ہے: ''ڈاڑھی بڑھاؤ۔ ڈاڑھی لٹکاؤ۔ ڈاڑھی زیادہ کرو''۔ ان الفاظ کا تقاضہ تھا کہ بڑھانے کی کوئی حد مقرر نہ ہوتی اور کٹانا بالکل جائز نہ ہوتا، مگر حدیث کے راوی صحابی کا معمول تھا کہ ایک مشت سے جو مقدار آگے بڑھ جاتی اس کو کٹا دیتے۔ اس حدیث کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں روایت کیا

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما، عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: "أحفوا الشوارب، وأعفوا اللحی". (الصحيح لمسلم، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قديمی)

(۲) "عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "جزوا الشوارب، وأرخوا اللحی، خالفوا المجوس". (الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، باب خصال الفطرة، قديمی)

(۳) "وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "خالفوا المشركين أوفرا اللحی، وأحفوا الشوارب". وفی رواية "انهكوا الشوارب وأعفوا اللحی". متفق عليه. (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمی)

ہے اور اس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب قرار دیا ہے (۱)۔

کسی صحابی سے منقول نہیں کہ ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے کسی نے کٹائی ہو، منڈانے کا، تو وہاں سوال ہی نہ تھا، معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس حدیث شریف کا وہی مطلب سمجھا ہے اور اسی پر اجماع ہے۔ پس حدیث کا کوئی ایسا مطلب نکالنا جو سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فہم کے خلاف ہو جائز نہیں، ایسا مطلب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب نہیں ہوسکتا، بلکہ مطلب نکالنے والے کے خود اپنے ذہن کا مطلب ہے جس کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے سر تھوپنا افتراء ہے جس پر سخت وعید ہے، ایسے شخص کے لئے جہنم کی سزا بیان فرمائی گئی ہے (۲)۔

درمختار میں مذکور ہے کہ ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے کٹانا کسی نے بھی جائز نہیں کہا (۳)۔ سیدھی

---

(۱) "محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة، عن الهيثم عن ابن عمر رضى الله عنهما أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقصّ ما تحت القبضة. قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبى حنيفة". (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن كراچى)

"ولا بأس أن يقبض على لحيته، فإن زاد على قبضة منها شئ، جزّه". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۸/۵، الباب التاسع عشر فى الختان ...... وقص الشارب، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق: ۱۹/۳، كتاب الحج، باب الجنايات، رشيديه)

(وكذا فى منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲۰/۳ رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق: ۴۹۰/۲، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لايفسد، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۱۸۶/۲، كتاب الصوم، باب ما يفسد وما لا يفسده، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى حاشية الشلبى على تبيين الحقائق: ۱۸۶/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن عبدالعزيز، قال أنس رضى الله تعالىٰ عنه: إنه ليمنعنى أن أحدثكم حديثاً كثيراً أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تعمد علىّ كذباً، فليتبوأ مقعده من النار". (صحيح البخارى: ۲۱/۱، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبى صلى الله عليه وسلم، قديمى)

(۳) "وأما الأخذ منها (أى من اللحية) وهى دون ذلك: أى دون القبضة – كما يفعله بعض المغاربة =

سیدھی بات ہے کہ جب بڑھانے کا حکم ہے تو کٹانے سے وہ حکم ٹوٹے گا اور حکم کی خلاف ورزی معصیت ہے، جو لوگ ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے کٹانے اور خشخشی یا اس سے کچھ زائد پر کفایت کرتے ہیں، وہ ثبوت دیں کہ کٹانے کا حکم کس حدیث سے ثابت ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۸۸ھ۔

داڑھی کی مقدار

سوال[۹۴۰۲]: گذارش ہے کہ زید مسلکاً حنفی ہے، اس کے چند احباب نے ایک روز بات چیت کے درمیان زید سے دلیل طلب کی کہ ایک مشت ڈاڑھی کی قید کہاں سے معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں صحاح ستہ کی کوئی صحیح روایت موجود ہے، یا فقط صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طرز عمل پر عمل کیا جاتا ہے؟ جواب مدلل تحریر فرمائیں۔ خصوصاً ایک مشت کی قید کہاں سے ثابت ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: شمشاد احمد اعظمی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ڈاڑھی بڑھانے کا امر صحیح حدیث میں موجود ہے(۱)، بڑھانے کی ضد کٹانا ہے، قصر ہو یا حلق۔ کسی شئ

= ومخنثة الرجال- فلم يبحه أحدٌ. وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم، فتح. اهـ".

(الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسد: ۴۱۸/۲، سعيد)

(وكذا في مرقاة المفاتيح: ۹۱/۲، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹)، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۹۰/۲، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۳۴۷/۲، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفاره، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۱) "عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى".

"وعن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "خالفوا المشركين أحفوا الشوارب، وأوفوا اللحى". ....=

....

"وعن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "جزوا الشوارب، وأرخوا اللحی، خالفوا المجوس".

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "عشرٌ من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية". الحديث. (الصحيح لمسلم: ١/١٢٩، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمی)

"عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "انهكوا الشوارب وأعفوا اللحی". (صحيح البخاری: ٢/٨٧٥، باب إعفاء اللحی، كتاب اللباس، قديمی)

(وسنن أبی داؤد: ١/٨، باب السواک من الفطرة، دارالحديث ملتان)

(وسنن أبی داؤد: ٢/٥٧٧، كتاب الترجل، باب فی أخذ الشارب، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائی: ١/٧، كتاب الطهارة، إحفاء الشارب وإعفاء اللحیٰ، قديمی)

(وصحيح البخاری: ٢/٨٧٥، كتاب اللباس، باب اعفاء الحی، قديمی)

قال النووی رحمه الله تعالیٰ: "فحصل خمس روايات: "أعفوا، وأوفوا، وأرخوا، ووفّروا". ومعناها كلها تركها على حالها، هذا هو الظاهر من الحديث الذی يقتضيه ألفاظه، وهو الذی قاله جماعةٌ من أصحابنا وغيرهم من العلماء". (شرح النووی على الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ١/١٢٩، قديمی)

"وقص اللحية من صنع الأعاجم، وهو اليوم شعار كثيرٍ من المشركين كالأفرنج والهنود، ومن لاخلاق له فی الدين من الطائفة القلندرية". (مرقاة المفاتيح: ٢/١٩، كتاب الطهارة، باب السواک، الفصل الأول، (رقم الحديث: ٣٧٩)، رشيديه)

"واللحية هی الفارقة بين الصغير والكبير، وهی جمال الفحول وتمام هيأتهم، فلا بد من إعفائها. وقصُّها سنة المجوس، وفيه تغيير خلق الله، ولحوق أهل السؤدد والكبرياء بالرعاع". (حجة الله البالغة: ١/٥١٧، خصال الفطرة وما يتصل بها، إعفاء اللحية وقصّ الشوارب، قديمی)

(وأيضاً حجة الله البالغة: ٢/٥١٦، إطالة اللحی وإحفاء الشوارب، قديمی) .... =

کا امر کرنا اس کی ضد سے نہی کرنا ہے، جیسے نماز کا امر اس کے ترک سے نہی ہے، جب امر وجوب کے لئے ہوگا تو اس کی ضد سے نہی تحریم کے لئے ہوگی، کما فی تیسیر التحریر، المجلد الثانی، ص: ٦٩(١)۔

بخاری شریف اور دیگر صحاح میں: "أعفوا اللحی". "أوفروا اللحی". "أرخوا اللحی". "وفروا اللحی" صیغے موجود ہیں (۲)، امر کے صیغے (اگر) وجوب کے لئے نہ ہوتے بلکہ سنیت کے لئے ہوتے تو احیاناً امر کے خلاف بھی منقول ہوتا، مگر نہ قولاً منقول ہے نہ فعلاً، کبھی بھی بیانِ جواز کے لئے اس کی نوبت نہیں آئی، یہ دوام ومواظبت بلا ترک ہی وجوب کے لئے قوی دلیل ہے (۳) چہ جائیکہ اس کے ساتھ ہی اس کے خلاف کی مخالفت بھی صراحۃً وارد ہے: "خالفوا المجوس" (٤)۔

اس امر کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، انہوں نے اس کا مطلب قولاً وعملاً یہی سمجھا اور ان کے اس فہم کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا کہ ایک مشت سے جو زائد ہو جائے اس کے کٹانے کی اجازت ہے اور اسی حدیث سے یہ عملاً ثابت ہوتا ہے، یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ ان کو یہ حدیث نہیں پہونچی ہو، کیونکہ وہ خود اس کے راوی ہیں، اگر ان کا عمل نہ ہوتا تو ایک مشت سے زائد کو بھی کٹانے کی

= (وكذا في بذل المجهود: ١/٣٣، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، مكتبه امداديه ملتان)

قال محمد رحمه الله تعالىٰ: "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقصّ ما تحت القبضة. قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبي حنيفة". (كتاب الآثار، ص: ١٩٨، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن كراچي)

(١) "أن الأمر يقتضي كراهة الضد ولو إيجاباً، والنهي كونه سنةً مؤكدةً ولو تحريماً .... قول (العامة) من أن الأمر بالشئ نهيٌ عن ضده إن كان واحداً، وإلا فعن الكل، وأن الأمر بالضد المتحد".

(تيسير التحرير: ١/٣٧٣، الأمر يقتضي كراهة الضد ولو إيجاباً، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(٢) (راجع، ص: ٣٩٩، رقم الحاشية: ١)

(٣) "فما كان فعله أولىٰ من تركه مع منع الترك إن ثبت بدليل قطعي، ففرض، أو بظني فواجب".

(ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب: في معنى الإشتقاق وتقسيمه إلى ثلاثة أقسام: ١/١٠٢، سعيد)

(وكذا في المغني في أصول الفقه، ص: ٨٣، باب النهي، جامعة أم القرى مكة المكرمة)

(٤) (الصحيح لمسلم، باب خصال الفطرة: ١/١٢٩، قديمي)

اجازت نہ ہوتی۔

پس صحابہ کرام کے جمِ غفیر کے عمل کو برقرار رکھنا اوران حضرات کا دوام واستمرار کے ساتھ اس کا اہتمام فرمانا اجماعی توارث وتواتر ہے۔

اب اگر کوئی شخص ایک مشت سے پہلے ہی کٹانے کو جائز کہتا ہے وہ ثبوت پیش کرے کہ کس حدیث سے ثابت ہے، کیونکہ یہ کٹانا، بڑھانے کی ضد ہے جس کی ممانعت بڑھانے کے امر اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوامی عمل سے ہے، صحابہ کرام کے اجماع وتوارث سے ہے، بلکہ یہ "ما أنا علیه وأصحابی"(۱) کی بناء پر شعار میں داخل ہے، اس کو فقط صحابہ کرام کا طرز عمل کہہ کر ہلکا اور خفیف سمجھنا خطرناک ہے(۲)، اسی وجہ سے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ ایک مشت سے پہلے قطع کرنا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں:

"وأما الأخذ منها دون ذلك (أی دون القبضة) -كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال- فلم يبحه أحدٌ. وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم، اهـ". فتح القدیر(۳)۔ در مختار(٤)۔

والبسط فی "درك المآب فی أحكام اللحی والشوارب". "وهداية النور فی أحكام الأظفار والشعور". "ونور الضحیٰ فی ما يتعلق باللحی". "وبذل المجهود فی شرح أبی داؤد".

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب اعتصام، الكتاب والسنة، الفصل الثانی: ۱/۳۰، قديمی)

(۲) "وفی الخلاصة: من رد حديثاً، قال بعض مشايخنا: يكفر، وقال المتأخرون: إن كان متواتراً كفر، أقول: هذا هو الصحيح، إلا إذا كان رد حديث الآحاد من الأخبار علی وجه الاستخفاف والاستحقار والإنكار". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۲۴۷، مطلب فی إيراد الألفاظ المكفرة التی جمعها العلامة بدر الرشيد من أئمة الحنفية، دارالكتب العلمية بيروت)

"لولم ير السنة حقاً، كفر؛ لأنه استخفاف". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۴، سعيد)

(۳) (فتح القدير: ۲/۳۴۸، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفاره، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

(۴) (الدر المختار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسد: ۲/۴۱۸، سعيد)

"وفتح القدير والعناية شرح هداية"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۹۰ھ۔

داڑھی بڑھانے اور موئے زیرِ ناف کاٹنے کی وجہ

سوال[۹۴۰۳]: موئے زیرِ ناف کی صفائی کا حکم اسلام دیتا ہے اور داڑھی کے بال کو بڑھانے کا حکم دیتا ہے، اس کی علت کیا ہے اور کیا حکمت پوشیدہ ہے؟ یہ اعتراض ایک غیر مسلم دہریہ کا ہے، جس کی نظر میں قرآن وحدیث کوئی چیز نہیں ہے جسے مستدل بنا کر جوابدہی کی جائے، وہ سرے سے منکر ہے۔ لہٰذا عقل وہوش وخرد کی روشنی میں ایسا مفصل جواب دیا جائے جس سے باطل کو خاموش کیا جاسکے اور ناطقہ کو بند کردیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص بنیاد ہی کا منکر ہے اس سے فرعی مسئلہ میں بحث کرنا قرینِ دانش مندی نہیں، بلکہ عقل وخرد کے تقاضے ہی کے خلاف ہے۔ ہاں اگر وہ محض اس مسئلہ کی وجہ سے قرآن وحدیث کا منکر ہے اور اس کے سمجھ میں آنے پر قرآن وحدیث کو تسلیم کرنے کا اور ایمان لانے کا وعدہ کرتا ہے تو پھر اس کا جواب اہم ہوجائے گا، اور یہ محض فرعی نہیں رہے گا بلکہ بنیاد کو تسلیم کرنے کے لئے اس کو بنیاد قرار دے دیا جائے گا، یعنی اس مسئلہ کی علت وحکمت تو بہت معمولی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ قرآن وحدیث اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں۔

اگر اس مسئلہ کی حکمت اس کی سمجھ میں آبھی گئی تو یہ اس کے لئے ذریعہ نجات نہیں، اور اس کی زبان اعتراض سے بند نہیں ہوگی وہ دس اعتراض اَور بھی کرسکتا ہے، لیکن قرآن وحدیث پر ایمان لے آئے تو ایسے ایسے مسائل خود بخود حل ہوجائیں گے اور ان کی حکمتوں کو سمجھنا بہت آسان ہوجائے گا اور نجات کا دروازہ کھل جائے گا، ورنہ اعتراض کے دریا میں غوطہ لگاتے لگاتے عمر ختم ہوجائے گی اور ساحل تک نہیں پہونچ سکے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

داڑھی کی مقدار اور اس کا مفصل حکم

سوال[۹۴۰۴]: ا......ڈاڑھی کا رکھنا کیا فرض واجب ہے یا سنت اور کیوں؟

۲......داڑھی کی مقدار فقہاء نے چار انگشت رکھی ہے۔ آیا یہ منصوص ہے، اگر ہے، تو کونسی نص ہے؟

۳......اجماعِ امت جو شرعی حجت ہے وہ اجماع کن لوگوں کا معتبر ہے؟

۴......کیا اب بھی کسی مسئلہ پر امت کو اجماع کا اختیار باقی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں؟

۵......اجماع کی تعریف۔

۶......ایک شخص تمام احکامِ شرع کا پابند ہے، مگر داڑھی کو مشین یا قینچی سے کٹواتا ہے اور اس فعل کو بالکل حلال سمجھتا ہے، یعنی ایک فعلِ حرام کو حلال سمجھتا ہے کیا وہ کافر ہے یا نہیں؟ اگر اس کو کافر کہا جاوے تو وہ باوجودیکہ کلمہ گو بھی ہے اور صوم وصلوٰۃ وزکوٰۃ وجہاد وغیرہ کا پکا معتقد اور پابند ہے تو کافر کیوں؟

۷......اگر کافر نہیں تو اس کے خلاف لازم آئے گا کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کا اعتقاد کرنا کفر ہے۔

برائے نوازش بحوالہ کتب معتبرہ مفصل ومدلل جواب سے نوازیں۔

۸......داڑھی کے متعلق صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تشبہ نصاریٰ اور یہود سے بچو، نہ منڈاؤ اور نہ بالکل چھوڑ دو۔ اور دوسری جگہ داڑھی کے بڑھانے کا امر اور مونچھوں کے کٹانے کا حکم بیان فرمایا ہے، مگر مقدار منصوص نہیں اور فقہاء کے قول کو ماننے کے لئے ہر ایک تیار نہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......داڑھی کا رکھنا واجب ہے اور حدِ متعین تک پہونچنے سے پہلے منڈانا، یا کٹانا حرام ہے:

"يحرم على الرجل قطع لحيته، اه". درمختار(۱)۔ "حلق اللحية مثلةٌ في حق الرجال، والمثلة حرام، فحلق اللحية حرام، اه". هدايه(۲)۔

"خالفوا المشركين أوفروا اللحى، وأحفوا الشوارب". مشكوٰة شريف(۳)۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسد: ۴۱۸/۲، سعيد)

(۲) لم أجد هذه العبارة في الهداية، بل فيها: "أن حلق الشعر في حقها (أي حق المرأة) مثلةٌ كحلق اللحية في حق الرجال". (الهداية: ۲۵۵/۱، كتاب الحج، باب الإحرام، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۳) (مشكوٰة المصابيح، ص: ۳۸۰، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قديمي)

(والصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

"قص اللحية كان من صنيع الأعاجم، وهو اليوم شعار كثيرٍ من أهل الشرك وعَبَدة الأوثان كالإفرنج والهنود ومَن لا خلاق لهم في الدين من الفرقة الموسومة بالقلندرية في زماننا، اه ". مرقاة(۱)۔

۲...... "والقص فيها سنة، وهو أن يقبض الرجل لحيته، فما زاد منها على قبضة قطعه، كذا ذكر محمد في كتاب الآثار عن الإمام .... وبه نأخذ، اه". محيط السرخسی، اه". طحطاوی(۲)۔

۳......اس میں مختلف اقوال ہیں، صحیح یہ ہے کہ ہر عصر کے عدول مجتہدین کا اجماع حجت ہے:

"اختلف الناس فيمن ينعقد بهم الإجماع، قال بعضهم: لا إجماع إلا للصحابة. وقال بعضهم: لا إجماع إلا لأهل المدينة. وقال بعضهم: لا إجماع إلا لعترة النبي صلى الله عليه وسلم. والصحيح عندنا أن إجماع علماء كل عصر من أهل العدالة والاجتهاد حجة، اه". حسامی(۳)۔

۴......علماء کی تصریح اور اہل تجربہ کے مشاہدہ سے یہ امر ثابت ہے کہ اس زمانہ میں اجتہاد مفقود ہے، لہٰذا اب کسی مسئلہ فقہیہ پر شرعی اجماع دشوار ہے(۴)۔

۵...... "اتفاق مجتهدي أمة محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد وفاته في عصر من

---

(۱) (مرقاة المفاتيح: ۹۱/۲، كتاب الطهارة، باب السواک، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹)، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۴۱۸/۲، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسد، مطلب في الأخذ من اللحية، سعيد)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲۰۳/۴، فصل في البيع، كتاب الحظر والإباحة، دارالمعرفة، بيروت، لبنان)

(۳) (الحسامی، الاصل الثالث، باب الاجماع، ص: ۹۳، سعيد)

(۴) لم اطلع على مأخذه.

الأعصار على أمر من الأمور اھ". حصول المامون(۱)۔

۶، ۷...... جو شی حرام لعینہ ہو اور اس کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہو، اس کو حلال اعتقاد کرنا کفر ہے، اور داڑھی کٹانے کی حرمت نص قطعی سے ثابت نہیں، بلکہ فقہاء نے اخبارِ آحاد سے ثابت کی ہے۔ پس شخصِ مذکور کی تکفیر درست نہیں، البتہ ایسے شخص کو علماء نے فاسق لکھا ہے۔ اور جو شخص ناجائز کام کو ناجائز سمجھ کر کرتا ہے اس کے فسق سے ایسے شخص کا فسق بہت بڑھا ہوا ہے جو ناجائز کو جائز سمجھتا ہے، کیونکہ اس کے اعتقاد اور عمل دونوں میں خرابی ہے:

"إذا اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حرمته لعينه وقد ثبت بدليل قطعي، يكفر، وإلا فلا، بأن يكون حرمته لغيره أو ثبت بدليل ظني، اھ......... استحلال المعصية كفرٌ، قال الشارح القونوي: كأنه أراد -والله أعلم- بالمعصيةِ المعصية الثابتة بالنص القطعيّ لِمَا في ذلك من جحود مقتضى الكتاب. أما المعصية الثابتة بدليل الظني كخبر الواحد، فإنه لا يكفر مستحلها، ولكن يفسق، اھ". شرح فقه أكبر(۲)۔

۸...... جو شخص مقلد ہے اس کو عمل کے لئے اپنے امام کا قول کافی ہے(۳) اور جو غیر مقلد ہے اس کو کسی سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے، اس کو چاہئے کہ خود قرآن واحادیث کا تتبع کر کے مسائل کا استخراج کرے۔

جو شخص فقہاء کے قول کو نہیں مانتا تو کیا اس نے ہر ہر مسئلہ کو خود قرآن وحدیث سے سمجھا ہے، مأخذ دریافت کرنا مقلد کا منصب نہیں اور نہ مجیب اس کا مکلّف ہے، البتہ تصحیحِ نقل کا ذمہ دار ہوتا ہے، نقل جواب نمبر:۲ میں پیش کردی گئی، گو اس میں حوالہ ماخذ بھی موجود ہے جس کی تفصیل نہایہ شرح ہدایہ میں ہے، یعنی ایک حدیث قولی ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا، اور ایک ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل ہے جو گویا کہ اس حدیثِ قولی کی

(۱) (إرشاد الفحول، المقصد الثالث: الإجماع، البحث الأول: ۱/۲۵۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (شرح الفقه الأكبر، مطلب في إيراد الألفاظ المكفرة التي جمعها العلامة بدر الرشيد من أئمة الحنفية، ص: ۲۴۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "ان الواجب على المقلد العمل بقول المجتهد وإن لم يظهر دليله". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳/۲۱۰، سعيد)

تفسیر ہے جس کو بذل المجہود شرح ابوداؤد جلد: ۵ میں بھی امام غزالی سے نقل کیا ہے اور اس مجموعہ سے نسبت کی تحدید مستفاد ہے جس کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں فرمایا ہے: "وبــه نـأخـذ" (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم، ۲۸/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۷/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

داڑھی کی حدِ شرعی

محترمی جناب صدر المفتی صاحب، زیدت معالیکم! دارالعلوم دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال[۹۴۰۵]: عرض خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ یہ براہین ودلائلِ شرعیہ فقہ حنفی کے مطابق تحریر فرما کر مشکور وممنون فرمایا جائے، عین کرم ہوگا۔

ڈاڑھی کی حد شرعی کیا ہے؟

کرم فرما کر سوال کا جواب جلد عنایت فرمایا جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ آں جناب کو جزائے خیر دے گا۔

والسلام۔

خادم محمد: بدر الحسن،

مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم، چاندواڑہ، ضلع مظفر پور، بہار۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

داڑھی کی حد شرعی ایک قبضہ ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں سند کے ساتھ اس کو

---

(۱) "محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة عن الهيثم عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه عنهما أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقص ماتحت القبضة. قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ". (كتاب الآثار، باب حف الشعر من الوجهِ ص: ۱۵۱، مكتبه اهل سنة وجماعة كراچى)

نقل کیا ہے (۱) اور فتح القدیر (۲) اور درمختار (۳) وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کاٹنا، یا کاٹ کر ایک مشت سے کم کرالینا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں، کسی نے اس کو مباح قرار نہیں دیا۔ یہ اجماع کے درجہ میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

داڑھی منڈانے کا حکم

سوال [۹۴۰۶]: ۱...... ایک شخص داڑھی منڈواتا ہے اور لوگوں کو منڈانے کی ترغیب بھی کرتا ہے۔

۲...... یا منڈواتا تو ہے مگر ترغیب نہیں کرتا ہے۔

۳...... اور ایک شخص ایسا ہے جو تمام شعائرِ اسلام کو پورے پورے ادا کرتا ہے مگر داڑھی منڈاتا ہے، لیکن ترغیب نہیں کرتا ہے، نہ اپنے منڈانے کو اچھا سمجھتا ہے، بلکہ دوسرے لوگوں کو داڑھی رکھنے کی ترغیب کرتا ہے۔ کیا ان تینوں شخصوں میں سے کسی کو فاسق کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر فاسق کا اطلاق آتا ہے تو کس کس شخص پر ان شخصوں میں سے شرع شریف میں قاضی کے یہاں ان کی قسم معتبر ہے یا نہیں؟ اگر معتبر ہے تو کس کی اور اگر وہ توبہ کرلیوے داڑھی منڈانے سے اور نہ منڈوائے تو کیا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو داڑھی نہ منڈانے کی وجہ سے اور توبہ

---

(۱) "محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة، عن الهيثم عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقص ما تحت القبضة". قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ". (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن كراچى)

(۲) "عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه، عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "جزوا الشوارب، وأعفوا اللحى، خالفوا المجوس". فهذه الجملة واقعة موقع التعليل. وأما الأخذ منها وهى دون ذلك –كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال– فلم يبحه أحد". (فتح القدير، كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة: ۳۴۸/۲، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

(۳) "وأما الأخذ منها (أى من اللحية) وهى دون ذلك: أى دون القبضة –كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال– فلم يبحه أحدٌ . وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم، فتح". (الدرالمختار على ردالمحتار: ۴۱۸/۲، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسد، مطلب فى الأخذ من اللحية، سعيد)

کرنے کی وجہ سے معاف فرمادیگا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

تینوں فاسق ہیں، تینوں مردود الشہادۃ ہیں، پہلا شخص زیادہ گنہ گار ہے، اس سے کم دوسرا، اس سے کم تیسرا۔ جوبھی صدق دل سے توبہ کرے گا، اللہ پاک اس کی توبہ کو قبول فرمادیں گے اور گذشتہ گناہ معاف کردیں گے:

"یحرم علی الرجل قطع لحیته، اھ". درمختار: ٥/٤٠٢(١)۔

''حرام ہے مرد پرڈاڑھی کا کاٹنا''۔

"حلق اللحية مثلةٌ فی حق الرجال، والمثلة حرام، فحلق اللحية حرام، اھ"(٢)۔

''ڈاڑھی کا مونڈنا مثلہ ہے، مَردوں کےحق میں اور مثلہ حرام ہے، پس ڈاڑھی مونڈنا حرام ہے''۔

قال فی البحر :٧/٩٩، بعد بحث طويل: "الحاصل أن الفسق بنفسه مانع شرعاً من قبولها"(٣)۔

''نفسِ فسق قبولِ شہادت سے مانع ہے''۔

قال اللّٰه تبارك وتعالیٰ: ﴿ومن يعمل سوءً ا أو يظلم نفسه، ثم يستغفر اللّٰه، يجد اللّٰه

(١) (الدرالمختار علی ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ٦/٤٠٧، سعيد)

(٢) لم أجد هذه العبارة، وقد ذكرها فی الهداية بلفظ: "أن حلق الشعر فی حقها مثلة كحلق اللحية فی حق الرجال". (الهداية: ١/٢٥٥، كتاب الحج، باب الإحرام، مكتبه شركت علميه ملتان)

"عن الحسن قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم: "عشر خصال عملتها قوم لوط، بها أهلكوا: إتيان الرجال بعضهم بعضاً .... وضرب الدفوف، وشرب الخمور، وقص اللحية، وطول الشارب والصفر .... الخ". (روح المعانی: ١٧/٧٢، تحت قوله تعالیٰ: ﴿ولوطاً اٰتينه حكماً وعلما ونجّينٰه من القرية التی كانت تعمل الخبائث﴾، دارإحياء التراث العربی بيروت)

(وكذا فی الدرالمنثور: ٤/٣٢٤، تحت قوله: ﴿ولوطا اٰتيناه﴾

(٣) (البحر الرائق. ٧/١٥٤، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، رشيديه)

غفوراً رحیماً﴾(الآیہ)(۱)۔

''جوشخص نافرمانی کرے، یا اپنے اوپر ظلم کرے، پھر اللہ پاک سے مغفرت چاہے تو پائے گا اللہ پاک کو غفور رحیم''، یعنی اللہ پاک اس کی مغفرت فرمائیں گے اور رحم کریں گے۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۶۱ھ۔

داڑھی کو بالکل صاف کرنے اور ایک انگلی رکھنے میں تفاوت

سوال[۹۴۰۷]: ڈاڑھی کو بالکل صاف کرانا، یا ایک انگل، یا دو انگل رکھنا ان دونوں میں کچھ تفاوت ہے یا نہیں، ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داڑھی کی جو مقدار ایک مشت سے زائد ہو جائے اس کو کٹانے کی اجازت ہے، اس سے پہلے اجازت نہیں(۲)۔ جو شخص داڑھی منڈاتا ہے یا چھوٹی یا ایک انگل دو انگل رکھتا ہے، ایک مشت کی مقدار نہیں پہونچنے

---

(۱) (سورة النساء: ۱۱۰)

(۲) "محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة عن الهيثم عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقص ما تحت القبضة". قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة". (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، قديمي)

"وفي النهاية شرح الهداية: واللحية عندنا طولها بقدر القبضة -بضم القاف- وما وراء ذلك يجب قطعه .... (وقوله: يجب) بمعنى: "ينبغي" أو المراد: سنةٌ مؤكدةٌ قريبة إلى الوجوب، وإلا فلا يصح على إطلاقه. وقال ابن الملك: تسوية شعر اللحية سنة، وهي أن يقص كل شعرة أطول من غيرها ليستوي جميعها.

وفي الإحياء: قد اختلفوا فيما طال من اللحية، فقيل: إن قَبَضَ الرجل على لحيته وأخذ ما تحت القبضة، فلا بأس به، وقد فعله ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما وجماعةٌ من التابعين، واستحسنه الشعبي، وابن سيرين، وكرهه الحسن، وقتادة ومن تبعهما، وقالوا: تركُها عافية أحب؛ لقوله عليه الصلاة والسلام: "وأعفوا اللحى". لكن الظاهر، هو القول الأول، فإن الطول المفرط يشوه الخلقة، =

دیتا، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے(۱)۔ دونوں خلاف شرع کے مرتکب اور گناہگار ہیں۔ ۱۹، ۲۰ کا فرق ہے۔ در مختار، شامی، فتح القدیر وغیرہ میں داڑھی کے متعلق تفصیل مذکور ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۵/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۵/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

= ويطلق ألسنة المغتابين بالنسبة إليه، فلا بأس للاحتراز عنه على هذه النية.

قال النخعي: عجبت لرجل عاقل طويل اللحية: كيف لا يأخذ من لحيته فيجعلها بين لحيتين: أى طويل وقصير، فإن التوسط من كل شئ أحسن، ومنه قيل: خير الأمور أوسطها". (مرقاة المفاتيح: ۲۲۳/۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۳۹)، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۸/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع فى الختان وقص الشارب، رشيديه)

(وكذا فى ردالمحتار: ۴۱۸/۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، مطلب فى الأخذ من اللحية، سعيد)

"روى الطبرانى، عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما رفعه "من سعادة المرء خفة لحيته". واشتهر أن طول اللحية دليل على خفة العقل". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۴۰۷/۶، سعيد)

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمى". (الدرالمختار). "وأما الفاسق، فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته". (ردالمحتار، كتاب الكراهية، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد)

(۲) "عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه، عن النبى عليه الصلوة والسلام: "جزوا الشوارب، وأعفوا اللحى، خالفوا المجوس". فهذه الجملة واقعة موقع التعليل. وأما الأخذ منها وهى دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد". (فتح القدير، كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة: ۳۴۸/۲، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

(وكذا فى الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده، مطلب فى الأخذ من اللحية: ۴۱۸/۲، سعيد)

داڑھی کے چھوٹے بڑے بالوں کو برابر کرنا

سوال[۹۴۰۸]: جس شخص کی داڑھی ایک مشت کے برابر نہ ہو اور ان بالوں میں بعض چھوٹے ہیں اور بعض بڑے ہیں تو سب کو برابر اور سیدھا کرنے کی خاطر کاٹے تو کیسا ہے؟ کیونکہ بعض چھوٹے اور بعض بڑے ہونے کی وجہ سے اچھے معلوم نہیں ہوتے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں کاٹنا چاہئے جو بال ایک مشت سے زائد ہو جائیں ان کو کاٹ سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۹۶ھ۔

بیوی کا شوہر سے داڑھی کاٹنے کا مطالبہ کرنا

سوال[۹۴۰۹]: زید اور ہندہ میں زوجیت کا رشتہ ہے، لہٰذا ہندہ زید کو یہ خط تحریر کر رہی ہے، خط کی عبارت اور مضمون یہ ہے:

"جناب زید صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام کے عرض کرتی ہوں: آپ کہتے ہیں کہ میں گھر جاتا ہوں تو مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا، آپ سے جب تک کوئی بات نہیں کرے گا، جب تک کہ آپ کام نہیں سیکھ لیتے، پورا کام سیکھ لو اور داڑھی کم کرواور قمیص اونچی کرو، کیونکہ بالکل بوڑھے لگتے ہو اور اچھے نہیں لگتے، اس وجہ سے آپ سے سب گھبراتے ہیں، سادھو سے ہو، مولوی بھی بہت دیکھے، لیکن ایسے نہیں دیکھے جیسے تم، خدا ایسے مولویوں سے بچائے، زیادہ کپڑے ایسے پہنتے ہو جیسے کپڑے کبھی ہم نے دیکھے ہی نہ ہوں، آپ کو دیکھ کر مجھے غصہ آتا ہے۔

اگر آپ کو میری بات پسند نہ ہو تو میرے گھر آنے کی ضرورت نہیں ہے، ایسے

---

(۱) قد مضی تخریجه تحت عنوان "داڑھی کو بالکل صاف کرنے اور ایک انگلی رکھنے میں فرق"

"والسنة قدر القبضة، فما زاد، قَطَعه". (البحر الرائق: ۳/۱۹، کتاب الحج، باب الجنایات، رشیدیه)

انسان سے میں راضی نہیں ہوں جو میرا مذاق اڑائے (داڑھی رکھنے کی بناء پر)۔ خدا ایسے مولویوں سے بچائے، بالکل گاؤں والے بن کر آجاتے ہو۔

اور مجھے روپے بھیج دو اور اپنی خیریت سے جلد مطلع کرو اور میری ان باتوں کا جواب دو۔ تنگ ہوکر خط لکھا ہے آپ مانو یا نہ مانو، آپ کو خدا ہی سمجھائے گا اگر سمجھ میں نہ آئے تو"۔

اس خط سے ثابت ہو رہا ہے کہ ہندہ کو ڈاڑھی اور ٹخنے سے نیچے کرتے سے بہت زیادہ نفرت ہے اور تحقیرِ دین ہے، لہٰذا اس خط کی بناء پر ہندہ پر کفر کا حکم ثابت ہوگا یا نہیں؟ اگر ثابت ہوتا ہو تو زید کا نکاح ہندہ سے باقی رہا یا نہیں، یا بین بین کا درجہ ہے کہ نہ باطل ہے نہ ثابت، پھر نکاح ثانی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور بقایا مہر کی ادائیگی زید پر واجب ہے یا نہیں؟ آیا زید کو قصرِ داڑھی جائز ہے، جبکہ زید کی عمر اس وقت ۲۸/ سال کی ہے اور ہندہ کی عمر ۱۸/ سال کی ہے؟

اور ہندہ یہ خط اپنے میکہ سے لکھ رہی ہے اور زید اس وقت ٹیلر ماسٹر کا کام سیکھ رہا ہے، مشاہدہ کے لئے زید کا فوٹو بھی بھیجا جا رہا ہے، لہٰذا آپ حضرات اس مسئلہ کو واضح طور پر بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ہندہ کی اس تحریر کی بناء پر نکاح ختم ہوکر ہندہ زید کی زوجیت سے خارج نہیں ہوئی، دوبارہ نکاح کی بھی ضرورت نہیں، پہلا نکاح باقی ہے(۱)۔ اس نے جو خط لکھا وہ جہالت اور ماحول کا اثر ہے، اس کی تعلیم وتفہیم کی ضرورت ہے، زید کو داڑھی کٹانے کی ضرورت نہیں، نہ اس کی اجازت ہے(۲)، اس داڑھی سے نہ وہ سادھو معلوم

---

(۱) "وما كان خطئاً من الألفاظ ولا يوجب الكفر، فقائله مؤمن على حاله ولا يؤمر بتجديد النكاح".

(الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، ومنها ما يتعلق بتلقين الكفر: ۲۸۳/۲، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ البزازية، الثانى فيما يكون كفراً من المسلم وما لايكون، النوع الأول فى المقدمة: ۳۲۲/۶، رشيديه)

(۲) "عن على رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لا طاعة فى معصية، إنما =

ہوتا ہے، نہ گاؤں والا۔ ہندہ کو اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔ مہر اس تحریر کی وجہ سے ساقط نہیں ہوا اور زید کے ذمہ باقی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۳ھ۔

ملازمت کی خاطر داڑھی منڈانا

سوال[۹۴۱۰]: میرا ایک دوست ہے جس کا نام محمود احمد ہے اور انگریز مسلمان ہے، اس کو داڑھی کا بہت شوق ہے، لیکن چونکہ انگریزی فوج میں ہے، لہٰذا اس کو داڑھی رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ اس کے بارے میں وہ جاننا چاہتا ہے کہ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اگر بال انگریزی ہوں اور کترا دیں تو کیا حکم ہے؟ اور نماز قمیص اور پتلون سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر سر پر ٹوپی نہ ہو پھر نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور انشورنس کرانا جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم جملہ امور کے بارے میں ضروری تحریر روانہ کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حق تعالیٰ آپ کو اور آپ کے دوست کو عافیت سے رکھے، اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق دے۔ داڑھی رکھنا اور اس کو بڑھانا شرعاً واجب ہے، حدیث شریف میں اس کا حکم آیا ہے، ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے

= الطاعة فی المعروف". متفق علیه". (مشکوٰة المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول، ص: ۳۱۹، قدیمی)

"لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق". (فیض القدیر، (رقم الحدیث: ۹۹۰۳): ۶۴۸۶/۱۲، مکتبه نزار مصطفی الباز، مکة المکرمة)

(۱) "والمهر یتأکد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحیحة، وموت أحد الزوجین، سواء کان مسمی أو مهر المثل، حتی لایسقط منه شئ بعد ذلک إلا بالابراء، الخ". (الفتاوی العالمکیریة، الباب السابع فی المهر، الفصل الثانی: ۳۰۳/۱، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب النکاح باب المهر: ۱۰۲/۳، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المهر: ۲۵۱/۳، رشیدیه)

کٹانا اور ایک مشت سے کم کرا لینا جائز نہیں (۱)۔ انگریزی بال رکھنا مناسب نہیں (۲)۔

جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے تو صورت وشکل وضع قطع بھی اسلامی ہی چاہئے۔ ایک سکھ نے فوج میں ملازمت کی درخواست کی اور شرط کی داڑھی نہیں منڈاؤں گا، اس کی درخواست منظور ہوئی۔ آپ کے انگریز دوست بھی اس کی کوشش کرلیں۔ قمیص اور پتلون سے بھی نماز درست ہوجائے گی (۳)، جبکہ سب ارکان صحیح طریقہ پر ادا ہوجائیں، سر پر ٹوپی کا ہونا مستحب ہے (۴)، گو بلا ٹوپی بھی نماز ادا ہوجائے گی۔ انشورنس جائز نہیں لیکن اگر قانونِ ملازمت کی وجہ سے مجبوری ہو تو ایسا آدمی شرعاً معذور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۸۹/۱۱/۲۶ھ۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "خالفوا المشركين، أوفروا اللحى وأحفوا الشوارب". (الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، باب خصال الفطرة، قديمي)

(۲) "عنه (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوٰة المصابيح، كتاب اللباس: ۲/۳۷۵، الفصل الثاني، قديمي)

(۳) "والرابع ستر عورته، ووجوبه عام ولو في الخلوة على الصحيح". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/۴۰۴ كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، سعيد)

"ومنها ستر العورة، لقوله تعالىٰ: ﴿يابني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾ قيل في التاويل: الزينة ما يوارى العورة، والمسجد الصلاة، فقد أمر بمواراة العورة في الصلاة". (بدائع الصنائع: ۱/۵۴۳، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان شرائط الأركان، بيروت)

(۴) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما، قال: كان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم يلبس قلنسوةً سوداء". (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۵/۱۴۹، كتاب اللباس، باب في القلنسوة، (رقم الحديث: ۸۵۰۵)، عباس أحمد الباز مكه)

(وكذا في المستدرك لحاكم، حديث أبي الدرداء، كتاب معرفة الصحابة، (رقم الحديث: ۵۴۵۰): ۳/۳۸۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(ومسند الإمام أحمد، حديث سيدنا عمر بن الخطاب: ۱/۲۳، (رقم الحديث: ۱۵۱)، دارإحياء بيروت)

علاج کے لئے داڑھی صاف کرنا

سوال[۹۴۱۱]: ایک شخص ہے جس کی داڑھی میں روگ لگ گیا ہے جس کا کافی علاج بھی کیا گیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہے۔ نیز ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ داڑھی صاف کردیجئے، اس کے بعد آپ کا علاج کامیاب ہوجائے گا۔ کیا ایسی صورت میں داڑھی صاف کرانا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امراض کے علاج کے لئے جب کوئی جائز دوا مفید نہ ہوتو مجبوراً نجس اور حرام دوا کے ستعمال کی بھی اجازت ہے جب کہ تجربہ کار اور دیندار معالج تجویز کردے کہ شفا حرام چیز سے ہی ہوسکتی ہے۔ اسی طرح اگر بغیر داڑھی صاف کرائے صحت نہیں ہوسکتی تو مجبوراً تحصیلِ صحت کے لئے اس کی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

مجاہدین کے لئے داڑھی منڈانا

سوال[۹۴۱۲]: ایک شخص یا کئی ہوں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم داڑھی کیوں منڈاتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ: ہم مجاہدین ہیں، اگر تم کو یقین نہ ہو تو تم لیجا کر دیکھ لو، ہم کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کے واسطے داڑھی منڈانا جائز ہے۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت مجاہدین کو داڑھی منڈانے کے لئے فرمایا تھا یا نہیں؟ اگر فرمایا تھا تو کسی خاص مصلحت سے یا عام، اگر کسی خاص مصلحت سے فرمایا ہو، یا کسی وجہ سے فرمایا ہو تو اگر وہ وجہ اس وقت بھی پائی جائے تو داڑھی منڈانا جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر حضور نے نہیں فرمایا تو اس کی کیا اصلیت ہے وہ کیوں کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انہیں سے پوچھو کہ ڈاڑھی منڈانے کی اجازت مجاہدین کے لئے کس دلیل سے ثابت ہے، حدیث

---

(۱) "وجوزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاءً، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه".

(الدرالمختار، فصل في البيع من كتاب الحظر: ۳۸۹/۸، سعيد)

(وكذا في ردالمحتار، مطلب في التداوي بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيديه)

شریف میں تو داڑھی منڈانے کی ممانعت عام ہے(۱)۔ پھر مجاہدین کو کس دلیل سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۵/۵۶ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ　　صحیح: عبداللطیف، ۹/ جمادی الاولیٰ/۵۶ھ۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "خالفوا المشركين، أحفوا الشوارب، وأوفوا اللحى". (الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، باب خصال الفطرة، قديمي)

(وصحيح البخاري: ۲/۸۷۵، باب إعفاء اللحى، كتاب اللباس، قديمي)

(وسنن أبي داؤد: ۲/۵۷۷، كتاب الترجل، باب في أخذ الشارب، دارالحديث ملتان)

قال العلامة الملا على القارى عليه رحمه الله تعالىٰ تحت قوله عليه الصلوة والسلام: "خالفوا المشركين": أى فإنهم يقصون اللحى ويتركون الشوارب حتى تطول كما فسره بقوله: "أوفروا": أى أكثروا. "اللحى" بكسر اللام، وحكى ضمها .... ذكره السيوطى، والمعنى: اتركوا اللحى كثيراً بحالها، ولا تتعرضوا لها، واتركوها لتكثر". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۱): ۸/۲۱۱، رشيديه)

سوال: "جب کوئی شخص جہاد پر جائے تو اس کے لئے ڈاڑھی منڈوانا جائز ہے یا نہیں؟ جہاد کے لئے جو راستہ ہے وہاں کفار ہیں، بغیر ڈاڑھی والے کو اندر چھوڑتے ہیں اور ڈاڑھی والے کو قتل کرتے ہیں، بینوا توجروا"۔

الجواب باسم ملهم الصواب: "ڈاڑھی منڈانا حرام ہے، جہاد کی ضرورت سے فعل حرام کا ارتکاب جائز نہیں، بلکہ ایسے موقع میں تو گناہوں سے بچنے اور استغفار کی زیادہ تاکید ہے، قال الله تعالىٰ: ﴿وإن تصبروا وتتقوا لايضركم كيدهم شيئاً﴾، وقال حكاية عن الربيين الذين كانوا يقاتلون مع نبيهم: ﴿ربنا اغفرلنا ذنوبنا وإسرافنا في أمرنا، وثبت أقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين﴾. اس آیت کے مضمون کی ترتیب میں اس پر دلالت ہے کہ جس طرح نصرت ثبات اقدام پر موقوف ہے اسی طرح ثبات اقدام گناہوں سے توبہ واستغفار پر موقوف ہے، وقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "فإنه لايدرك ما عندالله إلا بطاعته". فقط۔ (أحسن الفتاویٰ، كتاب الجهاد، بضرورت جہاد ڈاڑھی منڈانا جائز نہیں: ۶/۱۷، ۱۸، سعيد)

داڑھی اگانے کے لئے چہرہ پر استرہ پھیرنا

سوال[۹۴۱۳]: ایک صاحب ہیں جن کے داڑھی نہیں آئی ہے، فی الحال ان کا چہرہ بالکل صاف ہے، کئی آدمیوں نے اس بات کا مشورہ دیا ہے کہ داڑھی کی جگہ پر استرہ یا بلیڈ پھیریں تو داڑھی کی جگہ بال اگ سکتے ہیں، حالانکہ وہ صاحب امامت کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں جبکہ چہرہ پر بالکل بال نہ ہوں استرہ یا بلیڈ داڑھی کے بال آنے کی غرض سے پھیرواسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

چہرہ پر بالوں کا اُگنا قدرت کی طرف سے ہے، اپنی اختیاری چیز نہیں، اگر بالکل بال نہ اگیں تو بندہ گنہگار نہیں (۱)۔ لہٰذا بال اگانے کے لئے استرہ یا بلیڈ چہرے پر پھیرنے کی ضرورت نہیں (۲)، لیکن بال اگنے کے بعد ان کو منڈوانا گناہ ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۲۶ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾ (الاية)

(۲) **سوال:** ایک شخص کی عمر تیس سال ہے، مگر اس کی داڑھی اور مونچھیں نہیں نکلیں۔ کیا وہ اس احتمال کی بناء پر کہ شاید داڑھی نکل آئے، استرا چلا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب:

"اس ضرورت سے استرا چلانا جائز ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم"۔ (أحسن الفتاوى: ۸/۷۷، كتاب الحظر والإباحة، داڑھی پیدا کرنے کے لئے استرا چلانا، سعید)

(وكذا في فتاوى رحيمية: ۱۰/۱۱۶، كتاب الحظر والإباحة، دارالإشاعت كراچی)

(۳) "عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "أحفوا الشوارب، وأعفوا اللحى".

"وعن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "خالفوا المشركين، أحفوا الشوارب، وأوفوا اللحى".

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "جزوا الشوارب، وأرخوا اللحى، خالفوا المجوس". .... =

....

= ”عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ”عشرٌ من الفطرة : قص الشارب، وإعفاء اللحية“. الحديث. (الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمى)

”عن نافع عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ”انهكوا الشوارب، وأعفوا اللحى“. (صحيح البخارى: ۲/۸۷۵، باب إعفاء اللحى، كتاب اللباس،قديمى)

(وسنن أبى داؤد: ۱/۸، باب السواک من الفطرة، دارالحديث ملتان)

(وسنن أبى داؤد: ۲/۵۷۷، كتاب الترجل، باب فى أخذ الشارب، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائى: ۱/۷، كتاب الطهارة، إحفاء الشارب وإعفاء اللحى، قديمى)

قال النووى رحمه الله تعالىٰ: ”فحصل خمس روايات: ”أعفوا، وأوفوا، وأرخوا، وأرجوا، ووفّروا“. ومعناها كلها تركها على حالها، هذا هو الظاهر من الحديث الذى يقتضيه ألفاظه، وهو الذى قاله جماعةٌ من أصحابنا وغيرهم من العلماء“. (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قديمى)

”وقص اللحية من صنع الأعاجم، وهو اليوم شعار كثيرٍ من المشركين كالأفرنج والهنود، ومن لاخلاق له فى الدين من الطائفة القلندرية“. (مرقاة المفاتيح: ۲/۱۹، كتاب الطهارة، باب السواک، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹)، رشيديه)

”واللحية هى الفارقة بين الصغير والكبير، وهى جمال الفحول وتمام هيأتهم، فلا بد من إعفائها. وقصُّها سنة المجوس، وفيه تغيير خلق الله، ولحوق أهل السؤدد والكبرياء بالرعاع“. (حجة الله البالغة: ۱/۵۱۷، خصال الفطرة وما يتصل بها، إعفاء اللحية وقصّ الشوارب، قديمى)

(وأيضا حجة الله البالغة: ۲/۵۱۶، إطالة اللحى وإحفاء الشوارب، قديمى)

(وكذا فى بذل المجهود: ۱/۳۳، كتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة، مكتبه امداديه ملتان)

قال محمد رحمه الله تعالىٰ: ”عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما: أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقصّ ما تحت القبضة“. قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبى حنيفة“. (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن كراچى) .... =

خط بنوانا

سوال[۹۴۱۴]: زید نے موئے حلقوم کو استرے سے صاف کرالیا، اس کا خیال ہے کہ یہ جائز ہے۔ اور نیز کانوں کے پاس کے بال بھی اور رخسار پر سے استرے سے صاف کرالیتا ہے، لہٰذا جواب سے سرفراز فرمائیں۔ نیز کنپٹی کے بال قینچی سے کم کرالیتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: زید ان تینوں جگہ کے بالوں کو صاف کرانا خط بنوانا تصور کرتا ہے اور عمر اس کے خلاف بیان کرتا ہے۔ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ولا يحلق شعر حلقه، وعن أبي يوسف رحمه الله تعالیٰ: لابأس به، اه". عالمگیری(۱)۔ "لابأس بأن يأخذ شعر الحاجبين وشعر وجهه ما لم يتشبه بالمخنثين، اه". طحطاوی(۲)۔

= (وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسد، مطلب في الفرق بين قصد الجمال وقصد الزينة: ۲/۴۱۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۹۰، كتاب الصوم، باب مايفسد، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسد: ۲/۱۸۷، بيروت)

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۵/۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان ...... وقص الشارب، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار: ۴/۱۸۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في ردالمحتار: ۶/۳۷۳، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۵/۳۵۸، الباب التاسع عشر في الختان وقص الشارب، رشيديه)

اس سے معلوم ہوا کہ حلق کے بالوں کو نہیں مونڈنا چاہئے، البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اجازت دیتے ہیں۔ رخسار کے بال کا مونڈنا یعنی خط بنوانا شرعاً درست ہے(۱)۔ کان کے قریب جو ہڈی ہے اس سے اوپر سر کا حصہ ہے اور نیچے ڈاڑھی کا حصہ ہے، لہٰذا اوپر کا حصہ منڈوانا درست ہے(۲) اور نیچے کا درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۴/۶۴ھ۔

عورت کی ڈاڑھی کا حکم

سوال[۹۴۱۵]: عورت کے اگر ڈاڑھی نکل آوے تو کٹوا سکتی ہے یا نہیں؟

= (وكذا في مرقاة المفاتيح: ۸/۲۰۹، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، رشيديه)

(۱) خط بنوانا درست ہے، مگر بہتر نہیں: قال الشيخ أنور شاه الكشميري رحمه الله تعالىٰ: "أما الأشعار التي على الخدين فليست من اللحية لغةً، وإن كره الفقهاء أخذها؛ لأنه إن كان بالحديد فذلك يوجب الخشونة في الخدين، وإن كانت بالنتف فإنه يضعّف البصر". (فيض الباري: ۴/۳۸۰، كتاب اللباس، باب قص الشارب، خضر راه بک ڈپو دیوبند)

(۲) کان کے قریب والی ہڈی جب کہ سر کا حصہ ہے، اس میں اُگے ہوئے بال سر کے ہیں، اور سر کے بال منڈانا درست ہیں:

قال القاري رحمه الله تحت قوله عليه الصلاة والسلام: "أحلقوا كله أو اتركوا كله، الخ": "فيه إشارة إلى أن الحلق في غير الحج والعمرة جائز، وأن الرجل مخيّر بين الحلق وتركه، لكن الأفضل أن لا يحلق". (مرقاة المفاتيح: ۸/۲۱۶، كتاب اللباس، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

(۳) کیونکہ یہ داڑھی کے بال ہیں اور داڑھی کے بالوں کا حلق جائز نہیں: "يحرم على الرجل قطع لحيته". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

الجواب حامداًومصلیاً:

کٹواسکتی ہے(۱)۔فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جمعہ کے روز حجامت

سوال[۹۴۱۶]: **روزِ جمعه قبل نماز جمعه حجامت ساختن چه حکم دارد؟**

الجواب حامداًومصلیاً:

این طریقِ نبی علیه الصلوٰة والسلام است: "كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقصّ شاربه، ويقلم أظفاره يوم الجمعة قبل أن يروح إلى الصلوٰة". أخرجه البيهقي، اه". ردالمحتار(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۶/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

---

(۱) "وفي تبيين المحارم: إزالة الشعر من الوجه حرام، إلا إذا نبت للمرأة لحية أو شوارب، فلا تحرم إزالته، بل تستحب". (ردالمحتار: ۳۷۳/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹): ۹۱/۲، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود: ۳۳/۱، باب السواك من الفطرة، إمداديه ملتان)

"عورت کے لئے چہرے کے بال صاف کرنا جائز ہے، اور اگر داڑھی یا مونچھ کے بال نکل آئیں تو ازالہ مستحب ہے"۔(أحسن الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، بالوں کے احکام، عورت کا چہرے کے بال صاف کرنا: ۷۵/۸، سعيد)

(۲) (رد المحتار: ۴۰۵/۶، فصل في البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

"أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقص شاربه، ويأخذ من أظفاره كل جمعة قبل أن يخرج إلى صلاة الجمعة". (مرقاة المفاتيح: ۲۱۲/۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۲)، رشيديه)

مونچھ کا حلق کرنا

سوال[۹۴۱۷]: مونچھ کا حلق کرنا کیسا ہے، اگر حلق جائز ہے تو قصر اَولیٰ ہے یا حلق؟

الجواب حامداًومصلياً:

"حلق الشارب بدعة، وقيل: سنة، اه". درمختار: ۳۵۸/۵(۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ سنت ہے۔ جو فعل سنت اور بدعت کے درمیان ہو اس کا ترک اَولیٰ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

مونچھیں منڈانا

سوال[۹۴۱۸]: مونچھوں کو استرے سے منڈانے کو علامہ شامیؒ نے اپنی کتاب ''شامی'' میں جو جائز لکھا ہے، وہ عبارت اور صفحہ وجلد صاف صاف، معہ ترجمہ، اعراب لگا کر بھیجیں۔ اور زیادہ بہتر ہے کہ کوئی مستند حدیث کی عبارت بھی لکھیں۔ اس کے بارے میں یہاں پر فتنۂ عظیم برپا ہے، ایک مفتی لکھتے ہیں کہ بدعت ہے اور دلیل پیش کرتے ہیں کہ درمختار میں ہے: "حلق الشارب بدعة". (مونچھ منڈانا بدعت ہے)(۳) حدیث میں ہے: "أحفوا الشوارب" مونچھیں پست کراؤ(۴)۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في البيع: ۴۰۷/۶، سعيد)

"واختلف في المسنون في الشارب هل هو القص أو الحلق؟ والمذهب عند بعض المتأخرين من مشايخنا أنه القص. قال في البدائع: وهو الصحيح. وقال الطحاوي: القص حسن والحلق أحسن. وهو قول علمائنا الثلاثة، نهر". (ردالمحتار: ۵۵۰/۲، كتاب الحج، باب الجنايات، سعيد)

(۲) "إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة". (ردالمحتار: ۶۴۲/۱، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(۳) (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۷/۶، سعيد)

(۴) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أحفوا الشارب، وأعفوا اللحى". (سنن النسائي، كتاب الطهارة، إحفاء الشارب وإعفاء اللحى: ۷/۱، قديمي) =

الجواب حامداً ومصلیاً:

"حلق الشارب بدعة، وقيل: سنة". در مختار بر حاشیہ رد المحتار المعروف بالشامی: ۵/۲۵۸ (۱)۔

"مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے اور کہا گیا ہے کہ سنت ہے"۔ یہ دونوں قول ایک ہی کتاب میں ایک ہی جگہ موجود ہیں۔ حدیث شریف میں حلق کا لفظ نہیں جس کے معنیٰ مونڈنے کے ہیں، بلکہ لفظ "جزوا" آیا ہے جس کے معنیٰ خوب کاٹنے کے ہیں (۲)۔ ایک روایت میں "أحفوا" آیا ہے (۳) اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ اس طرح کاٹیں کہ مونڈنے کے قریب ہوجائیں۔ طحطاوی، ص: ۲۸۷ اور شامی: ۲/۱۵۵، میں وہ روایتیں مذکور ہیں (۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

= (والصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قديمي)

(۱) (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "جزوا الشوارب، وأرخوا اللحى، خالفوا المجوس". (الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

(۳) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "خالفوا المشركين، أحفوا الشوارب، وأوفوا اللحى". (الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قديمي)

(والصحيح البخاري، كتاب اللباس، باب إعفاء اللحى: ۲/۸۷۵، قديمي)

(وكذا في حجة البالغة، إطالة اللحى وإحفاء الشوارب: ۲/۵۱۶، قديمي)

(۴) "قال في الفتح: وتفسير القص أن ينقص حتى ينتقص عن الإطار، وهو بكسر الهمزة: ملتقى الجلدة واللحم من الشفة. وكلام صاحب الهداية على أن يحاذيه". (ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۵۵۰، سعيد)

(وكذا في العناية على هامش فتح القدير، كتاب الحج، باب الجنايات: ۳/۳۴، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر) ....=

ریش بچہ اور اس کے دونوں طرف کے بال کٹوانا

سوال[۹۴۱۹]: ا......ریش بچہ(۱) کے بالوں کو بالکل کتروانا کیا بدعت ہے؟

۲......نچلے ہونٹ کے قریب دونوں کناروں کے بال منڈوانا کیا بدعت ہے؟

۳......جس کے ریش بچہ کے کناروں پر بال نہیں ہوتے تو رخساروں کی طرح وہاں خط بنوانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا......جی ہاں(۲)۔

۲......ہونٹ کے قریب کے بال دونوں کناروں سے منڈوانا تاکہ کھاتے پیتے وقت منہ میں نہ جائیں، درست ہے(۳)۔

= قال العلامة علی بن سلطان محمد القاری علیه رحمه الله تعالیٰ: "قص الشارب". قال ابن حجر رحمه الله تعالیٰ: فیسنّ إحفاؤه حتی تبدو حمرة الشفة العلیا". (مرقاة المفاتیح، کتاب الطهارة، باب السواک، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۳۷۹): ۲/۹۱، رشیدیه)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴/۲۰۳، دارالمعرفة بیروت)

حدیث میں "جز" کے علاوہ "أحفوا الشوارب" "قص الشارب" اور "انهکوا الشوارب" کے الفاظ بھی موجود ہیں، جن کا معنی ہلکا کرنا، تراشنا (المنجد، ص: ۳۵۷، دارالإشاعت کراچی)

"کاٹنا، کترنا" (منجد، ص: ۱۳۲۰) اور کاٹنے میں مبالغہ کرنے کے ہیں۔ اس باب میں عبارات فقہاء مختلف ہیں۔

(۱) "ریش بچہ: ٹھوڑی کے بال"۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۳۴، فیروزسنز لاهور)

(۲) "(تنبیه) نتف الفنبکین بدعة، وهما جانبا العنفقة، وهی شعر الشفة السفلی، کذا فی الغرائب".

(ردالمحتار، فصل فی البیع من کتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۰۷، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع عشر فی الختان: ۵/۳۵۸، رشیدیه)

(۳) "وأما طرفا الشارب وهما السبالان، فقیل: هما منه، وقیل: من اللحیة، وعلیه فقیل: لابأس =

۳...... جب وہاں بال ہی نہیں تو خط بنوانا کس لئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۵/ ۸۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= بتركهما، وقيل: يكره لما فيه من التشبه بالأعاجم وأهل الكتاب، وهذا أولىٰ بالصواب".

(ردالمحتار، باب الجنايات: ۲/ ۵۵۰، سعيد)

"كان بعض السلف يترك سُباليه، وهما أطراف الشوارب". (ردالمحتار، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ۶/ ۴۰۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء: ۵/ ۳۵۸، رشيديه)

"قص الشارب أن يأخذ ماطال على الشفة بحيث لايؤذي الآكل، ولايجتمع فيه الوسخ".

(مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل: ۸/ ۲۰۹، مكتبه حقانيه پشاور)

فصلٌ فی حلّاق اللحیة

(نائی کا بیان)

داڑھی بنانے والے نائی کا حکم

سوال[۹۴۲۰]: داڑھی بنانے والا نائی بھی مواخذہ دار ہوگا یا نہیں، کیونکہ اس کا پیشہ یہی ہے (کہ) جیسا عوام حکم دیتے ہیں ویسا ہی بناتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا نائی گنہ گار ہے، کذا فی الدرالمختار مع رد المحتار: ۲۵۱/۵(۱) زیلعی: ۴۹/۶(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

---

(۱) "فإذا ثبت كراهة لبسها للتختم، ثبت كراهة بيعها وصيغها، لما فيه من الإعانة على مالا يجوز، وكل ما أدى إلى ما لايجوز لا يجوز، وتمامه في شرح الوهبانية". (الدرالمختار: ۳۶۰/۶، فصل في اللبس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(۲) "لا يجوز على الغناء والنوح والملاهي؛ لأن المعصية لا يتصور استحقاقها بالعقد، فلا يجب عليه الأجر .... وإن أعطاه الأجر وقبضه لا يحل له، ويجب عليه رده على صاحبه". (تبيين الحقائق: ۱۱۹/۶، كتاب الإجارة، باب الاجارة الفاسدة، بيروت)

(وكذا في حاشية الشلبي على هامش التبيين للزيلعي: ۱۰۸/۷، كتاب الأشربة، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

"أمره إنسان أن يتخذله خفاً على زيّ المجوس أو الفسقة، أوخياطاً أمره إنسان أن يخيط له ثوباً على زيّ الفساق، يكره له أن يفعل ذلك". (مجمع الأنهر ۵۳۰/۲، فصل في الأكل، كتاب الكراهية، دارإحياء التراث العربي بيروت)

نائی کے پیشہ کی تفصیل

سوال[۹۴۲۱]: ۱......زید قوم سے نائی ہے، اس کا روزگار حجامت بنانا ہے، آج کل داڑھی منڈانے کا زیادہ رواج ہے، اگر زید داڑھی نہیں مونڈتا تو لوگ کہتے ہیں کہ ہم دوسرا نائی مقرر کرلیں گے۔

۲......زید کو غیر مسلموں کی داڑھی مونڈنی کیسی ہے؟

۳......مسلموں اور غیر مسلموں کے سر کے بال فینسی کاٹنا کیسا ہے؟

۴......زید کو بعض مسلم داڑھی کاٹنے کے لئے مجبور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم غیر مسلموں کی بھی تو داڑھی مونڈتے ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... داڑھی مونڈنا جائز نہیں، وہ لوگ اگر دوسرا نائی مقرر کرنے کی دھمکی دیتے ہیں تو آپ مت گھبرائیں، رزّاق خدا ہے(۱)۔

۲......وہ بھی جائز نہیں (۲)۔

۳......مکروہ ہے(۳)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ومن یتق الله یجعل له مخرجاً ویرزقه من حیث لا یحتسب، ومن یتوکل علی الله، فهو حسبه﴾ (سورة الطلاق : ۳)

"وعن النواس بن سمعان رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق". (مشکوٰة المصابیح: ۲/۳۲۱، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثانی، قدیمی)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

(۳) انگریزی بالوں میں چونکہ تشبہ بالغیر ہے اور تشبہ بالغیر ناجائز ہے، لہٰذا انگریزی بال بنانا اور بنوانا دونوں مکروہ اور ناجائز ہے:

"عنه (ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما) قال: "قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دارالحدیث ملتان)

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "من تشبه بقوم": أی من شبّه نفسه بالکفار مثلاً فی =

۴...... زید غیر مسلموں کو بھی انکار کردے اور مسلمانوں کو بھی، پھر مجبور نہیں کریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۵ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۵ھ۔

حجام کا داڑھی مونڈنا

سوال[۹۴۲۲]: میں حجام ہوں، یہاں کے مسلمان مجھے اپنی داڑھی کے منڈا دینے پر مجبور کررہے ہیں اور پنچایت کرکے میری داڑھی کو زبردستی منڈا دینا چاہتے ہیں۔ کیا داڑھی منڈا دینے کی شریعت میں گنجائش ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داڑھی مونڈنا ناجائز ہے(۱)، پنچایت کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ناجائز کام پر مجبور کرے اور آپ کے لئے بھی ناجائز کام میں پنچایت کی اطاعت جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۵/۸۷ھ۔

مسلم حجام کا غیر مسلم کی داڑھی مونڈنا

سوال[۹۴۲۳]: ۱...... مسلم نائی غیر مسلم، مشرک، بھنگی کی حجامت یعنی داڑھی مونڈنا اور بال کترنا وغیرہ بلا کراہت کرسکتے ہیں یا نہیں؟

= اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أى فى الإثم والخير. قال الطيبى رحمه الله تعالىٰ: هذا عام فى الخَلق والخُلق والشعار". (مرقاة المفاتيح: ۱۵۵/۸، كتاب اللباس، الفصل الثانى، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيديه)

(سنن أبى دأود، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحديث ملتان)

(۱) "يحرم على الرجل قطع لحية". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۴۱۸/۲، ۴۰۷/۶، سعيد)

(۲) "وعن النوّاس بن سمعان رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق". (مشكوة المصابيح: ۳۲۱/۲، كتاب الإمارة، الفصل الثانى، قديمى)

جن اوزاروں سے غیر مسلم کی حجامت بنائی ان سے مسلم کی حجامت بنانا

سوال[۹۴۲۴] : ۲......اُن اوزاروں سے جن سے غیر مسلم، مشرک کی حجامت بنائی گئی ہو ان سے مسلم کی حجامت بغیر صاف کئے بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......حجام کے لئے مسلم یا غیر مسلم کی داڑھی مونڈنا درست نہیں (۱)۔

۲......جس استرے یا قینچی سے غیر مسلم کے سر کے بال مونڈے یا کاٹے ہوں اس پر خون لگا ہوا نہ ہو تو اس سے مسلم کے سر کے بال مونڈنا یا کاٹنا درست ہے، صفائی کرنا یعنی دھونا لازم نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۸/ ۹۵ھ۔

---

(۱) یہ اعانت علی المعصیت ہے اور اعانت علی المعصیت ناجائز ہے، لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

قال العلامة الآلوسى تحت هذه الأية: "فيعم النهى كل ماهو من مقولة الظلم والمعاصى، ويندرج فيه النهى عن التعاون على الاعتداء والانتقام". (روح المعانى: ۶/۵۷ دار إحياء التراث العربى، بيروت)

"﴿ولاتعاونوا على الإثم﴾ وهو الذنب والمعصية، وهى كل مامنعه الشرع، أو حاك فى الصدر وكرهت أن يطلع عليه الناس، ولا تتعاونوا على التعدى على حقوق الغير. والإثم والعدوان يشمل كل الجرائم التى يأثم فاعلها، ومجاوزة حدود الله بالاعتداء على القوم: ﴿واتقوا الله﴾ بفعل ماأمركم به واجتناب مانهاكم عنه". (التفسير المنير: ۵/ ۶۹، بيروت)

(۲) قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ: "ويطهر صقيلٌ لامسام له كمرآة وظفر وعظم وزجاج وآنية مدهونة أو خراطى وصفائح فضة غير منقوشة بمسح يزول به أثرها مطلقاً، به يفتى". (الدر المختار).

قال العلامة الشامى رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: بمسح) متعلق بيطهر، وإنما اكتفى بالمسح؛ لأن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا يقتلون الكفار بسيوفهم، ثم يمسحونها ويصلون معها، ولأنه لاتتداخله النجاسة، وما على ظهره يزول بالمسح، بحر". (ردالمحتار: ۱/ ۳۱۰ باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا فى التاتارخانية ۱/ ۳۱۵ كتاب الطهارة، باب تطهير الأنجاس، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا فى البحر الرائق: ۱/ ۳۹۱ كتاب الطهارة، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا فى مجمع الأنهر: ۱/ ۵۹، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، دارإحياء التراث العربى بيروت)

الفصل الثانی فی الشّعر

(بالوں کا بیان)

بال رکھنا افضل ہے یا منڈوانا؟

سوال[۹۴۲۵]: سر پر بال رکھنا افضل ہے یا منڈوانا؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے علاوہ بھی بال منڈوانا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

عام عادت مبارکہ بال رکھنے کی تھی، منڈوانا بہت کم ثابت ہے، بعض صحابہ ہمیشہ منڈاتے تھے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

---

(۱) قال الملا علی القاری رحمه الله تحت حديث: "أو اتركوا كله" "فيه إشارة إلى أن الحلق فی غير الحج والعمرة جائز، وأن الرجل مخيرٌ بين الحلق وتركه، لكن الأفضل أن لا يحلق إلا فی أحد النسكين كما كان عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مع أصحابه رضی الله تعالىٰ عنهم، وانفرد منهم علیٌّ كرم الله وجهه". (مرقاة المفاتيح: ۲۱۶/۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۷)، رشيديه)

"وإنما حلق رؤوسهم مع أن إبقاء الشعر أفضل". (مرقاة المفاتيح: ۲۴۲/۸، رشيديه)

"وأخرج الإمام أبو داؤد رحمه الله تعالىٰ عن علی رضی الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها، فعل بها كذا وكذا من النار". قال علی رضی الله تعالىٰ عنه: فمن ثم عاديتُ رأسی، فمن ثم عاديت رأسی، فمن ثم عاديت رأسی. وكان يجز شعره –رضی الله تعالىٰ عنه–".

قال العلامة السهارنفوری رحمه الله تعالىٰ: "وبهذا الحديث استدل الطيبی على سنية حلق =

....

= الرأس لتقريره صلى الله عليه وسلم، ولأنه من الخلفاء الراشدين الذين أمِرنا بمتابعة سنتهم وردّ عليه القارى وابن حجر، فقالا: إن فعله رضى الله تعالىٰ عنه إذا كان مخالفاً لسنته عليه الصلاة والسلام وبقية الخلفاء، يكون رخصةً لاسنةً". (بذل المجهود: ۱/۱۵۲، كتاب الطهارة، باب فى الغسل من الجنابة، إمداديه ملتان)

وقال الشامى رحمه الله تعالىٰ: "وفى الروضة للزندويستى: أن السنة فى شعر الرأس إما الفرق أو الحلق. وذكر الطحاوى: أن الحلق سنة، ونسب ذلك إلى العلماء الثلاثة". (ردالمحتار: ۶/۴۰۷، فصل فى البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۵۷، الباب التاسع عشر فى الختان، رشيديه)

(وكذا فى إمداد الفتاوىٰ، كتاب الحظر والإباحة، بالوں کے حلق وقصراور خضاب وغیرہ کے احکام، سر کے بال کٹوانا: ۴/۲۲۴، مكتبه دار العلوم كراچى)

(وكذا فى أحسن الفتاوىٰ، كتاب الحظر والإباحة، بالوں کے احکام، سر کے بالوں کی جائز وناجائز صورتوں کی تفصیل: ۸/۸۱، سعيد)

چونکہ آج کل فساد کا دور ہے اس لئے بچوں کے لئے بال حلق کرنا ضروری ہے، چنانچہ ابوداؤد میں ہے:

"عن عبد الله بن جعفر رضى الله تعالى عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم أمهل ال جعفر ثلاثاً، ثم أتاهم فقال: "لاتبكوا على أخى بعد اليوم" ثم قال: "ادعوا لى بنى، أخى، فجئ بنا كانا أفرخ، فقال: "ادعوا لى الحلاق". فأمره فحلق رؤوسنا". (سنن أبى داؤد: ۲/۵۷۷، كتاب الترجل، باب حلق الرأس، دار الحديث ملتان)

قال العلامة خليل أحمد السهارنفورى رحمه الله تعالىٰ: "وفيه أن الكبير من أقارب الأطفال يتولى أمرهم وينظر فى مصالحهم من حلق الرأس وغيره". (بذل المجهود فى حل أبى داؤد، كتاب الترجل، باب فى حلق الرأس: ۵/۷۷، معهد الخليل الإسلامى كراچى)

"حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر مونڈنے والے کو بلایا اور حکم فرمایا کہ ہمارا سر مونڈ دے۔ (ابوداؤد: ۵۷۷، نسائی: ۲۹۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے سر میں بال بہتر نہیں، اس کو مونڈنا بہتر ہے۔ بچوں کے سر میں بال رکھنا اور اسے =

سر پر بال (پٹھے) رکھنا

سوال[۹۴۲۶]: پٹھے یعنی سر پر بال رکھنا کیسا ہے یعنی جائز یا سنت یا نا جائز، اور سب کے لئے یکساں حکم ہے یا کچھ تفصیل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سر پر بال رکھنا کانوں کی لو تک، یا اس سے نیچے، یا شانے تک جائز اور سنت ہے(۱)، مگر آج کل جو بال رکھے جاتے ہیں وہ اول تو اس نیت سے نہیں رکھے جاتے اگر نیت بھی ہو تو پھر جس طرز سے رکھے جاتے ہیں وہ طرز ثابت نہیں۔ سیدھی مانگ بیچ میں نہیں نکالی جاتی، ٹیڑھی مانگ نکالی جاتی ہے، یہ سب فیشن متغربین کا ہے۔

اَمارد اور ایسے نوجوان جو سر پر بال رکھتے ہیں اس میں اَور فتنہ کا اندیشہ ہے جس کا علم اور مشاہدہ ہر ذی بصیرت کو ہے، اس لئے ان کو اس فیشن سے ضرور روکا جائے گا(۲):

= جھاڑنا جیسا کہ غیر مسلموں کا دیکھی دیکھی مسلمانوں میں رائج ہے؟ درست نہیں، اسلامی شعائر کے خلاف ہے نصاب الاحتساب میں ہے کہ: بچوں کے سر پر بڑے بالوں کا رکھنا حرام ہے"۔ (بحواله شمائل کبری، بالوں کے سلسلے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادات کا بیان، بچوں کے بال مونڈنا سنت ہے: ۱/۴۹۴، زمزم پبلشرز)

(۱) پٹھے رکھنے کی تین قسمیں ہیں: وفرہ: کانوں کی لو تک۔ لمّہ: کانوں کی لو اور کندھوں کے درمیان تک۔ اور جمّہ: کندھوں تک۔ پہلی صورت افضل ہے:

"عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان شعر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أي واصلاً أو منتهياً إلى نصف أذنيه .... وكان له: أي لرأسه الشريف شعر: أي نازل فوق الجمة، بضم الجيم وتشديد الميم ماسقط على المنكبين ودون الوفرة". (جمع الوسائل في شرح الشمائل ۱/۹۰، ۹۲، باب شعر رسول عليه السلام، اداره تاليفات اشرفيه ملتان)

(وأحسن الفتاویٰ: ۸/۸۱، کتاب الخطر والإباحة، عنوان: "بالوں کے احکام، سر کے بالوں کی جائز و ناجائز صورتوں کی تفصیل"، سعید)

(۲) کیونکہ اس میں غلبۂ فساد کا اندیشہ ہے: "عن عبد الله بن جعفر رضي الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أمهل آل جعفر ثلاثاً أن يأتيهم، ثم أتاهم، فقال: "لا تبكوا على أخي بعد اليوم". ثم قال: "ادعوا لي بني أخي". فجيئ بنا كأنا أفرخ، فقال: "ادعوا لي الحلّاق". فأمره فحلق رؤوسنا". (سنن أبي =

"عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما قال: كان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم یحبّ موافقة أهل الكتاب فی مالم یؤمر فیه، وكان أهل الكتاب یسدلون أشعارهم، وكان المشركون یفرّقون رؤسهم، فسدل النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم ناصیته، ثم فرق بعدُ". رواه البخاری ومسلم"(۱)۔

اس روایت سے سر کے بالوں کا حال معلوم ہوگیا ہوگا کہ آپ کفار کے طریقہ کو پسند نہیں فرماتے تھے، لیکن ہم لوگ آج رفتار وگفتار ہر چیز میں انہیں کے طریقوں کو اختیار کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من تشبه بقوم فهو منهم". رواه أبوداؤد وأحمد". مشكوٰة شریف، ص: ۳۷۵(۲)۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

= داؤد: ۲/۵۷۷، كتاب الرجل، بال حلق الرأس، دارالحدیث، ملتان)

(۱) (الصحیح لمسلم، كتاب الفضائل، باب صفة شعره صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وصفاته وحلیته: ۲/۲۵۷، سعید)

(وفی صحیح البخاری، كتاب اللباس، باب الفرق: ۲/۸۷۷، قدیمی)

(۲) (مشكوٰة المصابیح: ۲/۳۸۰، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قدیمی)

قال القاری رحمه الله تعالیٰ: "وكان أهل الكتاب: أی الیهود والنصاری یسدلون .... أشعارهم، والمراد هنا إرسال الشعر حول الرأس من غیر أن یقسم نصفین: نصفٌ من جانب یمینه ونحو صدره، ونصفٌ من جانب یساره كذلک. وقیل: سدل الشعر إذا أرسله ولم یضم جوانبه. وفی شرح مسلم للنووی: قال العلماء: المراد إرساله علی الجبین واتخاذه كالقصة، والفرق فرق الشعر بعضه من بعض. وقیل: السدل أن یرسل الشخص شعره من ورائه، ولا یجعله فرقتین.

والفرق أن یجعله فرقتین كل فرقه ذؤابه، وهو المناسب لقوله: وكان المشركون یفرقون -بكسر الراء ویضم- وروی من التفریق رؤوسهم: أی شعر رؤوسهم بعضها من بعض، ویكشفونها عن جبینهم. قال العسقلانی: الفرق قسمة الشعر، والمفرق وسط الرأس، وأصله من الفرق بین الشیئین "فسدل النبی صلی الله علیه وسلم" ناصیته": أی حین قدم المدینة، ثم فرق .... رأسه: أی شعره "بعد": بضم الدال: أی بعد ذلک من الزمان. قال ابن الملک: لأن جبریل علیه الصلاة والسلام أتاه وأمره بالفرق ففرق المسلمون رؤوسهم. .... =

سر کے بالوں کی تفصیل

سوال[۹۴۲۷]: سر پر بال رکھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ زلف رکھنا سنت ہے یا منڈ وانا؟ بعض لوگ استرے سے منڈاتے ہیں، بعض لوگ مشین سے کتراتے ہیں، بعض لوگ چھوٹے بڑے بال (انگریزی بال) رکھتے ہیں۔ اس میں کون سا طریقہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عام طور پر عرب میں بال رکھنے کا دستور تھا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بال رکھتے تھے (۱)۔ احرام سے حلال ہوتے وقت منڈانا بھی ثابت ہے، اور ایسے وقت میں منڈانے کو ترشوانے پر ترجیح دی ہے (۲)۔ کچھ منڈانا کچھ باقی رکھنا منع ہے، منڈوائے تو تمام منڈوائے، رکھے تو تمام رکھے۔ زیادہ بڑے ہو جائیں اور منڈوانا نہ چاہے تو یہ بھی درست ہے کہ چھوٹے چھوٹے کرادے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۸۷ھ۔

= قال النووی: واختلفوا فی تأویل موافقة أهل الکتاب فیما لم ینزل علیه فیه شیء، فقیل: فعله إئتلافاً لهم فی أول الإسلام، وموافقةً لهم علی مخالفة عَبَدة الأصنام، فلما أغناه الله تعالیٰ عن ذلک وأظهر الإسلام علی الدین کله، خالفهم فی أمورٍ منها". (مرقاة المفاتیح: ۸/۲۱۴، ۲۱۵، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۴۴۲۵)، رشیدیه)

(۱) "عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه قال: کان شعر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: أی واصلاً أو منتهیاً إلی نصف أذنیه .... وکان له: أی لرأسه الشریف شعر: أی نازل فوق الجمّة ودون الوفرة .... وکانت جهّته تضرب شحمة أذنیة .... کان یبلغ شعره شحمة أذنیه". (جمع الوسائل فی شرح الشمائل: ۱/۹۰-۹۴، اداره تالیفات اشرفیه ملتان)

"وعن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما: أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رآی صبیاً قد حلق بعض رأسه وترک بعضه، فنهاهم عن ذلک، وقال: "احلقوا کله أو اترکوا کله". (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قدیمی)

(۲) تقدم تخریجه تحت عنوان: "بال رکھنا افضل ہے یا منڈوانا")

(۳) "ویکره القزع، وهو أن یحلق البعض ویترک البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع، کذا فی الغرائب". =

بالوں میں کفار کی مشابہت

سوال[۹۴۲۸] : ماالحکم عن الشعر الذی یقطع خلف الرأس فقط کما یفعل الکفار، هل هو جائز أم لا، أم حرام؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ما[موصولة] کان شعار الکفار، فإن کان شعاراً مذهبیاً، فهو حرام علی المسلمین. وإن کان شعاراً قومیاً، فهو مکروه"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

انگریزی بال

سوال[۹۴۲۹] : کیا انگریزی بال رکھنے والوں پر اس حدیث کا اطلاق ہوتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا؟ اگر ہوتا ہے تو کیا انگریزی بال رکھنے والا ہر وقت گناہ میں مبتلا رہتا ہے، یا صرف ایک گناہ میں کہ انگریزی بال رکھے ہیں؟

= (ردالمحتار، فصل فی البیع من کتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۰۷، سعید)

(۱) "وعنه (ابن عمر رضی اللہ تعالی عنهما) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

"من شبّه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم والخیر.......... قال الطیبی: هذا عام فی الخَلق والخُلق والشعار ولما کان الشعار أظهر فی الشبه ذکر فی هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه، لاغیر". (مرقاة المفاتیح: ۸/۱۵۵، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷)، رشیدیه)

"وکراهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا". (ردالمحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۶/۷۵۳، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً:

اس میں بھی کراہت ہے جو مستتر ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

انگریزی بال رکھنا

سوال[۹۴۳۰] : انگریزی بال رکھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

انگریزی بال بناء بر تشبہ مکروہ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

انگریزی بال کو سنتی بال بنانا

سوال[۹۴۳۱] : انگریزی بال کو سُنّتی بال میں تبدیل کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بہتر یہ ہے کہ انگریزی بال منڈا دیئے جائیں (۳)، اس کے بعد سنت کے مطابق رکھے جائیں تا کہ

---

(۱) "وعنه (ابن عمر رضى الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانى، ص: ۳۷۵، قديمى)

"من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أى فى الإثم والخير .... قال الطيبى: هذا عام فى الخَلق والخُلق والشعار ولما كان الشعار أظهر فى الشبه ذكر فى هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه، لاغير". (مرقاة المفاتيح: ۱۵۵/۸، كتاب اللباس، الفصل الثانى، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيديه)

"وكراهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا". (ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۷۵۳/۶، سعيد)

(۲) (راجع رقم الحاشية : ۱)

(۳) "عن أبى الحوراء السعدى قال: قلت لحسن بن على رضى الله تعالىٰ عنهما: ماحفظت من رسول الله =

کامل تبدیل ہو جائیں، گو بغیر منڈائے بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عورتوں کا بالوں کی مینڈھیاں گوندھ کر کلپ لگانا

سوال [۹۴۳۲]: سر کے بالوں کو ایک چوٹی گوندھنا، کلپ لگانا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کلپ تو میں سمجھا نہیں کیا چیز ہے۔ ہاں! سر کے بالوں کی مینڈھیاں جن کو عربی میں ضفائر کہتے ہیں گوندھنا سنت ہے جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

"عن أم سلمة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قلت: یا رسول الله! إنی امرأة أشد ضفراً أفأنقضه لغسل الجنابة؟ فقال: "لا، إنما یکفیك أن تحثی علی رأسك ثلث حثیات، ثم تفیضین علیك الماء فتطهرین، اھ". شامی: ۱/۱۵۸(۱)۔ نیز مجمع البحار: ۱/۲۹۲ میں تفیض کے

= صلی الله تعالیٰ علیه وسلم؟ قال: حفظت من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "دع مایریبک إلی مالایریبک". جامع الترمذی، أبواب صفة القیامة، قبیل أبواب صفة الجنة: ۷۸/۲، سعید)

"وفی الروضة للزندویستی: أن السنة فی شعر الرأس إما الفرق أو الحلق، وذکر الطحاوی: أن الحلق سنة، ونسب ذلک إلی العلماء الثلاثة .... ویرسل شعره من غیر أن یفتله، وإن فتله فذلک مکروه؛ لأنه یصیر مشبهاً ببعض الکفرة والمجوس فی دیارنا یرسلون الشعر من غیر فتل، ولکن لا یحلقون وسط الرأس بل یجزون الناصیة، تاتر خانیه". (ردالمحتار: ۴۰۷/۶، فصل فی البیع، کتاب الخطر والإباحة، سعید)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۲۰۳/۴، دارالمعرفة بیروت)

(۱) (ردالمحتار: ۱۵۳/۱، کتاب الطهارة، مطلب: أبحاث الغسل، سعید)

والحدیث رواه مسلم فی صحیحه، فلیراجع: (الصحیح لمسلم: ۱۴۹/۱، ۱۵۰، کتاب الطهارة، باب حکم ضفائر المغتسله، قدیمی)

متعلق لکھا ہے کہ: "فی غیر الإحرام مندوب، اھ"(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

نائلون کی چوٹی کا استعمال

سوال[۹۴۳۳]: نائلون کے بالوں کی چوٹیاں استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان بالوں کو اس طرح سر کے بالوں سے ملا لینا جس سے دیکھنے پر اصل بال سر کے معلوم ہوں، یہ خداع ہے، درست نہیں: "لعن اللہ الواصلة والمستوصلة". رواہ البخاری(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۴/۱۴ھ۔

عورتوں کا دو چوٹی رکھنا، سرخی پوڈر استعمال کرنا

سوال[۹۴۳۴]: مسلمان خواتین جو دو چوٹیاں آج کل عام طور سے باندھ رہی ہیں، اور یہ عمل فیشن میں داخل ہو گیا ہے، لہٰذا شرعاً یہ عورتوں کا فعل جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سلسلہ میں سرخی پوڈر اور اسی قسم کی زیبائش کرنا کہاں تک درست ہے، اور عورتوں کو ننگے سر رہنا کیسا ہے؟

حاجی عبد الرزاق، اونچی سڑک کانپور۔

---

(۱) لم أطلع علیه

(۲) (صحیح البخاری: ۸۷۸/۲، کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر، قدیمی)

"الواصلة: أی التی توصل شعرها بشعر آخر زوراً، وهی أعم من أن تفعل بنفسها أو تأمر غیرها بأن یفعله. "والمستوصلة": أی التی تطلب هذا الفعل من غیرها، وتأمر مَن یفعل بها ذلک، وهی تعم الرجال والمرأة .... قال النووی رحمه الله تعالیٰ: الأحادیث صریحة فی تحریم الوصل مطلقاً، وهو الظاهر المختار، وقد فصل أصحابنا فقالوا: إن وصلت بشعر آدمی، فهو حرام بلا خلاف؛ لأنه یحرم الانتفاع بشعر الآدمی وسائر أجزائه لکرامته. وأما الشعر الطاهر من غیر الآدمی، فإن لم یکن لها زوج ولا سید، فهو حرام أیضاً .... وقال مالک والطبری: والأکثرون علی أن الوصل ممنوع بکل شئ: شعرٍ أو صوفٍ أو خرق أو غیرها، واحتجوا بالأحادیث". (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۴۴۰۰): ۲۱۷/۸، ۲۱۸، رشیدیه)

الجواب حامداًومصلیاً:

جو چیز کفار یا فساق کا شعار ہو اس کو اختیار کرنا گناہ ہے(۱)۔ عورتوں کو سر کی حفاظت لازم ہے، نامحرم کے سامنے سر یا بال کھولنا درست نہیں، فیشن کے ساتھ بناؤ سنگار کر کے نکلنا زنا کی دعوت دینا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

بالوں میں پن لگانا

سوال[۹۴۳۵]: کیا سر کے بالوں کو روکنے کے لئے عورتیں ولڑکیاں بال پن لگا سکتی ہیں یا نہیں؟

---

(۱) "عنه (ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشکوٰة المصابیح: ۳۷۵/۲، کتاب اللباس، الفصل الثانی، قدیمی)

"أی من شبّه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره". (مرقاة المفاتیح: ۱۵۵/۸، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷)، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿یأیها النبی قل لأزواجک وبنٰتک ونساء المؤمنین یدنین علیهنّ من جلابیبهن﴾ (الآیة) (سورة الأحزاب: ۵۹)

قال العلامة الجصاص رحمه الله تعالیٰ: "تقنّع عبیدة وأخرج إحدی عینیه .... اهـ". وقال ابن عباس ومجاهد رضی الله تعالیٰ عنهم: تغطی الحرة إذا خرجتْ جبینها ورأسها خلاف حال الإماء .... وفیها دلالة علیٰ أن الأمَة لیس علیها ستر وجهها وشعرها؛ لأن قوله تعالیٰ: ﴿ونساء المؤمنین﴾ ظاهره أنه أراد الحرائر، وکذا روی فی التفسیر، لئلا یکن مثل الإماء اللاتی هن غیر مأمورات بستر الرأس والوجه، فجعل الستر فرقاً یُعرف به الحرائر من الإماء. وقد روی عن عمر رضی الله تعالیٰ عنه أنه کان یضرب الإماء، ویقول: اکشفن رؤوسکن ولا تشبهن بالحرائر". (أحکام القرآن للجصاص: ۵۴۶/۳، قدیمی)

(وکذا فی روح المعانی: ۸۹/۲۲، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر یہ کفار وفساق کا شعار نہیں تو گنجائش ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۶/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۶/۹/۸۵ھ۔

کلپ کا استعمال

سوال[۹۴۳۶]: کلپ ایک زیور ہوتا ہے جس کو عورتیں سر کے بالوں میں لگاتی ہیں۔ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کلپ بالوں میں لگانا عورتوں کے لئے جائز ہے، بشرطیکہ وہ ناپاک نہ ہواور کفار یا فساق کا شعار نہ ہو کہ اصل جواز ہے، اور ممانعت وجوہ مذکورہ پر ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۳/۱/۹۲ھ۔

ابروؤں کے درمیان بالوں کا حکم

سوال[۹۴۳۷]: بال دونوں ابروؤں کے درمیان کے کٹانا یا منڈانا جائز ہے یا رکھنا؟

ریاض الحق کلیانوی۔

---

(۱) "الأصل في الأشياء الإباحة". (الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة، اليقين لايزول بالشک، (رقم القاعدة: ۴۴۰): ۱/۲۰۹، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "الأصل فی الأشياء الإباحة عند بعض الحنفية، ومنهم الكرخی رحمه الله تعالىٰ، وقال بعض أصحاب الحديث: الأصل فيها الحظر، وقال بعض أصحابنا: الأصل فيها التوقف بمعنى أنه لابدّلها من حكم، لكنا لم نقف عليه بالفعل، انتهى. وفی الهداية من فصل الحداد: أن الإباحة أصل، انتهى". (الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة: اليقين لايزول بالشک، (رقم القاعدة: ۴۴۰): ۱/۲۰۹، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں ابروؤں کے درمیان بال منڈانا، یا کترونا بغرضِ حصولِ زینت جائز نہیں، کذا نقل فی نور الضحیٰ، ص: ٤٤، عن غایة التوضیح(١)۔ فقط۔

محمود گنگوہی، ۱۳/۳/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ۲۶/ ربیع الأول/ ۵۳ھ۔

رخسار اور حلق کے بالوں کا حکم اور ڈاڑھی کی مقدار

سوال[۹۴۳۸]: رخسار وحلق کے بال چنوانا یا منڈانے جائز ہیں یا نہیں؟ بعض آدمی کہتے ہیں کہ یہ ڈاڑھی میں داخل نہیں، نیز ان کا یہ بھی قول ہے کہ ڈاڑھی مطلقاً نہ کٹانا چاہئے، کیونکہ ''اعفاء'' مطلق ہے۔ لہٰذا ایسی حدیث بیان فرماویں جس سے مشت سے زائد کا کٹانا واجب یا مسنون ہونا ثابت ہو اور حدیث بھی قوی ہو جیسے اعفاء والی۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: مولوی میاں احمد، مدرس گوگیرہ ضلع منٹگمری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

رخسار اور حلق کے بالوں کا چنوانا اور منڈانا شرعاً درست ہے، نہ منڈوانا بہتر ہے:

"ولا یحلق شعر حلقه، وعن أبي یوسف رحمه الله تعالیٰ: لابأس بذلك، ولا بأس بأخذ الحاجبین وشعر وجهه مالم یتشبه بالمخنثین، اهـ". عالم گیری: ٣٥٨/٥(٢)۔

---

(١) لم أجد

(٢) (الفتاویٰ العالمكیریة: ٣٥٨/٥، كتاب الكراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء وقلم الأظفار، وقص الشارب وحلق الرأس، رشیدیه)

(وكذا فی ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس: ٣٧٣/٦، سعید)

(وكذا فی الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ٤٠٧/٦، سعید)

(وكذا فی مرقاة المفاتیح: ٢٠٩/٨، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ٤٤٢٠)، رشیدیه)

حدیثِ اعفاء کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا خود عمل امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار، ص:۱۲۷، میں یہ نقل کیا ہے:

"عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقص ما تحت القبضة". قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبی حنيفة رحمه الله تعالیٰ، اھ"(۱)۔

اسی وجہ سے عالم گیری: ۳۵۱/۵(۲)، طحطاوی، ص: ۲۸۷(۳) بذل المجهود شرح ابی داؤد: ۷۹/۲(٤) میں ڈاڑھی کی مسنون مقدار ایک قبضہ تحریر کی ہے، وبسط المسئلة فی رد المحتار: ۱۷٤/۲ فی مفسدات الصوم(۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۳ھ۔

---

(۱) (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا فی البحر الرائق: ۱۹/۳، كتاب الحج، باب الجنايات، رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۱۸٦/۲، كتاب الصوم، باب ما يفسد وما لا يفسد، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی حاشية الشلبی علی هامش تبيين الحقائق: ۱۸٦/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "والقص سنة فيها، وهو أن يقبض الرجل لحيته، فإن زاد منها علی قبضته، قطعه، كذا ذكر محمد رحمه الله". (الفتاویٰ العالمكيريه، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر: فی الختان والخصاء وقلم الأظفار وقص الشارب وحلق الرأس: ۳۵۸/۵، رشيديه)

(۳) "تطويل اللحية إذا كانت بقدر المسنون، وهو القبضة". (حاشية طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۶۸۱، فصل فيما يكره للصائم، قديمی)

(۴) "والسنة فيها القبضة". (بذل المجهود: ۳۳/۱، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، إمداديه ملتان)

(۵) "فإذا زاد علی القبضة شیء، جزه، كما فی المنية. وهو سنة كما فی المبتغی، وفی المجتبی والينابيع وغيرها ...... اهـ". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۴۰۷/۶، سعيد)

(وكذا فی فتح القدير: ۳۴۷/۲، باب ما يفسد ولا يفسد، كتاب الصوم، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

بغل کے بال

سوال[۹۴۳۹]: اگر چالیس دن بغل کے بال نہ بنوائیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس میں کراہت ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

ٹانگوں کے بال کاٹنا

سوال[۹۴۴۰]: کیا مرد اور عورتیں اپنی ٹانگوں کے بال ٹخنوں تک منڈوا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا بہتر نہیں، مگر حرام بھی نہیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ۔

---

(۱) "عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنه، قال: وقّت لنا فی قص الشارب وتقلیم الأظفار ونتف الإبط وحلق العانة أن لا نترک أکثر من أربعین لیلةً". (الصحیح لمسلم: ۱/۱۲۹، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قدیمی)

"والمعنی أن لا نترک ترکاً یجاوز أربعین، لا أنه وقّت لهم الترک أربعین". (مرقاة المفاتیح: ۸/۲۱۲، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۴۴۲۲)، رشیدیه)

(وکذا فی شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ۱/۱۲۸، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قدیمی)

(وکذا فی بذل المجهود: ۱/۳۳، کتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة، إمدادیه ملتان)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۲/۵۵۶، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، دارإحیاء التراث العربی،بیروت)

(وکذا فی سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر: ۲/۵۵۶، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۴۰۷، فصل فی البیع، کتاب الکراهیة، سعید)

(۲) "عن أم سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنها: أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کان إذا أطلی بدأ بعورته، =

استرے سے بالوں کی صفائی

سوال[۹۴۴۱]: موئے زیرناف آپ کس چیز سے صاف فرماتے تھے؟ سرین کے بالوں نیز ران وغیرہ کے بالوں کے متعلق آپ کا عمل شریف کیا تھا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

استرے سے موئے زیرناف صاف کرنے کا عام معمول تھا(۱)، بقیہ مواقع مسئولہ میں بالوں کا ہونا منقول نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورت کو استرے سے صفائی کرنا

سوال[۹۴۴۲]: عورت موئے زہار کے لئے استرہ استعمال کرسکتی ہے یا نہیں؟

محمد فاروق،

مقام اتراؤں، ضلع الہ آباد، ۲۸/شوال/۰ ۷ھ۔

= فطلاها بالنورة، وسائر جسده أهله". (سنن ابن ماجة، ص: ۲۶۶، أبواب الأدب، باب الإطلاء بالنورة، میر محمد کتب خانه)

''اس کے علاوہ اور تمام بدن کے بالوں کا مونڈنا، رکھنا دونوں درست ہیں''۔ (بہشتی زیور، بالوں کے متعلق احکام، مسئلہ نمبر:۱۵،ص:۸۳۰،دارالاشاعت)

(۱) ''حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ سنت مرد اور عورت کے حق میں یہ ہے کہ استرہ وغیرہ سے بال صاف کرے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ مردوں کے حق میں استرہ بہتر ہے اور عورتوں کے حق میں اکھاڑنا''۔ (شمائل کبری، زیرناف بال کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان، زیرناف بال مونڈنا: ۵۴۷/۱، زمزم پبلشرز کراچی)

"نورہ" بھی استعمال فرماتے تھے: "أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا طلى بدأ بعورته، فطلاها بالنورة". (سنن ابن ماجة، أبواب الأدب، باب الإطلاء بالنورة، ص: ۲۶۶، قديمي)

الجواب حامداًومصلیاً:

کرسکتی ہے، مگر مناسب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۷۰ھ۔

موئے زیرناف کس جگہ سے کاٹے جائیں

سوال[۹۴۴۳]: انسان حد بلوغ تک پہونچنے کے بعد ناف کے نیچے جو بال ہوتے ہیں ۴۰/ روز کے بعد کاٹنا (مونڈنا) پڑتا ہے، اگر یہ ضروری ہو تو کس جگہ سے لے کر کس جگہ تک کاٹنا ضروری ہے، کاٹنے سے کافی ہوگا یا مونڈنا پڑے گا؟ اور یہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب یا نفل؟ اگر کوئی نہ کاٹے تو اس کی عبادت قبول ہوگی یا گنہگار رہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ناف کے نیچے دائیں بائیں جو بال ہوں نیز خصیتین پر جو بال ہوں اور پھر پیچھے جو بال ہوں ان سب کو صاف کر دینا چاہئے (۲)، خواہ ان کو مونڈا جائے، یا کسی دوا سے اڑا دیا جائے، یا قینچی سے کتر دیا جائے (۳)،

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "الفطرة خمس: الختان، والاستحداد .... ونتف الإبط". متفق علیه". (مشکوة المصابیح: ۲/ ۳۸۰، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قدیمی)

قال القاری رحمه الله تعالیٰ: "والاستحداد": أی حلق العانة، وهو استفعال من الحدید، وهو استعمال الحدید من نحو الموسی فی حلق العانة ذی الشعر الذی حوالی ذکر الرجل وفرج المرأة، زاد ابن شریح: وحلقة الدبر، فجعل العانة منبت الشعر مطلقاً، والمشهور الأول، فإن أزال شعره بغیر الحدید، لایکون علی وجه السنة ....اهـ".

"ونتف الإبط": أی نتف شعره .... قال فی شرح المشارق: المفهوم من حدیث أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه، أن حلق الإبط لیس بسنة، بل السنة نتفه؛ لأن شعره یغلظ بالحلق، ویکون أعون للرائحة الکریهة. قال النووی: النتف أفضل لمن قوی علیه، لما حکی أن الشافعی رحمه الله تعالیٰ کان یحلق إبطه، فقال: علمت أن السنة نتفه، لکن أقوی علی الوجه". (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، باب=

منڈنا اعلیٰ بات ہے۔ یہ صفائی ہر ہفتہ جمعہ کے روز مناسب ہے، اس کا موقعہ نہیں تو پندرہ روز میں صفائی کردی جائے۔ ۴۰/ روز تک مؤخر نہ کریں، ورنہ کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوگا(۱)۔

عبادت جب اپنی شرائط وفرائض کے مطابق ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔ یہ صفائی ہر ہفتہ سنت ہے، چالیس روز واجب ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۳/۱۸ھ۔

= الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۰): ۸/ ۲۰۹، ۲۱۰، رشيديه)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۱/ ۱۲۸، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۴۰۷، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ۲/ ۵۵۶، فصل المتفرقات، كتاب الكراهية، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/ ۳۵۷، ۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، رشيديه)

(۳) "وفي الإبط يجوز الحلق، والنتف أولىٰ". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/ ۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۶/ ۴۰۶، فصل في البيع، كتاب الخطر والإباحة، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/ ۵۵۶، باب المتفرقات، كتاب الكراهية، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "ويستحب حلق عانته وتنظيف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرةً، والأفضل يوم الجمعة، وجاز في كل خمسة عشرة، وكره تركه وراء الأربعين، مجتبى". (الدرالمختار). قال العلامة الشامي رحمه الله تعالىٰ: "ولا عذر فيما وراء الأربعين، ويستحق الوعيد ....اهـ". (ردالمحتار: ۶/ ۴۰۶، ۴۰۷، كتاب الحظر والإباحة، فصل البيع، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر مع سكب الأنهر: ۲/ ۵۵۶، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/ ۳۵۸، الباب التاسع عشر، رشيديه)

(وكذا في مرقاة المفاتيح: ۸/ ۲۱۲، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۲)، رشيديه)

(وكذا في شرح النووي على مسلم: ۱/ ۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

(وكذا في جامع الرموز: ۳/ ۳۲۸، كتاب الكراهية، المطبعة الكريمية ببلدة قزان)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۵۲۴، اخر باب الجمعة، قديمي)

(۲) قد مر في الحاشية المتقدمة أنفاً

موئے زیرناف کودفن کرنا

سوال[۹۴۴۴]: کیازیرناف کے بال بنانے کے بعدان بالوں کوبھی دفن کرناچاہیے،یاکسی محفوظ جگہ پرڈالناچاہیے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

دفن کرنابہتر ہے،کسی ایسی جگہ ڈالنابھی درست ہے جہاں نجاست نہ ہو،غسل خانہ یابیت الخلاء میں نہ ڈالے، طحطاوی، ص: ۲۲۷ (۱)، نہ ایسی جگہ ڈالے جہاں کسی کی نظر پڑے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی۔

موئے زیرِناف کاٹنے کی مدت

سوال[۹۴۴۵]: ایک شخص کوحاجت زیرناف بال بنانے کی ہوئی اوراس نے یہ حاجت پوری کی، لیکن اس کی عقل میں یہ نہ آیا کہ یہاں تک کاٹے یعنی کل ادھر سے ادھر تک، نیچے سے اوپر تک،اب کاٹنے میں جان کر یعنی خود مجبور ہوکر نیچے سے کچھ بال دوچار چھوڑ دے یاانجان پنے سے خود بخود چھوٹ گئے،بعدمیں دیکھا

---

(۱) "فإذا قلم أظفاره أوجزّ شعره، ينبغي أن يدفن ذلک الظفر والشعر المجزور. فإن رمى به فلا بأس، وإن ألقاه في الكنيف أو في المغتسل، يكره ذلک". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار: ۲۰۲/۴، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، دارالمعرفة بيروت)

"وإذا حلق شعر بدنه أو قلم أظافيره، ينبغي أن يدفن ذلک الظفر أو الشعر، قال الله تعالىٰ: ﴿ألم نجعل الأرض كفاتاً أحياءً وأمواتاً﴾، وإن رمى به، فلا بأس. وإن ألقاه في الكنيف أو المغتسل، كره ذلک؛ لأنه يورث البرص". (غواص البحرين على هامش جامع الرموز: ۳۲۸/۳، كتاب الكراهية، المطبعة الكريمية ببلدة قزان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۸/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضيخان على هامش العالمكيرية: ۴۱۱/۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۵۵۶/۲، باب المتفرقات، كتاب الكراهية، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في ردالمحتار: ۴۰۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

ہوتو پھر کیا کرسکتا ہے جب کہ کاٹ چکا اور پاک وصاف ہو چکا۔لہٰذا اب یہ بتانا چاہئے کہ آیا پھر کل بال کاٹے یا چھوڑ دے اور چالیس دن کے بعد کاٹے یا چالیسویں دن ضرور کاٹ لے یا نماز واقعی نہیں ہوتی۔

شفیق احمد محلّہ شاہ ولایت سہارنپور۔

الجواب حامداًومصلیاً:

مستحب اور افضل یہ ہے کہ ان دو چار بالوں کو بھی صاف کردے۔افضل یہ ہے کہ ہر ہفتہ بال صاف کرے ورنہ پندرہ روز میں صفائی کرے، چالیس روز تک بال صاف نہ کرنا گناہ ہے، ایسے شخص کی نماز بھی مکروہ ہوتی ہے:

"یستحب أن یقلم أظفاره ویقص شاربه ویحلق عانته وینظف بدنه فی کل أسبوع مرةً، ویوم الجمعة أفضل، ثم فی خمسة عشر یوماً، والزائد علی الأربعین اثم، اھ". طحطاوی، ص: ۳۰۴(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱۱/۵۴ھ۔

صحیح:عبداللطیف الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ،۲۴/ ذیقعدہ/۵۴ھ۔

غسل میں گرے ہوئے بالوں کو کیا کیا جائے؟

سوال[۹۴۴۶]: بعض عورتوں میں یہ بات مشہور ہے کہ حالتِ حیض یا جنابت میں جو بال سر کے گر جائیں یا ٹوٹ جائیں اس کو جمع کیا جائے، پھر جب جنابت سے پاک ہونے کا غسل کرتی ہے، اس وقت ان بالوں کو اپنے انگوٹھے میں باندھ کر غسل کرتی ہے، پھر غسل کے بعد ان کو دفنا دیتی ہے۔کیا اس کی کوئی اصل ہے یا محض واہیات؟

محمد یونس افریقی۔

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ بات بے اصل اور لغو ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۰ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۰ھ۔

---

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۵۲۴، اخر باب الجمعة، قدیمی)

موئے زیرِ ناف دوسرے سے صاف کرانا

سوال[۹۴۴۷]: ایک شخص معمر بیمار ہوجاتا ہے، عرصہ ۶، ۷/ ماہ بیمار رہتا ہے، پورا صاحبِ فراش ہے کہ حرکت کی بھی طاقت نہیں، اس کی اہلیہ کو بھی ضعف بصر ہے۔ کیا اس کا بیٹا زیر ناف بال استرے سے صاف کرسکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداًومصلیاً:

بدرجۂ مجبوری جائز ہے(۱)، مس کرنے اور دیکھنے سے حتی الوسع احتیاط کرے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۴/۴/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

صحیح: عبد اللطیف۔

نابینا موئے زیرِ ناف کس طرح صاف کرے؟

سوال[۹۴۴۸]: نابینا شخص موئے زیرِ ناف کس طرح صاف کرے گا؟ صابن کے ذریعہ صاف کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صابن کے ذریعہ صفائی کرلینا بھی درست ہے:

"قال فی الهندية: ويبتدئ من تحت السرة. ولو عالج بالنورة، يجوز، كذا فی الفتاویٰ".

---

(۱) "إن الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة الضرر يزال: ۱/۲۵۱، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "حلق عانته بيده، وحلق الحجام جائز إن غض بصره، كذا فی التتارخانية". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۵۸/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، رشيديه)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی على الدرالمختار: ۲۰۳/۴، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، دار المعرفة بيروت)

ردالمحتار: ۲۶۱/۵(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۳۰۱ھ۔

کٹے ہوئے موئے انسانی کی کھاداوراس کی تجارت

سوال[۹۴۴۹]: موئے انسانی جونائی کاٹ کر پھینک دیتا ہے، بطورِکھاد کے کھیتوں میں استعمال کرنااوراس کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جائز نہیں (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (ردالمحتار، فصل فی البیع من کتاب الحظر والإباحة: ۴۰۶/۶، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء: ۳۵۸/۵، رشیدیه)

(۲) اعضائے انسان محترم ہیں، ان کا استعمال اوربیع وشراء شرعاًناجائز ہے:

"حرم استعماله، حتی لو طحن عظمه فی دقیق، لم یؤکل فی الأصح احتراماً". (الدرالمختار).

قال العلامة الشامی رحمه الله تعالیٰ: "وإن حرم استعماله: أی استعمال جلده، أو استعمال الأدمی بمعنی أجزائه ...... (قوله: احتراماً): أی لانجاسةً". (ردالمحتار: ۲۰۴/۱، کتاب الطهارة، باب المیاه، مطلب فی أحکام الدباغة، سعید)

"والانتفاع به لغیر ضرورة حرام علی الصحیح، شرح الوهبانیة". (الدرالمختار: ۲۱۱/۳، کتاب النکاح، باب الرضاع، سعید)

"وبطل بیع .... شعر الإنسان لکرامة الآدمی ولو کافراً، ذکره المصنف". (الدرالمختار).

قال العلامة الشامی رحمه الله تعالیٰ قوله: "(ذکره المصنف) حیث قال: والآدمی مکرم شرعاً وإن کان کافراً، فإیراد العقد علیه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلالٌ له، اهـ: أی وهو غیر جائز". (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الأولیٰ مکرم شرعاً ولو کافراً: ۵۸/۵، سعید)

الفصل الثالث فی تقلیم الأظفار

(ناخن کاٹنے کا بیان)

ناخن اور بالوں کو جلانے کا حکم

سوال[۹۴۵۰]: انسان کے ناخن اور بال وغیرہ کو جلانا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز نہیں تو شہری عورتوں کے جو بال کنگھی سے نکلتے ہیں ان کو مکانات پختہ ہونے کی وجہ سے دفن نہیں کرسکتیں۔ ان کے لئے کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جلانا جائز نہیں، ایسی عورتیں کسی کپڑے یا کاغذ میں لپیٹ کر کہیں ڈالدیں:

"وفی الخانية: ينبغی أن يدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره، وإن رماه فلا بأس، وكره إلقائه فی كنيف أو مغتسل؛ لأن ذلك يورث داءً. وروی أن النبی صلی الله عليه وسلم أمر بدفن الشعر والظفر، وقال: "لاتتغلب به سحرة بنی ادم، اه". ولأنهما من أجزاء الادمی فتحترم، اه". طحطاوی، ص: ۲۸۷ (۱)۔

---

(۱) (حاشية طحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصلوة، قبيل باب أحكام العيدين، ص: ۵۲۷، قديمی)

(وكذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی الختان: ۴۱۱/۳، رشيديه)

(وكذا فی غواص البحرين علی هامش جامع الرموز، كتاب الكراهية: ۳۲۸/۳، المطبعة الكريمية بلدة قزان) .... =

لیکن بالوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر: ۳۵۸/۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۲۰۲/۴، دارالمعرفة بيروت)

"فإذا قلم أظفاره أوجزّ شعره، ينبغي أن يدفن ذلك الظفر والشعر المجزور. فإن رمى به، فلا بأس. وإن ألقاه في الكنيف أو في المغتسل، يكره ذلك". (حاشية الطحطاوى على الدرالمختار: ۲۰۲/۴، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، دارالمعرفة بيروت)

"وإذا حلق شعر بدنه أو قلم أظافيره، ينبغي أن يدفن ذلك الظفر أو الشعر، قال الله تعالىٰ: ﴿ألم نجعل الأرض كفاتاً أحياءً وأمواتاً﴾. وإن رمى به، فلا بأس. وإن ألقاه في الكنيف أو المغتسل، كره ذلك؛ لأنه يورث البرص". (غواص البحرين على هامش جامع الرموز: ۳۲۸/۳، كتاب الكراهية، المطبعة الكريمية ببلدة قزان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۸/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضيخان على هامش العالمكيرية: ۴۱۱/۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۵۵۶/۲، باب المتفرقات، كتاب الكراهية، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا في ردالمحتار: ۴۰۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

الفصل الرابع فی الخضاب

(مہندی اور خضاب کا بیان)

داڑھی یا سر پر خضاب لگانے کا حکم

سوال[۹۴۵۱]: داڑھی یا سر کے بالوں پر مہندی یا دیگر قسم کا خضاب کرنا کیسا ہے، خلفائے راشدین میں سے کسی نے کیا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہندی کا خضاب سر پر، ڈاڑھی پر مرض کی وجہ سے درست ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کو مہندی کا خضاب لگانے کا مشورہ دیا تھا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "عن جابر بن عبدالله رضی الله عنهما: قال أتی بأبی قحافة يوم فتح مكة، ورأسه ولحيته كالثغامة بياضاً، فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "غيّروا هذا بشیء، واجتنبوا السواد". (الصحيح لمسلم، كتاب اللباس والزينة، استحباب خضاب الشيب بصفرة وحمرة وتحريمه بالسواد: ۱۹۹/۲، قديمی)

حضرت ابوبکر وعمر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مہندی لگانا ثابت ہے:

"عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه أنه سئل عن خضاب النبی صلی الله عليه وسلم، فذكر أنه لم يخضب، ولكن قد خضب أبوبكر وعمر رضی الله تعالیٰ عنهما". (سنن أبی داؤد: ۵۷۸/۲، كتاب الترجل، باب فی الخضاب، دارالحديث ملتان)

"الخضاب أفضل؛ لأن جماعةً من الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم خضبوا، كان أبوبكر رضی الله تعالیٰ عنه يخضب بالحناء، وبعضهم كان يخضب بالزعفران، روی ذلک عن علیّ رضی الله تعالیٰ عنه. وبعضهم بالسواد، روی عن عثمان والحسن والحسين وعقبة بن عامر وابن سيرين رضی الله تعالیٰ عنهم. ومذهبنا أن الصبغ بالحناء والوسمة حسن، كما فی الخانية. قال النووی رحمه الله تعالیٰ: ومذهبنا =

خضاب کا حکم

سوال[۹۴۵۲]: خضاب لگانا کیسا ہے؟ اگر نا جائز ہے تو بعض اکابرینِ امت ایسا عمل کیوں کرتے ہیں جس سے عوام دلیل پکڑتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سرخ مہندی کا خضاب بلا کراہت درست ہے(۱)، سیاہ خضاب جس سے بالوں کی سیاہی اصلی سیاہی

= استحباب خضاب الشيب للرجل والمرأة بصفرة أو حمرة وتحريم خضابه بالسواد على الأصح؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: "غيّروا هذا الشيب، واجتنبوا السواد". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۳۶۳/۴، بيروت)

(۱) قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "أما بالحمرة، فهو سنة الرجال وسيما المسلمين، اهـ". (ردالمحتار: ۷۵۶/۶، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى، سعيد)

"مثله كما ورد في الحديث: عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه، قال: أتي بأبي قحافة يوم فتح مكة، ورأسه ولحيته كالثغامة بياضاً، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "غيروا هذا بشيء، واجتنبوا السواد". رواه مسلم". (مشكوٰة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمي)

"قال النووي: في الخضاب أقوال، وأصحها أن خضاب الشيب للرجال والمرأة يستحب، وبالسواد حرام، وقد سبق عن الإمام محمد رحمه الله تعالىٰ أنه قال في موطئه: لانرى بالخضاب بالوسمة والحناء والصفرة بأساً، وإن تركه أبيض فلا بأس به، كل ذلك حسن. وفي الشرعة: الخضاب سنة ثبت قولاً وفعلاً". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۴): ۲۱۳/۸، ۲۱۴، رشيديه)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب استحباب خضاب الشيب بصفرة وحمرة وتحريمه بالسواد: ۱۹۹/۲، قديمي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۹/۵، كتاب الكراهية، الباب العشرون في الزينة، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۱۲/۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، رشيديه)

معلوم ہو، مکروہ تحریمی ہے، البتہ مجاہد کو بحالتِ جہاد اِرہابِ اعداء کے لئے درست ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیوی کے سامنے تزیین کیلئے بھی گنجائش ہے، ممکن ہے کہ سیاہ خضاب کرنے والے حضرات اس قول کی آڑ لیتے ہوں، یا اَور کوئی وجہ ہو، وہ خود ہی اپنے فعل کی وجہ بیان کر سکتے ہیں:

"قال في الذخيرة: أما الخضاب بالسواد للغزو ليكون أهيب فى عين العدو، فهو محمود بالاتفاق، وإن ليزيّن نفسه للنساء فمكروه، وعليه عامة المشائخ. وبعضهم جوّزه بلا كراهة. روى عن أبى يوسف رحمه الله تعالىٰ أنه قال: كما يعجبنى أن تتزين لى، يعجبها أن أتزين لها، اه". شامى: ۲۷۱/۵(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

مہندی یا خضاب لگانا

سوال[۹۴۵۳]: مرد کو داڑھی میں مہندی یا خضاب یا تلوؤں (۲) میں گرمی دور کرنے کے مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

مرد کو داڑھی میں خضاب لگانا، مہندی لگانا شرعاً درست ہے(۳)، ہاتھ پیر میں مہندی لگانا درست نہیں،

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۴۲۲/۶، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۹/۵، الباب العشرون فى الزينة، رشيديه)

(۲) "تلوے: ایڑی اور پنجے کے بیچ کا حصہ، پاؤں کے نیچے کا حصہ، کف پا"۔ (فیروز اللغات، ص:۳۷۵، فیروز سنز لاہور)

(۳) "عن عثمان بن عبد الله بن موهب قال: دخلت على أم سلمة رضى الله تعالىٰ عنها، فأخرجت إلينا شعراً من شعر النبى صلى الله عليه وسلم مخضوباً". (صحيح البخارى: ۸۷۵/۲، كتاب اللباس، باب مايذكر فى الشيب، قديمى)

قال الحصكفى رحمه الله تعالىٰ: "يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته". (الدرالمختار).

قال العلامة الشامى رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: خضاب شعره ولحيته) لا يديه ورجليه، فإنه مكروه للتشبه بالنساء". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۴۲۲/۶، فصل فى البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۹/۵، كتاب الكراهية، الباب العشرون فى الزينة ...... رشيديه) =

گرمی دور کرنے کے لئے طبیب سے پوچھ کر کوئی اَور چیز لگالے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۸/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۸/ ۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/ ۴۱۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، رشيديه)

(۱) بوجۂ مجبوری مرد کے لئے ہاتھ اور پاؤں میں مہندی لگانے کی گنجائش ہے: "ولا ينبغي أن يخضب يدي الصبي الذكر ورجله إلا عندالحاجة". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۵/ ۳۵۹، كتاب الكراهية، الباب العشرون في الزينة، رشيديه)

"وأما خضب اليدين والرجلين، فيستحب في حق النساء، ويحرم في حق الرجال إلا للتداوي". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثاني: ۸/ ۲۳۳، (رقم الحديث: ۴۴۵۲)، رشيديه)

الفصل الخامس فی الختان

(ختنہ کا بیان)

ختنہ کی ابتدا، کون سے انبیائے کرام مختون پیدا ہوئے؟

سوال[۹۴۵۴]: ختنہ سنتِ ابراہیمی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے، یا اس سے پہلے سے چلا آرہا ہے، اگر پہلے سے ہے تو کس پیغمبر سے یہ سنت جاری ہوئی؟ اور حضرت آدم علیہ السلام مختون تھے یا نہیں، اسی طرح پر تمام انبیاء علیہم السلام؟ اور اگر تمام انبیاء علیہم السلام تھے تو وہ یدِ قدرت سے مختون ہی متولد ہوتے تھے یا بعد میں ختنہ کئے گئے؟ اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشروع ہوا ہے تو اگلے انبیاء علیہم السلام کی ذوات کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ کس نے کیا؟ وہ کس نام اور کس قوم کا تھا، اور ان کے زمانہ میں کون قوم یہ کام کرتی تھی؟ اور غسلِ جنابت کی ابتداء کن سے ہوئی؟

ہر سوال کا مفصل جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمایا جاوے، اگرچہ بعض سوال تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں، مگر من وجہٍ شرعی ہونے کی حیثیت سے منصب سے چنداں نازیبا نہیں، بالخصوص جبکہ بعض چیزوں کی ابتداء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بیان کی ہو، مبرہن بیان فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وقال القرطبی: وفی المؤطأ وغیرہ: عن یحییٰ بن سعید أنه سمع سعید بن المسیب رحمه الله تعالیٰ یقول: إبراهیم علیه السلام أول من اختتن، الخ". تفسیر ابن کثیر: ۱/۱٦٦(۱)۔

---

(۱) (تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۲۹، (سورة البقرة: ۱۲۴)، مکتبه دار السلام ریاض)

(وکذا فی الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۲/٦۸، دار الکتب العلمیة بیروت)

"أول من ختن إبراهیم علیه السلام، ولم یختتن أحدٌ قبله". (تفسیر الخازن ۱/۸٦، حافظ کتب خانه کوئٹه)

”إن إبراهيم عليه السلام أول من اختتن وهو ابن عشرين ومأة، واختتن بالقدوم، اه“.

فتح الباری: ۱۱/۷٤(۱)۔

”وقد ثبت لإبراهيم عليهم السلام أوّليات أخرىٰ كثيرةٌ: منها أنه أول من ضاف الضيف، وقص الشارب، واختتن، ورُؤى الشّيب وغير ذلك بأدلة فى كتابى: إقامة الدلائل على معرفة الأوائل، اه“. فتح الباری: ۱/۲۷٦(۲)۔

”إن إبراهيم عليهم السلام أمِر أن يختتن وهوحينئذ ابن ثمانين سنةً، فعجّل واختتن بالقدوم فاشتد عليه الوجع، فدعا ربه، فأوحى الله إليه أنك عجلت قبل أن نأمرك بالته. قال: يارب! كرهت أن أؤخّر أمرك. قال الماوردى: القدوم جاء مخففاً ومشدداً، وهو الفأس الذى اختتن به. وذهب غيره إلىٰ أن المراد به مكانٌ يسمىٰ القدوم. وقال أبو عبيد الهروى فى الغريبين: يقال: هو كان مقيله، وقيل: اسم قرية بالشام. وقال أبو شامة: هو موضع بالقرب من القرية التى فيها قبره. وقيل: بقرب حلب. وجزم غير واحد أن الألة بالتخفيف. وصرح ابن السكيت بأنه لا يشدّد. وأثبت بعضهم الوجهين فى كل منهما، اه“. فتح الباری: ۱۰/۲۸۸(۳)۔

”وفى الوشاح لابن دريد: قال ابن الكلبى: بلغناعن كعب الأحبار رضى الله تعالىٰ عنه أنه قال: نجد فى بعض كتبنا أن آدم عليه السلام خُلق واثنا عشر نبياً من بعده من وُلده خلقوا مختتنين آخرُهم محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وشيث، وإدريس، ونوح، وسام، ولوط، ويوسف، وموسى، وسليمان، وشعيب، ويحيىٰ، وهود، وصالح صلى الله تعالىٰ عليهم أجمعين، اه“. خصائص كبرىٰ: ۱/۵۳(٤)۔

---

(۱) (فتح الباری: ۱۱/۱۰۴ کتاب الاستيذان، باب الختان بعد الكبر، قديمى)

(۲) (فتح الباری، کتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ: ﴿واتخذ الله إبراهيم خليلا﴾: ۶/۴۷۱، دارالسلام)

(۳) (فتح الباری: ۱۰/۴۲۰، كتاب اللباس باب قص الشارب، قديمى)

(۴) (الخصائص الكبرى: ۱/۱۳۳، باب الآية فى ولادته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مختوناً مقطوع السرة، دارالكتب الحديثة)

"عن أنس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه، عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إنى وُلدت مختوناً ولم ير أحد سوأتى، اه". دلائل النبوة لأبى نعيم: ١/٤٦(١)۔

"للعلماء أقوال فى ختانه صلى الله عليه وسلم: أحدها: أنه ولد مختوناً مسروراً. الثانى: أن الملائكة ختنوه، فنقل أبو نعيم الأصبهانى بسنده عن أبى بكرة أن جبرئيل ختن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حين طهر قلبه". دلائل النبوة: ١/٤٦(٢)۔

"ختنه فى اليوم الذى شق فيه صدره المبارك، وملئ علماً وحكمةً، وذلك خلف خيمة حليمة رضى الله تعالىٰ عنها، وكان ختانه فى اليوم الثالث أن جده عبدالمطلب ختنه فى اليوم السابع، وسماه وأضاف، اه". سفر السعادة، ص: ١١٠(٣)۔

"عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ختن حسناً وحسيناً لسبعة أيام. قال الوليد: فسألت مالكاً عنه، فقال: لا أدرى ولكن الختان طهرة، فكلما قدمها كان أحب إلىّ. وأخرج البيهقى حديث جابر رضى الله تعالىٰ عنه، وأخرج أيضاً من طريق موسىٰ بن على عن أبيه أن إبراهيم عليه السلام ختن إسحٰق وهو ابن سبعة أيام، اه". فتح البارى: ١٠/ ٢٨٩(٤)۔

عبارتِ بالا سے امورِ ذیل ثابت ہوئے: ختنہ سنتِ ابراہیمی ہے، سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہم

---

(١) (دلائل النبوة لأبى نعيم ١/١٩٢، ١٩٣ المكتبة العربية حلب)

(٢) (دلائل النبوة لأبى نعيم، المصدر السابق)

"قال الحاكم: تواترت الأحاديث أنه عليه السلام ولد مختوناً". (هامش دلائل النبوة، المصدر السابق)

(وكذا فى الخصائص الكبرى: ١/١٣٢، دارالكتب الحديثة)

(٣) (سفر السعادة لمجد الدين الفيروز آبادى على هامش كشف الغمة عن جميع الأمة، باب فى عموم أحواله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومعاشه، فصل فى الفطرة وتوابعها: ٢/٢٣٦، المطبعة المنيرية بالأزهر)

(۴) (فتح البارى: ١٠/٤٢٠، ٤٢١، كتاب اللباس باب قص الشارب، قديمى)

السلام نے اس کو کیا اور خود اپنے ہاتھ سے کیا، کسی خاص قوم کا پیشہ نہیں تھا۔ حضرت آدم علیہم السلام مختون پیدا ہوئے اور بارہ انبیاء علیہم السلام مختون پیدا ہوئے (۱)۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تین قول ہیں، صحیح یہ ہے کہ آپ بھی مختون پیدا ہوئے (۲)۔

غسلِ جنابت کا حکم اس امت کے لئے تو ﴿وإن كنتم جنباً فاطهروا﴾ الآية سے ثابت ہے، اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی، اس کا ذکر کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۹/۳/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۴/ ربیع الثانی/ ۵۹ھ۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے؟

سوال [۹۴۵۵]: انبیاء میں سے چند پیغمبروں کا مولود مختون ہونا شامی کے پانچویں جز میں صفحہ نمبر: ۴۶۷ پر ہے (۳)، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختون مولود ہوئے یا نہیں؟

---

(۱) قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "وذكر زين العرب أن أربعة عشر نبياً وُلدوا مختونين: آدم، وشيث، ونوح، وصالح، وشعيب، ويوسف، وموسى، وزكريا، وسليمان، وعيسى، وحنظلة بن صفوان وهو نبي أصحاب الرس، ونبينا محمد صلى الله تعالیٰ عليه وسلم وعلى سائر الأنبياء والمرسلين. وذكر صاحب الشرعة: أنه قد ولد الأنبياء كلهم مختونين مسرورين: أي مقطوعي السرة كرامةً لهم، لئلا ينظر أحد إلى عوراتهم، إلا إبراهيم عليه الصلاة والسلام، فإنه قد ختن نفسه ليستن بسننه بعدها". (مرقاة المفاتيح: ۸/ ۲۰۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۶/ ۷۵۲، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتى، سعيد)

(۲) "وقد اختلف في ختانه صلى الله عليه وسلم على ثلثة أقوال: أحدها: أنه وُلد مختوناً مسروراً، ورُوي في ذلك حديث لايصح، ذكره أبو الفرج ابن الجوزي في الموضوعات، وليس فيه حديث ثابت، وليس هذا من خواصه فإن كثيراً من الناس يولد مختوناً، والناس يقولون لمن ولد كذلك: ختنه القمر، وهذا من خرافاتهم، القول الثاني: أنه ختن صلى الله عليه وسلم يوم شق قلبه الملائكة عند ظئره حليمة، (لكن قال الذهبي: إن هذا منكر، كذا في شرح الإحياء) والقول الثالث: أن جدّه عبدالمطلب ختنه يوم سابعه، وصنع له مأدبة وسمّاه محمداً، قال أبوعمر بن عبدالبر في هذا الباب حديث مسند غريب". (فتح الملهم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/ ۴۱۸، شركت علميه)

(۳) (الدر المختار: ۶/ ۷۵۲، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

الجواب حامداًومصلياً:

"قد اختلف الرواة والحفاظ فی ولادة نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مختوناً ولم يصح فيه شيئ. وأطال الذهبی فی رد قول الحاكم أنه تواترت به الرواية، وقد ثبت عندهم ضعف الحديث. وقال بعض المحققين من الحفاظ: الأشبه بالصواب أنه لم يولد مختوناً". ردالمحتار، جلد خامس، مسائل شتى(۱)۔

خصائص کبریٰ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے آپ کا ختنہ کیا تھا(۲)۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ختنہ کا وقت اور حکم

سوال[۹۴۵۶]: قرآن مجید میں کس جگہ لکھا ہے کہ مسلمان ختنہ کرادیں، ختنہ کرانے کے متعلق کونسی حدیث ہے؟ کیا ختنہ کرانا سنت ہے یا فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ یا مستحب؟ لڑکے کی ختنہ کتنی عمر تک کرانا چاہئے، اگر دس سال تک ختنہ نہ ہو اس کی نماز درست ہے یا نہیں، جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو کیا وہ مسلمان نہیں؟ جس بالغ شخص کا ختنہ نہ ہوا، ہو اس کے ہاتھ کا کھانا، پانی مکروہ ہے یا حرام ہے، اور کیا وہ امامت نہیں کراسکتا؟

---

(۱) (ردالمحتار: ۶/۷۵۲، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

(۲) تلاش کرنے سے یہ حوالہ الخصائص الکبریٰ میں نہیں ملا، البتہ عبارت ذیل موجود ہے:

"وأخرج الطبراني في (الأوسط) .... أن جبرئيل عليه السلام ختن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حين طهر قلبه". (الخصائص الكبرىٰ: ۱/۹۱، باب الآية في ولادته صلى الله عليه وسلم مختونا مقطوع السرة، رشيديه)

"والقول الثالث: أن جدّه عبدالمطلب ختنه يوم سابعه، وصنع له مأدبة وسمّاه محمداً، قال أبو عمر بن عبدالبر: في هذا الباب حديث مسند غريب". (فتح الملهم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۴۱۸، شركت علميه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختنہ سنت ہے اور شعائر میں سے ہے(۱)۔ بلوغ سے پہلے پہلے جب بچہ میں تحمل کی طاقت ہو ختنہ کرادیا جائے، حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کے وقت کے متعلق کوئی روایت منقول نہیں، بعض فقہاء نے سات سال بعض نے نو سال کا وقت تجویز کیا ہے، كذا فی مجمع الأنهر وطحطاوی(۲)۔ بغیر ختنہ کے

---

(۱) "عن أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه قال: رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الفطرة خمس، الختان والاستحداد .... اهـ". (مشكوة المصابيح: ۳۸۰/۲، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قديمى)

"من السنة الختان، وبه قال أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ". (مرقاة المفاتيح: ۲۰۸/۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۰)، رشيديه)

قال الحصكفی رحمه الله تعالىٰ: "والأصل أن الختان سنة كما جاء فی الخبر، وهو من شعائر الإسلام". (الدر المختار: ۷۵۱/۶، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

(وكذا فی مجمع الأنهر: ۷۴۴/۲، كتاب الخنثى، مسائل شتى، دار إحياء التراث العربی بيروت)

"الختان قيل: إنه سنة، وهو الصحيح، كذا فی الغرائب". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۷/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع فی الختان ....اهـ، رشيديه)

(۲) "ووقت الختان غير معلوم عند الإمام، فإنه قال: لا علم لی بوقته. ولم يرو عنهما فيه شئ، وقيل: سبع سنين، وقيل: لا تختن حتى يبلغ، وقيل: أقصاه اثنى عشرة سنةً، وقيل: تسع سنين، وقيل: وقته عشر سنين؛ لأنه يؤمر بالصلوة إذا بلغ عشراً اعتباراً وتخلقاً، فيحتاج إلى الختان؛ لأنه شرع للطهارة. وقيل: إن كان قوياً يطيق ألَمَ الختان، خُتن، وإلا فلا، وهو أشبه بالفقه". (مجمع الأنهر، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۷۴۴/۲، دار إحياء التراث العربی بيروت)

"(قوله: سبع سنين)؛ لأنه يؤمر بالصلوة إذا بلغها، فيؤمر بالختان حتى يكون أبلغ فی التنظيف، قاله فی الكافی. زاد فی خزانة الأكمل: وإن كان أصغر منه فحسن، وإن كان فوق ذلك قليلاً، فلا بأس به. وقيل: لا يختن حتى بلغ؛ لأنه للطهارة، ولاتجب عليه قبله. (قوله: وقيل: عشر)؛ لزيادة أمره بالصلوة إذا بلغها". (حاشية الطحطاوی على الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۳۶۱/۴، دار المعرفة بيروت) .... =

اکثر طہارت ناقص رہتی ہے، اس لئے ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہئے، اس کے ہاتھ کا کھانا، پانی حرام نہیں، البتہ وہ ترکِ ختنہ کی وجہ سے گنہ گار ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ رمضان/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ رمضان/ ۶۷ھ۔

ختنہ کے وقت لوگوں کو جمع کرنا اور دعوت کرنا

سوال[۹۴۵۷]: کیا ختنہ میں لوگوں کو شریک کرنا اور دعوت کرنا درست ہے، اگر ختنہ اور عقیقہ ایک ساتھ کرے اور دعوت دے کر گوشت کھلائے تو کوئی حرج تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختنہ کے وقت لوگوں کو جمع کرنا تو غلط ہے(۱)، لیکن ختنہ سے فراغت کے بعد اگر بطورِ شکریہ ادائے سنتِ دعوت کردے، خواہ عقیقہ کے ساتھ یا بغیر عقیقہ کے درست ہے(۲)، ضروری تصور کرنا غلط ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

= (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/ ۷۵۱، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۴/ ۳۴۱، كتاب الكراهية، نوع في السلام، امجد اكيڈمی، لاهور)

(۱) "حدثنا عبد الله، حدثني أبي، حدثنا محمد بن سلمة الحراني عن ابن إسحاق -يعني محمداً- عن عبيد الله أو عبد الله بن طلحة بن كريز عن الحسن قال: دعي عثمان ابن أبي العاص رضي الله تعالىٰ عنه إلى ختان، فأبى أن يجيب، فقيل له، فقال: إنا كنا لا نأتي الختان على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولا ندعى له". (مسند الإمام أحمد، (رقم الحديث: ۱۷۴۵): ۵/ ۲۵۲، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "فأما الدعوة في حق فاعلها، فليست لها فضيلةٌ تختص بها، لعدم وُرود الشرع بها، ولكن هي بمنزلة الدعوة لغير سبب حادث، فإذا قصد فاعلها شكر نعمة الله عليه وإطعام إخوانه وبذل طعامه، فله أجر ذلك إنشاء الله تعالى". (المغني لابن قدامة، كتاب الوليمة، حكم الدعوة إلى الختان والإجابة إليها: ۸/ ۱۱۸، دار الفكر بيروت)

(۳) غیر ثابت کام، یا ثابت مستحب پر اصرار اور التزام کرنا اور اس کو واجب یا سنت کا درجہ دینا مذموم ہے: =

ختنہ کے موقع پر اناج لوٹا بھر کر دیا جائے وہ کس کا حق ہے؟

سوال[۹۴۵۸]: ختنہ کے وقت کچھ اناج لوٹے میں بھر کر مسجد میں لاتے ہیں، وہ کس کا حق ہے؟ اور بھی اس قسم کی چیزیں آتی ہیں ان کو کیا کرنا چاہئے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختنہ وغیرہ کے وقت اگر رسم کے طور پر لازم سمجھ کر مسجد میں کچھ دیا جائے تو نہ لیا جائے، اگر خوشی کے طور پر امام یا مؤذن کو کچھ دیا جائے تو مضائقہ نہیں (۱)، جس کو دیا جائے اسی کا حق ہے۔ اگر مسجد کے لئے کوئی چیز دی جائے تو وہ مسجد کا ہی حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۵/۲۶ھ۔

بالغ کا ختنہ

سوال[۹۴۵۹]: زید نابالغ ہی تھا کہ اس کا باپ مرگیا، بوجہ سرپرست نہ ہونے کے ختنہ نہ ہوسکا، اب زید کی عمر ۲۵/ سال کی ہے، چمڑا سخت ہوگیا ہے، مگر زید کہتا ہے کہ اب میں مثل مختون کے ہوں۔ ایسی صورت میں ختنہ کرانا ضروری ہے یا نہیں؟

= "أن الإصرار على مندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لاأصل لها في الشرع، وعلى هذا فلا شک في الكراهة، وهذا هو غرض من أفتى بالكراهة". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

"(قوله: وتركها أولى) لأنه إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترک السنة راجحاً على فعل البدعة مع أنه كان يمكنه التسوية قبل الشروع في الصلوة، بحر". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترک السنة أولیٰ: ۱/۶۴۲، سعيد)

(۱) خوشی کے موقع پر ھدیہ وتحفہ دینا محبت ومودت کا ایک بہترین اور مؤثر ذریعہ ہے، مگر آج کل خوشی کے مواقع پر اس طرح کے ہدایا وغیرہ رسماً اور جبراً دیئے جاتے ہیں، کیونکہ ایسے مواقع پر ھدیہ وغیرہ نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے، اس لئے فی زمانہ ایسے مواقع پر ھدیہ وغیرہ نہ دینا احوط ہے۔ ہاں! جہاں کہیں یہ صورتیں نہ ہوں وہاں درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ختنہ سنتِ مؤکدہ ہے اور شعائرِ اسلام میں سے ہے(۱)، بلا عذرِ شدید بالغ سے بھی ساقط نہیں ہوتا، البتہ چونکہ زید مثل مختون کے ہے، نیز چمڑا سخت ہوگیا ہے، اس لئے بضرورت ساقط ہوسکتا ہے:

"والأصل أن الختان سنة كما جاء في الخبر، وهو من شعائر الإسلام". الدرالمختار على هامش رد المحتار :٥/٢٥٦- "صبي حشفته ظاهرة بحيث لو راٰه إنسان ظنّه مختوناً، ولا تقطع جلدة ذكره إلا بتشديد آلمه، ترك على حاله كشيخ أسلم. وقال أهل النظر: لا يطيق الختان، ترك أيضاً". الدرالمختار على هامش رد المحتار(٢)-

اس سے امامت میں کوئی فرق نہیں آئے گا، فقہاء نے اس کو بابِ کراہتِ امامت میں شمار نہیں کیا ہے، فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۱۷ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الفطرة خمس، الختان والاستحداد". الحديث. (مشكوة المصابيح: ٢/٣٨٠، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قديمي)

"من السنة الختان، وبه قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى". (مرقاة المفاتيح: ٨/٢٠٨، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ٤٤٢٠)، رشيديه)

قال الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "والأصل أن الختان سنة كما جاء في الخبر، وهو من شعائر الإسلام". (الدرالمختار: ٦/٧٥١، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ٢/٧٤٤، كتاب الخنثى، مسائل شتى، دارإحياء التراث العربي بيروت)

"الختان قيل: إنه سنة، وهو الصحيح، كذا في الغرائب". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٥/٣٥٧، كتاب الكراهية، الباب التاسع في الختان ....اهـ، رشيديه)

(٢) (الدرالمختار على ردالمحتار: ٦/٧٥١، مسائل شتى، سعيد)

"وفي صلاة النوازل: الصبي إذا لم يختن ولا يمكن أن يمدّ جلدته لتقطع إلا بتشديد، وحشفته ظاهرة، فإذا رآه إنسان يراه كأنه ختن، ينظر إليه الثقات وأهل البصر من الحجامين، فإن قالوا: هو على =

ختنہ کی کھال کا استعمال وفروخت

سوال[۹۴۶۰]: ایک عجیب وغریب بینک قائم کرنے کی تجویز کی گئی ہے جس کو ''ختنہ بینک'' کہا جائے گا۔ دنیا بھر میں روزانہ لاکھوں بچے کے ختنے کاٹے جاتے ہیں، اور اعلیٰ قسم کی کھال کاٹ کر ضائع کردی جاتی ہے، آئندہ اس نفیس کھال کو بھی بینک میں جمع کر کے پلاسٹک سرجری یا کھال پیوند لگانے کے کام میں لگایا جائے گا۔ اب علمائے کرام کو ایک نیا فتویٰ دینا ہوگا کہ ختنے کی کھال کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ پھر یہ کہ مسلمان بچہ کی ختنہ کی کھال کافر کے جسم پر اور کافر بچہ کی ختنہ کی کھال مسلمان کے جسم پر لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

کافی عرصہ ہوا پاکستان میں ایک سرجن نے ایک بچہ کا ختنہ کرکے اس کھال کا پیونداس کے چہرے پر لگادیا تھا، ڈاکٹر کی اس حرکت پر یا جرأت پر اس وقت وہاں کے علمائے کرام نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

انسان اشرف المخلوقات ہے اور بجمیع اجزاء قابلِ احترام ہے، ختنہ کی کھال بھی اس کا جز ہے، اس کی خرید وفروخت جائز نہیں:

''والآدمی مکرم شرعاً وإن كان كافراً، فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلالٌ له: أی وهو غير جائز، وبعضه فی حكمه. وصرح فی فتح القدير

= خلاف ما يمكن الاختتان، فإنه لا يشدد عليه ويترک، كذا فی الذخيرة. الشيخ الضعيف إذا أسلم ولا يطيق الختان إن قال أهل البصر: لا يطيق، يترک؛ لأن ترک الواجب بالعذر جائز فترک السنة أولیٰ، كذا فی الخلاصة''. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۵۷/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر فی الختان، رشيديه)

(وكذا فی مجمع الأنهر: ۷۴۴/۲، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، دارإحياء التراث العربی بيروت)

(وكذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۴۰۹/۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی الختان، رشيديه)

(وكذا فی البزازية علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۷۳/۶، التاسع فی المتفرقات، كتاب الكراهية، رشيديه)

ببطلانه، اھ". ردالمحتار(۱)۔

"کل إهاب دبغ .... فلا .... آدمی فلا یدبغ لکرامته، ولو دبغ طهر وإن حرم استعماله: أی استعمال جلده". درمختار وشامی مختصراً(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۱ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (ردالمحتار: ۵۸/۵، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الآدمی مکرم شرعاً ولو کافراً، سعید)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۰۴/۱، کتاب الطهارة، مطلب فی أحکام الدباغة، سعید)

"ولا یجوز بیع شعر الآدمی، ولا الانتفاع به ولا بشئ من أجزائه؛ لأن الآدمی مکرم غیر مبتذل، فلا یجوز أن یکون شیء من أجزائه مهاناً مبتذلاً". (مجمع الأنهر ۵۹/۲، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی ملتقی الأبحر علی هامش مجمع الأنهر: ۵۹/۲، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳۷۷/۴، باب البیع الفاسد، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی النهر الفائق: ۴۲۸/۳، باب البیع الفاسد، إمدادیه ملتان)

قال الحافظ ابن الهمام رحمه الله تعالیٰ: "والآدمی مکرم شرعاً وإن کان کافراً، فإیراد العقد علیه وإبذال به وإلحاقه بالجمادات إذلال له..........اھ". (فتح القدیر: ۴۲۵/۶، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

باب الصورة والملاهی

الفصل الأول فی الصورة

(تصویر کا بیان)

فوٹو کھچوانا

سوال[۹۴۶۱]: فوٹو کھنچوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فوٹو کھنچوانا منع ہے، اگر کوئی دینی ضرورت اس پر موقوف ہو، یا ایسی دنیوی ضرورت ہو کہ آدمی مجبور ہوجائے تو معذوری ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۹ھ۔

فوٹو رکھنا

سوال[۹۴۶۲]: فوٹو یا تصویر کو آرائش کے لئے رکھا جائے، مناسب ہے یا نہیں، یا صرف یادگار کے لئے رکھا جائے؟ نصف یا تمام فوٹو رکھنا بھی تحریر کریں۔ بہت سی کتابوں میں بھی تصاویر وغیرہ ہوتی ہیں۔ کیا ان کا

---

(۱) "وإن تحققت الحاجة له إلى استعمال السلاح الذی فیه تمثال، فلابأس باستعماله؛ لأن المواضع للضرورة مستثناة عن الحرمة، كما فی تناول الميتة". (شرح كتاب السير الكبير، باب مايكره فی دارالحرب ومالايكره: ۲۱۸/۳، مكتبه عباس أحمد الباز مكة مكرمة)

"الضرورات تبيح المخطورات، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة، وإساغة اللقمة بالخمر، والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه". (الأشباه والنظائر، الفن الأول فی القواعد الكلية، القاعدة الخامسة، (رقم القاعدة: ۵۶۸): ۲۵۱/۱، إدارة القرآن كراچی)

رکھنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جاندار کا فوٹو پورا ہو یا نصف، یادگار کے لئے، آرائش کے لئے بہرصورت ناجائز ہے (۱)۔ اگر کتابوں میں تصاویر ہوں جیسے لغت کی کتابوں: المنجد میں ہے اور وہ کتابیں بند ہیں تو گنجائش ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۵/ ۸۹ھ۔

تصویر اور کتے کا حکم

سوال [۹۴۶۳]: ارشادِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ ’’جس گھر میں کتا یا تصویریں ہوتی ہیں، اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے‘‘۔ تو یہ چیزیں کیسی ہیں؟ اور کتا نہلانے کے بعد ناپاک کیوں ہوجاتا ہے جب کہ پانی کا کام پاک کرنا ہے؟

ممتاز الاسلام، محلّہ پیرزادگان ہانسی، ضلع حصار۔

---

(۱) ”أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه“. (الدرالمختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله: ”(قوله: أو مقطوعة الرأس): أى سواء كان من الأصل أو كان لها رأس و محى، وسواء كان القطع بخيط خيط على جميع الرأس حتى لم يبق له أثر، أو بطليه بمغرة أو بنحته أو بغسله؛ لأنها لاتعبد بذون الرأس عادةً“. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶۴۸/۱، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومالايكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲۸۵/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، قديمى)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۴۱۵/۱، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) نیز ایسی کتابوں میں ضرورت بھی ہے، لہٰذا بقدرِ ضرورت اس کی اجازت دی جائے گی، ”لأن الضرورات تبيح المحظورات“. (الأشباه والنظائر: ۲۵۱/۱، القاعدة الخامسة، رقم القاعدة: ۵۶۸، إدارة القرآن كراچى)

الجواب حامداً ومصلياً:

"عن طلحة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب و لا تصاوير". متفق عليه". مشكوة شريف، ص: ۳۸۵(۱)۔

کتا پالنا جائز نہیں، مگر مکان، کھیتی، جانوروں کی حفاظت اور شکار کے لئے جائز ہے:

"و فى الأجناس: لاينبغى أن يتخذ كلباً إلا أن يخاف من اللصوص أو غيرهم .... ويجب أن يعلم بأن اقتناء الكلب لأجل الحرس جائز شرعاً، وكذلك اقتناؤه للاصطياد مباح، وكذلك اقتنائه لحفظ الزروع والماشية جائز، كذا فى الذخيرة". عالمگیری: ۲۴۶/۴(۲)۔

ذی روح کی تصویر بنانے اور رکھنا دونوں ناجائز ہیں، البتہ غیر ذی روح کی تصویر بنانے اور رکھنے میں گناہ نہیں:

"سعيد ابن أبى الحسن —فى حديث طويل— فقال ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما: ويحك إن أبيت أن لاتصنع، فعليك بهذا الشجر وكل شىء ليس فيه روح". رواه البخارى". مشكوة، ص: ۳۸۶(۳)۔

جس شئ میں پاک ہونے کی صلاحیت نہ ہو، پانی اس کو پاک نہیں کرسکتا، زندہ کتے کی کھال اگر اس کے اوپر کوئی ناپاکی نہ ہو پاک ہے، البتہ لعاب نجس العین ہے(۴)، اس میں پاک ہونے کی صلاحیت نہیں۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، ۵۳/۴/۲۴ھ۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۵، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، قديمى)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادى والعشرون فيما يسع من جراحات بنى آدم والحيوانات وقتل الحيوانات ومالايسع عن ذلک: ۳۶۱/۵، رشيديه)

(وكذا فى بذل المجهود: ۶۸/۵، كتاب اللباس، باب فى الصور، معهد الخليل كراچى)

(۳) (مشكوة المصابيح،ص: ۳۸۶، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الثالث، قديمى)

(والصحيح لمسلم: ۲۰۲/۲، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، قديمى)

(۴) "وسؤر الخنزير وكلب وسباع بهائم .... نجس مغلظ". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، فصل فى البئر: ۲۲۲/۱، ۲۲۳، سعيد) .... =

کپڑے پر جاندار کی تصویر

سوال[۹۴۶۴]: سوتی کپڑے کے کناروں پر موروغیرہ کی تصاویر بنانا کیسا ہے؟ ایک شخص اپنی مرضی سے نہیں بنانا چاہتا، مگر اس سے فرمائش کی جاتی ہے، اس پر وہ اعتراض بھی کرتا ہے کہ ایسی شکل دار چیز بنانے سے مجھے سخت اعتراض ہے۔ ایسی صورت میں بنانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر خواہ دیوار پر بنائی جائے، خواہ کاغذ پر خواہ کپڑے پر چاہے، قلم سے بنائی جائے یا مشین سے یا کسی اَور آلہ سے، یک دم بنالیا جائے یا ایک ایک عضوا لگ الگ بنایا جائے، کپڑے کی بناوٹ میں ہو یا کسی اَور چیز کی بناوٹ میں، بہر صورت ناجائز اور گناہ ہے۔ اپنی مرضی سے ہو یا کسی کی فرمائش سے روپیہ کے لالچ میں ہو، یا ویسے ہی نفس کی خواہش سے ہو، کسی طرح اجازت نہیں ہے(۱)۔

جو کام ناجائز ہو وہ کسی دوسرے کی خواہش یا فرمائش یا اس کی ناخوشی کے ڈر سے جائز نہیں ہوگا۔ سچے مسلمان کی آزمائش کا موقع یہی ہوتا ہے کہ ایک ناجائز کام کو دوسرے لوگ کرتے اور نفع کماتے ہیں اور یہ نفع کی پرواہ نہیں کرتا، بلکہ نقصان اٹھاتا ہے اور دوسروں کی ناگواری کو برداشت کرتا ہے، مگر خدائے پاک کی نافرمانی نہیں کرتا(۲)۔ اگر مور کا سر نہ بنایا جائے تو اس کی شرعاً اجازت ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاء اللہ عنہ۔

= (وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۹۳، كتاب الطهارة، فصل في الآبار، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "فظاهر كلام النووي في شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرامٌ بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها، اهـ". (ردالمحتار: ۱/۶۴۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة......... اهـ، سعيد)

(۲) "عن النوّاس بن سمعان رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق". رواه في شرح السنة". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۲۱، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني، قديمي)

"وعن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ....=

جاندار کی تصویر بے جان کے ضمن میں

سوال[۹۴۶۵]: میں جدہ کی جامعہ میں غوطہ کا کام کرتا ہوں مجھے سمندر میں غوطہ لگا کر سیپ حاصل کرنا پڑتا ہے، آج کل مجھے سمندر میں پانی کے اندر کی مخلوقات جیسے: مچھلی، جھاڑ اور پتھر کی تصویر کھینچنے کے لئے کہا گیا۔ لہٰذا برائے مہربانی یہ بتائیے کہ کیا یہ کام جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ پانی کے اندر کی مخلوق: جھاڑ، پتھر وغیرہ کی تصویر کھینچ لیا کریں، اس میں کسی جاندار کی تصویر بھی آجائے تو حرج نہیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۱۴۰۱ھ۔

تہوار کے موقع پر جاندار کی تصویریں بنانا

سوال[۹۴۶۶]: مسلمان حلوائی ہندوؤں کے تہواروں کے موقع پر مٹھائی کے کھلونے بناتے ہیں، جس میں گائے بھینس انسان بندر وغیرہ کی شکل کے ہوتے ہیں، پھر ان کو فروخت کرتے ہیں تو مسلمان حلوائی کے

= "فإذا أمر بمعصية، فلا سمع ولا طاعة". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۱۹، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الاول، قديمی)

(۳) "(أو مقطوعة الرأس): أی سواء كان من الأصل، أو كان لها رأس و محی". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/۶۴۸، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(وكذا فی إمداد الفتاویٰ، كتاب الحظر والإباحة: ۴/۱۵۴، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(۱) "الأمور بمقاصدها، يعنی أن الحكم الذی يترتب على أمرٍ يكون على مقتضى ماهو المقصود من ذلک الأمر .... ثم اعلم أن الكلام هنا على حذف المضاف، والتقدير: حكم الأمور بمقاصد فاعلها: أی أن الأحكام الشرعية التی تترتب على أفعال المكلفين منوطة بمقاصدهم من تلک الأفعال، فلوأن الفاعل المكلف قصد بالفعل الذی فعله أمراً مباحاً كان فعله مباحاً، وإن قصد أمراً محرماً كان فعله محرماً". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۱۷، ۱۸، المقالة الثانية، (رقم المادة: ۲)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

لئے مٹھائی سے جاندار کی تصویر بنانا اوران کا فروخت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار تصویروں کا پتھر، مٹی، مٹھائی، کھلونے سب منع ہیں، مسلمانوں کا اس سے بچنا لازم ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۰ھ۔

صدر کے مرنے پر اس کی تصویر ہال میں لگانا

سوال[۹۴۶۷]: یہاں پر ایک قومی ادارہ بنام انجمن اسلامیہ چل رہا ہے، اس کے نائب صدر کا انتقال ہوگیا ہے، اب ممبران اس کا بہت بڑا فوٹو انجمن کے ہال میں لگانا چاہتے ہیں (بطور یادگار)۔کیا یہ جائز ہے؟ اور بطورِ رسم فوٹو کی رسم بھی ادا کرنا چاہتے ہیں۔فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہرگز ہرگز اجازت نہیں، بت پرستوں نے ابتداءً اپنے بڑوں کے نام بطور یادگار بت بنائے تھے، پھر ان کی پرستش کرنے لگے(۲)، فوٹو بھی تصویر ہے(۳)۔جس مکان میں تصویر ہو وہاں ملائکہ نہیں آتے، مصورین

---

(۱) "عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عند الله المصورون". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير: ۲/۳۸۵، قديمي)

(۲) قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالىٰ تحت قوله تعالىٰ: ﴿ولا تذرنّ ودًّا ولا سواعاً ولا يغوث ويعوق ونسراً﴾ وأخرج أبو الشيخ في العظمة عن محمد بن كعب القرضي أنه قال: كان لآدم عليه السلام خمسة بنين: ود، وسواع، فكانوا عباداً، فمات رجل منهم، فحزنوا عليه حزناً شديداً، فجاء هم الشيطان، فقال: حزنتم على صاحبكم هذا؟ قالوا: نعم، قال: هل لكم أن أصور لكم مثله في قبلتكم إذا نظرتم إليه ذكرتموه، قالوا: نكره أن تجعل لنا في قبلتنا شيئاً نصلي عليه، قال: فأجعله في مؤخر المسجد، قالوا: نعم. فصوره لهم حتى مات خمستهم، فصور صورهم في مؤخر المسجد، فنقضت الأشياء حتى تركوا=

کو بہت شدید عذاب ہوگا:

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أنها اشترت نمرقةً فيها تصاوير، فلما رآها رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم، قام على الباب فلم يدخل، فعرفت فی وجهه الكراهية، قالت: فقلت: يا رسول الله! أتوب إلى الله وإلى رسوله ماذا أذنبت، فقال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "ما بال هذه النمرقة"؟ قلت: اشتريتها لتقعد عليها و توسدّها. فقال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "إن أصحاب هذه الصور يعذّبون يوم القيامة، يقال لهم: أحيوا ما خلقتم". وقال: "إن البيت الذی فيه الصورة لا تدخله الملائكة". متفق عليه". مشکوۃ شریف(۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عیدکارڈ، کرسمس کارڈ، دیوالی کارڈ بغیر جاندار کی تصویر کے چھاپنا

سوال[۹۴۶۸]: عیدکارڈ عیدکارڈ، کرسمس کارڈ، دیوالی کارڈ بغیر جاندار تصویر والوں کی طباعت جائز ہے یانہیں؟

= عبادة الله وعبدوا هؤلاء". (روح المعانی: ۲۹/۷۷، (سورة النوح: ۲۳) دار إحياء التراث العربی، بيروت)

(وكذا فی تفسير ابن كثير: ۵۴۹/۴، دار الفيحاء دمشق)

(وكذا فی معارف القرآن: ۵۶۶/۸، إدارة المعارف كراچی)

(۳) قال الشيخ العلامه محمد تقی العثمانی حفظه الله و رعاه: "والواقع أن التفريق بين الصور المرسومة والصور الشمسية (أی الفوتوغرافية) لا ينبغی على أصلٍ قوی. و من المقرر شرعاً أن ما كان حراماً أو غير مشروع فی أصله، لا يتغير حكمه بتغير الآلة .... فلا فرق بينما كانت الصورة قد اتخذت بريشة المصور أو بالآلات الفوتوغرافية. والله سبحانه تعالیٰ أعلم". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، حكم الصور الشمسية: ۱۶۳/۴، مكتبه دار العلوم، كراچی)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول: ۳۸۵، قديمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذہبِ باطل اورعقیدۂ باطلہ کی جس چیز سے اشاعت ہوتی ہے، اس کی تجارت ناجائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

پیسہ، روپیہ کی تصویر پر ڈائجسٹ کو قیاس کرکے مسجد میں ’’ہدیٰ ڈائجسٹ‘‘ کے مطالعہ کا حکم

سوال[۹۴۶۹]: کوئی کتاب جس میں عکسی تصاویر ہوتی ہیں مثلاً: ہدیٰ ڈائجسٹ جو دہلی سے شائع ہوتی ہے، اس قسم کی کتابوں کو مسجد میں بیٹھ کر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ پیسہ روپیہ، دیا سلائی پر تصویر ہوتی ہے اور یہ جیب میں رہتی ہے، روپے پیسے مسجد میں بطور چندہ جیب سے نکال کر دیئے جاتے ہیں۔ فوٹو یا تصاویر کسی شخص کے ہوں، مسجد میں بیٹھ کر دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) چونکہ مقصودی چیز اشاعتِ دین ہے، اور جو چیزیں اشاعتِ دین کے خلاف ہوں، اور ان سے باطل کی تائید ہوتی ہو، ان کو ترویج دینا اور ان کی اشاعت کرنا مذموم اور ناجائز ہے، جیسے باطل نظریات پر مبنی کتابوں کا مطالعہ اور باطل نظریات پر مناظرہ ترویجِ باطل کا سبب ہونے کی بنیاد پر فقہاء نے منع فرمایا ہے:

’’تعلم الکلام والنظر والمناظرة فیه وراء قدر الحاجة مکروه، وقیل: الجواب فی هذه المسئلة أن کثرة المناظرة المبالغة فی المجادلة مکروه؛ لأن ذلک یؤدی إلی إشاعة البدع والفتن، وتشویش العقائد، وهذا ممنوع جداً، کذا فی جواهر الإخلاطی .... قال الشیخ الإمام صدر الإسلام أبو الیسر: نظرت فی الکتب التی صنفها المتقدمون فی علم التوحید، فوجدت بعضها للفلاسفة مثل إسحق الکندی والاستقراری وأمثالهما، وذلک کله خارج عن الدین المستقیم زائغ عن الطریق القویم، فلا یجوز النظر فی تلک الکتب، ولایجوز إمساکها، فإنها مشحونة من الشرک والضلال‘‘. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون فی المتفرقات: ۵/۳۷۷، رشیدیه)

(وکذا فی نصاب الاحتساب، الباب الثالث والثلاثون فی الاحتساب فی باب العلم والمعلم، ص: ۱۳۷، دارالعلوم المملکة العربیة السعودیة)

الجواب حامداًومصلیاً:

پیسہ، روپیہ، دیا سلائی پر جو تصاویر ہوتی ہیں عموماً وہ بہت چھوٹی ہوتی ہے، بعض اوقات یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ جاندار کی تصویر ہے یا کوئی اَور پھول وغیرہ ہے، ایسی چھوٹی تصاویر کی چیز کے حکم میں تخفیف ہے(۱)۔ نیز پیسہ روپیہ ایسی ضرورت کی چیز ہے کہ بغیر اس کے چارۂ کار نہیں، اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کو پاس رکھنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے(۲)۔ نیز اس سے بچنا دشوار ہے، کیونکہ بغیر تصویر پیسہ روپیہ یہاں نایاب ہے(۳)۔

نیز ان تصاویر کو دیکھنے کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی، ان میں جاذبیت نہیں، کتابوں کی تصاویر کی یہ شان نہیں پس ان کو پیسہ روپیہ کی تصاویر پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اس لئے ان میں تخفیف کو تلاش نہ کرے۔ مسجد کو ایسی

---

(۱) "(إلا أن تكون صغيرةً)؛ لأن الصغار جداً لا تُعبد، فليس لها حكم الوثن، فلا تكره في البيت .... والمراد بالصغيرة التي لا تبدو للناظر على بُعدٍ، والكبيرة التي تبدو للناظر على بُعدٍ، كذا في فتح القدير. ونقل في النهاية أنه كان على خاتم أبي موسى ذبابتان، وأنه لما وجد خاتم دانيال عليه السلام في عهد عمر رضي الله تعالىٰ عنه، وجد عليه أسد و لبوة بينهما صبي يلحسانه .... وفي الخلاصة من كتاب الكراهة: رجل صلى و معه دراهم وفيها تماثيل مَلِك، لابأس به، لصغرها، اهـ". (البحرالرائق: ۲/ ۵۰، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/ ۴۱۴، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في الدرالمختار: ۱/ ۶۴۸، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عليه : "لكن في الخزانة: إن كانت الصلوة مقدار طير، يكره. وإن كانت أصغر فلا، اهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة: ۱/ ۶۴۷، سعيد)

(۲) "الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة، (رقم القاعدة: ۵۲۸): ۱/ ۲۵۱، إدارة القرآن كراچی))

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾ (سورة البقرة: ۲۸۶)

چیزوں سے بچانا چاہیئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۱۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۱۶ھ۔

پریس میں خبروں کے ساتھ تصویر چھاپنا

سوال[۹۴۷۰]: ہندوستان میں ہزاروں مسلمان پریسوں میں ملازم ہیں جن کو خبروں کے ساتھ ساتھ تصویریں بھی چھاپنی پڑتی ہیں، اس ملازمت کو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی کمائی کھانا حرام ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر چھاپنا اور شائع کرنا شرعاً جائز نہیں (۲)، اس کی ملازمت بھی ناجائز ہے، کیونکہ ناجائز کام کی ملازمت بھی ناجائز ہوتی ہے (۳)، لیکن اگر پریس مشینوں میں دوسری جائز چیزیں بھی چھاپی جائیں

---

(۱) "لأن المسجد ما بنی إلا لها (أی العبادة) من صلوة أو اعتكاف و ذكر شرعی و تعليم علم أو تعلمه وقراءة القرآن". (غمز عيون البصائر للحموی شرح الأشباه والنظائر: ۶۳/۴، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وظاهر كلام النووی فی شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: و سواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ، و سواء كان فی ثوب أوبساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها، اهـ". (رد المحتار: ۶۴۷/۱، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، سعيد)

(وكذا فی النهر الفائق: ۲۸۵/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق: ۴۸/۲، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(۳) "لا تصح الإجارة لعسب التيس .... ولا لأجل المعاصی مثل الغناء و النوح والملاهی". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عليه: "وفی الملتقى: امرأة نائحة أو صاحبة طبل أو زمر اكتسبت مالاً، ردّته على أربابه إن علموا، و إلا تتصدق به". (ردالمحتار: ۵۵/۶، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: الاستيجار على المعاصی، سعيد)

قال: ولا يجوز الاستيجار على الغنا والنوح، وكذا سائر الملاهی؛ لأنه استيجار على المعصية، والمعصية لا تستحق بالعقد". (الهداية: ۳۰۳/۴، باب الإجارة الفاسدة، مكتبه شركة علميه، ملتان) =

اور اس کے ساتھ تصویریں بھی ہوں اور تصویریں کم ہوں اور جائز چیزیں زائد ہوں تو ایسی تمام آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا (۱)۔ نیز جو شخص ایسی ملازمت کرے گا، اس کی پوری ملازمت کو بھی ناجائز نہیں قرار دیا جائے گا، اس کی ملازمت خالص جائز ملازمت سے کمتر اور ادنی ہوگی اور خالص ناجائز ملازمت سے غنیمت ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

باتصویر اخبار کا حکم

سوال [۱۷۴۹۱]: وہ اخبار و رسائل جن میں صفحہ کی ایک جانب بہترین مذہبی مضمون ہو اور دوسری جانب کسی ذی روح کی تصویر، ایسی صورت میں اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

مولوی ابراہیم جاڑا، افریقہ۔

الجواب حامداً مصلیاً:

تصویر کو روشنائی سے مٹا دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۴۹، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب، رشيديه)

(۱) :" أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام. فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية و لا يأكل الطعام، إلا أن يخبر بأنه حلال ..... إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع، فلا بأس به؛ لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام، فالمعتبر الغالب". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۴۲، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

(۲) "(ممحوّ الرأس) فسّر به احترازاً من أن تقطع بخيط ونحوه، فإنه لاينفي الكراهة؛ لأن بعض الحيوانات مطوّق، فلا يتحقق قطعه إلا بمحوه، وهو بأن يجعل الخيط على كل رأسه بحيث يخفى، أو يطليه بطلاء يخفيه، أو يغسله و نحو ذلك". (فتح القدير: ۱/۴۱۲، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة، ومايكره فيها، فصل، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/۶۴۸، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، رشيديه)

تصویردار کاغذ کو جلانا

سوال[۹۴۷۲]: جس کاغذ میں کسی انسان کی تصویر بنی ہو، اس کو جلانا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر محض تصویر ہے تو اس کو جلانا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تصویر کی طباعت اور اس کی آمدنی

سوال[۹۴۷۳]: آج کل بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کے اندر جاندار کی تصاویر ہوتی ہیں اور یہ پریس میں طبع ہوتی ہیں۔ طباعت کے آنے والے کاموں میں دوثلث حصہ ایسا ہوتا ہے جس پر کسی نہ کسی جاندار کی تصویر ہوتی ہے۔ ہر صفحۂ طباعت کا ایک حصہ ایسا ہوتا ہے جس پر تصویر نہیں ہوتی۔ اب مسلمان کے لئے ان تصاویر کا طبع کرنا کیا تصویر بنانے اور تصویر کشی کے حکم میں آتا ہے یا نہیں؟ اور اس سے حاصل شدہ آمدنی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر بنانا ممنوع ہے خواہ ابتداءً جاندر سے بنائی جائے یا تصویر سے نقل کی جائے، قلم سے ہو یا مشین سے، یا کپڑے کی بناوٹ میں ہو، یا پتھر، لکڑی، لوہے وغیرہ پر کسی آلہ سے بنائی جائے (۲)۔ اور جب کہ ٹریڈ مارکہ کے طور پر ہو تو وہ مقصود کے درجہ میں ہوگی (۳)، اس لئے اس کو جائز نہیں کہا جائے گا۔ اس پر جو

---

(۱) "الكتب التي لاينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسوله ويحرق الباقي". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۲۲/۶، سعيد)

(۲) "وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: سواء صنعه لِمَا يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء أوحائط وغيرها، اهـ. فينبغي أن يكون حراماً لا مكروهاً إن ثبت الإجماع أو قطعية الدليل بتواتره، اهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۶۴۷/۱، سعيد)

(۳) "الأمور بمقاصدها، يعني أن الحكم الذي يترتب على أمر يكون على مقتضى ماهو المقصود من =

وعیدیں حدیث پاک میں وارد ہیں وہ بہت سخت ہیں (۱)۔ یہ تو تصویر کی طباعت کے متعلق ہے۔

اس سے حاصل شدہ آمدنی کا حکم یہ ہے کہ اگر تصویر کی اجرت کے مقابلہ میں غیر تصویر کی (یعنی جائز آمدنی) زیادہ ہے تو سب آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا بلکہ غلبہ کا اعتبار ہوگا (۲)۔ یہ تو کلی اور اصولی جواب ہے۔ خاص طور پر اجارہ فاسدہ کے متعلق فقہاء لکھتے ہیں کہ اجرت پر ملک متحقق ہو جاتی ہے:

"والأجر يطيب وإن كان السبب حراماً، اه". شامی: ۲۸/۵، أول باب الإجارة الفاسدة(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۸۷ھ۔

= ذلك الأمر.......... ثم اعلم أن الكلام هنا على حذف المضاف، والتقدير: حكم الأمور بمقاصد فاعلها: أى أن الأحكام الشرعية التى تترتب على أفعال المكلفين منوطة بمقاصدهم من تلك الأفعال، فلو أن الفاعل المكلف قصد بالفعل الذى فعله أمراً مباحاً، كان فعله مباحاً، وإن قصد أمراً محرماً، كان فعله محرماً". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۱۷، ۱۸، المقالة الثانية، (رقم المادة: ۲) مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۱) "عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها، عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله". متفق عليه".

"وعن عبدالله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عندالله المصورون". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، باب التصاوير، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، قديمى)

(۲) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام. فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغى أن لايقبل الهدية ولايأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل، كذا فى الينابيع. ولايجوز قبول هدية أمراء الجور؛ لأن الغالب فى مالهم الحرمة، إلا إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع، فلا بأس به؛ لأن أموال الناس لاتخلو عن قليل حرام، فالمعتبر الغالب، وكذا أكل طعامهم، كذا فى الاختيار شرح المختار". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثانى فى الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، رشيديه)

(۳) (ردالمحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۴۵/۶، سعيد)

باتصویر رسائل کی خریداری

سوال[۹۴۷۴]: جن رسالوں کے اندر تصویریں ہوں جیسے ڈائجسٹ وغیرہ اور وہ دینی رسائل جن میں تصاویر ہوں، ایسے رسالوں کا خریدنا کیسا ہے؟ جواب مدلل ومفصل بحوالہ عنایت فرمائیں۔فقط والسلام۔

عزیز الدین، مفتاح العلوم، جلال آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن رسالوں کو ذی روح کی تصویر کی وجہ سے خریدا جاتا ہے ان کا خریدنا جائز نہیں: "لأن الأمور بمقاصدها (۱)۔ اگر مقصود مضامینِ صحیحہ کا پڑھنا ہے تو خریدنا درست ہے، تصاویر تابع ہیں ان کو محو کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۰/۵/۶ھ۔

چڑیا والی گھڑی

سوال [۹۴۷۵]: زید گھڑی کی ایک فیکٹری قائم کرنا چاہتا ہے جس میں آج کل کی نئی نئی ڈیزائن کی گھڑیاں چلتی ہیں، جو گھڑی زید بنوانا چاہتا ہے اس میں پلاسٹک کی چڑیا ہوگی اور فٹنگ اس طرح ہوگی کہ جب گھنٹہ بجتا ہوگا تو اس وقت چڑیا اندر سے باہر آئے گی اور اس کے منہ سے گھنٹے کی آواز نکلے گی اور گھنٹہ بجنے کے بعد خود بخود ایک چھوٹا سا دروازہ کھلے گا اور وہ اندر چلی جائے گی، اور دروازہ بند ہو جائے گا۔تو کیا یہ تصویر والی گھڑی بنانا، یا اس کی فیکٹری قائم کرنا از روئے شرع جائز ہے؟ آج کل جدید حالات میں اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر بنانا تو بہر حال ناجائز ہے(۲)، یہ حکم تو بنانے کا ہے، لیکن چونکہ مقصود یہ چڑیا نہیں، بلکہ

---

(۱) (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۱۷، (رقم المادة: ۲)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، (رقم القاعدة: ۱۴۲): ۱/۹۷، إدارة القرآن، کراچی)

(۲) "وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه =

وقت معلوم کرنا مقصود ہے، اس کے لئے گھڑی کے پرزے ہوں اور مشینیں، سو وہ شرعاً درست ہے، ان کی بیع بھی درست ہے (۱)۔ لیکن جس طرح دروازے پر کپڑے کا پردہ ڈالنا اصل مقصود ہو جو کہ شرعاً جائز ہے، مگر اس کپڑے میں تصویر بنی ہوئی ہو، یا اس پر چھپی ہوئی ہو تو اس پردہ کو استعمال کرنا قبیح و مذموم ہے جس سے ناگواری حدیث پاک میں موجود ہے (۲)۔ اسی طرح اس گھڑی کو رکھنا اور استعمال کرنا بھی قبیح اور مذموم ہوگا۔ بنانے والے اور استعمال کرنے والے کا فرق بھی اس سے واضح ہوگیا، استعمال کرنا خواہ اپنے پاس رکھ کر ہو یا فروخت کرکے ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۲۱ھ۔

سوال متعلق استفتاء بالا

(**نـــوٹ**) مستفتی نے جواب سابق نمبر: ۱۹۷ (پرانی ترتیب کے مطابق) کا

= لـمـا يـمتهـن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ، و سواء كان في ثوب أوبسـاط أو درهم وإناء وحائط وغيرها، اهـ". (رد المحتار: ۱/۶۴۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۸، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(۱) "لأن الأمـور بـمقاصدها" (الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، (رقم القاعدة: ۱۴۲): ۱/۹۷، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "وعـن سـفيـنـة أن رجلاً ضاف عليَّ بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه، فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة رضـي الله تـعالىٰ عنها: لو دعونارسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فأكل معنا، فدعوه فجاء فوضع يديه عـلـى عصادتي الباب، فرأى القرام قد ضرب في ناحية البيت، فرجع. قالت فاطمة رضي الله تعالىٰ عنها: فتبعـتـه، فـقلت: يارسول الله! ماردک؟ قال: "إنه ليس لي أو لنبي أن يدخل بيتاً مزوّقاً". رواه أحمد وابن ماجة". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۷۸، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني، قديمي)

"وعـن عـائشة رضي الله تعالىٰ عنها "أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يكن يترک في بيته شيئـاً فيـه تـصاليب إلا نَقَضَه". رواه البخاري". (مشكوٰة الـمـصـابيح، ص: ۳۸۵، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، قديمي)

حوالہ دیا ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آیا اور اسی پر مزید سوالات مرتب کرکے ان کی وضاحت طلب کی ہے:

سوال [۹۴۷۶]: ۱......ایسی گھڑی کا بنانا اور فروخت کرنا اور استعمال کرنا سب کا ایک ہی حکم ہے یا فرق ہے؟

۲......اگر سب کا ایک ہی حکم ہے تو ''قبیح و مذموم'' کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے، یہ مکروہ کا درجہ رکھتا ہے یا قطعی حرام کا؟ برائے مہربانی ذرا صاف تحریر فرمائیں۔

عبدالرحمٰن معرفت امام صاحب، مسجد نور ۴۷/نشان پاڑہ، بمبئی نمبر: ۹۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جواب سابق میں جاندار کی تصویر ہونے کی بنا پر بنانے کو ''ناجائز'' لکھا ہے جس کے معنی ''حرام'' کے ہیں (۱)۔ استعمال کرنے کو ''قبیح و مذموم'' لکھا ہے جس کے معنی ''مکروہ'' کے ہیں، استعمال خواہ فروخت کرنے کی

---

(۱) جاندار کی تصویر بنانا بنصِ حدیث حرام ہے:

''عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''أتاني جبريل -عليه السلام- قال: أتيتک البارحة، فلم يمنعني أن أكون دخلت إلا أنه كان على الباب تماثيل، وكان في البيت قرام ستر فيه تماثيل، وكان في البيت كلب، فمُرْ برأس التمثال الذي على باب البيت فيقطع فيصير كهيئة الشجرة، ومُرْ بالستر فيقطع فليجعل و سادتين منبوذتين توطأن، ومُرْ بالكلب فليخرج. ففعل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم''. رواه الترمذي وأبو داؤد''.

''عن سعيد بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما؛ إذ جاء رجلٌ فقال: يا ابن عباس! إني رجل إنما معيشتي من صنعة يدي، وإني أصنع هذه التصاوير. فقال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: لا أحدّثک إلا ما سمعتُ من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سمعتُه يقول: ''من صوّر صورةً، فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح، وليس بنافخ فيها أبداً''. فربا الرجل ربوةً شديدةً واصفرّ وجهه، فقال: ويحک! إن أبيت إلا أن تصنع فعليک بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه روح''. رواه البخاري''. (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۶، باب التصاوير، الفصل الثاني والثالث، قديمي)

''وقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب و لا صورة''. المراد بهم =

صورت میں ہو یا پاس رکھنے کی صورت میں ہو۔ مال متقوم ہونے کی وجہ سے بیع کو باطل نہیں کہا جائے گا، بلکہ بیع درست ہوگی، یعنی بدلین پر متعاقدین کی ملک حاصل ہو جائے گی (۱)۔

تصویرِ ذی روح ہونے کی بناء پر اس کاروبار کو قبیح و مذموم یعنی مکروہ کہا جائے گا، تاہم اگر ذہن پھر کوئی اغلاق پیدا کردے تو پھر بھی دریافت کر سکتے ہیں، کیونکہ اغلاق پہلے جواب میں بھی نہیں تھا، بلکہ ذہن نے پیدا کیا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۴ھ۔

برکت کے لئے تصاویر گھر میں رکھنا

سوال[۹۴۷۷]: ۱......مکان وغیرہ میں برکت وخوبصورتی کے لئے علمائے کرام وبزرگانِ دین کی تصاویر کا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

= الذین ینزلون بالبرکة لا الحَفَظة، و عدم دخولهم لزجر صاحب البیت عن اتخاذ الصور، الخ". (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی: ۱/۴۱۴، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، دارالکتب العلمیه بیروت)

"وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم: الإجماع علی تحریم تصویر الحیوان، وقال: و سواء صنعه لما یمتهن أو لغیره، فصنعته حرام بکل حال؛ لأن فیه مضاهاة لخلق الله تعالیٰ، و سواء کان فی ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغیرها، اهـ". (رد المحتار: ۱/۶۴۷، مطلب: إذا تردد الحکم بین سنة و بدعة، سعید)

(و کذا فی النهر الفائق: ۱/۲۸۵، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها، رشیدیه)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲/۴۸، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها، رشیدیه)

(۱) مال غیر متقوم کی بیع باطل ہوتی ہے: "و کذا یبطل بیع مال غیر متقوم کالخمر والخنزیر". (مجمع الأنهر: ۲/۵۴، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

"قال الإتقانی: فأما البیع بالمیتة والدم باطل، و کذلک بیع الحر، وذلک لانعدام حقیقة البیع؛ لأنها مبادلة المال بالمال علی التراضی، وهذه الأشیاء لیست بمال عند أحد ممن له دین سماوی فیبطل البیع ولایفید الملک". (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد: ۴/۳۶۲، دارالکتب العلمیة بیروت)

اخبار میں تصاویر کی اشاعت کرنا

سوال[۹۴۷۸] : ۲......اگر کوئی شخص اپنا فوٹو بنوا کر اپنے پاس رکھے یا کہیں بھیجے تو جائز ہے یا نہیں؟

۳......آج کل اخبارات میں علمائے کرام کی تصاویر آرہی ہیں، مثلاً: اخبار الجمعیۃ میں جناب مولانا سعید احمد صاحب ناظم جمعیۃ علمائے ہند اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری ودیگر اکابرین کی تصاویر آرہی ہیں، اس فعل سے اکثر لوگ حجت پکڑتے ہیں اور تصویر کو جائز کہتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ تو ان لوگوں کا ان علماء کے فعل کو حجت پکڑ کر تصویر فوٹو وغیرہ کو جائز کہنا اور اخبارات ورسائل وغیرہ میں شائع کرانا صحیح وجائز ہے یا نہیں؟

اس کا مفصل حکم مدلل مع ذکر احادیث وآیات قرآن مجید بیان فرما کر ثواب دارین کے مستحق ہوں۔ اگر کوئی صورت جواز کی ہو- جس کا اثبات ادلۂ اربعہ سے ہوتا ہو- نکلتی ہو بعیدہ ہو یا قریبہ، اس کو بھی بیان فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اور اگر کوئی شخص کسی عالم یا بزرگ کی تصویر خفیہ طور پر کھنچوا کر شائع کرادے تو وہ شخص من جانب شرع گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: بندہ احمد حسن دہام پوری، نائب ناظر تحصیل، ۸/ ذیقعدہ/۱۳۵۴ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......ایسی تصویر کا گھر میں خوبصورتی وبرکت وغیرہ کے لئے رکھنا شرعاً حرام ہے، اس سے برکت نہیں ہوتی بلکہ نحوست ہوتی ہے، کیونکہ ملائکہ رحمت کا آنا موقوف ہوجاتا ہے(۱)۔

---

(۱) "عن أبی طلحة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا تدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولا تصاویر". متفق علیه".

"وعن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عن میمونة رضی الله تعالیٰ عنها أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أصبح یوماً واجماً، وقال: "إن جبریل کان وعدنی أن یلقانی اللیلة، فلم یلقنی، أمَ والله! ما أخلفنی". ثم وقع فی نفسه جرو کلب تحت فسطاط له، فأمر به فأخرج، ثم أخذ بیده ماءً فنضح مکانه، فلما أمسی لقیه جبریل فقال: "لقد کنت وعدتنی أن تلقانی البارحة"؟ قال: أجل! ولکنا لا ندخل بیتاً فیه کلب و لا صورة".

"وعن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لم یکن یترک فی بیته =

۲......ناجائز ہے(۱)۔

۳......ایسی تصویر سے جواز پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ شرعی مسائل کا ادلۂ اربعہ سے ثبوت ہوتا ہے اور یہ کوئی سی بھی دلیل نہیں۔ بے جان چیزوں درختوں وغیرہ کی تصویر بنانا اور گھر میں رکھنا درست ہے(۲)۔ اسی طرح بلاسر کی تصویر رکھنا بھی جائز ہے(۳)۔ نیز چھوٹی چھوٹی تصویریں جیسے روپیہ پیسہ پر ہوتی ہیں جن کی کوئی

= شيئاً فيه تصاليب إلا نَقَضَه"، رواه البخارى". (مشكوة المصابيح،ص: ۳۸۵، باب التصاوير، الفصل الأول، قديمى)

(۱) "وظاهر كلام النووى فى شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: و سواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ، و سواء كان فى ثوب أوبساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها، اهـ". (رد المحتار: ۱/۶۴۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، سعيد)

(وكذا فى النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق: ۲/۴۸، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(۲) "عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما .... قال: "إن كنت لابدّ فاعلاً، فاصنع الشجر و ما لا نفس له". (الصحيح لمسلم: ۲/۲۰۲، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، قديمى)

قال النووى رحمه الله تعالىٰ: "و أما الشجر و نحوه مما لا روح فيه، فلا يحرم صنعته، ولا التكسب به، وسواء الشجر المثمر وغيره". (شرح النووى على الصحيح لمسلم: ۲/۲۰۱، كتاب اللباس، قديمى)

"والتمثال خاص بمثال ذى الروح، لكن المراد هنا ذو الروح، فإن غير ذى الروح لايكره كالشجر". (فتح القدير، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، فصل: ۱/۴۱۴، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

(وكذا فى النهر الفائق: ۱/۲۸۳، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، قديمى)

(وكذا فى ردالمحتار: ۱/۶۴۹، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، سعيد)

(۳) "أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه". (الدرالمختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: أو مقطوعة الرأس): أى سواء كان من الأصل أو كان لها رأس و محى، =

خاص عظمت نہیں ہوتی، ان میں بھی مضائقہ نہیں (۱)۔

"عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم "أتانی جبريل –عليه السلام– قال: أتيتك البارحة، فلم يمنعنی أن أكون دخلت إلا أنه كان علی الباب تماثيل، وكان فی البيت قرام ستر فيه تماثيل، وكان فی البيت كلب، فمُرُ برأس التمثال الذی علی باب البيت فيقطع فيصير كهيئة الشجرة، ومُرُ بالستر فيقطع فليجعل و سادتين منبوذتين توطأن، ومُرُ بالكلب فليخرج. ففعل رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم". رواه الترمذی وأبو داؤد".

= وسواء كان القطع بخيط خيط علی جميع الرأس حتی لم يبق له أثر، أو بطليه بمغرة أو بنحته أو بغسله؛ لأنها لاتعبد بدون الرأس عادةً". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/۶۴۸، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(وكذا فی النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، قديمی)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۱/۴۱۵، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی العناية علی هامش فتح القدير: ۱/۴۱۶، كتاب الصلوة، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(۱) "ولو كانت الصورة صغيرةً كالتی علی الدرهم، أو كانت فی اليد أو مستترةً أو مهانةً مع أن الصلاة بذلك، لا تحرم، بل و لا تكره". (ردالمحتار: ۱/۶۴۷، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، سعيد)

(وكذا فی الهداية مع فتح القدير: ۱/۴۱۶، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، فصل، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

"روی أنه كان علی خاتم أبی موسی ذبابتان، وكان لابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما كانون محفوف بصور صغار". (العناية علی هامش فتح القدير، المصدر السابق)

(وكذا فی النهر الفائق: ۱/۲۸۳، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق: ۲/۵۰، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

"عن سعيد بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما؛ إذ جاء رجلٌ فقال: يا ابن عباس! إني رجل إنما معيشتي من صنعة يدي، وإني أصنع هذه التصاوير. فقال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: لا أحدثك إلا ما سمعتُ من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سمعتُه يقول: "من صوّر صورةً، فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح، وليس بنافخ فيها أبداً". فربا الرجل ربوةً شديدةً واصفرّ وجهه، فقال: ويحك! إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه روح". رواه البخاري". مشكوة شريف(۱)۔

"وقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب و لا صورة". المراد بهم الذين ينزلون بالبر دة لا الحَفَظة، و عدم دخولهم لزجر صاحب البيت عن اتخاذ الصور، الخ". هامش زيلعي(۲)۔

جو شخص خفیہ طریق سے کسی عالم وغیرہ کی تصویر کھینچوا کر شائع کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۱/۵۴ھ۔

مکان میں تصاویر

سوال[۹۴۷۹]: تصاویر گھروں میں رکھنا تو حرام ہے، لیکن چھت پر جو ٹھکریاں لگی ہوتی ہیں اس میں کمپنی کی طرف سے کسی جانور وغیرہ کی تصویر نقش کی گئی ہے تو ایسے مکان میں رہنا کیسا ہے؟ (یہ بھی ممکن ہے کہ کمپنی کا ٹریڈ مارک ہو)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں ہے:

"قال عليه الصلوة والسلام: "إن البيت الذي فيه الصورة لاتدخله الملائكة". متفق

---

(۱) (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۶، باب التصاوير، الفصل الثاني والثالث، قديمي)

(۲) (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۱/۴۱۴، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، دارالكتب العلميه بيروت)

علیه". مشکوة شریف، ص: ۳۸۵(۱)۔

جس مکان میں (جاندار کی) تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی داخل ہونا گوارہ نہیں کیا، بلکہ داخل ہونے کا ارادہ فرمانے کے باوجود تصویر کی وجہ سے تشریف لے گئے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

آنکھ اور دانت کی تصویر

سوال[۹۴۸۰]: ہم بغرضِ تجارت منجن یا سرمہ بنا کر فروخت کرنا چاہتے ہیں تو اس میں یعنی منجن کے لیبل پر صرف دانت چھپوانا چاہتے ہیں اور سرمہ کے لیبل پر صرف آنکھ کی تصویر ہوگی چہرہ نہیں ہوگا۔ از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صرف دانت اور صرف آنکھ کی تصویر درست ہے جب کہ بقیہ چہرہ نہ ہو (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، باب التصاوير، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، قديمي)

"عن أبي طلحة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لاتدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، باب التصاوير، ص: ۳۸۵، قديمي)

(۲) "عن سفينة أن رجلاً ضاف عليَّ بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه، فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة رضي الله تعالىٰ عنها: لودعونا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فأكل معنا، فدعوه، فجاء فوضع يديه على عضادتي الباب، فرآى القرام قد ضرب في ناحية البيت فرجع، قالت فاطمة رضي الله تعالىٰ عنها فتبعته: فقلت: يارسول الله! ماردّك، قال: "إنه ليس لي أولنبي أن يدخل بيتاً مزوّقا". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني، ص: ۲۷۸، قديمي)

(۳) تصویر کا اطلاق اس پر اسی وقت ہوگا جب چہرہ اور سر نظر آئے:

"أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه". (الدرالمختار). وقال العلامة=

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر

بسم الکریم بن صاحب الحق، پیش امام پیکنو رتھائی لینڈ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سوال [۹۴۸۱]: (الف) بعد از دعوت عرض ہے کہ آپ کے یہاں اس خط کے ساتھ ایک خاکہ بھیج رہے ہیں، ویسے دیکھنے سے آپ کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ اس خاکہ میں کلمۂ شہادت کے الفاظ کو اس مشکل میں ترتیب دیا گیا ہے کہ اس سے باقاعدہ تصویر بن گئی ہے جس میں ناک، کان، آنکھ ہر چیز بدن کے صاف دکھائی دیتی ہے، برائے مہربانی اس کے متعلق شرعاً حکم سے آگاہ فرمادیں۔ آیا ایسا کرنا جائز ہے، اس کو گھر میں لٹکانا شرعاً مناسب ہے؟ برائے مہربانی اس خط کو جواب کے ساتھ واپس فرما کر مشکور فرمادیں۔

نوٹ: اس تصویر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔

(ب) آپ سب بزرگوں سے استدعاء کہ مجھے اور میرے بھائی عزیز اللہ کے حق میں دعاء فرمائیں کہ

= ابن عابدین رحمه الله تعالى "(قوله: أو مقطوعة الرأس): أى سواء كان من الأصل، أو كان لها رأس ومحى، وسواء كان القطع بخيط خيط على جميع الرأس حتى لم يبق له أثر، أو بطليه بمغرة أو بنحته أو بغسله؛ لأنها لاتعبد بدون الرأس عادةً". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/۶۴۸، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(وكذا فى النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، قديمى)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۱/۴۱۵، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا فى العناية على هامش فتح القدير: ۱/۴۱۶، كتاب الصلوة، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

"(أو مقطوعة الرأس): أى ممحوة الرأس بخيط يخيطه عليه حتى لا يبقى للرأس أثر، أو يطليه بمغره أو نحوه أو ينحته، فبعد ذلك لا يكره؛ لأنها لا تعبد بدون الرأس عادةً". (تبيين الحقائق: ۱/۴۱۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فييها، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى البحر الرائق: ۲/۵۰، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا فى البناية: ۲/۵۴۸، كتاب الصلوة، رشيديه)

اللہ کریم رشد وہدایت کی نعمت سے سرفراز فرماویں، ہمیں صحیح بندگی کی توفیق عطافرماویں اور ہم سب سے خوش ہوکر ہمیں اپنے پاس بلائے۔آمین۔

محترمی زِیدَاحترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دل سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے بھائی عزیز اللہ کو ہمیشہ رشد و ہدایت پر رکھے، اتباعِ سنت کی پوری توفیق دے، دونوں جہاں کی ترقیات سے نوازے۔ آمین! آپ سے بھی دعاء کی درخواست ہے (جواب خط کی پشت پر ہے)۔

احقر محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۳۰/ ۸/ ۹۰ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے خواہ لکڑی، مٹی، لوہا، سونا وغیرہ کسی مادہ سے بنائی جائے، یا قلم سے کسی کاغذ یا تختی پر بنائی جائے، یا مشین سے عکس لیا جائے، کسی طرح اجازت نہیں (۱)۔ایسی تصویر بنانے والوں کے لئے حدیث شریف میں عذاب شدید کی وعید ہے، ایسی تصویروں کو مکان میں رکھنا اور کمرہ کی زینت کے لئے آویزاں کرنا بھی جائز نہیں (۲)۔

---

(۱) "و ظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، وصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاةً لخلق الله تعالىٰ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء و حائط وغيرها، اهـ. فينبغي أن يكون حراماً لا مكروهاً إن ثبت الإجماع أو قطعية الدليل بتواتره، اهـ". (رد المحتار: ۱/ ۶۴۷، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، سعيد)

(۲) "عن ابن السباق أن عبد الله بن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: أخبرتني ميمونة رضي الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أصبح يوماً واجماً فقالت ميمونة رضي الله تعالىٰ عنها: يارسول الله! لقد استنكرت هيئتك منذ اليوم، قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن جبريل كان وعدني أن يلقاني الليلة، فلم يلقني، أمَ والله! ما أخلفني". قال: فظلّ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يومه ذلك على ذلك، ثم وقع في نفسه جر و كلب تحت فسطاط لنا، فأمر به فأخرج، ثم أخذ بيده ماءً فنضح مكانه، فلما أمسى لقيه جبريل عليه السلام، فقال: "لقد كنتَ وعدتّني أن تلقاني =

حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر بنانا تو براہ راست رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغاوت اور کھلا مقابلہ کرنا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، لہذا آپ ہی کی تصویر بنائیں گے (معاذ اللہ)، یہ صورت نہایت خطرناک ہے۔ نیز اپنے ذہن میں صورت مبارکہ کو تجویز کر کے تصویر بنا کر آپ کی طرف منسوب کرنا کہ یہ آپ کی صورت مبارکہ ہے، بہتان عظیم ہے جس کی سزا جہنم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۸/ ۹۰ھ۔

روضۂ اقدس کی تصویر مسجد میں

سوال [۹۴۸۲]: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی تصویر مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ خانہ کعبہ کی تصویر مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

لگا سکتے ہیں، مگر سامنے نہ لگائیں جس سے نمازیوں کی نظر اس پر جائے، اونچائی پر لگائیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۹/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۹/ ۹۰ھ۔

= البارحة". قال: أجل! ولكنا لا ندخل بيتاً فيه كلب و لا صورة". (الصحيح لمسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ: ۲/ ۱۹۹، قديمي)

قال النووي رحمة الله تعالىٰ: "قال أصحابنا وغيرهم من العلما: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاةً لخلق الله تعالىٰ، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها". (شرح النووي على مسلم: ۱/ ۱۹۹، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ، قديمي)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من كذب علي متعمداً، فليتبوأ مقعده من النار". (الصحيح لمسلم: ۱/ ۷، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قديمي)

(۲) "ولا بأس بنقشه خلا محرابه، فإنه يكره؛ لأنه يلهي المصلي". (الدرالمختار). "(قوله: لأنه يلهي =

تعلیم کے لئے فوٹو

سوال[۹۴۸۳]: کوئی شخص کالج کی تعلیم حاصل کررہاہواورایسے کالج کے سلسلۂ تعلیم کو باقی رکھنے کے لئے فوٹو اُتروانے کی اشد ضرورت ہوتو کیا وہ کالج کی تعلیم کو برقرار رکھتے ہوئے فوٹو اتروا سکتا ہے؟ ازروئے شریعت اس کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں لکھیں، تاکہ سلسلۂ تعلیم باقی رکھا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس تعلیم کے منقطع کرنے میں نقصانِ عظیم نہ ہوتو منقطع کردیا جائے، ورنہ اس کو جاری رکھنے کے لئے مجبوراً فوٹو کی بھی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

پرائیویٹ امتحان کے لئے فوٹو

سوال[۹۴۸۴]: آج کل سیکڑوں مسلم طلباء اور طالبات پرائیویٹ امتحانات دیتے ہیں جس میں فوٹو لازمی ہے تو اس طرح فوٹو کھنچوانا جائز ہے یا نہیں؟

= المصلی): أی فیخل بخشوعه من النظر إلى موضع سجوده ونحوه". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب: كلمة لابأس دليل على أن المستحب غيره: ۱/۶۵۸، سعيد)

"قال في الشرنبلالية: قلت: فعلى هذا لا يختص بالمحراب، بل في أيّ محل يكون أمام من يصلي، بل أعم منه". (منحة الخالق على هامش البحر الرائق: ۲/۶۵، كتاب الصلوة، فصل: كره استقبال القبلة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۴۲۰، كتاب الصلوة، قبيل باب الوتر والنوافل، دارالكتب العلميه بيروت)

(۱) "إن الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر: ۱/۲۵۱، القاعدة الخامسة، (رقم القاعده: ۵۶۸)، إدارة القرآن كراچى)

"تصویر کھینچنا اور کھنچوانا منع ہے، کھنچوانا اگر کسی ضرورت پر مبنی ہو مثلاً: پاسپورٹ کے لئے مباح ہے۔ نیز فوٹو کی تصویر تو صاحب تصویر کے علم وارادہ کے بغیر کھینچ جاتی ہے، اس میں صاحب تصویر پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ"۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحۃ، بیسواں باب فوٹو، مصوری اور تصویر، بلاضرورت تصویر کھنچوانا حرام ہے: ۹/۲۳۷، دارالإشاعت کراچی)

الجواب حامداً ومصلياً:

فوٹو اتروانا جائز نہیں، اگر کوئی ایسی مجبوری ہے کہ بغیر اس کے گزارہ نہیں تو وہ معذوری ہے، مجبوری کی حد تک گنجائش ہوگی (۱)، اس پر بھی توبہ واستغفار لازم ہے۔ لڑکیوں کو لڑکوں کی طرح داخلہ لینا، امتحانات دینا، ملازمت کرنا شرعاً بھی قبیح و مذموم ہے اور عقلاً بھی، نیز ان کی غیرت وحیا کے بھی سخت خلاف ہے اور بے شمار اس سے فتنے پیدا ہوتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۹ھ۔

تنخواہ وصول کرنے کے لئے فوٹو

سوال [۹۴۸۵]: میری ملازمت کو بائیس سال ہونے کو آئے ہیں، وظیفہ کے لئے پچیس سال کی

(۱) "لأن الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر: ۱/۲۵۱، القاعدة الخامسة، رقم القاعدة: ۵۶۸، إدارة القرآن كراچي)

(۲) چونکہ عورت کو بغیر کسی مجبوری کے باہر نکلنے سے شریعت نے منع کیا ہے: لقوله تعالیٰ: ﴿وقرن في بيوتكن ولا تبرّجن تبرج الجاهلية الأولىٰ﴾ (سورة الأحزاب: ۳۳)

نیز نوکری کرنا اور کمانا عورتوں پر لازم نہیں، جب کہ وہ کسی کی کفالت میں ہوں، کیونکہ اس صورت میں ان کا نفقہ کفیل پر ہوتا ہے، ایسے غیر ضروری کام کے لئے کسی ناجائز اور حرام کام کا ارتکاب کرنے کی شرعاً گنجائش نہیں:

"هي لغةً: ما ينفقه الإنسان على عياله، وشرعاً هي الطعام والكسوة والسكنى، وعرفاً هي الطعام. ونفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة: ....وقرابة وملك .... فتجب للزوجة بنكاح صحيح .... على زوجها". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۷۱، ۵۷۲، سعيد)

"تجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية دخل بها، أو لم يدخل، كبيرةً كانت المرأة أو صغيرةً يجامع مثلها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة: ۱/۵۴۴، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب النفقة: ۱/۴۳۴، رشيديه)

تکمیل کی ضرورت ہے، مگر فوٹو وظیفہ نکالنے کے لئے ضروری ہے، چونکہ میری نظر سے "أشد الناس عذاباً یوم القیامة المصوّرون "(۱) گزرا۔ ایسی صورت میں وظیفہ کے حصول کے لئے فوٹو لےلوں تو جائز ہوگا یا گناہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بغیر فوٹو کے وظیفہ نہ ملنے پر آپ کو زیادہ زحمت نہ ہو اور آپ برداشت کرسکیں تو فوٹو نہ لیں (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شناختی کارڈ فوٹو کے ساتھ

سوال[۹۴۸۶]: آج کل حکومت پاکستان نے ایک لعنت شناختی کارڈ نکالی ہے کہ ہر شخص کے پاس اس شناختی کارڈ پر فوٹو ہونا ضروری ہے، جس کے پاس نہیں ہوگا وہ جاسوس سمجھا جائے گا اور اس کو جیل میں ڈال دیا جائے گا۔ اب علماء وصلحاء کے لئے اس حکم کی پابندی کرنا کیسا ہے، خواہ مجبوراً ہو؟ ہم لوگ ازحد پریشان ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب ایک ملک میں شہری بن کر رہنا ہے اس سے مفر نہیں تو وہاں کے قانون پر عمل کرنا ہوگا قانون کی خلاف ورزی مستقل جرم ہے جس کی سزا نا قابلِ برداشت بھی ہوسکتی ہے(۳)۔

---

(۱) (مشکوة المصابیح، ص: ۳۸۷، باب التصاویر، الفصل الثالث، قدیمی)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ومن یتق الله یجعل له مخرجاً، ویرزقه من حیث لا یحتسب﴾. (سورة الطلاق: ۲، ۳)

لیکن بوقت ضرورت فوٹو کی گنجائش ہے، کما تقدم تحت المسئلة الماضیة آنفاً.

(۳) "ان مخالفة الأمیر حرام، إلا إذا اتفق الأکثر أنه ضرر، فیتبع، اهـ". (ردالمحتار: ۱۴۶/۴، کتاب الجهاد، باب المغنم وقسمته، فصل فی کیفیة القسمة، مطلب: مخالفة الأمیر حرام، سعید)

"أمر السلطان إنما ینفذ إذا وافق الشرع، وإلا فلا". (الدرالمختار). "(قوله: أمر السلطان إنما ینفذ): أی یتبع و لا تجوز مخالفته .... و فی ط عن الحموی: إن صاحب البحر ذکر ناقلاً عن أئمتنا أن طاعة الإمام فی غیر معصیة واجبة، فلو أمر بصوم یوم، وجب، اهـ". (ردالمحتار: ۴۲۲/۵، کتاب القضاء، فصل فی الحبس، مطلب: طاعة الإمام واجبة، سعید) .... =

جس طرح قانونی مجبوری کی وجہ سے بعض ملازمین کو بیمہ کرانا پڑتا ہے جس میں قمار بھی ہے، سود بھی ہے۔ نیز رشوت دیئے بغیر بھی دفعِ ظلم یا وصول یابیٔ حق کی کوئی صورت نہیں، اسی طرح شرعی عدمِ جواز کے باوجود قلب میں شدید انکار کے ساتھ اس کو (شناختی کارڈ کو) بھی برداشت کیا جائے اور استغفار بھی کرتے رہیں تو امید ہے کہ حق تعالیٰ معذور قرار دیں گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۴/۱۷ھ۔

معلم مقرر کرنے کے لئے فوٹو منگانا

سوال[۹۴۸۷]: بیرونِ ہند کے لوگ ہندوستان سے کسی عالم کو بچوں کی تعلیم دینے کی غرض سے بلاتے ہیں، لیکن وہ حضرات اس عالم کا فوٹو صرف دیکھنے کی غرض سے طلب کرتے ہیں۔ تو کیا فوٹو تصویر کھینچنا جائز ہے؟ اسی طریقہ سے شادی کے معاملہ میں لڑکے کا فوٹو طلب کرتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دونوں چیزیں ایسی نہیں کہ جن کے لئے حرام کام کی اباحت دی جائے، بچوں کی تعلیم کے لئے معلم کے فوٹو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے، اس کے اخلاق وحالات بذریعہ خط معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ یہی حال شادی کا

= (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۲۶۴/۴، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في وجوب طاعة الإمام، سعيد)

(۱) "إن الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر: ۲۵۱/۱، القاعدة الخامسة، (رقم القاعدة: ۵۶۸)، إدارة القرآن كراچی)

"أما اتخاذ الصورة الشمسية للضرورة أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر، وفي التاشيرة وفي البطاقات الشخصية، أو في مواضع يحتاج فيها إلى معرفة هوية المرء، فينبغي أن يكون مرخصاً فيه، فإن الفقهاء رحمهم الله تعالىٰ استثنوا مواضع الضرورة من الحرمة .... الخ". (تكملة فتح الملهم: ۱۶۴/۴، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، الصورة عند الحاجة، مكتبه دار العلوم كراچی)

ہے، اس کے لئے بھی فوٹو کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۵/۹۰ھ۔

فوٹو مٹانے کی ترکیب

سوال[۹۴۸۸]: ایک عورت نے ریشم میں اپنے فوٹو کھنچوار کھے ہیں، لیکن اب اس کو توجہ ہوئی۔ تو وہ کیا کرے، جلادے یا استعمال میں لاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کپڑے کو رنگ لیا جاوے جس سے فوٹو باقی نہ رہے تو پھر استعمال درست ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۴/۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) لہٰذا کسی مباح کام کے لئے تصویر سازی کی اجازت نہ ہوگی جو کہ حرام ہے:

"یہ حقیقت تو ہر شخص جانتا ہے کہ دنیوی مصلحت ونفع کے لئے گناہ کرنا، یا کسی فرض وواجب کو چھوڑنا جائز نہیں، مثلاً: کوئی شخص دنیوی نفع کے لئے جھوٹ بولے، دھوکہ دے، نماز نہ پڑھے یا جماعت ترک کردے تو ظاہر ہے کہ ایسا کرنا فسق وحرام ہے، اسی طرح کسی دینی مصلحت کے لئے بھی کسی معصیت کے لئے بھی کسی معصیت کا ارتکاب حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت تمام مصالح پر مقدم ہے اور ام المصالح ہے.......... البتہ اگر کوئی کام شرعاً نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ صرف مباح یا مستحب ہے، اس کو کسی دینی مصلحت مثلاً: عوام کو فتنہ یا معصیت یا تکلیف سے بچانے کے لئے چھوڑ دینا جائز ہے......... مصلحۃً ترک مستحب یا مباح میں بھی یہ شرط ہے کہ اس سے قانون شرع میں تحریف اور مداخلت فی الدین نہ ہوتی ہو مثلاً: اس مستحب یا مباح کام کو عملاً یا اعتقاداً حرام سمجھنے لگے یا کسی مباح شرعی کی ممانعت کا قانون بنادیا جائے۔......... حاصل یہ ہے کہ کسی مصلحت کی خاطر مستحب کام کو تو چھوڑا جا سکتا ہے مگر حدود اللہ سے تجاوز اور قانون شریعت کی خلاف ورزی ہرگز جائز نہیں"۔ (احسن الفتاوی: ۶/۳۷-۳۹، رسالہ: سیاست اسلامیہ، سعید کراچی)

(۲) "(أو مقطوعة الرأس): أي ممحوة الرأس بخيط يخيطه عليه، حتى لا يبقى للرأس أثر، أو يطليه بمغرة أو نحوه، أو ينحته، فبعد ذلك لا يكره؛ لأنها لا تعبد بدون الرأس عادةً". (تبيين الحقائق: ۴۱۵/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۵۰/۲، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا في البناية: ۵۴۸/۲، كتاب الصلوة، رشيديه)

الفصل الثاني في التمثال

(مجسمہ سازی کا بیان)

شیر کی کھال کیا تصویر کے حکم میں ہے؟

سوال[۹۴۸۹]: شکاری لوگ شیر، چیتے وغیرہ کا شکار کرنے کے بعد اس کا چمڑہ اس طرح نکالتے ہیں کہ پورا سر اس کے ساتھ رہنے دیتے ہیں، پھر چمڑے کو دباغت کر لیتے ہیں، سر کا اندرونی حصہ بھی کسی طرح صاف کر لیتے ہیں اور اس چمڑے کو جس کے ساتھ پورا سر مع آنکھ وغیرہ کے ہوتا ہے گھر میں رکھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح حیوان کے سر کو رکھنا جائز ہے یا تصویر کی طرح اس کا رکھنا بھی جائز نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ تصویر کے حکم میں نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ ربیع الاول/ ۸۷ھ۔

شیر کی کھال میں گھاس بھر کر اس کو شیر بنانا

سوال[۹۴۹۰]: اس زمانہ میں بڑے گھروں میں شیر کی کھال میں گھاس بھر کر اس کو شیر جیسی شکل بنا دیتے ہیں اور مکان میں بطور نمائش رکھتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

گھاس وغیرہ بھر کر اس طرح شیر کی صورت بنانا اس کا رکھنا اس کی نمائش کرنا، سب نادرست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/ ۱۱/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/ ۱۱/ ۸۷ھ۔

---

(۱) (راجع الحاشية المتقدمة)

(۲) **سوال**: ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی بھینس کا بچہ مر گیا، اور وہ بھینس بغیر بچہ کے =

گڑیاں بنانا اور ان سے کھیلنا

سوال [۹۴۹۱]: ایک شخص گڑیاں بناتا ہے اور انہیں بنا کر لڑکیوں کو دیتا ہے اور زیور وغیرہ بھی لا کر دیتا ہے گڑیوں کو پہنانے کے لئے۔ اور اگر کوئی منع کرتا ہے تو لڑکیوں کے کھیلنے کے لئے جائز قرار دیتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فعل سے استدلال کرتا ہے (۱) اور یہ شخص امامت بھی کرتا ہے۔

= دودھ نہیں دیتی اگر اس مردہ بچہ کی کھال نکلوا کر اور اس میں بھوس وغیرہ بھر کر بھینس کو دکھلا کر دودھ لینے کی غرض سے رکھ لیا جاوے تو کیا اس طرح مردہ بچہ کو قائم رکھنا اور دودھ پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ''جائز ہے''۔ (إمداد الفتاویٰ، كتاب الحظر والإباحة، جائز وناجائز، مکروہ افعال کا استعمال، عنوان: جس جانور کا بچہ مرجائے اس کا دودھ نکالنے کے لئے مصنوعی بچہ بنا کر رکھنا: ۱۵۴/۴، دار العلوم كراچی)

سوال: ''جناب مفتی صاحب! گائے بھینس رکھنے والوں میں رواج کہ جب ان کی گائے یا بھینس کا بچہ مرجائے تو اس کی کھال اتار کر اس میں بھوسہ بھر لیتے ہیں، جیسے گائے یا بھینس اپنا بچہ تصور کر کے دودھ آسانی سے دے دیتی ہے۔ تو کیا شرعاً یہ تصویر کے حکم میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب: ''صورتِ مسئولہ میں بچھڑے کی کھال پر تصویر کی تعریف صادق نہیں آتی اور نہ یہ تصویر کے حکم میں ہے، بلکہ ضرورت کی وجہ سے قدرتی پیدا کردہ جسم کو ایک گونہ محفوظ رکھا جاتا ہے، اس سے یہ تصویر کے حکم میں داخل نہیں ہے، بلکہ بوقت ضرورت ایسا کرنا مرخص ہے''۔ (فتاویٰ حقانیہ، كتاب الكراهية، باب التصاوير، بچھڑے کی کھال سے تصویر بنانا: ۴۳۳/۲، حقانيه پشاور)

بوقت ضرورت اس کی اجازت دی گئی ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے جواز پر فتویٰ دیا ہے، جیسے گذشتہ سوال میں گذر گیا، یہاں کوئی خاص ضرورت پیش نظر نہیں، اس لئے بظاہر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے عدمِ جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

نیز تاریخ کے اعتبار سے یہ فتویٰ مؤخر ہے، اس لئے اس کو رجوع پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) "عن عائشه رضی الله تعالیٰ عنها، أنها كانت تلعب بالبنات عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قالت: وكانت تأتيني صواحبي فكنّ ينقمعن من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يسرّ بهنّ إلى .... حدثنا محمد بن بشر كلهم عن هشام بهذا الإسناد، وقال في حديث جرير: كنت ألعب بالبنات في بيته وهنّ اللعب". (الصحيح لمسلم، كتاب فضائل الصحابة رضی الله تعالىٰ عنهم، باب في فضل عائشة رضى الله تعالىٰ عنها: ۲۸۵/۲، قديمى) .... =

دریافت طلب امر یہ ہے کہ گڑیوں کا بنانا اور لڑکیوں کا کھیلنا گڑیوں سے جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گڑیا کیسی تھی؟ کپڑے کی یا لوہے کی، تانبے پیتل مٹی کی اور پھر ان میں ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک وغیرہ اعضاء بھی موجود تھے یا نہیں؟ جب تک مستدِل ان چیزوں کی تحقیق نہ کرے اس وقت تک زمانۂ مروجہ کی گڑیاں بنانے اور فروخت کرنے پر استدلال درست نہ ہوگا۔ تصویر جاندار کی بنانے اور رکھنے سے خواہ کپڑے کی ہو، خواہ کسی اَور شئی کی احادیث میں صریح ممانعت ہے (۱)۔

= عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم تزوّجها وهی بنت سبع سنین وزفّت إلیه، وهی بنت تسع سنین ولعبها معها. ومات عنها، وهی بنت ثمانی عشرة". (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح واستیذان المرأة، الفصل الأول، ص: ۲۷۰، قدیمی)

موجودہ زمانے کی (تصویری) گڑیوں کے جواز پر حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے استدلال کرنا درست نہیں، کیونکہ اس میں کئی احتمالات ہیں، چنانچہ ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ویحتمل أن یکون مخصوصاً من أحادیث النهی عن اتخاذ الصور، لما ذکر من المصلحة، ویحتمل أن یکون قضیة عائشه رضی الله تعالیٰ عنها هذه فی أول الهجرة قبل تحریم الصورة". (مرقاة المفاتیح: ۶/۲۹۴، کتاب النکاح، (رقم الحدیث: ۳۱۲۹)، رشیدیه)

(۱) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أتانی جبریل –علیه السلام– قال: أتیتک البارحة، فلم یمنعنی أن أکون دخلت إلا أنه کان علی الباب تماثیل، وکان فی البیت قرام ستر فیه تماثیل، وکان فی البیت کلب، فمُرْ برأس التمثال الذی علی باب البیت فیقطع فیصیر کهیئة الشجرة، ومُرْ بالستر فیقطع فلیجعل و سادتین منبوذتین توطأن، ومُرْ بالکلب فلیخرج. ففعل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم". رواه الترمذی وأبو داؤد".

"عن سعید بن أبی الحسن قال: کنت عند ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما؛ إذ جاء رجلٌ فقال: یا ابن عباس! إنی رجل إنما معیشتی من صنعة یدی، وإنی أصنع هذه التصاویر. فقال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما: لا أحدّثک إلا ما سمعتُ من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سمعتُه یقول: "من صوّر صورةً، فإن الله معذبه حتی ینفخ فیه الروح، ولیس بنافخ فیها أبداً". فربا الرجل ربوةً شدیدةً=

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازہ پر لٹکے ہوئے پردہ کو تصویر ہی کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناگواری کو دیکھ کر پھاڑ ڈالا تھا(۱)، غالباً مستدل کے سامنے یہ احادیث بھی ہوں گی:

"وكذا بطل بيع مالٍ غير متقوم كالخمر والخنزير، ويدخل فيه فرسٌ أوثورٌ من خزف لاستيناس الصبي؛ لأنه لاقيمة له ولايضمن متلفه". درمنتقی: ۲/ ٥٤(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ربیع الأول/ ۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

= واصفرّ وجهه، فقال: ويحك! إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه روح". رواه البخاري". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۶، باب التصاوير، الفصل الثاني والثالث، قديمي)

"وقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب و لا صورة". المراد بهم الذين ينزلون بالبركة لا الحَفَظة، و عدم دخولهم لزجر صاحب البيت عن اتخاذ الصور، الخ". (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۱/ ۴۱۴، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، دارالكتب العلميه بيروت)

"وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: و سواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ، و سواء كان في ثوب أوبساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها، اهـ". (رد المحتار: ۱/ ۶۴۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/ ۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/ ۴۸، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(۱) "وعنها (عائشة رضي الله تعالىٰ عنها) أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خرج في غزاة، فأخذت نمطاً فسترته على الباب، فلما قدم فرأى النمط، فجذبه حتى هتكه، ثم قال: "إن الله لم يأمرنا أن نكسوا الحجارة والطين". متفق عليه". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۳۸۵، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، قديمي)

(۲) (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر: ۲/ ۵۴، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۵/ ۲۲۶، كتاب البيوع، باب المتفرقات، سعيد)

بچوں کی گڑیا اور کھلونا

سوال [۹۴۹۲]: مسلمانوں کے گھروں میں بچوں کے لئے جو کھلونے ہوتے ہیں ان میں گڑیا وغیرہ اکثر وبیشتر ہوا کرتی ہیں۔ بچے کا ایسے کھلونا کے ساتھ کھلانا کیسا ہے، مسلمانوں کے گھروں میں ان کا رکھنا کیسا ہے؟ مسلمانوں کے ان کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

گڑیا کی یا کسی اَور کھلونے کی شکل وصورت جاندار کی نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں (۱)، جاندار کی صورت بنانا اور گھر میں رکھنا منع ہے (۲)، بچوں کے لئے بھی نہ رکھیں۔ ایسی صورتوں کی تجارت بھی نہ کریں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

---

(۱) "وفي آخر حظر المجتبى: عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ: يجوز بيع اللعبة وأن يلعب بها الصبيان". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: عن أبي يوسف): أي ناقلاً عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ، وظاهره أنه قوله، لارواية عنه، حتى يقال: إن هذا يشعر بضعفه، ونسبته إلى أبي يوسف لاتدل على أن الإمام يخالفه، لاحتمال أن يكون له في المسألة قول، فافهم". (ردالمحتار: ۲۲۶/۵، كتاب البيوع، باب المتفرقات، سعيد)

(ومرقاة المفاتيح: ۲۹۴/۶، تحت رقم الحديث: ۳۱۲۹، رشيديه)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أتاني جبريل -عليه السلام- قال: أتيتك البارحة، فلم يمنعني أن أكون دخلت إلا أنه كان على الباب تماثيل، وكان في البيت قرام ستر فيه تماثيل، وكان في البيت كلب، فمُرْ برأس التمثال الذي على باب البيت فيقطع فيصير كهيئة الشجرة، ومُرْ بالستر فيقطع فليجعل و سادتين منبوذتين توطأن، ومُرْ بالكلب فليخرج. ففعل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". رواه الترمذي وأبو داؤد".

"عن سعيد بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما؛ إذ جاء رجلٌ فقال: يا ابن عباس! إني رجل إنما معيشتي من صنعة يدي، وإني أصنع هذه التصاوير. فقال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: لا أحدّثك إلا ما سمعتُ من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سمعتُه يقول: "من صوّر صورةً، فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح، وليس بنافخ فيها أبداً". فربا الرجل ربوةً شديدةً واصفرّ وجهه، فقال: ويحك! إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه =

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۴/۲۳ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= روح". رواه البخاري". (مشكوة المصابيح، ص: ٣٨٦، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الثاني والثالث، قديمي)

"وقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب و لا صورة". المراد بهم الذين ينزلون بالبركة لا الحَفَظة، و عدم دخولهم لزجر صاحب البيت عن اتخاذ الصور، الخ". (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ١/٤١٤، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، دارالكتب العلميه بيروت)

"وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: و سواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ، و سواء كان في ثوب أوبساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها، اهـ". (رد المحتار: ١/٦٤٧، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، سعيد)

(و كذا في النهر الفائق: ١/٢٨٥، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق: ٢/٤٨، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(٣) "وكذا بطل بيع مالٍ غير متقوم كالخمر والخنزير، ويدخل فيه فرسٌ أوثورٌ من خزف لاستيناس الصبي؛ لأنه لاقيمة له ولايضمن متلفه". (الدرالمنتقى على هامش مجمع الأنهر: ٢/٥٤، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في درالمختار مع ردالمحتار: ٥/٢٢٦، كتاب البيوع، باب المتفرقات، سعيد)

الفصل الثالث فی الملهی والتلفزیون

(سنیما اور ٹی وی کا بیان)

سینما دیکھنا

سوال[۹۴۹۳]: موجودہ زمانہ میں جو سینما وغیرہ نکلے ہیں جس میں انسان وحیوان کی تصویریں بذریعۂ آلاتِ موسیقی دکھلائی جاتی ہیں جس کو بولتی گاتی فلم کہتے ہیں، اس میں پیسہ خرچ کرنا اور اس کو دیکھنا شرعاً کس قسم کا گناہ ہے اور کیا اس پر اصرار کبیرہ ہے اور کیا اس سے کفر لازم آتا ہے؟

سید حبیب الرحمٰن، شہر بمبئی، نمبر: ۸، محلّہ کمائی ٹولہ، پانچویں گلی کی مسجد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سینما وغیرہ تماشوں کو دیکھنا اضاعتِ وقت، لہو ولعب اور گناہ ہے(۱)، اس میں پیسے خرچ کرنا اسراف

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله﴾ (سورة لقمان: ٦)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: "﴿لهو الحديث﴾ علی ما روی عن الحسن: "كل ماشغلك عن عبادة الله تعالیٰ وذكره من السمر والأضاحيك والخرافات والغناء ونحوها......الخ".

(روح المعانی: ۶۷/۲۱، دارإحياء التراث العربی، بيروت)

(وكذا فی تفسير ابن كثير: ۵۸۳/۳، مكتبه دارالفيحاء، دمشق)

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ: "وفی السراج: ودلّت المسألة أن الملاهی كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم، لإنكار المنكر. قال ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه: "صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء النبات". قلت: وفی البزازية: استماع صوت الملاهی كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلوٰة والسلام: "استماع الملاهی معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذبها كفر": أی بالنعمة، فصرفُ الجوارح إلی غيرما خُلق لأجله كفرٌ بالنعمة لاشكرٌ، فالواجب كل الواجب أن يجتنب كی لايسمع، لماروی أنه عليه الصلوٰة والسلام أدخل أصبعه فی أذنه =

....

= عند سماعه". (الدر المختار).

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "ذكر شيخ الإسلام أن كل ذلك مكروه عند علمائنا، واحتجّ بقوله تعالىٰ: ﴿ومن الناس من يشتری لهو الحديث﴾ الآية، جآء فی التفسير: أن المراد الغناء .... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء ....والحاصل: أنه لارخصة فی السماع فی زماننا". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۴۹/۶، سعيد)

(وكذافی الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۴۸۲/۵، سعيد)

(وكذا فی الهداية، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۱۶۲/۳،، مكتبه شركت علميه،ملتان)

(وكذا فی فتح القدير، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۴۱۰/۷، مصطفىٰ البابی الحلبی مصر)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو: ۳۵۴/۵،رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل فی الأكل والشرب: ۳۴۶/۸، رشيديه)

"عن جابر رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء الزرع". رواه البيهقی فی شعب الإيمان". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، ص: ۴۱۱، قديمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "الغناء" -بكسر الغين، ممدوداً: أی التغنی- "ينبت النفاق فی القلب كماينبت الماء الزرع". يعنی الغناء سبب النفاق ومؤدٍ إليه، فأصله وشعبته، كما قال .... وفی شرح السنة: قيل: الغناء رقية الزنا.......... وقال النووی فی الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه، وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة. والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربی الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذاسماعه حرام .... وأطنب فی دلائل تحريمه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث: ۵۵۷/۸، ۵۵۸، (رقم الحديث: ۴۸۱۰)، رشيديه) .... =

ہے جو کہ بنصِ قطعی ممنوع ہے: ﴿و لا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾(۱) و فی مقام اٰخر: ﴿إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين، وكان الشيطان لربه كفوراً﴾(۲)۔ توبہ نہ کرنے سے اصرار علی الکبیرہ ہوجاوے گا(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود گنگوہی، ۲۳/۶/۵۳ھ۔

جواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= "وكره كل لهو، لقوله عليه الصلاة والسلام: "كل لهو المسلم حرام إلاثلاثة". (الدرالمختار).

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وكره كل لهو): أى كل لعب وعبث، فالثلاثة بمعنى واحد كما فى شرح التاويلات، والإطلاق شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسحرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلهامكروهة؛ لأنها زىّ الكفار،واستماع ضرب الدف والمزمار وغيرذلک حرام". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۳۹۵/۶، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، البا ب السابع عشرفى الغناء واللهو: ۳۵۴/۵،رشيديه)

(وكذا فى الهداية، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة:۴۷۵/۴، شركت علميه ملتان)

(وكذا فى فتح القدير والعناية على هامش فتح القدير: ۶۴/۱۰، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

(۱) (سورة الأعراف : ۳۱)

(۲) (سورة الإسراء: ۲۷)

(۳) "ونرد شهادته بتأخيره: أى سنينا؛ لأن تأخيره صغيرةٌ، و بارتكابه مرةً لا يفسق إلا بالإصرار، بحر". (الدرالمختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عليه: "(قوله: إلا بالإصرار): أى لكن بالإصرار، فهو استثناء منقطع، لعدم دخول الإصرار تحت المرة. ثم لا يخفى أنه لا يلزم من عدم الفسق عدم الإثم، فإنه يأثم و لو بمرة .... ومقتضاه أنه غير مقدر بعدد بل مفوض إلى الرأى والعرف، والظاهر أنه بمرتين لا يكون إصراراً". (ردالمحتار: ۴۵۷/۲، كتاب الحج، مطلب فيمن حج بمال حرام، سعيد)

(وكذا فى النهر الفائق: ۵۴/۲، كتاب الحج، قديمى)

(وكذا فى البحر الرائق: ۵۴۳/۲، كتاب الحج، رشيديه)

سینما تھیٹر دیکھنا

سوال[۹۴۹۴]: مسلمان مرد وعورتوں کا سینما، ٹاکیز، تھیٹر تماشا میں جانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے:"الملاهی کلها حرام حتی التغنی بضرب القضیب، اهـ". هدایه(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/صفر/۱۳۵۹ھ۔

سینما، تصویر، فوٹو

سوال [۹۴۹۵]: ا......عمر سینما کا شائق ہے، اس بہانہ سے جاتا ہے کہ اس سے نصیحت آمیز باتیں حاصل ہوتی ہیں۔ کیا کسی صورت میں سینما جانا درست ہوسکتا ہے؟

---

(۱) (الهدایة: ۴/۴۵۵، کتاب الکراهیة، فصل فی الأکل والشرب، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

"لأن محمداً رحمه الله تعالیٰ علیه أطلق اسم اللعب والغناء بقوله: فوجد ثمة اللعب والغناء. فاللعب وهو اللهو حرام، کذا فی العنایة. وهذا القدر من التعلیل کاف فی بیان دلالة المسئلة علی أن الملاهی کلها حرام، هو الصحیح المختار عندی. وقد زاد جمهور الشراح علی ذلک کلاماً آخر حیث قالوا: فاللعب وهو اللهو حرام بالنص، قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لهو المؤمن باطل إلا فی ثلاث: تادیبه فرسه". وفی روایة: وملا عبته بفرسه ورمیه عن قوسه وملا عبته مع أهله". (فتح القدیر: ۱۰/۱۴، ۱۵، کتاب الکراهیة، فصل فی الأکل والشرب، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۳۴۹، کتاب الحظر والإباحة، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: ۵/۴۸۲، کتاب الشهادة، باب القبول و عدمه، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۲/۵۵۰، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(وکذا فی العنایة علی هامش فتح القدیر: ۱۰/۱۴، کتاب الکراهیة، فصل فی الأکل والشرب، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

تصویر اور فوٹو میں فرق

سوال[۹۴۹۶]: ۲..... تصویر اور فوٹو میں کچھ فرق ہے یا نہیں، فوٹو رکھنا شرعاً کیسا ہے؟ جواب مفصل اور کتب معتبرہ سے ہونا ضروری ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... کیا عمر کو نصیحت آمیز باتیں اہلِ صلاح کی مجلس میں کہیں میسر نہیں آتیں کہ اس لہو ولعب اور خلافِ شرع مجلس میں جاتا ہے، یہ سب حیلہ اور کیدِ نفس ہے، ایسی جگہ جانا شرعاً ہرگز جائز نہیں (۱)۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله﴾ (سورة لقمان: ۲)

قال العلامة الآلوسى رحمه الله تعالىٰ: "﴿لهو الحديث﴾ على ما روى عن الحسن: "كل ماشغلك عن عبادة الله تعالىٰ وذكره من السمر والأضاحيك والخرافات والغناء ونحوها......الخ".

(روح المعاني: ۲۱/۶۷، (سورة لقمان: ۲) دارإحياء التراث العربى، بيروت)

(وكذا فى تفسير ابن كثير: ۳/۵۸۳، مكتبة دار الفيحاء، دمشق)

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ: "وفى السراج: ودلّت المسألة أن الملاهى كلهاحرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم، لإنكار المنكر. قال ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه: "صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء النبات". قلت: وفى البزازية: استماع صوت الملاهى كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلوٰة والسلام: "استماع الملاهى معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذبها كفر": أى بالنعمة، فصرفُ الجوارح إلى غيرماخُلق لأجله كفرٌ بالنعمة لاشكرٌ، فالواجب كل الواجب أن يجتنب كى لايسمع، لماروى أنه عليه الصلوٰة والسلام أدخل أصبعه فى أذنه عند سماعه". (الدرالمختار).

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "ذكر شيخ الإسلام أن كل ذلك مكروه عند علمائنا، واحتجّ بقوله تعالىٰ: ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث﴾ الآية، جآء فى التفسير: أن المراد الغناء ...... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء .... والحاصل: أنه لارخصة فى السماع فى زماننا". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۹، سعيد)

(وكذافى الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۵/۴۸۲، سعيد)

(وكذا فى الهداية، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۳/۱۶۲، مكتبه شركت علميه ملتان) =

۲.....حکم کے اعتبار سے ہر دو میں کچھ فرق نہیں، فوٹو بالکل تصویر کے حکم میں ہے، حیوان کا فوٹو رکھنا شرعاً ناجائز ہے:

"عن أبی طلحة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "لاتدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولاتصاویر، اھ". بخاری شریف(۱)۔

بے جان درخت وغیرہ کا فوٹو رکھنا درست ہے:

"قال العلماء: تصویر صورة الحیوان حرامٌ شدید التحریم، وهو من الکبائر؛ لأنه متوعّد علیه بهذا الوعید الشدید (أی "أشد الناس عذاباً عند اللہ المصورون") وسواء صنعه لما یمتهن،

= (وکذا فی فتح القدیر، کتاب الشهادة، باب من یقبل شهادته ومن لا یقبل: ۷/۴۱۰، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو: ۵/۳۵۴،رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی الأکل والشرب: ۸/۳۴۶، رشیدیه)

"عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع". رواه البیهقی فی شعب الإیمان". (مشکوٰة المصابیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث، ص: ۴۱۱، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمه اللہ تعالیٰ: "الغناء" –بکسر الغین، ممدوداً: أی التغنی– "ینبت النفاق فی القلب کماینبت الماء الزرع". یعنی الغناء سبب النفاق ومؤدٍ إلیه، فأصله وشعبته، کما قال .... وفی شرح السنة: قیل: الغناء رقیة الزنا.......... وقال النووی فی الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مکروه، وسماعه مکروه. وإن کان سماعه من الأجنبیة، کان أشد کراهة. والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربی الخمر کالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وکذاسماعه حرام .... وأطنب فی دلائل تحریمه". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث: ۸/۵۵۷،۵۵۸، (رقم الحدیث: ۴۸۱۰)، رشیدیه)

(۱) (صحیح البخاری: ۲/۸۸۰، کتاب اللباس،باب التصاویر، قدیمی)

(وکذا فی ردالمحتار: ۱/۶۴۷،مطلب اذاتردد الحکم بین سنة وبدعة، سعید)

(وأیضاً راجع عنوان "تصاویر برکت کے لئے گھر میں رکھنا")

أم لغيره، فصنعه حرام بكل حال، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أوفلس أو إناء أوحائط أو غيرها، فأما تصوير ماليس فيه صورة الحيوان، فليس بحرام، اه". فتح الباری: ۱/۳۱۵(۱)۔

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے تصویر اور فوٹو کے احکام میں ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، اس میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

قسم قسم کی فلم دیکھنا

سوال [۹۴۹۷]: ۱......فلم ''خانۂ خدا'' دیکھنا کیسا ہے؟

۲......موجودہ دور کی فلمیں دیکھنا کیسا ہے؟

۳...... جنگ کی فلمیں دیکھنا کیسا ہے؟

۴......تبلیغی فلم (جس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو) دیکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

۱-۴......ناچ گانا شرعاً ناجائز ہے، اس کا دیکھنا اور سننا بھی ناجائز ہے اگرچہ وہ فلم ہی کے ذریعہ ہو، دینی عبادت کو تماشہ بنانا تو اَور بھی خطرناک ہے۔فلم تو خود مستقل لغو تماشا ہے، اس میں اَور لوگوں کو ملایا جائے تو مجموعۂ لغویات ہوگا(۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۹ھ۔

---

(۱) (فتح الباری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، (رقم الحدیث: ۵۹۵۰): ۱۰/۴۷۰، قدیمی)

(۲) (تصویر کے شرعی احکام، ادارۃ المعارف کراچی)

(۳) "ودلّت المسألة أن الملاهی کلها حرام، ویدخل علیهم بلا إذنهم لإنکار المنکر. قال ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه: صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کماینبت الماء النبات". (الدرالمختار).

وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: ودلت المسألة، الخ)؛ لأن محمداً رحمه الله =

متبعِ شریعت کو سینما دیکھنا

سوال [۹۴۹۸]: نیک کام میں حصہ لیتا ہے، لیکن سینما دیکھتا ہے۔ اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز پڑھنا اور ہر نیک کام میں حصہ لینا عین سعادت ہے، سینما دیکھنا گناہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۵/۶۶ھ۔

= تعالیٰ أطلق اسم اللعب والغناء، فاللعب وهو اللهو حرام بالنص، قال عليه الصلوٰة والسلام: "لهو المؤمن باطل إلا في ثلاث .... اهـ". وكذاقول الإمام "ابتُليت" دليل على أنه حرام، إتقاني. وفيه كلام لابن الكمال، فيه كلام، فراجعه متأملاً". (ردالمحتار: ۶/۳۴۸، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

"وكره كل لهو، لقوله عليه الصلاة والسلام: "كل لهو المسلم حرام إلاثلاثة". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وكره كل لهو): أي كل لعب وعبث، فالثلاثة بمعنى واحد، كما في شرح التاويلات. والإطلاق شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زيّ الكفار. واستماع ضرب الدف والمزمار وغيرذلك حرام. وإن سمع بغتةً، يكون معذوراً، ويجب أن يجتهدأن لايسمع". (ردالمحتار: ۶/۳۹۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۴/۴۷۵، كتاب الكراهية، مسائل متفرقه، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۵۴، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو، رشيديه)

(۱) "ودل قوله: "ابتُليت" على حرمة كل الملاهي حتىٰ التغني بضرب القضيب؛ لأن الابتلاء إنما يكون بالمحرم". (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲/۵۵۰، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

سینما میں معجزۂ شق القمر اور اس کی توجیہ

استفتاء [۹۴۹۹]: زید کہتا ہے کہ اگر سینما کے تماشہ میں معجزۂ شق القمر کی تصویر دکھلائی جاتی ہے اور نعت، غزلیں پڑھی جاتی ہیں تو ﴿إن الحسنات یذھبن السیئات﴾(۱) کے ارشادِ خداوندی کے مطابق معصیت کا زور ہلکا ہوتا ہے، اس لئے وہ دلیلیں پیش کرتا ہے: اولاً یہ کہ نعت وغزل اور معجزۂ شق القمر کی تصویر عوام کے حق میں علمی گہری تبلیغی قیمت رکھتی ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ نفس کی خرابیاں جب انسان کا منہ کالا کرنے پر ہی آمادہ ہی کریں تو صریح حرام کاری کے مقابلے میں تو متعہ کی گنجائش بہر حال ہے ہی۔

اس کے جواب میں عمر کہتا ہے کہ یہ استدلال غلط ہے۔ کیونکہ سینما کے تماشہ میں نعت غزل پڑھنے یا معجزۂ شق القمر کی تصویر دکھانے سے معصیت کی شدت کم نہیں ہوتی، بلکہ اور زائد ہو جاتی ہے، کیونکہ اس سے احکامِ شرعیہ کا استخفاف لازم آتا ہے، اس کی صورت بالکل وہی ہو جاتی ہے جو قرآن پاک کو ساز اور دف پر گا کر پڑھنے سے ہو سکتی ہے اور جس کے متعلق فقہائے کرام نے متفقہ طور پر حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے، پس زید وعمر کے مذکورہ بالا اقوال میں سے کس کا قول شرعاً صحیح اور کس کا غلط ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا قول غلط اور عمر کا قول صحیح ہے، ایسے موقع میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت پڑھنا سوئے ادب اور خلافِ احترام ہے:

"وفي الخلاصة: من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب، يكفر. قلت: ويقرب منه ضرب الدف والقضيب مع ذكر الله تعالىٰ ونعت المصطفى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وكذا التصفيق على الذكر، اهـ". شرح فقه أكبر، ص: ۲۰۵(۲)۔

---

(۱) (سورة هود: ۱۱۴)

(۲) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۶۷، فصل في القرأة والصلوة، قديمي)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۶/۴۲۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، التاسع فيما يقال في القرآن والأذكار والصلاة: ۶/۳۳۸، رشيديه) .... =

اسی طرح معجزۂ شق القمر وغیرہ کی تصویر دکھانا، یہ بھی گستاخی اور معجزہ کا استہزاء اور استخفاف ہے، جس کی شرعاً ہرگز اجازت نہیں (۱)۔ آیت: ﴿إن الحسنات يذهبن السيئات﴾ (۲) سے استدلال بے محل اور علیحدہ ہے، اس آیت پر غور کیا جائے تو حسنات کی ترغیب ہے، نہ کہ سیئات کی اجازت ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ رجب/ ۶۲ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، ناظم مظاہر علوم، ۲/ رجب/ ۶۲ھ۔

سینما کے جواز پر واقعۂ موسیٰ علیہ السلام سے استدلال

استفتاء [۹۵۰۰]: زید سینما کا تماشہ دیکھنے جاتا ہے اور اس کے جواز میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ یوم الزینت سے استدلال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر اس جاہل میلے میں صرف جاتے ہی نہیں، بلکہ لوگوں کو بلا کر لے جاتے ہیں اور الٹے ساحروں سے فرمائش کرتے ہیں: ﴿قالوا ياموسىٰ إما تلقي وإما أن نكون أول من ألقى﴾ (٤)۔ اور وہ میلہ ہی کیا جس میں سحر کا مظاہرہ ہو رہا ہو اور وہ بھی پیغمبرِ وقت کے ایماء سے! انتہیٰ کلام زید۔

غرض قرآن کریم کی ان آیات سے زید نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ جس طرح یوم الزینت کے موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غرض صحیح اور مصلحت بنی مظاہرہ باطل پر صرف صورۃً تھی حقیقۃً مقصود اس باطل کا روکنا تھا، اس

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع: ١/٦٩٣، دار إحيا التراث العربي، بيروت)

(١) "والاستهزاء بشيء من الشرائع كفرٌ، ابن كمال". (الدرالمختار، كتاب الشهادة، باب القبول وعدمه: ٥/٤٧٤، سعيد)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر، قبيل فصل في الكفر صريحاً وكنايةً، ص: ١٧٦، قديمي)

(٢) (سورة هود: ١١٤)

(٣) قال ابن كثير: "يا معاذ! اتبع السيئة الحسنة تمحها، وخَالِقِ الناس بخلق حسن". (تفسير ابن كثير: ٢/٦٠٩، مكتبه دارالفيحاء دمشق)

(٤) (سورة طه: ٦٥)

لئے سینما کا دیکھنا بھی جائز ہوسکتا ہے۔ لیکن جب زید سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آج سینما دیکھنے کے بعد کون سی اعجاز موسیٰ علیہ السلام سے اس فن کو توڑا جاسکتا ہے؟ تو وہ جواب میں صرف یہ کہتا ہے کہ اگر کسی سینما میں نعت، غزل گائے جائیں، یا معجزۂ شق القمر کی تصویریں دکھادی جائیں وغیرہ—من قبل ذلك- تو یہ باتیں عوام کے حق میں بہت بڑی تبلیغی قیمت رکھتی ہیں اور اس طرح سحرِ سامری کسی درجے میں اعجاز موسیٰ کے تابع ہوجاتا ہے اور سینما سے کچھ نہ کچھ اصلاح وتبلیغ کا کام سرانجام پاجاتا ہے۔

اس کے جواب میں عمر کہتا ہے کہ قیاس مع الفارق ہے اور غلط ہے، سینما کے تماشہ دیکھنے کو یوم الزینت، سحر شکنی سے کوئی ربط نہیں ہوسکتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام یوم الزینت میں تماشہ دیکھنے نہ گئے تھے، بلکہ حکمِ خداوندی سے ابطالِ سحر کرنے گئے تھے۔ نیز یوم الزینت کا موقع تماشہ کے رنگ اور سحروں کا نظارہ کرنے اور یا ساحروں کا سحر دیکھنے کے لئے مقرر نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ اس دن ان اطراف واکناف سے لوگ جمع ہوتے تھے، اس لئے سب کے سامنے علی رؤس الاشہاد اِحقاقِ حق وابطالِ باطل مطلوب تھا۔ مزید عمر کہتا ہے کہ سینما کے تماشہ میں نامحرم عورتیں نیم عریاں ہوکر نامحرم مَردوں سے اختلاط کرتی ہیں اور سینکڑوں بیہودگی ہوتی ہیں۔

نعت اور غزلوں کا گانا گایا جانا خود شریعت کا استخفاف ہونے کی بناء پر حرام ہے، علی ہذا القیاس اس قسم کے فحش مجمع میں معجزۂ شق القمر، اسی قبیل کی دوسری تصویریں دکھایا جانا ایک مستقل معصیت ہے، اس لئے یہ چیزیں اصلاح وتبلیغ کے ذیل میں نہیں آسکتیں، بلکہ سنگین معاصی ہیں جن کو حتی الامکان روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے، نہ کہ ان کی حوصلہ افزائی کرنی۔ ان دونوں میں کس کا قول صحیح اور کس کا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا قول سراسر غلط ہے اور خلافِ شرع ہے اور قیاس مع الفارق ہے، وہاں یوم الزینت (۱) کے اجتماع کو ذریعہ بنایا گیا اِحقاقِ حق اور ابطال باطل کے لئے اور اصل مقصودِ بوحیِ الٰہی احقاق حق ابطال باطل علی

---

(۱) ''یوم الزینت'' سے مراد ہے، قول باری تعالیٰ: ﴿قال موعدکم یوم الزینة وأن یحشر الناس ضحیً﴾ (سورة طه: ۵۹)

رؤس الاشہاد تھا(۱) اور یہاں نعت غزلوں اور معجزۂ شق القمر کی تصویروں کو بغرضِ حسنِ نیت اور تبلیغ ذریعہ بنایا جاتا ہے ارتکابِ محرمات واشاعتِ فواحش کا، یعنی جن لوگوں کو سینما سے طبعی نفرت ہے وہ لوگ ویسے تو ارتکابِ محرمات وحرامات کے لئے آمادہ نہیں ہوتے اور اپنا عزیز وقت اور مال ضائع کر کے اخوان الشیاطین کی فہرست میں نام درج نہیں کراتے، ان کے لئے شیطان نے یہ جال بنایا ہے کہ ایسے لوگ معجزہ دیکھنے اور نعت غزلیں سننے کے لئے آسکتے ہیں اور مقصود ہے ''فواحش ومحرمات کا ارتکاب''۔

جو لوگ نعت، غزلیں سینما میں پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں، نیز معجزات کی تصاویر دیکھتے اور یا دکھلاتے ہیں ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس قدر محبت اور تعلق ہے جس کی بناء پر وہ ایسا کرتے ہیں (۲) اس کا اندازہ ان کے شب وروز کے افعال: معاملات، وضع وقطع سے ہوسکتا ہے کہ کس قدر سنت کا اتباع کرتے ہیں اور حرام کاموں سے بچتے ہیں، یا ایسا دیکھنے کے بعد کتنے لوگوں کی حالت سنت کے مطابق ہوگئی؟

قاعدہ ہے کہ حصولِ مقصد کے بعد ذریعہ کی ضرورت نہیں رہتی (۳) جیسا کہ احقاقِ حق وابطالِ باطل کے بعد یوم الزینت کی ضرورت نہیں رہی تھی اور ساحروں کی سحر کاری باطل ہونے کے بعد عصاء کو ثعبان کی

---

(۱) "وإنما واعدهم ذلک اليوم؛ ليكون علو كلمة الله، وظهور دينه، وكبت الكافر، وزهوق الباطل على رؤوس الأشهاد". (تفسير القرطبي، الجز الحادى عشر: ۱۴۹/۶، (سورة طه: ۵۹)، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) مجالسِ فسق میں تلاوت اور نعت وغیرہ پڑھنا جائز نہیں ہے:

"والمجلس الذى اجتمعوا فيه للغناء والرقص لايُقرأ فيه القرآن كما لايقرأ فى البِيَع والكنائس؛ لأنه مجمع الشيطان". (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيريه: ۳۳۸/۶، التاسع فيما يقال فى القرآن، رشيديه)

(وكذا فى مجمع الأنهر: ۵۵۱/۲، كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات دارإحياء التراث العربى، بيروت)

(۳) "الضرورات تقدر بقدرها" فلا يأكل من الميتة إلا قدرسد الرمق. من ثم اليمين الكاذبة لاتباح للضرورة، إنما يباح التورية والتعريض". (قواعد الفقه، (رقم القاعدة: ۱۷۱)، ص: ۸۹، الصدف پبلشرز كراچى)

صورت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہی تو اتنے زمانہ سے سینما میں نعت، غزلیں پڑھی جارہی ہیں تو کتنے لوگوں کی حالت مطابقِ شریعت ہوگئی اور کتنے لوگوں نے ان فواحش ومحرمات کو ترک کیا؟ جس کو ذریعہ بنایا گیا تھا تبلیغ اور اتباعِ سنت کا اور اس نصب العین کے ماتحت کیا آج تک کسی سینما کے ملازموں کی حالت درست ہوئی ہے؟ اور انہوں نے ملازمت ترک کی، یا سینما کو بند کردیا گیا؟ کچھ نہیں، سب حیلہ ہے، بہانۂ شیطانی مکروفریب ہے، نفس کا دھوکہ ہے اور نہایت خطرناک ہے:

"عن أبی بكر الصديق رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إن إبليس قال: أهلكتهم بالذنوب، فأهلكونی بالاستغفار، فلما رأيت ذلك أهلكتُهم بالأهواء، فهم يحسبون أنهم يُحسنون صنعاً، فلا يستغفرون". رواه ابن أبی عاصم وغيره، اهـ". ترغيب وترهيب: ۱/۲۵(۱)۔

"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں کے ذریعہ ہلاک کیا تو انہوں مجھے استغفار کے ذریعہ ہلاک کردیا، یعنی توبہ کرکے گناہ معاف کرالئے اور میری کوشش بے کار گئی۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے خواہشِ نفسانی کے ذریعہ ہلاک کیا، پس خیال کرتے ہیں کہ ہم ٹھیک راستے پر ہیں اس لئے توبہ ہی نہیں کرتے"۔

جو شخص گناہ کو گناہ خیال کرتے ہیں اس کے متعلق توقع ہے کہ توبہ کرے اور راہ راست پر آجائے، لیکن جو شخص گناہ کو جائز اور ثواب جان کر کرے اس کی حالت زیادہ خطرناک ہے، اس لئے توبہ کی بھی توقع نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ رجب/ ۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ رجب/ ۶۲ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، ناظم مظاہر علوم، ۲/ رجب/ ۶۲ھ۔

---

(۱) (لم أعثر عليه)

(۲) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "كل أمتی =

نیک نیت سے سینما دیکھنا اور اس کا اعلان کرنا

سوال [۹۵۰۱]: زید علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ میں کبھی کبھی لمبے وقفوں کے بعد سینما جو تھیٹر یا ناٹک کی قسم کا ایک تماشہ ہے(۱)، جس میں گانا، بجانا، ناچ، رنگ، مرد وعورت کا اختلاط اور کھلے چہروں اور ننگے بازؤوں کی نمائش ہوتی ہے، دیکھتا اور فسق کا ارتکاب عمداً کر دیا کرتا ہوں اور اللہ سے امید ہے کہ میری نیت پر نظر کرکے اس باب میں مواخذہ نہ فرمائے گا۔ پس زید کا یہ کہنا یعنی قول صحیح ہے؟

الف: حسنِ نیت کی بناء پر وہ مواخذۂ اُخروی سے بچ جائے گا، یا معصیت کا ضرر کم ہو جائے گا؟

ب: کیا معصیت کرنے کے بعد زید کا علی الاعلان اظہارِ معصیت، معصیت کے ضرر کو ہلکا کرتا ہے، یا زیادہ، ازروئے شریعت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سینما دیکھنا شرعاً ناجائز ہے، اس عدمِ جواز کی چند وجوہ ہیں: گانا، بجانا، ناچ، رنگ (۲)، مَرد وعورت

= معافى إلا المجاهرون". (مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الأول، ص: ۴۱۴، قديمى)

"إلا المجاهرون"......هو مستثنى من قوله: "معافى" وهو فى معنى النفى: أى كل أمتى لاذنب عليهم إلا المجاهرون .... قال الطيبى: والأظهر أن يقال: كل أمتى يتركون عن الغيبة إلا المجاهرون .... والمجاهرون هم الذين جاهروا لمعاصيهم وأظهروها ....كل لايؤاخذون، أولا يعاقبون عقاباً شديداً إلاالمجاهرون". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الحفظ اللسان والغيبة والشتم: ۵۷۵/۸، (رقم الحديث: ۴۸۳۱)، رشيديه)

(۱) "ناٹک: ناچنے والا، رقاص، تماشا کرنے والا، کھیل، ڈرامہ"۔ (فيروز اللغات، ص: ۱۳۳۹، فيروز سنز، لاهور)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله﴾ (سورة لقمان: ۶)

قال العلامة الآلوسى رحمه الله تعالىٰ: "﴿لهو الحديث﴾ على ما روى عن الحسن: "كل ماشغلك عن عبادة الله تعالىٰ وذكره من السمر والأضاحيك والخرافات والغناء ونحوها......الخ".

(روح المعانى، (سورة لقمان: ۶): ۶۷/۲۱، دارإحياء التراث العربى، بيروت) .... =

....

= (وکذا فی تفسیر ابن کثیر، (سورة لقمان: ٦): ۳/۵۸۳، مکتبہ دارالفیحاء، دمشق)

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: "وفی السراج: ودلّت المسألة أن الملاهی کلهاحرام، ویدخل علیهم بلا إذنهم، لإنکار المنکر. قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: "صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات". قلت: وفی البزازیة: استماع صوت الملاهی کضرب قصبٍ ونحوه حرام؛ لقوله علیہ الصلوٰۃ والسلام: "استماع الملاهی معصیة، والجلوس علیها فسق، والتلذذبها کفر": أی بالنعمة، فصرفُ الجوارح إلی غیرماخُلق لأجله کفرٌ بالنعمة لاشکرٌ، فالواجب کل الواجب أن یجتنب کی لایسمع، لماروی أنه علیہ الصلوٰۃ والسلام أدخل أصبعه فی أذنه عند سماعه". (الدرالمختار).

قال العلامة الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: "ذکر شیخ الإسلام أن کل ذلک مکروه عند علمائنا، واحتجّ بقوله تعالیٰ: ﴿ومن الناس من یشتری لهو الحدیث﴾ الآیة، جآء فی التفسیر: أن المراد الغناء .... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء ....والحاصل: أنه لارخصة فی السماع فی زماننا".

(ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة: ٦/٣٤٩، سعید)

(وکذافی الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۵/۴۸۲، سعید)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الشهادة، باب من یقبل شهادته ومن لا یقبل: ۳/۱۶۲، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب الشهادة، باب من یقبل شهادته ومن لا یقبل: ۷/۴۱۰، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو: ۵/۳۵۲، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی الأکل والشرب: ۸/۳۴۶، رشیدیہ)

"عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع". رواه البیهقی فی شعب الإیمان". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث: ۲/۴۱۱، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: "الغناء" -بکسرالغین، ممدوداً: أی التغنی- "ینبت =

کا اختلاط، کھلے چہروں اور ننگے بازؤوں کی نمائش(۱)، لہوولعب(۲)، اضاعتِ وقت ومال(۳)، ان سب پر

= النفاق فی القلب کماینبت الماء الزرع". یعنی الغناء سبب النفاق ومؤدٍ إلیه، فأصله وشعبته، کما قال .... وفی شرح السنة: قیل: الغناء رقیة الزنا......... وقال النووی فی الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مکروه، وسماعه مکروه. وإن کان سماعه من الأجنبیة، کان أشد کراهة. والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربی الخمر کالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وکذاسماعه حرام .... وأطنب فی دلائل تحریمه". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث: ۸/۵۵۷،۵۵۸، (رقم الحدیث: ۴۸۱۰)، رشیدیه)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یا أیها النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن عن جلابیبهن﴾ (سورة الأحزاب: ۲۲)

"عن عقبة بن عامر أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إیاکم والدخول علی النساء". فقال رجل من الأنصار: یارسول الله! أفریت الحمو؟ قال: "الحمو الموت". (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب: لایخلون رجل بامرأة: ۲/۷۸۷، قدیمی)

"الخلوة بالأجنبیة حرام". (الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس: ۶/۳۶۸، سعید)

(۲) "وکره کل لهو، لقوله علیه الصلاة والسلام: "کل لهو المسلم حرام إلاثلاثة". (الدرالمختار).

قال ابن عابدین: "(قوله: وکره کل لهو): أی کل لعب وعبث، فالثلاثة بمعنی واحد کما فی شرح التاویلات، والإطلاق شامل لنفس الفعل، واستماعه کالرقص والسخریة والتصفیق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها کلهامکروهة؛ لأنها زیّ الکفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغیرذلک حرام". (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۳۹۵، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشرفی الغناء واللهو: ۵/۳۵۴، رشیدیه)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الکراهیة، مسائل متفرقة: ۴/۴۷۵، شرکت علمیه ملتان)

(وکذا فی فتح القدیر والعنایة علی هامش فتح القدیر: ۱۰/۶۴، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿ولاتسرفوا إنه لایحب المسرفین﴾ (سورة الأعراف: ۳۱) .... =

طرف، اس پر علی الاعلان اظہار! ان میں ہر وجہ عدمِ جواز کے لئے مستقل ہے، کتب فقہ میں ہر ایک کی ممانعت بصراحت موجود ہے۔ حسنِ نیت کو ظاہر نہیں کیا کہ وہ کیا ہے، جو نیت خلافِ شرع ہو وہ ہرگز قابلِ قبول نہیں (۱)، اگر اچھی نیت ہے تو اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے، لیکن شریعت ظاہر پر حکم لگائے گی (۲)، لہٰذا اس مخفی حسنِ نیت کی وجہ سے ان محرمات کی شرعاً اجازت نہیں ہوسکتی، اظہارِ معصیت مستقل معصیت اور ممنوع ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

فلم حج

سوال [۹۵۰۲]: فلم "خانۂ خدا" دیکھنا کیسا ہے کہ اس میں تمام حج کے مقامات اور ارکانِ حج کرتے دکھلاتے ہیں اور کچھ مسلم نمائندوں نے اس کی تائید میں بیانات بھی دیئے ہیں۔ کیا قرآن وحدیث شریف کی روشنی میں یہ بیانات صحیح ہیں اور اس فلم کو دیکھنا درست ہے؟

= قال العلامة الجصاص: "والإسراف هو مجاوزة حد الاستواء، فتارةً يكون بمجاوزة الحلال إلى الحرام". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/ ۵۱، مطلب: فى ستر العورة فى الصلاة، قديمى)

وقال الله تعالىٰ: ﴿إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين، وكان الشيطٰن لربه كفوراً﴾ الآية (سورة الإسراء: ۲۷)

"قيل: فيه وجهان: أحدهما: أنهم إخوانهم باتباعهم آثارَهم وجريهم على سننهم. والثانى، أنهم يقرنون بالشياطين فى النار". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۲۹۳، قديمى)

(وكذا فى روح المعانى: ۱۵/ ۶۳، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(۱) "أن ترك المنهى عنه لايحتاج إلى نية للخروج عن عهدة النهى". (الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الأولىٰ، لاثواب إلا بالنية، ص: ۳۰، قديمى)

(۲) "(قوله: ظاهراً فقط): أى ينفذ ظاهراً لاباطناً؛ لأن شهادة الزور حجة ظاهراً لاباطناً، فيفنذ القضاء". (ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب فى القضاء بشهادة الزور: ۵/۴۰۶، سعيد)

(۳) "وفى الطريقة المعينية: لااستحالة فى جعل المعصية سبباً للعبادة التى حكمها أن تكفر المعصية وتذهب السيئة .... وإنما المحال أن تجعل سبباً للعبادة الموصلة إلى الجنة اهـ". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكفارة، مطلب لااستحالة فى جعل المعصية سببا للعبادة: ۳/۴۷۲، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سب جانتے ہیں کہ ''فلم'' لہو ولعب اور بے کار لوگوں کے لئے آلۂ تفریح ہے، جن پانچ ارکان پر اسلام کی بنیاد ہے حج ان میں عظیم الشان رکن اور شعائرِ اسلام میں سے ہے، دینِ اسلام کے اتنے بڑے رکن کو آلۂ تفریح بنانا تعلیماتِ اسلام کے سخت خلاف ہے، جو لوگ آیتِ قرآنیہ سے تفریح کیا کرتے ہیں، ان کی سخت مذمت قرآن پاک میں آئی ہے اور ممانعت کی گئی ہے: ﴿لاتتخذوا ايات الله هزواً﴾ الآيه(۱)۔

شرح فقہ اکبر میں ہے کہ ''اگر تفریح کے لئے ایک شخص واعظ بن کر ممبر پر بیٹھ کر وعظ کی نقل کرے اور سب بیٹھے سنتے رہیں، یا ایک شخص کو عالم بنا کر بٹھایا اور لوگ آ آ کر اس سے مسائل دریافت کریں اور وہ جوابات دیتا رہے اور یہ سب تفریح کے طور پر ہو، ان کا ایمان سلامت نہیں رہے گا'' (۲)۔

یہ اس وقت ہے جبکہ اس میں اور خرافات نہ ہوتی ہو، ورنہ شناعت وقباحت میں اَور اضافہ ہوگا، ایسی فلم سے بالکل اجتناب کیا جائے۔ حق تعالیٰ ان تمام بندوں کو توفیق دے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے سچے دل سے توبہ کریں اور اپنی توبہ کا اعلان بھی شائع کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، معین مفتی مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۱۰/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۱۰/ ۸۷ھ۔

---

(۱) (سورة البقره: ۲۳۱)

(۲) ''من جلس على مكان مرتفع، والناس حوله يسألون منه بطريق الاستهزاء، ثم يضربونه بالوسائد: أى مثلاً، وهم يضحكون، كفروا جميعاً: أى لاستخفافهم بالشرع. وكذا لولم يجلس على المكان المرتفع. ونقل عن الأستاذ نجم الدين الكندى بسمر قند: أن من تشبه بالمعلم على وجه السخرية وأخذ الخشبة وضرب الصبيان، كفر، يعنى لأن معلم القرآن من جملة علماء الشريعة، فالاستهزاء به وبمعلمه يكون كفراً''. (شرح الفقه الأكبر للملاعلى قارى، ص: ۱۷۳، فصل فى العلم والعلماء، قديمى)

(وكذا فى فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۳۷/۶، كتاب السير، الثامن فى الاستخفاف بالعلم، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۷۰/۲، كتاب السير، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، مطلب: ومنها مايتعلق بالعلم والعلماء، رشيديه)

ٹیلی ویژن

سوال [۹۵۰۳]: ٹیلی ویژن دیکھنا، اس کو گھر میں رکھنا کیسا ہے، کیا ٹیلی ویژن دیکھنے والے مثل ناچ دیکھنے والے کے فاسق ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس میں ناچ ہوتا ہوتو وہ ناچ دیکھنے والے کے مثل ہوگا(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ریڈیو کی خرید وفروخت اور استعمال

سوال [۹۵۰۴]: زید ریڈیو کا کام کرتا ہے اور گھر پر ریڈیو بھی رکھتا ہے، عمر اس پر اعتراض کرتا ہے کہ ریڈیو رکھنا ناجائز ہے۔سوال یہ ہے کہ ریڈیو کس صورت میں رکھا جاسکتا ہے اور کس صورت میں نہیں رکھا جاسکتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے، تفسیر ہوتی ہے، دینی تقریریں ہوتی ہیں، صحیح خبریں سنائی جاتی ہیں، حالاتِ حاضرہ پر صحیح تبصرہ کیا جاتا ہے، ان امور کا سننا جائز ہے اور اس مقصد کے لئے ریڈیو گھر پر رکھنا بھی جائز ہے(۲)۔ریڈیو پر گانا بجانا ہوتا ہے(۳)فحش مکالمہ ہوتا ہے، بلاوجہ کسی کو بُرا کہا جاتا ہے اور بدنام کیا جاتا

---

(۱) "أما التلفزيون والفديو، فلاشک في حرمة استعمالها بالنظر إلى مايشتملان عليه من المنكرات الكثيرة: من الخلاعة والمجون، والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات، وما إلى ذلک من أسباب الفسوق". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس، والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان: ۱۶۴/۴، مكتبه دارالعلوم، كراچی)

(۲) "محض تلاوت دو وجہ سے ناجائز ہے: ۱-عموماً تلاوت کرنے والا اجرت لیتا ہے اور تلاوت محضہ پر اجرت لینا حرام ہے، ۲-اسی مجلس میں گانا بجانا بھی ہوتا ہے جس میں قرآن کریم کی توہین ہے، لہٰذا اس کا سننا بھی جائز نہیں، تفسیر بیان کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم"۔(أحسن الفتاویٰ، كتاب الحظر والإباحة، ریڈیو پر تلاوت وتفسیر: ۱۹۹/۸، سعيد)

(۳) "عن جابر رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق=

ہے، ان امور کا سُننا اوراس مقصد کے لئے رکھنا درست نہیں (۱)۔

ریڈیو کی بیع ومرمت درست ہے (۲)، پھر اگر خریدنے والا اس کو غلط استعمال کرتا ہے تو وہ گنہگار ہے، فروخت کرنے والے پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۹۰ھ۔

گانا سننے کی دلیل

سوال [۹۵۰۵]: ایک شخص کہتا ہے کہ گانا سننا جائز ہے اور دلیل میں یہ حدیث شریف پیش کرتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکان میں چند لڑکیاں گا رہی تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن رہے تھے، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گذرے، انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں شیطانی کام کیا، اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو'' (۳)۔ لہذا آپ سے عرض ہے کہ بتایئے ہم اس شخص کو کیا جواب دیں؟

= في القلب كما ينبت الماء الزرع". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۴۱۱ باب البيان والشعر الفصل الثالث، قديمي)

(۱) "لأن الأمور بمقاصدها". (الأشباه والنظائر، ۳لقاعدة الثانية، (رقم القاعدة: ۷۸): ۱/۱۰۲، إدارة القرآن كراچي)

(۲) ''اگر یہ یقین ہو کہ ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ ساز باجا اور گانا وغیرہ کے گناہ میں مبتلا نہ ہوگا تو خریدنا اور ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، ورنہ نہیں''۔ (أحسن الفتاوىٰ، كتاب البيوع، عنوان مسئله: ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر کی خرید و فروخت: ۶/۵۰۵، سعيد)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: دخل عليّ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وعندي جاريتان تغنيان بغناء بُعاث، فاضطجع على الفراش، وحول وجهه، ودخل أبوبكر رضي الله تعالىٰ عنه، فانتهرني، وقال: مزمارة الشيطان عند النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأقبل عليه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: "دعهما، فلما غفل غمزتهما فخرجتا". (صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب الحرب والدرق يوم العيد: ۱/۱۳۰، قديمي)

الجواب حامداًومصلیاً:

چھوٹی بچیاں اگر کچھ پڑھیں، جو نہ گانے کے قواعد: راگ وغیرہ سے واقف ہیں، نہ ان کی کسی کو شہوت ہو، نہ وہ پردہ کے قابل ہوں تو ان پر بڑی عورتوں کو قیاس کرنا جن کی آواز میں فتنہ ہو اور صورت بھی فتنہ، اور ان سے پردہ بھی ضروری ہے: بالکل غلط ہے، ہرگز قابل استدلال نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

ٹرانسسٹر سننا

سوال [۹۵۰۶]: ٹرانسسٹر ریڈیو پر خبروں کا سننا کیسا ہے؟ چونکہ آلۂ لہو ولعب ہے، اس لئے یہ اشکال پیدا ہوا ہے، ورنہ فی نفسہ خبروں کا سننا کچھ قبیح نہیں معلوم ہوتا۔ ایک مولوی صاحب اپنے گھر پر ریڈیو لگا کر خبر سن رہے تھے، ان کے والد محترم نے منع کیا کہ آپ کے شایان شان نہیں ہے، تو انہوں نے حوالہ دیا کہ شیخ الحدیث صاحب دارالعلوم دیوبند کو میں نے سنتے دیکھا ہے۔ اب صورت مسئولہ میں جو حکم شرعی ہو اسے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

محض خبروں، تبصروں اور تقریروں کا سننا تو درست ہے (۲)، گانا بجانا اور غلط چیزوں کا سننا منع ہے۔ یہ

---

(۱) قال الحافظ ابن الحجر العسقلانی رحمه الله تعالیٰ: "قال القرطبی رحمه الله تعالیٰ: لیستا بمغنیتین": أی لیستا ممن یعرف الغناء کما یعرفه المغنیات المعروفات بذلک. وهذا منها تحرز عن الغناء المعتاد عند المشتهرین به، وهو الذی یحرک الساکن ویبعث الکامن، وهذا النوع إذا کان فی شعر فیه وصف محاسن النساء، والخمر وغیرهما من الأمور المحرمة، لایختلف فی تحریمه". (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الحرب والدرق یوم العید، (رقم الحدیث: ۹۴۹): ۵۶۳/۲، قدیمی)

(وکذا فی روح المعانی، (سورة لقمان: ۶): ۷۰/۲۱، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) "ریڈیو میں گانا بجانا، قوالی، فحش ڈرامے وغیرہ سننا جائز نہیں، کوئی مفید تقریر ہو تو اس کے سننے میں کوئی مضائقہ نہیں، قرآن مجید سننا بھی مباح ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ"۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، سولھواں باب: ریڈیو اورلاؤڈ اسپیکر، عنوان مسئلہ: ریڈیو سننا: ۲۱۱/۹، دارالإشاعت کراچی) .... =

آلہ اصالۃً خبروں کو بہت جلد پھیلانے کے لئے موضوع ہے، مگر اس میں لہوولعب، گانا بجانا بھی بہت کثرت سے ہوتا ہے جو ممنوع ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۸/ ۹۲ھ۔

= دوسری جگہ پر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں: "ریڈیو کی مشین گھر میں لگانا اس شرط سے جائز ہے کہ اس میں خبریں اور مباح تقریریں سنی جائیں، گانا بجانا اور ناجائز تقریریں نہ سنی جائیں"۔ (كفاية المفتی، کتاب الحظر والإباحة، سولھواں باب: ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر، عنوان: ریڈیو کا استعمال کب جائز ہے: ۹/ ۲۱۸، دارالإشاعت کراچی)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ومن الناس من يشتری لهو الحديث ليضل عن سبيل الله﴾ (سورة لقمان: ٦)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: "﴿لهو الحديث﴾ علی ما روی عن الحسن: "كل ماشغلک عن عبادة الله تعالیٰ وذكره من السمر والأضاحيک والخرافات والغناء ونحوها......الخ".

(روح المعانی، (سورة لقمان: ٦): ۲۱/ ٦٧، دارإحياء التراث العربی، بيروت)

(وكذا فی تفسير ابن كثير، (سورة لقمان: ٦): ۳/ ۵۸۳،مكتبه دارالفيحاء، دمشق)

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ: "وفی السراج: ودلّت المسألة أن الملاهی كلهاحرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم، لإنكار المنكر. قال ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه: "صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء النبات". قلت: وفی البزازية: استماع صوت الملاهی كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلوٰة والسلام: "استماع الملاهی معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر": أی بالنعمة، فصرفُ الجوارح إلی غير ماخُلق لأجله كفرٌ بالنعمة لاشكرٌ، فالواجب كل الواجب أن يجتنب كی لايسمع، لماروی أنه عليه الصلوٰة والسلام أدخل أصبعه فی أذنه عند سماعه". (الدرالمختار).

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: "ذكر شيخ الإسلام أن كل ذلک مكروه عند علمائنا، واحتجّ بقوله تعالیٰ: ﴿ومن الناس من يشتری لهو الحديث﴾ الآية، جآء فی التفسير: أن المراد الغناء ...... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء ....والحاصل: أنه لارخصة فی السماع فی زماننا". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٦/ ۳۴۹، سعيد)

(وكذافی الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۵/ ۴۸۲، سعيد) =

ریڈیو بجانا اوراس میں گانا سننا

سوال[۹۵۰۷]: ریڈیو بجانا، گانا سننا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مکروہ تحریمی ہے، جوکہ حکم کے اعتبار سے حرام کے قریب ہے، اس لئے بعض حضرات نے اس کوحرام بھی فرمایا ہے(۱)، جائز خبریں سننے کی اجازت ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/ ۸۷ھ۔

= (وكذا في الهداية، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۱۶۲/۳، مكتبه شركت علميه،ملتان)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۴۱۰/۷، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو: ۳۵۴/۵،رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۳۴۶/۸، رشيديه)

"عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، ص: ۴۱۱، قديمي)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ: "الغناء" -بكسر الغين، ممدوداً: أي التغني- "ينبت النفاق في القلب كماينبت الماء الزرع". يعني الغناء سبب النفاق ومؤدٍ إليه، فأصله وشعبته، كما قال .... وفي شرح السنة: قيل: الغناء رقية الزنا......... وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه، وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة. والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربي الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذاسماعه حرام .... وأطنب في دلائل تحريمه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث: ۵۵۷/۸،۵۵۸، (رقم الحديث: ۴۸۱۰)، رشيديه)

(۱) "استماع صوت الملاهي كالضرب بالقضيب ونحوها حرام". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل فيما يتعلق بالمناهي: ۳۵۹/۶، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲۲۳/۴ غفاريه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الإجاره، باب الإجارة الفاسدة. ۵۵/۶سعيد)

باب الألعاب

(کھیلوں کا بیان)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نیزہ بازی دیکھنے سے کھیل تماشے پر استدلال

سوال[۹۵۰۸]: صحاح ستہ میں ہے کہ عیدین میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گود میں اٹھا کر نیزہ کا کھیل دکھلایا(۱)۔ اس وقت بالغ تھیں یا نابالغ تھیں؟ کتب میں موجود ہے کہ خوشی کا دن تھا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی خوشی پوری کی۔ اور بعض کتب میں ہے کہ عمر آپ کی کم تھی، یعنی نابالغ تھیں۔ اس سے عیدین میں کچھ کھیل تماشے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے اور اظہار خوشی بھی زیادہ کرنا چاہیے۔

---

(۱) نوٹ: حدیث شریف میں گود میں اٹھانے کا ذکر نہیں، بلکہ ام المؤمنین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نیزہ بازی کو دیکھ رہی تھی:

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: دخل علیّ النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وعندی جاریتان .... وكان يوم عيد يلعب السودان بالدرق والحراب، فإما سألت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، وإما قال: "تشتهين تنظرين"؟ فقلت: نعم، فأقامنی وراءه، خدی علی خده، وهو يقول: "دونكم بنی أرفدة". حتی إذا مللتُ قال لی: "حسبک"؟ قلت: نعم، قال: "فاذهبی". (صحيح البخاری، كتاب العيدين، باب الحراب والدرق يوم العيد: ۱/۱۳۰، قديمی)

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: رأيت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم يسترنی بردائه وأنا أنظر إلی الحبشة يلعبون فی المسجد حتی أكون أنا أسأم، فاقدروا قدر الجارية الحديثة السن الحريصة علی اللهو". (سنن النسائی، كتاب العيدين، اللعب فی المسجد يوم العيد ونظر النساء إلی ذلک، قبيل كتاب قيام الليل وتطوع النهار: ۱/۲۳۶، قديمی)

(والصحيح لمسلم، كتاب العيدين، قبيل كتاب صلوة الاستسقاء: ۱/۲۹۲، قديمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

عیدین کے روز اظہارِ سرور وخوشی میں تو اشکال نہیں آپ بھی کیجئے، مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ فرحت وبشاشت کا اظہار ملنے والوں سے کرنا مستحب ہے(۱)۔ دوسری چیز اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ان نامحرموں کو دیکھنا ہے، اس کے متعلق یہ ہے کہ بالاصالہ اجنبی کے چہرہ کی طرف دیکھنا شرعاً اس وقت درست ہے جب کہ ہر قسم کے فتنوں سے امن ہو، نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو اس مقام پر امن تھا، اس لئے کوئی اشکال نہیں، حتی کہ حضرت ابن ام مکتوم ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ کو پردہ کرنے کا حکم فرمایا، وہاں سے اشکال بھی کیا گیا کہ صحابی تو نابینا ہیں ان سے کیا پردہ آپ نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو'' (۲)۔ آج کون شخص دعویٰ سے کہہ سکتا ہے کہ فتنوں سے امن ہے۔ اسی لئے فقہاء نے مطلق ممانعت کردی ہے (۳)۔

تیسری چیز اس حدیث میں تیر اور نیزہ کا کھیل ہے تو اس کے متعلق خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

(۱) ''ویظهر الفرح والبشاشة في وجه مَن يلقاه من المؤمنين''. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، باب أحكام العيدين، ص: ۵۳۰، قديمي)

(۲) ''أن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها حدثته أنها كانت عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وميمونة رضي الله تعالىٰ عنها، قالت: فبينما نحن عنده أقبل ابن أم مكتوم فدخل عليه –وذلك بعد ماأمرنا بالحجاب– فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''احتجبا منه''. فقلت: يارسول الله! أليس هو أعمى لا يبصرنا ولا يعرفنا؟ فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''أفَعَمْيَاوَانِ أنتما، ألستما تبصرانه''؟ هذا حديث حسن صحيح''. (جامع الترمذي، أبواب الإستيذان، باب ماجاء في احتجاب النساء من الرجال: ۲/۱۰۶، سعيد)

(۳) ''فإن خاف الشهوة أو شك، امتنع نظره إلى وجهها، فحِلُّ النظر مقيد بعدم الشهوة، وإلا فحرام. وهذا في زمانهم، وأما في زماننا فمنع من الشابة''. (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: ''لا لأنه عورة، بل لخوف الفتنة''. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۷۰، سعيد)

کا امر ہے کہ تیراندازی اور نیزہ بازی سیکھو، جہاد میں کام آنے والی چیز ہے(۱)، یہی حال، لاٹھی، تلوار، بندوق سیکھنے کا ہے۔آپ بھی بہ نیتِ جہاد سیکھئے اور مشق کیجئے، اجر ملے گا۔اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کم عمر تھیں۔اور حضرت عائشہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر سے چھپا رکھا تھا، وہ کمر کے پیچھے کھڑی ہوکر کندھے کے قریب سے دیکھ رہی تھیں، ان کو تو حبشی بالکل نہیں دیکھ رہا تھا، اور وہ حبشی کے چہرے کی طرف نہیں بلکہ نیزہ کی طرف دیکھ رہی تھیں، جیسے کہ فٹ بال، والی بال اور کرکٹ کا کھیل دیکھنے والے نظر گیند کی طرف رکھتے ہیں، نہ کہ گیند والے کے چہرے کی طرف۔نیز اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔حدیث کی پوری تفصیل فتح الباری:۲/ ۳۵۶، میں ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "عن عقبة بن عامر رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ....
"ارموا واركبوا، وأن ترموا أحبُّ إليّ من أن تركبوا. ليس من اللهو إلا ثلاث: تأديب الرجل فرسه، وملاعبته أهله، ورميه بقوسه ونبله، الخ". (سنن أبی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الرمی: ۱/۳۴۷، امدادیه ملتان)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الجهاد، باب الرمی فی سبیل الله، ص: ۲۰۲، قدیمی)

المراد باللهو فی الحدیث المذکور اللهو المباح، کما فیما بین السطور من أبی داؤد فلیراجع المصدر السابق (فضلِ مولیٰ ابن القاضی فضل خالق المرحوم)

(۲) "واستدلّ به علی جواز اللعب بالسلاح علی طریق التواثب للتدریب علی الحرب والتنشیط علیه. واستنبط منه جواز المثاقفة، لما فیها من تمرین الأیدی علی آلات الحرب. قال عیاض: وفیه جواز نظر النساء إلی فعل الرجال الأجانب؛ لأنه إنما یکره لهن النظر إلی المحاسن والاستلذاذ بذلک .... أما النظر بشهوة، وعند خشیة الفتنة فحرام اتفاقاً. وأما بغیر شهوة، فالأصح أنه محرم. وأجاب عن هذا الحدیث بأنه یحتمل أن یکون ذلک قبل بلوغ عائشة رضی الله تعالیٰ عنها.......... أو کانت تنظر إلی لعبهم بحرابهم لا إلی وجوههم وأبدانهم". (فتح الباری، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق یوم العید: ۲/۵۶٦، قدیمی)

(وکذا فی شرح النووی علی الصحیح لمسلم، قبیل کتاب صلوة الاستسقاء: ۱/۲۹۱، ۲۹۲، قدیمی)

کشتی چلانے میں مقابلہ کرنا

سوال[۹۵۰۹]: بعض جگہ کشتیاں چلائی جاتی ہیں اس غرض سے کہ دیکھیں کہ کون اپنی کشتی کو آگے نکالے، جو آگے نکلے اس کو انعام دیا جاتا ہے۔ اور بعض مرتبہ بغیر انعام کے بھی کشتیاں چلائی جاتی ہیں کہ دیکھیں کون کشتی آگے نکالے۔ شرعاً یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر محض لہو ولعب کے لئے اختیار کرتے ہیں تو شرعاً ممنوع ہے۔ اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ جہاد میں بسا اوقات دریائی سفر اور کشتیاں چلانے کی نوبت آتی ہے، اس کے لئے مشق کرلی جائے تو یہ ممنوع نہیں، بلکہ پسندیدہ ہے، بشرطیکہ انعام کوئی تیسرا دے، کذافی یفهم من مجمع الأنهر: ۲/۵٤۹(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۳/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲/ ربیع الآخر/ ۵۸ھ۔

والی بال

سوال[۹۵۱۰]: دس بارہ شخص جو قوم کے سردار کہلاتے ہیں اور تمام شہر کے لوگ ان کی عزت کرتے ہیں، وہ روزانہ جمع ہوکر دل خوش کرنے کے لئے شام کو جنگل میں دو بانس بالمقابل گاڑ کر اور جالی ڈال کر بال کو کبھی ادھر پھینکتے ہیں، کبھی ادھر پھینکتے ہیں۔ اس کھیلنے کے لئے علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

---

(۱) "تجوز المسابقة بالسهام والخيل......... وإن شرط فيها جعل من إحدى الجانبين أو من ثالث لأسبقهما، جاز". (ملتقى الأبحر) "ولأنه يحتاج إليه في الجهاد للكر والفر، وكل ماهو من أسباب الجهاد، فتعلمه مندوب إليه سعياً في إقامة هذه الفريضه". (ملتقى الأبحر شرح مجمع الأنهر، كتاب الكراهيه، فصل في المتفرقات: ۲۱٦/٤، غفاريه كوئٹه)

(وكذافي ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع: ۳۹۵/٦، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل السادس في المسابقة: ۳۲٤/۵، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

مکروہ ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۲/۹/۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۶۲/۹/۵ھ۔

فٹ بال، کبڈی کھیلنا، کشتی لڑنا

سوال[۹۵۱۱]: ۱.....گیند کھیلنا، فٹبال کھیلنا، کبڈی کھیلنا، لکڑی کھیلنا جائز ہے یا ناجائز؟

---

(۱) "وکره كل لهو، لقوله عليه السلام: "كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة: ملاعبته أهله، وتأديبه لفرسه، ومناضلته بقوسه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۵/۶، سعيد)

"عن عقبة بن عامر رضى الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "إن الله عزوجل يدخل بالسهم الواحد ثلثة نفر الجنة: صانعه يحتسب في صنعته الخير، والرامي به، ومنبله. وارموا واركبوا، وأن ترموا أحب إلىّ من أن تركبوا. ليس من اللهو إلا ثلث: تأديب الرجل فرسه، وملاعبته أهله، ورميه بقوسه ونبله، ومن ترك الرمي بعد ما علمه رغبةً عنه، فإنها نعمة تركها، أو قال: كفرها". (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الفرى: ۳۶۳/۱، مكتبه رحمانيه لاهور)

(وجامع الترمذي، أبواب الجهاد، باب ماجاء في الرهان: ۲۹۹/۱، سعيد)

"المراد باللهو في الحديث المذكور اللهوُ المباح، كما فيما بين السطور من أبي داؤد فليراجع المصدر السابق". (مصح)

"اگر ستر کھولنے اور نماز کے قضاء ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو والی بال کھیلنے کی ورزش کی نیت سے شرعاً گنجائش ہے، جسمانی ورزش جس میں کوئی بات خلاف شریعت نہ ہو، جائز ہے۔ ورزش کے بہت سے طریقے ہیں جن میں بعض طریقے ایسے ہیں کہ وہ کسی خاص قوم کفار کے ساتھ مخصوص ہیں، مثلاً: کرکٹ، فٹ بال، ہاکی وغیرہ کہ ان میں یورپین کفار کی مشابہت کی وجہ سے کراہت ہے، تاہم اگر ان چیزوں میں مشغولی کی وجہ سے نماز یا اَور کسی امر شرعی میں نقصان نہ آئے تو صرف تشبہ کی وجہ سے کراہت ہوگی، حرمت کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔ اور یہ بات کہ ان چیزوں کو ہاتھ لگانا مثل خنزیر کے گوشت کے ہاتھ لگانے کے ہے، افراط واعتداء فی الحکم ہے جس سے احتراز واجب ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی"۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحۃ، اکیسواں باب: متفرقات، عنوان مسئلہ: فٹ بال اور کرکٹ وغیرہ کھیلنے کا حکم: ۲۶۹/۹، دارالإشاعت کراچی)

۲......کُشتی لڑنا جائز ہے یا ناجائز؟

۳......کُشتی لڑنا دنگل (۱) کے اندر جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......اگر ورزش اور مشقِ جہاد اور تندرستی باقی رکھنے کیلئے کھیلے تو درست ہے (۲)، مگر ستر پوشی اور دیگر حدودِ شریعت کی رعایت لازم ہے (۳)، انہماک کی وجہ سے احکامِ شرعیہ: نماز و جماعت وغیرہ میں خلل نہ آئے۔

۲، ۳......جواب نمبر: ا کے مطابق ہے، ان کا بھی یہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۹ھ۔

تاش کا کھیل

سوال[۹۵۱۲]: ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ میں صرف دل کو بہلانے کے لئے تاش کھیلتا ہوں جس میں کسی بھی قسم کی کوئی شرط نہیں رکھی جاتی، جیسا کہ دوسرے کھیل ہیں، مثلاً: فٹ بال اور والی بال، ہاکی، کرکٹ

---

(۱) ''دنگل: کُشتی کرنے کی جگہ، اکھاڑہ، پہلوان کی جائے نشست''۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۴۷، فیروز سنز لاھور)

(۲) ''تجوز المسابقة بالسهام والخيل، والحمير، والإبل، والإقدام، لقوله عليه السلام: ''لاسبق إلا في خف أو نصل، أو حاضر''. والمراد بالخف الإبل، وبالنصل الرمي، وبالحاضر الفرس والبغل. وفي الحديث: ''سابق رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبوبكر وعمر رضي الله تعالى عنهما، فسبق رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم''. ولأنه يحتاج إليه في الجهاد للكرّ والفرّ وكلّ ماهو من أسباب الجهاد، فتعلّمه مندوبٌ إليه سعياً في إقامة هذه الفريضة''. (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الحظر والإباحة، فصل في المتفرقات: ۴/۲۱۶، غفاريه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السادس في المسابقة: ۵/۳۲۴، رشيديه)

(والسراجية، كتاب الحظر والإباحة، ص: ۷۶، سعيد)

(۳) ''وينظر الرجل إلى الرجل إلا العورة، وهي مابين السرة والركبة''. (تبيين الحقائق، كتاب الكراهيّة، فصل في النظر: ۷/۴۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في النظر: ۴/۱۹۹، غفاريه)

وغیرہ، تو اس کے غلط ہونے کی کیا وجہ ہے، جبکہ اس میں کوئی شرط وغیرہ نہیں لگائی جاتی۔ تو کیا اس کیلئے تاش کھیلنا اس صورت کے ساتھ جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کرکٹ، ہاکی، وغیرہ میں ایک غرضِ صحیح کے پیشِ نظر اجازت ہے (یہ سب ممنوعِ محض نہیں) بخلاف تاش کے کہ اس میں یہ غرضِ صحیح موجود نہیں (۱)، نیز یہ دوسرے کیلئے ذریعۂ قمار بن سکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وكره تحريماً اللعبُ بالنرد، وكذا الشطرنج". (الدرالمختار). "وإنما كره؛ لأن من اشتغل به، ذهب عناءه الدنيوي وجاءه العناء الأخروي، فهو حرام وكبيرة عندنا، الخ". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۴، سعيد)

(وكذا في كفايت المفتي، كتاب الحظر والإباحة، پندرھواں باب: لہو ولعب، عنوان: تاش چوسر اور شطرنج کھیلنا جائز نہیں: ۹/۲۰۴ جديد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۴/۲۲۲، غفاريه)

بعض علماء نے بغیر شرط لگائے جائز لکھا ہے، لیکن جمہور کی رائے مطلقاً عدم جواز کی ہے:

"وأباحه الشافعي وأبو يوسف رحمهما الله تعالىٰ في رواية، ونظمها شارح الوهبانية، فقال: ولا بأس بالشطرنج وهي رواية: عن الحبر قاضي الشرق والغرب تؤثر. وهذا إذا لم يقامر ولم يداوم ولم يخل بواجب، وإلا فحرام بالإجماع". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۴، سعيد)

"ويحرم عند الجمهور غير الشافعية أيضاً الشطرنج". (الفقه الإسلامي وأدلته، المبحث الرابع، رابعا اللهو، الشطرنج: ۴/۲۶۶۳، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ دارالعلوم ديوبند، (يعني عزيز الفتاوىٰ)، كتاب الحظر والإباحة، شطرنج کھیلنا حرام ہے، ص: ۷۱۳، دارالاشاعت کراچی)

(وكذا في إمداد الفتاوىٰ، كتاب الحظروالإباحة، غناء ومزامیر اور لہو ولعب وتصاویر کے احکام، شطرنج کا حکم: ۴/۲۴۰، ۲۴۱، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(۲) قال العلامة الآلوسي تحت قوله تعالىٰ: ﴿ولاتسبوا الذين﴾ الخ: "واستدل بالآية على أن الطاعة إذا =

تعلیمی تاش

سوال[۹۵۱۳]: تعلیمی تاش کھیلنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو بلا کراہت یا مع الکراہت؟ اگر ناجائز ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بچوں کو حروف کی شناخت کے لئے یہ تاش استعمال کرایا جائے تو فی نفسہ درست ہے، جیسے بورڈ پر لکھ کر شناخت اور مشق کرائی جاتی ہے(۱)، لیکن اندیشہ یہ ہے کہ یہی کھیل آئندہ چل کر ہار جیت کے تاش کا ذریعہ بن جائے گا، اور دوسری غلط چیزوں کی طرف اس سے رہنمائی ہوگی، جیسے حلِ معمہ وغیرہ۔ اس لئے اس طریقہ کو نہ اپنایا جائے (۲)، بلکہ جو طریقہ سلف کا پہلے سے موجود ہے اسی کو اختیار کیا جائے، اس میں خیر و برکت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۳ھ۔

= أدّت إلى معصية راجحة، وجب تركها، فإن مايؤدى إلى الشر شرٌّ". (روح المعانى : ۲۵۲/۷، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(وأحسن الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، باب المتفرقات، تحت عنوان: شطرنج لوڈو اور بارہ گوٹی کھیلنا جائز نہیں: ۲۴۲/۸، سعيد)

(۱) "اگر ہار جیت نہ ہو تو جائز ہے، بلکہ مبتدیوں کے حق میں شاید مفید ہے۔ واللہ اعلم"۔ (إمداد الفتاویٰ، كتاب الحظر والإباحة، باب: غناو مزامیر اور لہو ولعب وتصاویر کے احکام، عنوان مسئلہ: تعلیمی تاش: ۲۵۲/۴، مکتبه دار العلوم، كراچی)

"تعلیمی تاش بچوں کی تعلیم کے لئے استعمال کرنا مباح ہے" محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ"۔ (كفاية المفتى، كتاب الحظر و الإباحة، اکیسواں باب: متفرقات، عنوان مسئلہ: تعلیمی تاش بچوں کی تعلیم کے لئے استعمال کرنا: ۲۶۸/۹، دارالإشاعت کراچی)

(۲) قال العلامة الآلوسى. تحت قوله تعالىٰ: ﴿ولاتسبوا الذين الخ﴾. "واستدل بالأية على أن الطاعة إذا أدّت إلى معصية راجحة، وجب تركها، فإن مايؤدى إلى الشر شر". (روح المعانى : ۲۵۲/۷، دارإحياء التراث العربى بيروت)

قال العلامة الحصكفى: "كل ما أدى إلى مالايجوز، لايجوز". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى اللبس: ۳۶۰/۶، سعيد)

کیرم بورڈ

سوال[۹۵۱۴]: کیرم بورڈ ایک کھیل ہے، کیا اس کے جواز کی کوئی صورت ہے؟ اطلاعاً عرض ہے کہ کھیل بغیر شرائط وبغیر ہار جیت کے کھیلا جاتا ہے، جواز ہو تو کس صورت میں اور ناجائز ہو تو کس صورت میں؟ اطلاع فرماکر مشکور فرمائیں۔ فقط۔

مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی جھانسی۔

الجواب حامداًومصلياً:

اگر ہار جیت نہ ہو اور احکامِ شرعیہ میں اس کی وجہ سے خلل نہ آئے تو کبھی کبھی وحشت دور کرنے اور دل بہلانے کے لئے اس کھیل (کیرم) کی گنجائش ہے، تاہم اس کی عادت نہ ڈالی جائے، اور اس کو چھوڑنے کی کوشش کی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۶ھ۔

---

(۱) "قال رسول لله صلى الله عليه وسلم: "روّحوا القلوب ساعةً فساعةً". (الجامع الصغير للسيوطى مع فيض القدير: ۳۴۱۵/۷، (رقم الحديث: ۴۴۸۴)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

قال العلامة المناوى رحمه الله تعالىٰ تحت قوله: "روحوا القلوب ساعةً فساعةً": وفى رواية: "ساعةً وساعةً": أى أريحوها بعض الأوقات من مكابدة العبادات بمباح لاعقاب فيه، ولا ثواب. قال أبوالدرداء رضى الله تعالىٰ عنه: إنى لأجم فؤادى ببعض الباطل: أى اللهو الجائز لأنشط للحق. وذكر عند المصطفى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم القرآن والشعر، فجاء أبوبكر رضى الله تعالىٰ عنه، فقال: أقراء ة وشعر؟ فقال: نعم! ساعةً هذا وساعةً ذاك. وقال على كرم الله وجهه: اجمعوا هذه القلوب، فإنها تمل كما تمل الأبدان: أى تكل. وقال بعضهم: إنما ذكر المصطفىٰ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لأولئك الأكابر الذين استولت هموم الأخرة على قلوبهم، فخشى عليها أن تحترق". (فيض القدير شرح الجامع الصغير، (رقم الحديث: ۴۴۸۴): ۳۴۱۵/۷، ۳۴۱۶، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز رياض)

"وحاصل الكلام: ترويح القلب وتفريحه، وكذا تمرين البدن من الارتفاقات المباحة والمصالح البشرية التى لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها، نعم! تمنع الغلو والانهماك فيها بحيث يضرّ بالمعاش أوالمعاد". (تكملة فتح الملهم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنرد شير، حكم =

کیرم بورڈ بطورِ تفریح

سوال[۹۵۱۵]: کیرم بورڈ بغیر شرط محض تفریح کیلئے کھیلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

فی نفسہ اس میں خواہ گناہ نہ ہو، لیکن آئندہ چل کر بسا اوقات یہی ہار جیت کے طور پر کھیلنے کا ذریعہ بن جاتا ہے، لہذا احتیاط مناسب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الألعاب فی الشریعه: ۴/۴۳۴، دارالعلوم کراچی)

"قال أبوالدرداء: إنی لأجم فؤادی ببعض الباطل: أی اللهو الجائز، لأنشط للحق". (فیض القدیر: ۷/۳۴۱۵، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

(۱) "قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "روّحوا القلوب ساعةً فساعةً". (الجامع الصغیر للسیوطی مع فیض القدیر: ۷/۳۴۱۵، (رقم الحدیث: ۴۴۸۴)، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

قال العلامة المناوی رحمه الله تعالیٰ تحت قوله: "روحوا القلوب ساعةً فساعةً": وفی روایة: "ساعةً وساعةً": أی أریحوها بعض الأوقات من مکابدة العبادات بمباح لاعقاب فیه، ولا ثواب. قال أبوالدرداء رضی الله تعالیٰ عنه: إنی لأجم فؤادی ببعض الباطل: أی اللهو الجائز لأنشط للحق. وذکر عند المصطفی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم القرآن والشعر، فجاء أبوبکر رضی الله تعالیٰ عنه، فقال: أقراء ة وشعر؟ فقال: نعم! ساعةً هذا وساعةً ذاک. وقال علی کرم الله وجهه: اجمعوا هذه القلوب، فإنها تمل کما تمل الأبدان: أی تکل. وقال بعضهم: إنما ذکر المصطفیٰ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لأولئک الأکابر الذین استولت هموم الأخرة علی قلوبهم، فخشی علیها أن تحترق". (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، (رقم الحدیث: ۴۴۸۴): ۷/۳۴۱۵، ۳۴۱۶، مکتبه نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

"وحاصل الکلام: ترویح القلب وتفریحه، وکذا تمرین البدن من الارتفاقات المباحة والمصالح البشریة التی لا تمنعها الشریعة السمحة برأسها، نعم! تمنع الغلو والانهماک فیها بحیث یضرّ بالمعاش أوالمعاد". (تکملة فتح الملهم، کتاب الشعر، باب تحریم اللعب بالنرد شیر، حکم الألعاب فی الشریعة: ۴/۴۳۴، دارالعلوم کراچی)

"قال أبوالدرداء: إنی لأجم فؤادی ببعض الباطل: أی اللهو الجائز، لأنشط للحق". (فیض القدیر: ۷/۳۴۱۵، مکتبة نزار مصطفی الباز ریاض)

گھر میں کھیل کھیلنا

سوال[۹۵۱۶]: گھر کے اندر کھیل کھیلنا جائز ہے یا نہیں، مثلاً: ٹیبل ٹینس، کیرم بورڈ، اور بیڈمنٹن وغیرہ؟ میرا ایک دوست کہتا ہے کہ یہ کھیلنا جائز نہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو کھیل کفار یا فساق کا شعار نہ ہو اور اس میں ہار جیت پر مال کی شرط نہ ہو، اور اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے طاعات ترک نہ ہوں اور اس میں کوئی چیز خلافِ شرع نہ ہو تو درست ہے، اگر اس میں صحت درست وقوی ہو کر دشمن کے مقابلہ کی قوت میں ترقی ہو تو اس نیت سے اس میں ترغیب بھی ہے(۱)، جیسے گھوڑے کی سواری میں

---

(۱) "وحاصل الكلام أن ترويح القلب وتفريحه، وكذا تمرين البدن من الارتفاقات المباحة والمصالح البشرية التى لاتمنعها الشريعة السمحة برأسها، نعم! تمنع الغلو والانهماک فيها بحيث يضر بالمعاش أو المعاد. وهذا هو السر فى إباحة بعض الملاهى فى بعض الأحيان، فإن هذا اللهو على هذه النية والغرض لم يبق لهواً، بل عاد مصلحةً وفائدةً، كما سبق فى الأحاديث المذكورة من إباحة السباحة والرماية والانتضال بالقوس والمسابقة بالإبل والبهائم، وإجراء الخيل، وملاعبة الأهل، فإنها وإن كانت فى صورة اللهو، ولكنها لما كان الاشتغال فيها على غرض صحيح ومصالح معاشية أو معادية، خرجت عن اللهوية حقيقة، فأبيحت، وربما استحبت. نعم! من فعلها بقصد التلهى والتلعّب، كان حراماً ومكروهاً فى حقه، صرح به الفقهاء.

وكما أن اللهو قد يصير مصلحة بالنية، ويخرج عن اللهوية، كذلک قد تصير الأعمال الصالحة بالنية الفاسدة لهواً، أو تعود لسدّها عن ذكر الله لعباً ومعصيةً. قال عليه الصلوة والسلام: "كل شئ ليس من ذكر الله، فهو لهو ولعب". ذكره فى الجامع الصغير برمز النسائى، ووضع عليه علامة الحسن.

وإذا عرفت أن اللهو قد يعود مصلحةً بنية صحيحة ومصلحةً مقصودةً، والمصالح قد تعود لهواً بنية فاسدة، أو انهماک فيها بحيث يشغل عن ذكر الله، فقد اتضح لک اختلاف الفقهاء فى بعض الملاهى، فإنه أحلّها من أحلّها إذا كانت لغرض صحيح بنية صالحة. وحرمها من حرمها لعدم اعتداده بتلک النية الصالحة، والغرض الصحيح فى جانب مايلزمه من المفاسد، ولما رأى بالتجربة أن إثمها =

یا تیرنے میں (۱)، ورنہ جیسا کہ جتنا غلط کھیل ہوگا ویسا ہی اس پر حکم بھی ہوگا۔ اس ضابطہ کے تحت ہر کھیل کا حکم

= أكبر من نفعها .... وأما مالم يرد فيه النهى عن الشارع، وفيه فائدة ومصلحة للناس، فهو بالنظر الفقهى على نوعين. الأول: ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه، ومفاسده أغلب على منافعه، وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذكر الله وحده، وعن الصلوات والمساجد، التحق ذلك بالمنهى عنه، لاشتراك العلة، فكان حراماً أو مكروه.

والثانى: ماليس كذلك، فهو أيضاً إن اشتغل به بنية التلهى والتلاعب، فهو مكروه، وإن اشتغل به لتحصيل تلك المنفعة وبنية استجلاب المصلحة، فهو مباح، بل قد يرتقى إلى درجة الاستحباب أو أعظم منه". (تكملة فتح الملهم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنردشير، حكم الألعاب فى الشريعة: ۴/۴۳۴، ۴۳۵، مكتبه دارالعلوم كراچى)

(۱) "وعن عقبة بن عامر رضى الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "إن الله عزوجل يدخل بالسهم الواحد ثلثة نفر الجنة: صانعه يحتسب فى صنعته الخير، والرامى به ومُنبّله. وارموا واركبوا، وأن ترموا أحب إلىّ من أن تركبوا. ليس من اللهو إلا ثلث: تأديب الرجل فرسه، وملا عبته أهله، ورميه بقوسه ونبله، ومن ترك الرمى بعد ما علمه رغبةً عنه، فإنها نعمة تركها" أو قال: "كفرها". (سنن أبى داؤد، كتاب الجهاد، باب الرمى: ۱/۳۶۳، مكتبه رحمانيه لاهور)

"المراد باللهو فى الحديث المذكور اللهؤ المباح، كما فيما بين السطور من أبى داؤد فليراجع المصدر السابق". (مصح)

"وكره كل لهو لقوله عليه السلام: "كل لهو حرام إلا ثلاثة: ملا عبته أهله وتأديبه لفرسه ومناضلته بقوسه". (ردالمحتار، كتاب الحظر و الإباحة، فصل فى البيع: ۶/۳۹۵، سعيد)

"تجوز المسابقة بالسهام والخيل .... ولأنه يحتاج إليه فى الجهاد للكرّ والفرّ، وكل ماهو من أسباب الجهاد فتعلّمه مندوب إليه سعياً فى إقامة هذه الفريضة". (مجمع الأنهر مع الملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات: ۴/۲۱۶، غفاريه)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۰۴، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل السادس فى المسابقة: ۵/۳۲۶، رشيديه)

معلوم ہوسکتا ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۹۲ھ۔

بچوں کا لٹو وغیرہ کھیلنا

سوال[۹۵۱۷]: بچوں کو لٹو کھیلنے کی اجازت دی جائے یا نہیں؟ اسی طرح ترکی ٹوپی اور کوٹ پہننے کی اجازت دی جائے یا نہیں، اگر اجازت دی جائے تو کس عمر تک؟ اگر بیان فرمائیں گے تو مہربانی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر چہ یہ چیزیں بچوں کے حق میں حرام نہیں، تاہم جس قدر اچھے اخلاق وافعال کا ان کو عادی بنایا جائے گا اسی قدر بڑے ہوکر ان پر اثر ہوگا۔ جو کوٹ کسی غیر قوم کا شعار نہیں وہ درست ہے، بڑے کی حق میں بھی بچے کے حق میں بھی (۲)۔

---

(۱) "فالضابط في هذا الباب .... أن اللهو المجرد الذي لاطائل تحته، وليس له غرض صحيح مفيد في المعاش ولا المعاد حرامٌ أو مكروهٌ تحريماً .... وما كان فيه غرض ومصلحة دينية أو دنيوية، فإن ورد النهي عنه من الكتاب أو السنة .... كان حراماً أو مكروهاً تحريماً .... وأما مالم يرد فيه النهي عن الشارع، وفيه فائدة ومصلحة للناس، فهو بالنظر الفقهي على نوعين: الأول: ماشهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه، ومفاسده أغلب على منافعه، وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذكر الله وحده، وعن الصلوة والمساجد، التحق ذلك بالمنهي عنه، لاشتراك العلة، فكان حراماً أو مكروهاً. والثاني ماليس كذلك، فهو أيضاً إن اشتغل به بنية التلهي والتلاعب، فهو مكروه. وإن اشتغل به لتحصيل تلك المنفعة، وبنية استجلاب المصلحة، فهو مباح، بل قد يرتقي إلى درجة الاستحباب أو أعظم منه .... وعلى هذا الأصل فالألعاب التي يقصد بها رياضة الأبدان أو الأذهان جائزة في نفسها مالم تشتمل على معصية أخرى، ومالم يؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودنياه. والله سبحانه أعلم.". (تكملة فتح الملهم، قبيل كتاب الرؤيا: ۴/۴۳۵، دارالعلوم كراچی)

(۲) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي) =

ترکی ٹوپی بھی درست ہے(۱)۔لٹوکی بھی اجازت ہے بشرطیکہ قمار نہ ہو(۲)،لیکن سنت کے موافق

= قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالىٰ: "من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أوبالفساق أوالفجار، أوبأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير. قال طيبي رحمه الله تعالىٰ: هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار". (مرقاة الفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۱۵۵/۸ ، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيديه)

"المشاركة في الهدى في الظاهر تؤثر تناسباً وتشاكلاً بين المتشابهين، تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال، وهذا أمرٌ محسوسٌ". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) "لابأس بلبس الثياب الجميله إذا كان لاينكر عليه فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۴۹/۸، رشيديه)

"لابأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لايتكبر، وكذا جمع المال إذا كان من الحلال". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۷۸/۴، رشيديه)

(۲) "حرمت شطرنج کی علت صرف تصاویراور جواہی نہیں،اگر تصاویراور جوا کا وجود شطرنج کے لئے لازم ہوتا تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی کراہت تنزیہہ کا قول نہ فرماتے۔قاعدہ یہ ہے کہ جس کھیل میں بھی ذہنی ورزش ہوگی وہ ناجائز ہوگا،اور جو ذہنی ورزش سے پاک ہو وہ جائز ہے،خواہ اس میں جسمانی ورزش ہو یا محض دل ودماغ تفریح جیسے لٹو،چکئی،بچوں کے کھلونے اور سیر و تفریح وغیرہ۔وجوہ الفرق تین ہیں:

۱-دل ودماغ کے سامنے مقاصد اصلیہ بہت کثیر ہیں، بلکہ مقاصد آخرت تو غیر متناہیہ ہیں،اس لئے انہیں کسی مقصد کی تحصیل کے لئے ذہنی ورزش کو ذریعہ بنانے کی ضرورت نہیں، بلکہ فرصت ہی نہیں:

آں خیالاتی کہ دام اولیاء ست
عکس مہرویاں بستان خداست

جسمانی صحت کے لئے جسمانی ورزش کی ضرورت ہے،اس لئے جائز بلکہ بقدر ضرورت واجب وموجب اجر ہے، اسی طرح دل ودماغ کی تفریح کا سامان بھی صحت جسمانیہ کے لئے نافع ہونے کی وجہ سے جائز وباعث اجر ہے، بشرطیکہ وہ ذہنی ورزش سے پاک ہو۔حقیقت تو یہ ہے کہ دل ودماغ کی تفریح اور ورزش دونوں کا اجتماع محال ہے،دماغی تفریح صحت جسمانیہ کے لئے نافع اور دماغی ورزش مضر ہے۔

اگر کسی کو بارہ ٹینی جیسی ذہنی ورزش میں دماغی فرحت محسوس ہو تو اس کی مثال کھجلی کے مرض جیسی ہے،جس میں کھجلانے =

....

= سے وقتی طور پر لذت وسکون ملتا ہے، مگر بعد میں سخت تکلیف واذیت۔

دماغ بادشاہ ہے اور پورا جسم اس کی فوج ہے، فوج کے لئے پریڈ اور جنگی مشقیں کرنا لازم ہے، اس لئے کہ یہ تحصیل مقصد کا ذریعہ ہے، مگر بادشاہ کے لئے جس طرح جسمانی پریڈ مضر ہے اسی طرح فکری پریڈ بھی سخت مضر ہے، حکومت کا بقاء اس پر موقوف ہے کہ بادشاہ دماغ کو فکری پریڈ میں لگانے کی بجائے براہ راست تحصیل مقاصد کی طرف متوجہ رکھے۔

۲- ذہنی ورزش دل ودماغ کے مقاصد اصلیہ کی تحصیل میں مخل ہونے کے علاوہ جسمانی صحت کے لئے بھی سخت مضر ہے۔ اس کے برعکس جسمانی ورزش اور تفریح صحت جسمانیہ کے لئے نافع ہونے کے ساتھ دل ودماغ کے مقاصد اصلیہ کی تحصیل میں بھی معین ومددگار ہے۔

اس وجہ ثانی اور وجہ اول میں یہ فرق ہے کہ اول میں مقصود یہ ہے کہ ورزش ذہنی کی ضرورت نہیں، اس لئے عبث ولہو میں داخل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ اور وجہ ثانی میں یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ صحت جسمانیہ اور دل ودماغ کے مقاصد کی تحصیل کے لئے سخت مضر ہے۔

۳- ذہنی ورزش میں ایسا انہاک ہوجاتا ہے جو مشاغل دینیہ ودنیویہ کو نقصان پہنچاتا ہے، جسمانی ورزش میں اتنا انہاک نہیں ہوتا، اس فرق کی دو وجوہ ہیں:

ا= جسمانی ورزش میں کچھ وقت کے بعد تھکاوٹ کا احساس اس سے روک دیتا ہے، گویا الارم اور منبہ کا کام دیتا ہے، ذہنی ورزش میں ایسا کوئی منبہ نہیں۔

۲= جسمانی ورزش میں دماغ کسی قدر آزاد ہوتا ہے، کھیل میں مشغول تو ہوتا ہے، مگر اتنا نہیں کہ دوسری جانب توجہ کا ہوش ہی نہ رہے اور ذہنی ورزش میں مکمل طور پر اسی طرف مشغول ہوتا ہے۔

لوگ جسے ''ذہنی ورزش'' کہتے ہیں وہ درحقیقت ''تفکر بے مقصد'' ہے، جو نعمت فکر کو بے محل صرف کرنے کی وجہ سے تبذیر ہے۔

تحقیق حکم کی غرض سے اس قسم کے مروجہ کھیلوں کے نقشے اور کھیل جانے والے دارالافتاء میں بلائے گئے، بندہ نے چند علماء کو ساتھ بٹھا کر ان کے طریق کار کا معاینہ کر کے فیصلہ کیا کہ ان میں سے کس میں تفکر بے مقصد ہے اور کس میں محض دماغی تفریح، تفصیل درج ذیل ہے:

تفکر بے مقصد	دماغی تفریح	
ا- شطرنج، ۲- تاش	ا- کیرم بورڈ	=

لباس اور معاشرت اختیار کرنا موجب برکت وثواب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بچہ کو جھنجنے سے بہلانا

سوال[۹۵۱۸]: نابالغ بچوں کو جھنجھنے سے بہلانا کیسا ہے، جبکہ تصویر والے نہ ہوں، یہ مزامیر میں شمار تو نہیں ہے؟

= ۳-ڈرافٹ، ۴-لوڈو، ۵-سوال جوڑ ۲-لوڈو کا حاشیہ

۶-اٹھارہ گوٹی، بارہ گوٹی، نو گوٹی ۳-لوڈو کی پشت

۷-اڈہ کھڈہ، چوسر، چوپڑ، گنگل چرا، چنگاپوہ، نردبازی، پچیسی ۴-دوگوٹی (کیونکہ اس میں عدم تفکر ضروری ہوتا ہے)

مندرجہ بالا دماغی تفریح کے کھیلوں کا تفصیل مذکور کے تحت اگرچہ جواز معلوم ہوتا ہے، مگر ان میں فسادات ذیل کی وجہ سے یہ بھی جائز نہیں:

۱-ان سے ذہنی ورزش والے کھیلوں میں ابتلاء کا خطرہ ہے۔

۲-ناجائز کھیلوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

۳-بے دین لوگوں کا شعار ہے۔

۴-دیکھنے والوں کے لئے موقع اشتباہ و باعث سوء ظن۔

۵-انہماک کی وجہ سے دین ودنیا کے اہم کاموں سے غفلت۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (أحسن الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، باب المتفرقات، عنوان مسئله: شطرنج، لوڈو اور بارہ گوٹی کھیلنا جائز نہیں: ۸/ ۲۴۱، سعید)

(۱) "لابأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لاينكر عليه فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/ ۳۴۹، رشيديه)

"لابأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لايتكبر، وكذا جمع المال إذا كان من الحلال".

(خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/ ۳۷۸، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ مزامیر میں شمار نہیں، اس کی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۸۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن عائشة رضی اللّٰه تعالى عنها أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم تزوجها وهی بنت سبع سنین، وزُفّت إلیه وهی بنت تسع سنین ولعبها معها". (مشکوٰة المصابیح، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح، ص: ۲۷۰، قدیمی)

"لعب –جمع لعبة– أرادت ماکانت تلعب به. وفیه إباحة لعب الجواری بهن، ولم یثبت کونها صوراً محرمةً". (حاشیة مشکوة المصابیح، (رقم الحاشیة: ۷)، المصدر السابق)

سوال: ''بچوں کا باجہ، سیٹی، سیفٹی ریزر، بلیڈ یا کاغذ پر چھپی ہوئی تصویریں جو بچے پانی میں بھگو کر اپنے ہاتھوں یا کتابوں پر اتار لیتے ہیں اور شیشے کی گولیاں وغیرہ ان چیزوں کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟

(شیخ رشید احمد سوداگر، صدر بازار دہلی)

جواب: ''بچوں کا باجہ، سیٹی، سیفٹی ریزر، بلیڈ، گولیاں، یہ چیزیں بیچنی جائز ہیں، تصویر بیچنی جائز نہیں ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ''۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، بچوں کے کھیل کھلونے فروخت کرنے کا حکم: ۲۰۵/۹، دارالاشاعت کراچی)

(وکذا فی إمداد الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، بچوں کے کھیل کھلونے فروخت کرنے کا حکم: ۲۵۶/۴، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

باب الموالات مع الكفار و الفَسَقة

(کفار اور فاسقوں کے ساتھ دوستی کرنے کا بیان)

غیر مسلم سے تعلقات

سوال[۹۵۱۹]: ہندو سے دوستی کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا کہ نہیں، یعنی ایسے ہندو سے دوستی قائم کرنا جو کہ مسلمانوں کو کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں پہونچاتا ہے اور یہ دوستی اس کی بہت زمانہ سے چلی آرہی ہے، تو اس کے ساتھ دوستی قائم کرنا عندالشرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بستی دار یا محلہ دار ہونے کی وجہ سے، یا کسی اَور ضرورت کی وجہ سے اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا اور میل ملاپ رکھنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

کافر سے موالات ومواسات

سوال[۹۵۲۰]: کسی ہندو کا مسلمان سے دوستانہ تعلق ہے، شادی کے وقت ایک دوسرے کو روپیہ،

---

(۱) "ولا بأس بمصافحة المسلم جارَه النصرانيَّ إذا رجع بعد الغيبة و يتأذى بترك المصافحة، كذا في الغنية". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أحكام أهل الذمة: ۵/۳۴۸، رشيديه)

"ولابأس بأن يصل الرجل المسلم المشرك، قريباً كان أو بعيداً، محارباً كان أو ذمياً. وأراد بالمحارب المستأمن". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۷۴، رشيديه)

(و كذا في ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۸، سعيد)

(و كذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهة، الباب الرابع: ۵/۳۴۷، رشيديه)

کھانے پکانے اور کھانے کو دیتے ہیں اور ایک دوسرے کی دعوت کرتے ہیں۔ ایسا روپیہ لینا دینا اور کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کفار سے دوستانہ تعلق اور دلی محبت حرام ہے، لقوله تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم هزواً ولعباً﴾ الآیة(۱)۔

البتہ دنیوی معاملات میں لین دین وغیرہ بضرورت درست ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱۰/۶۴ھ۔

شانِ خداوندی میں گستاخی کرنے والے کے ساتھ سلوک

سوال[۹۵۲۱]: غیر مسلم اللہ کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے، ظاہر ہے کہ اگر اس کو اللہ کی عظمت کا علم ہو جاتا تو ایسا نہ کرتا۔ علم رکھنے والے کے لئے ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرنا کیسا ہے؟ سمجھانے پر نہ ماننے پر جسمانی تکلیف پہونچانے کا حق ہے یا نہیں، جب کہ قدرت ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کیا جسمانی تکلیف پہونچانے سے اس کی اصلاح ہو جائے گی جب کہ وہ بے علم ہے، اصلاح کی صورت تو یہ ہے کہ اخلاق وشفقت سے اس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم کرایا جائے اور عقیدہ درست کیا

---

(۱) (سورة المائدة: ۵۷)

وقال الله تعالیٰ: ﴿یاأیها الذین آمنوا لاتتخذوا الیهود والنصاری أولیاء﴾ (سورة المائدة: ۵۱)

(۲) "لابأس بأن یکون بین المسلم والذمی معاملة إذا کان ممالا بدّ منه، کذا فی السراجیة".

(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی أهل الذمة والأحکام التی تعود الیهم: ۵/۳۴۸، رشیدیه)

جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱۲/۲۹ھ۔

جس کا ظاہر کافروں جیسا ہو، اس کے ساتھ تعلق

سوال [۹۵۲۲]: ایک شخص مسلمان ہے مگر ظاہر غیر مسلموں جیسا ہے، فسادات کے دوران وہ مسلمانوں کے گھر جاتا ہے، اس کو کافر سمجھ کر قتل کر دیتے ہیں۔ جواب طلب یہ بات ہے کہ اس مقتول کا حشر کفار کے ساتھ ہوگا یا مسلمانوں کے ساتھ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ مسلمان تھا اور اس کا خاتمہ کفر پر نہیں بلکہ اسلام پر ہوا تو وہ مستحقِ نجات ہے، اس کے ساتھ دنیا میں وہی معاملہ کیا جائے جو مسلمان کے ساتھ کرنے کا حکم ہے (۲)، رہا حشر کا حال سو جو شخص بھی جس کے ساتھ محبت

---

(۱) قال العلامة ابن البزاز الكردري رحمه الله تعالىٰ: "تعليم صفة الخالق مولانا جل جلاله للناس وبيان خصائص مذهب أهل السنة والجماعة من أهم الأمور، وعلى الذين تصدّوا للوعظ أن يلقنوا الناس في مجالسهم على منابرهم ذلك قال الله تعالىٰ: ﴿وذكر فإن الذكر تنفع المؤمنين﴾، وعلى الذين يؤمون في المساجد أن يعلموا جماعتهم شرائط الصلوة، وشرائع الإسلام، وخصائص مذاهب الحق. وإذا علموا في جماعتهم مبتدعاً، أرشدوه". (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، الثاني فيما يكون كفراً من المسلم: ۳۲۰/۶، رشيديه)

(۲) "ويغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبه". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: ويغسل المسلم): أي جوازاً؛ لأن من شروط وجوب الغسل كون الميت مسلماً"

"قال في البدائع: حتى لايجب غسل الكافر؛ لأن الغسل وجب كرامةً وتعظيماً للميت، والكافر ليس من أهل ذلك (قوله: قريبه) مفعول تنازع فيه الأفعال الثلاثة قبله (قوله: كخاله) أشار إلى أن المراد بالقريب مايشمل ذوي الأرحام كما في البحر". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، قبيل: مطلب في حمل الميت: ۲۳۰/۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۳۳۵/۲، رشيديه)

رکھتا ہے اور اس کے طریقہ کو پسند کرتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوتا ہے، "المرء مع من أحب"(۱)، لیکن اگر کوئی شخص بے علم ہونے یا عملی کوتاہی کی وجہ سے پابند شرع نہ ہو تو اس کے متعلق ایسا فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۳/۲۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن أبي وائل عن عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: يارسول الله! كيف ترى في رجل أحب قوماً، ولمّا يلحق بهم قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: المرء مع من أحب". (الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة والأدب، باب المرء مع من أحب: ۲/۳۳۲، قديمي)

قال العلامة النووي رحمه الله تعالىٰ: "قوله: صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: للذي سأله عن الساعة ما أعددت لها قال: حبّ الله ورسوله، قال: أنت مع من أحببت، وفي روايات: "المرء مع من أحب" فيه فضل حبّ الله ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، والصالحين وأهل الخير الأحياء والأموات، ومن أفضل محبة الله ورسوله امتثال أمرهما، واجتناب نهيهما، والتأدب بالآداب الشرعية، ولا يشترط في الانتفاع بمحبة الصالحين أن يعمل عملهم إذ لو عمله لكان منهم، ومثلهم. وقد صرح في الحدي الذي بعد هذا بذلك، فقال: رجل أحب قوماً ولمّا يلحق بهم. قال أهل العربية: مما نفي للماضي المستمر فيدل على نفيه في الماضي، وفي الحال بخلاف لم، فإنها تدل على الماضي فقط، ثم إنه لايلزم من كونه معهم أن تكون منزلته وجزاؤه مثلهم من كل وجه". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة والأدب، باب المرء مع من أحب: ۲/۳۳۱، ۳۳۲، قديمي)

الفصل الأول فی التشبه بالكفار

(کفار کی مشابہت کا بیان)

سراغ رسانی کے لئے کافروں کی ہیئت اختیار کرنا

سوال[۹۵۲۳]: بلوائیوں کی خفیہ تنظیم کی سراغ رسانی کے لئے اوران کے حملے کو پسپا کرنے کے لئے اگر سر پر چوٹی رکھ لی جائے اور زنار باندھ لی جائے اور سر پر ٹیکا لگایا جائے اور دھوتی پہن لی جائے، اور یہ سب امور صرف اتنی دیر کے لئے کئے جائیں جتنی دیر تک ضرورت ہو، جائز ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا امور کے بغیر دفاع ناممکن ہے، کیونکہ سراغ رسانی دفاع کے لئے مثل لازم کے ہیں۔ان مسائل کی حضرت والا اصل بھی تحریر فرمائیں تو مزید تشفی ہو جائے گی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بلوائیوں کی خفیہ تنظیم کی سراغ رسانی کے لئے زنار باندھنے، سر پر چوٹی رکھنے اور دھوتی وغیرہ پہننے کی اتنی دیر تک کے لئے اجازت ہے:

"يكفر بوضع قلنسوة المجوس على رأسه على الصحيح إلا لضرورة ودفع الحرو البرد، وبشدّ الزنار فی وسطه، إلا إذا فعل ذلك خديعةً فی الحرب و طليعةً للمسلمين". عالم گیری(۱)، البحر الرائق (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع فی أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الكفر، منها مايتعلق بتلقين الكفر والأمر بالإرتداد: ۲/۲۷۶، رشيديه)

(۲) "و بشد الزنار فی وسطه إلا إذا فعل ذلک خديعةً فی الحرب وطليعةً للمسلمين". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۸، رشيديه) .... =

بہروپیہ اور سی آئی ڈی کا غیر مسلم کی صورت وضع بنانا

سوال[۹۵۲۴] : ۱......زید بوجہ پیشہٗ خوردونوش (بہروپیہ) ایسے روپ بدلتا ہے جس سے اس کے ہندو ہونے کا یقین ہوتا ہے، مثلاً: کبھی ہندو کمہار، ہندو فقیر وغیرہ بنتا ہے، ماتھے پر قشقہ لگاتا ہے(۱)، گلے میں مالا ڈالتا ہے(۲) یہ تو اس کے افعال ہوتے ہیں، مگر بعض اوقات وہ خود اپنا ہندو ہونا بیان کرتا ہے اور مسلمان ہونے کی خواہش کرتا ہے، گویا خود کو ہندو کہہ کر دھوکہ دیتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کے مسلمان رہنے اور نکاح قائم رہنے کی نسبت کیا حکم ہے؟ اگر نکاح ساقط ہوجاتا ہے تو بغیر حلالہ کے نکاح ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

۲......بکر بوجہ ملازمت سرکاری سی آئی ڈی (خفیہ پولیس) کسی مفرور ملزم کی تلاش میں، یا کسی معلوماتِ واقعہ کے لئے اپنا فرضِ منصبی ادا کرنے کے لئے ایسا روپ بھر لے کہ انجان آدمی کو اس کے مسلمان ہونے کا شبہ بھی نہیں ہوتا، بلکہ اس کو ہندو ہونے کا یقین ہوتا ہے، اگرچہ وہ زبان سے ہندو ہونے کا مقر نہیں۔ تو ایسی حالت میں اسلام ونکاح کا کیا حکم ہے؟

محمد احمد شاغل تھانوی، متعلم مدرسہ ہذا، ۲۹/ جمادی الاولیٰ/۵۲ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

بلاضرورتِ شدیدہ کفار کا مخصوص لباس استعمال کرنا ممنوع اور ناجائز ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿ولا ترکنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾(۳)۔

اور قشقہ لگانا کفار کا مذہبی شعار ہے، جیسے زنار پہننا، اس سے آدمی کافر ہوجاتا ہے:

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب السير، ثم ألفاظ الكفر أنواع: ۲/۵۱۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، ألفاظ الكفر، السادس في التشبيه: ۶/۳۳۲، رشيديه)

(۱) ’’قشقہ: تلک، ٹیکہ، صندل وغیرہ کا نشان جو ہندو ماتھے پر لگاتے ہیں‘‘۔ (فيروز اللغات، ص: ۵۹۶، فيروز سنز، لاهور)

(۲) ’’مالا: پھولوں، موتیوں یا سونے کا بنا ہوا ہار، گجرا‘‘۔ (فيروز اللغات، ص: ۱۱۸۵، فيروز سنز، لاهور)

(۳) (سورة هود : ۱۱۳)

”يكفر بوضع قلنسوة المجوس على رأسه على الصحيح، إلا لضرورة دفع الحر والبرد، وبشد الزنار في وسطه، إلا إذا فعل ذلك خديعةً في الحرب“. عالم گیری:۲/۸۹٤ (۱)، بحر الرائق: ٥/١٢٣ (٢)۔

اوراپنے ہندو ہونے کا اقرار کرنا خود کفر ہے:

”وأما الهازل والمستهزئ إذا تكلم بكفر استخفافاً و مزاحاً واستهزاءً، يكون كفراً عند الكل و إن كان اعتقاده خلاف ذلك“. عالم گیری:۲/۸۹٤ (۳)، فتاوی قاضی خان: ٤/٦٠٧ (٤)۔ نعوذ بالله من ذلك۔

اورارتداد کی وجہ سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے:

قال العلامة الحصكفيؒ: ”وارتداد أحدهما: أي الزوجين فسخٌ، فلاينقص عدداً عاجلٌ

---

(۱) (الفتاوی العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بتلقين الكفر والأمر بالارتداد والتشبيه : ۲/۲۷٦، رشيديه)

(۲) (البحرالرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين : ٥/۲۰۸، رشيديه)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر للقاري، فصل في الكفر صريحاً وكنايةً، ص: ۱۸۵، قديمی)

(وكذا فی الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في التشبيه بالكفار، الخ: ٥/٥١٩، ٥٢٠، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوی البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل اثاني، النوع السادس في التشبيه : ٦/۳۳۲، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوی، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثانی، الجنس السادس في التشبيه : ۴/۳۸۷، رشيديه)

(۳) (الفتاوی العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، موجبات الكفر أنواع، منها مايتعلق بتلقين والأمر بالارتداد .... اهـ: ۲/۲۷٦، رشيديه)

(۴) (فتاوی قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم و ما لايكون : ۳/۵۷۷، رشيديه)

(وكذافي رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد : ۴/۲۲۲، سعيد)

بلاقضاء". درعلی الشامی: ۲/ ٦٤٣(۱)۔

اس کے بعد اگر وہ شخص مسلمان ہوجائے تو پھر اس کا نکاح اس پہلی عورت سے جو اس کے نکاح میں تھی بلاحلالہ کئے شرعاً درست ہے:

قال الشامی تحت قول الدر: "(فسخ) نقلاً عن الفتح؛ لأن الحرمة بالردة غير متأبدة، فإنها ترتفع بالإسلام". وتحت قول الدر: "(فلا ينقص عدداً) فلو ارتد مراراً و جدّد الإسلام فی كل مرة، وجدد النكاح على قول أبی حنيفة رحمه الله تعالىٰ، تحل امرأته من غير إصابة زوج ثان، بحر عن الخانية"(۲)۔

۲......اگر محض کفار کا لباسِ قومی اختیار کیا ہے تو اس سے کفر نہیں بلکہ گناہ ہوتا ہے، اگر کفار کا شعارِ مذہبی اختیار کیا ہے تو اس کا جواب وہی ہے جو اوپر نمبر: ا میں مذکور ہے، دليله ذكر ثَمّ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ٦/ ۵۲ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/ جمادی الثانی/ ۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ۔

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر : ۳/ ۱۹۳، ۱۹۴، سعيد)

(وكذا فی البحرا لرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر : ۳/ ۳۷۳، رشيديه)

(وكذا فی خلاصة الفتاوی، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثانی، الجنس الأول فی المقدمة : ۴/ ۳۸۳، رشيديه)

(وكذا فی الفتاوی العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب العاشر فی نكاح الكفار : ۲/ ۳۳۹، رشيديه)

(وكذا فی المحيط البرهانی، كتاب السير، فصل فی مسائل المرتدين، نوع آخر من المتفرقات : ۵/ ۵۸۳، غفاريه كوئٹه)

(وكذا فی الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصلٌ من فصلٍ فی الإرجاء : ۵/ ۵۴٦، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر : ۳/ ۱۹۳، ۱۹۴، سعيد)

(وكذا فی البحرا لرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر : ۳/ ۳۷۵، رشيديه)

شعارِ اہل کفر کو اختیار کرنا

سوال[۹۵۲۵]: زید مسلمان اور عمر ہندو نے باہمی مشترکہ دوکان کھولی، اس دوکان کے شروع کرنے کی تاریخ ہندو پنڈت کاہنوں سے پوچھ کر معین کی، چنانچہ معینہ تاریخ پر اہل ہنود کے رواج کے مطابق دوکان کھولی گئی، یعنی پنڈتوں و برہمنوں کو دعوت دی گئی اور حساب کی بہی پر بجائے "بسم اللہ" کے لفظ "اوم" (جو ہندو اپنی خط وکتابت میں لکھتے ہیں، لکھا گیا، اور ہنومان وغیرہ کی ان پر تصویریں بنائی گئیں (۱)، اور زید مسلمان کی پیشانی پر ہندوؤں کی رسم مخصوص کے مطابق سرخ رنگ کے ٹیکے لگائے گئے، اور چاول وغیرہ بھی جیسے ہندو لگاتے ہیں ماتھے پر لگائے گئے، اور تھالیوں پر گھی کے چراغ رکھ کر مطابقِ رسم کے جلائے گئے۔ یہ سب کچھ علماء کے منع کرنے کے بعد کیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے جو یہ فعل دیدہ ودانستہ کیا ہے اس پر بسبب اس فعل کے بموجبِ شریعتِ بیضاء کیا حکم عائد ہوتا ہے اور دیگر مسلمانوں کو زید سے کیا برتاؤ کرنا چاہیئے اور جو لوگ اس مجلس میں شریک ہوئے ہیں ان پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر مسلم قوم کے شعار قومی کو اختیار کرنا کبیرہ گناہ ہے اور شعارِ مذہبی کو اختیار کرنا بلا ضرورت معتبرہ عند الشرع کفر ہے (۲)، لہذا احتیاطاً زید کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کر لینا چاہیئے اور آئندہ کے لئے بھی ایسے افعال سے پختہ توبہ کرنا ضروری ہے۔ اور جتنے مسلمان اس مجلس میں شریک ہوئے ہیں سب کو توبہ کرنا

---

(۱) "ہنومان: ہندوؤں کا ایک دیوتا، ہندوؤں کا ایک روایتی سردار جس نے سیتا جی کی بازیابی میں رام چندر کی مدد کی تھی"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۴۵۲، فیروز سنز، لاهور)

(۲) "یکفر ...... بوضع قلنسوة المجوسی علی رأسه علی الصحیح، وبشد الزنار فی وسطه". (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتین: ۲۰۸/۵، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحکام المرتدین: ۲۷۶/۲، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، باب ألفاظ الکفر، الفصل السادس فی التشبیه: ۳۳۲/۶، رشیدیه)

ضروری ہے(۱)۔

اگر زید توبہ نہ کرے اور اپنے فعل کو برا نہ سمجھے تو مسلمانوں کو اسے سمجھانا چاہیئے، اگر باوجود فہمائش کے نہ مانے اور اپنی بات پر جما رہے تو اس سے قطع تعلق کر دینا چاہیئے تاکہ تنگ آ کر توبہ کرلے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۲/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۴/صفر/۵۶ھ، 　　صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

غیر قوموں کے ساتھ تشبہ

سوال[۹۵۲۶]: عورت کا بے پردہ پھرنا، ساڑھی پہننا، انگریزی لیڈی وضع، جوتا مردوں اور عورتوں کو پہننا، کپڑے بھی اسی وضع کے، بالوں کو بھی اسی طرح سے گوندھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جملہ امور ممنوع اور ناجائز ہیں "من تشبه بقوم فهو منهم". الحديث (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، 　　صحیح: عبد اللطیف، ۸/صفر/۱۳۵۹ھ۔

---

(۱) "و من خرج إلى السدة: أى مجتمع أهل الكفر فى يوم النيروز، كفر". (شرح الفقه الأكبر، فصل فى الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۲، قديمى)

(وكذا فى الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر، الفصل السادس فى التشبيه: ۶/۳۳۳، رشيديه)

(۲) قال العلامة الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: "قال: وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلة مايفسد عليه دينه أو يدخل مضرةً فى دنياه، يجوز له مجانبته وبعده، ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مرّ الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۹، رشيديه)

(۳) "عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه =

ہندوانہ زیبائش

سوال[۹۵۲۷]: مشرقی اضلاع میں رواج کے مطابق مسلمان عورتیں بھی مانگ میں سیندور بھرتی ہیں(۱) ماتھے پر بندیاں لگاتی ہیں، پیر کی انگلیوں میں بچھونے پہنتی ہیں(۲) اور ساڑھی کا استعمال کرتی ہیں۔ ازروئے شریعت اس قسم کی زیبائش جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ چیزیں اصالۃً غیر مسلموں کی ہیں، بعض تو محض قومی ہیں اور بعض میں مذہبیت کی بھی شان ہے، ایسی

= بقوم، فهو منهم" (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵،)

(وسنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لباس الشهرة، ص: ۵۵۸، دارالحديث ملتان)

قال العلامة الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: "من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفسّاق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أى في الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵،)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لباس الشهرة: ۵/۴۰، معهد الخليل الاسلامي كراچى)

قال العلامة المناوى رحمه الله تعالىٰ: "من تشبه بقوم": أى تزيا في ظاهره بزيّهم، و في تعرّفه بفعلهم، وفي تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم و هديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم: أى وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهرُ الباطنَ .... و أنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ...... لو خص أهل الفسوق والمجون بلباسٍ منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظانّ والمظنون فيه بسبب العون عليه. وقال بعضهم: قد يقع التشبه في أمور قلبية .... وقد تكون عادات في نحو طعام و لباس ومسكن و نكاح و اجتماع و افتراق .... و قد يحمل منهم في القدر المشترك الذى شابههم فيه، فإن كان كفراً أو معصيةً أو شعاراً لها، كان حكمه كذلك". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) "سیندور: سرخ رنگ کا ایک سفوف جسے ہندو عورتیں مانگ میں بھرتی ہیں"۔(فيروز اللغات، ص: ۸۳۰، فيروز سنز لاهور)

(۲) "بچھونے: ایک قسم کا زیور جو پاؤں کی انگلیوں پر پہنا جاتا ہے"۔(فيروز اللغات، ص: ۱۸۳، فيروز سنز، لاهور)

چیزوں کا اہلِ اسلام کو اختیار کرنا منع ہے، قسمِ ثانی کا استعمال قسمِ اول سے زیادہ سخت ہے اور اس کی ممانعت بھی شدید ہے۔ اور جس جگہ یہ چیزیں اہلِ اسلام میں غیر مسلموں کی صحبت کے اثرات سے کچھ پھیل گئی ہیں، یا نومسلموں میں ترکۂ آباء کی حیثیت سے باقی رہ گئی ہیں، وہ بے علم اور بے عمل مسلمانوں میں ہیں، ان کی اصلاح لازم ہے نہ کہ اشاعت (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمود گنگوہی غفرلہ۔

بالوں میں کفار کی مشابہت

سوال[۹۵۲۸]: ما الحکم عن الشعر الذی یقطع خلف الرأس فقط –کما یفعل

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم" (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دارالحدیث ملتان)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه اللہ تعالیٰ: "من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم والخیر". (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۸/۱۵۵، رشیدیه)

(وکذا فی بذل المجهود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵/۴۰، معهد الخلیل الاسلامی، کراچی)

قال العلامة المناوی رحمه اللہ تعالیٰ: "من تشبه بقوم": أی تزیا فی ظاهره بزیّهم، و فی تعرّفه بفعلهم، وفی تخلقه بخلقهم، وسار بسیرتهم و هدیهم فی ملبسهم وبعض أفعالهم: أی وکان التشبه بحق قد طابق فیه الظاهرُ الباطنَ .... و أنه لا یجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ...... لو خص أهل الفسوق والمجون بلباسٍ منع لبسه لغیرهم، فقد یظن به من لا یعرفه أنه منهم، فیظن به ظن السوء، فیأثم الظانّ والمظنون فیه بسبب العون علیه. وقال بعضهم: قد یقع التشبه فی أمورٍ قلبیة .... وقد تکون عادات فی نحو طعام و لباس ومسکن و نکاح و اجتماع و افتراق .... و قد یحمل منهم فی القدر المشترک الذی شابههم فیه، فإن کان کفراً أو معصیةً أو شعاراً لها، کان حکمه کذلک". (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

الكفار– هل هو جائز أم لا، أم حرام؟

الجواب حامداًومصلياً:

ما كان شعارَ الكفار، فإن كان شعاراً مذهبياً، فهو حرام على المسلين، وإن كا شعاراً قومياً فهو مكروه (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۶/۸۷ھ۔

عورت کو مانگ میں سیندور اور پیشانی پر بندی لگانا

سوال[۹۵۲۹]: کیا عورت اپنی زینت کے لئے مانگ میں سیندور(۲) اور پیشانی پر بندی لگاسکتی ہے(۳)؟

الجواب حامداًومصلياً:

مانگ میں سیندور اور پیشانی پر بندی غیر مسلم عورتوں کا شعار ہے، اس سے بچنا لازم ہے ہرگز اس کو

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن القزع. والقزع أن يحلق رأس الصبي، فيترك بعض شعره". (سنن أبي داؤد، كتاب الترجل، باب في الصبي له ذؤابه: ۲/۵۷۷، دارالحديث ملتان)

"و عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم راى صبياً قد حلق بعض رأسه و ترك بعضه، فنهاهم عن ذلك وقال: "احلقوا كله أو اتركوا كله". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمي)

"ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۴/۵۱۳، غفاريه كوئٹه)

(۲) "سیندور: ایک قسم کا سرخ سفوف"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۱۲، فیروز سنز، لاہور)

(۳) "بندی: کانچ کی رنگین ٹکلی جو عورتیں ماتھے پر چپکاتی ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۱۹، فیروز سنز، لاہور)

اختیار نہ کریں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۹۶ھ۔

سرکاری تقاریب میں ہنود کا مسلمان کی پیشانی پر سیندور لگانا

سوال[۹۵۳۰]: سرکاری تقریبوں میں مسلمانوں کی پیشانیوں کو ہندو لوگ سیندور لگاتے ہیں(۲)، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

---

(۱) "عن ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "من تشبه بقوم، فهو منهم " (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قديمی)

(وسنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دارالحديث ملتان)

قال العلامة الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: "من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، رشيديه)

(وكذا فی بذل المجهود، كتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة : ۴۰/۵، معهد الخليل الاسلامی، كراچی)

قال العلامة المناوى رحمه الله تعالىٰ: "من تشبه بقوم": أی تزيا فی ظاهره بزيّهم، و فی تعرّفه بفعلهم، وفی تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم و هديهم فی ملبسهم وبعض أفعالهم: أی وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهرُ الباطنَ .... و أنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ...... لو خص أهل الفسوق والمجون بلباسٍ منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظانّ والمظنون فيه بسبب العون عليه. وقال بعضهم: قد يقع التشبه فی أمور قلبية .... وقد تكون عادات فی نحو طعام و لباس ومسكن و نكاح و اجتماع و افتراق .... و قد يحمل منهم فی القدر المشترک الذی شابههم فيه، فإن كان كفراً أو معصيةً أو شعاراً لها، كان حكمه كذلک". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۵۷۴۳/۱۱، ۵۷۴۴، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۲) "سیندور: ایک قسم کا سرخ سفوف"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۱۲، فیروز سنز، لاہور)

الجواب حامداًومصلياً:

ان کے مذہبی شعار میں شرکت کی اجازت نہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/ ۸۸ھ۔

لباس اور برتن میں تشبہ سے پرہیز

سوال[۹۵۳۱] :ایک مسلمان شخص کو میں نے منع کیا تھا کہ تم وہ چتے ہوئے گھڑے کو جن کو ہندو استعمال کرتے ہیں تم نہ استعمال کیا کرو، وہ گھڑے استعمال کرو جو چتے ہوئے نہ ہوں اور کنی دار دھوتی نہ استعمال کرو(۲) وہ بھی ہندو استعمال کرتے ہیں، تم بے کنی کی دھوتی استعمال کرو۔شریعت میں اس کی کیا اصل ہے؟ جواب سے مشرف فرمائیں۔

بندو محلّہ پٹھان پورہ سہارنپور۔

الجواب حامداًومصلياً:

جو برتن یا کپڑا وغیرہ کسی غیر مسلم قوم کا مخصوص شعار ہو، مسلمانوں کو اس سے حتی الوسع اجتناب چاہیئے،

---

(۱) "وعن الإمام أبي حفص: لو أن رجلاً عبدَ ربه خمسين سنةً، ثم جاء يوم النيروز، فأهدى إلى بعض المشركين هديةً يريد تعظيم ذلك اليوم، فقد كفر". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكرية، كتاب الفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، السادس فى التشبيه: ۶/۳۳۴، رشيديه)

"ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه فى ذلك اليوم" (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۴/۵۱۳، غفاريه كوئٹه)

(وكذا فى فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، باب مايكون كفراً من المسلم ومالايكون: ۳/۵۷۷، رشيديه)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۴، سعيد)

(۲) "کنی دار: وہ کپڑا جس کے کناروں پر کسی رنگ کی کناری ہو، کنارہ دار"۔(فيروز اللغات، ص: ۱۰۳۸، فيروز سنز، لاهور)

کیونکہ کفار کے ساتھ تشبہ منع ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۴/۵۴ھ۔

صحیح :عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

اذانِ مغرب کے بعد لائٹ روشن کرنا

سوال[۹۵۳۲] : عموماً ایسا ہوتا ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد لائٹ روشن کردی جاتی ہے اور اس کے بعد جماعت ہوتی ہے، کیونکہ کچھ اندھیرا ہوجاتا ہے۔ایک صاحب کو اس پر اعتراض ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ آتش پرستی کے مشابہ ہے۔اتفاق سے بجلی کا بلب امام کے کھڑے ہونے کی جگہ لگا ہوا ہے، اس لئے انہیں خلجان رہتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد بلب روشن کیا جانا چاہیئے۔از روئے شرع کیا حکم ہے، کیا ان کا یہ خلجان صحیح

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵،قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دارالحدیث ملتان)

قال الملا علی القاری: "من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم والخیر عند اللہ تعالیٰ". (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس: ۱۵۵/۸، رشیدیه)

(وكذا فی بذل المجهود: ۴۰/۵، معهد الخليل الإسلامی کراچی)

قال العلامة المناوی: "من تشبه بقوم" : أی تزيا فی ظاهره بزيّهم، و فی تعرّفه بفعلهم، وفی تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم و هديهم فی ملبسهم وبعض أفعالهم: أی و كان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهرُ الباطنَ .... وأنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ...... لو خص أهل الفسوق والمجون بلباسٍ مُنع لبسه لغيرهم، فقد يظن به مَن لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء فيأثم الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه. وقال بعضهم: قد يقع التشبه فی أمور قلبية .... و قد تكون عادات فی نحو طعام و لباس ومسكن و نكاح و اجتماع و افتراق .... و قد يحمل منهم فی القدر المشترک الذی شابههم فيه، فإن كان كفراً أو معصيةً أو شعاراً لها، كان حكمه كذلک". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

ہے؟ جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

فیض احمد باندہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خلجان لغو اور بے اصل ہے، آتش پرستی سے اس کو کوئی مشابہت نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دھوتی باندھنا

سوال[۹۵۳۴]: دھوتی اس طریقہ سے باندھنا کہ اس میں ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو یعنی شلوار نما، یا دوسری قسم سے جیسے ہندو وغیرہ باندھتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو طریقہ ہندوؤں کے ساتھ خاص ہے، اس طریقے سے باندھنا منع ہے (۲)۔ فقط۔

حررہ محمود غفرلہ۔

---

(۱) "ثم اعلم أن التشبه بأهل الكتاب لايكره في كل شيء، فإنا نأكل و نشرب كما يفعلون، إنما الحرام هو التشبه فيما كان مذموماً، وفيما يقصد به التشبه". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۸۸/۴، دارالعلوم كراچی)

"ثم اعلم أن التشبه بأهل الكتاب لايكره في كل شئ. فإنا نأكل ونشرب كما يفعلون، إنما الحرام هو التشبه فيما كان مذموماً، وفيما يقصد به التشبه". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، الخ: ۱۸/۲، رشيديه)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم" (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵،)

(وسنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لباس الشهرة، ص: ۵۵۸، دارالحديث ملتان)

قال العلامة الملا على القاري رحمه الله تعالىٰ: "من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۱۵۵/۸، رشيديه) .... =

مسلمان بھنگی کا حکم

سوال[۹۵۳۴]: (الف) زید ایک مسلمان بھنگی کی عورت کو لے کر بلا نکاح کئے ہوئے مفرور ہوگیا، کچھ دنوں کے بعد واپس آیا اور اس عورت کو چھوڑ دیا۔ اب اس حالت میں زید کے ساتھ کھانا کھانا اور اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے؟ اور کیا اس حرکت حرام سے اسلام سے خارج ہوگا یا نہیں؟ زید کا مسجد میں جانا اور وضو کا برتن استعمال کرنا کیسا ہے؟

(ب) زید اب اپنی اس حرکت سے مسجد میں تائب ہوتا ہے اور بستی کے مسلمان اس کو روا نہیں سمجھتے اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں یہ کیسا ہے؟ زید مسجد میں آکر وضو کرتا ہے تو جس برتن میں وضو کرتا ہے، اس کو الگ کر دیتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے؟ نیز جو لوگ زید کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں وہ کیسے ہیں، وہ معذب عنداللہ ہوں گے یا نہیں؟

(ج) مسلمان بھنگی کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں، جو لوگ اس کو برا جانتے ہیں وہ کیسے ہیں؟ یہاں کے اکثر مسلمان بھنگی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ جواب مفصل مع احادیث صحیحہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: نور محمد معرفت قبول احمد صدیقی۔

= (وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵/۴۰، معهد الخليل الاسلامي، كراچي)

قال العلامة المناوي: "من تشبه بقوم": أي تزيا في ظاهره بزيّهم، و في تعرّفه بفعلهم، وفي تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم و هديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم: أي وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهرُ الباطنَ .... و أنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ...... لو خص أهل الفسوق والمجون بلباسٍ منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظانّ والمظنون فيه بسبب العون عليه. وقال بعضهم: قد يقع التشبه في أمور قلبية .... وقد تكون عادات في نحو طعام و لباس ومسكن و نكاح و اجتماع و افتراق .... و قد يحمل منهم في القدر المشترك الذي شابههم فيه، فإن كان كفراً أو معصيةً أو شعاراً لها، كان حكمه كذلك". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

الجواب حامداً ومصلياً:

(الف) یہ گناہ کبیرہ ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک کبیرہ گناہ کرنے سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا، پس زید مسلمان ہے:

"ولا نكفر مسلماً بذنبٍ من الذنوب وإن كانت كبيرةً إذا لم يستحلها، ولا نزيل عنه اسم الإيمان". شرح فقه أكبر، ص: ۸٦(۱)۔

(ب) زید نے جب صدق دل سے توبہ کرلی تو وہ توبہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے، اب سابقہ گناہ کی وجہ سے اس پر طعن اور اس سے پرہیز کرنا جائز نہیں ہے اور اسلام سے خارج جاننا تو کسی طرح بھی درست نہیں، سخت خطرناک گناہ ہے، مسلمانوں کو اس سے توبہ لازم ہے ورنہ ایمان کا خطرہ ہے، کیونکہ مسلمانوں کو کافر سمجھنا کفر ہے(۲)۔

"ثم كون التوبة سبباً لغفران الذنوب وعدم المواخذة بها مما لاخلاف فيه بين الأمة، وليس شيئاً يكون سبباً لغفران جميع الذنوب إلا التوبة. ثم إذا تاب توبةً صحيحة، صارت مقبولةً غير مر دودة قطعاً من غير شك وشبهه". شرح فقه أكبر، ص: ۱۹۵، ۱۹٦(۳)۔

---

(۱) (شرح الفقه الأكبر، بحث في أن الكبيرة لاتخرج المؤمن عن الإيمان، ص: ۱۰۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وهو الذى يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات﴾ (سورة الشورىٰ: ۲۵)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ومن يعمل سوءً أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيماً﴾ (سورة النساء: ۱۱۰)

"إذ قال لغيره: ياكافر!، أو للمرأة: ياكافرة! ولم يقل المخاطب: شيئاً، فالفقيه أبوبكر الأعمش البلخي على أنه كافر .... وإن اعتقده كافراً، فخاطبه على اعتقاده أنه كافر، كفر؛ لأنه لما اعتقد المسلم كافراً، فقد اعتقد دين الإسلام كفراً، ومن اعتقد دين الإسلام كفراً، فهو كافر". (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، الخامس فى الإقرار بالكفر: ۶/۳۳۰، رشيديه)

(۳) (شرح الفقه الأكبر، مسألة فى التوبة وشرائطها وفيها أبحاث جليلة، ص: ۲۳۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(ج) اگر وہ پاکی کا اہتمام کرتا ہے اور کھانے وغیرہ کو نجاست سے پاک رکھتا ہے تو وہ پاک ہے، بلا دلیل اس کو ناپاک کہنا درست نہیں، البتہ اس میں نجاست کا تیقن ہو تو اس کو ناپاک کہا جائے، شک کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوتا: "شك في وجود النجس، فالأصل بقاء الطهارة". اشباہ، ص: ۵۵(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ ۸/ ۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ شعبان۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (الأشباہ والنظائر، القاعدۃ الثالثۃ، الیقین لایزول بالشک، ص: ۶۱، قدیمی)

الفصل الثانی فی الشرکة فی أعیاد الکفار

(کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کا بیان)

ہندوؤں کے مذہبی تہوار میں شریک ہونا

سوال[۹۵۳۵]: مسلمانوں کا ہندوؤں کی خوشی میں شامل ہونا، مثلاً: بنگال میں یہ رواج ہے کہ جب وہاں رام لیلا ہوتی ہے تو کشتی پر بتوں کو رکھ کر اس کے پیچھے کشتیوں میں سوار ہو کر ہندو اور مسلمان شرکت کرتے ہیں اور ان کشتیوں کو ہندو و مسلمان کھیلتے بھی ہیں اور بالخصوص مسلمانوں کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسلمانوں کا ان کی مجلس میں شرکت کرنے سے ان کے مسلمان ہونے میں تو کوئی اثر پیدا نہیں کرتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شرکت قطعاً ممنوع ہے اور گناہ ہے(۱) اس سے توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۳/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲/ ربیع الآخر/ ۵۸ھ۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم" (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دار الحديث ملتان)

قال الملا علی القاری: "من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵/۴۰، معهد الخليل الإسلامي كراچي) .... =

رام لیلا جیسے تہوار میں شرکت

سوال[۹۵۳٦]: رام لیلا یا اس قسم کے تہوار میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ان کے مذہبی تقریبات میں شرکت خطرناک ہے(۱)، الا یہ کہ مقصود شرکت سے سیر وتفریح، نیز ان کی

= قال العلامة المناوی: "من تشبه بقوم": أی تزیّاً فی ظاهره بزیّهم، و فی تعرّفه بفعلهم، وفی تخلقه بخلقهم، وسار بسیرتهم و هدیهم فی ملبسهم وبعض أفعالهم: أی و کان التشبه بحق قد طابق فیه الظاهرُ الباطنَ .... و أنه لا یجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ...... لو خص أهل الفسوق والمجون بلباسٍ منع لبسه لغیرهم، فقد یظن به من لا یعرفه أنه منهم، فیظن به ظن السوء، فیأثم الظانّ والمظنون فیه بسبب العون علیه. وقال بعضهم: قد یقع التشبه فی أمور قلبیة .... وقد تکون عادات فی نحو طعام و لباس ومسکن و نکاح و اجتماع و افتراق .... و قد یحمل منهم فی القدر المشترک الذی شابههم فیه، فإن کان کفراً أو معصیةً أو شعاراً لها، کان حکمه کذلک". (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

کفار کی مذہبی تہواروں میں شرکت کرکے انہی کی طرح اس میں حصہ لینے اور ان سے موافقت کرنے سے متعلق فقہائے کرام کی عبارات بہت سخت ہیں کہ کفر تک کے حکم پر مشتمل ہیں:

"وعن الإمام أبی حفص رحمه الله تعالیٰ: لو أن رجلاً عبَدَ ربه خمسین سنةً، ثم جاء یوم النیروز، فأهدی إلی بعض المشرکین هدیةً یرید تعظیم ذلک الیوم، فقد کفر". (الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکریة، کتاب ألفاظ تکون إسلاماً أو کفراً أو خطأً، السادس فی التشبیه: ٦/۳۳۴،رشیدیه)

"ویکفر بخروجه إلی نیروز المجوس والموافقة معهم فیما یفعلونه فی ذلک الیوم " (مجمع الأنهر، کتاب السیر، باب ألفاظ الکفر أنواع: ۴/۵۱۳، غفاریه کوئٹه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، باب مایکون کفراً من المسلم ومالایکون: ۳/۵۷۷، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ٦/۷۵۴، سعید)

(۱) "ویکفر بخروجه إلی نیروز المجوس والموافقة معهم فیما یفعلونه فی ذلک الیوم". (مجمع =

رونق بڑھانا نہ ہو، بلکہ کوئی جائز و پسندیدہ مقصد ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۰ھ۔

غیر قوم کے تہوار میں ان کو مبارکباد دینا

سوال[۹۵۳٧]: غیر قوم کے تہوار کے دن مسلمانوں کو انہیں مبارکباد دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/٦/۱۴۰۱ھ۔

= الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۵۱۳/۴، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، باب مايكون كفراً من المسلم ومالايكون: ۵٧٧/۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازيه على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، السادس في التشبيه: ۳۳۴/٦، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ٧۵۴/٦، سعيد)

(وشرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً و كنايةً، ص: ۱۸٦، قديمي)

(۱) "لا بأس بأن يضيف كافراً لقرابة أو لحاجة، كذا في التمرتاشي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۳۴٧/۵، رشيديه)

(وكذا في الملتقط، ص: ۲٧٧، مكتبه حقانيه پشاور)

(۲) "اجتمع المجوس يوم النيروز، فقال مسلم: "خوب رسمی نہادہ اند" أو قال: "نیک آئین نہادہ اند" يخاف عليه الكفر". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في الخروج إلى النشيدة والذهاب إلى ضيافة المجوس: ۵۱۹/۵، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً و كنايةً، ص: ۱۸٦، قديمي)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، السادس في التشبيه: ۳۳۳/٦، رشيديه)

غیر قوم کے مذہبی اجتماع میں شرکت

سوال[۹۵۳۸] : غیر قوم کے لوگ ہمیں بعض اوقات ان کے مذہبی اجتماع میں شرکت کرنے کے لئے دعوت دیتے ہیں۔ایسے اجتماع میں شرکت کرنا شریعت کے اعتبار سے درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ان کے اجتماع کو اپنی شرکت سے رونق دینا درست نہیں:"من كثّر سواد قوم، فهوم منهم"(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہندوؤں کے میلہ میں جانا

سوال[۹۵۳۹] : مسلمان مردوعورت کا ہندوؤں کے میلوں میں تماشا دیکھنے جانا، ہندوؤں کے تیوہاروں میں جوکھانے پکتے ہیں(۲) ایسے کھانے پکا کر کھانا ہندوؤں کے رسوم پوجا وغیرہ میں چندہ دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ سب باتیں ناجائز اور گناہ ہیں، اگر ہندو کے تیوہار کی تعظیم کے لئے چندہ دینا اور شرکت کرنا ہے تو یہ کفر ہے، مسلمانوں کو ایسے امور سے توبہ ضروری ہے:

"رجل اشترى يوم النيروز شيئاً لم يكن يشتريه قبل ذلك، إن أراد به تعظيم النيروز

---

(۱) "من كثر سواد قوم فهو منهم، و من رضى عمل قوم كان شريكاً فى عمله". (كنز العمال، كتاب الصحبة من قسم الأقوال: ۲۲/۹، (رقم الحديث: ۲۴۷۳۵)، مكتبه التراث الإسلامى حلب)

"ومن خرج إلى السدة: أى مجتمع أهل الكفر فى يوم النيروز، كفر". (شرح الفقه الأكبر، فصل فى الكفر صريحاً أو كنايةً، ص: ۱۸۶، قديمى)

(وكذا فى الفتاوى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل السادس فى التشبيه: ۳۳۳/۶، رشيديه)

(۲) "تیوہار: خوشی کا دن، جشن، تہوار"۔(فيروز اللغات، ص: ۴۰۷، فيروز سنز لاهور)

يعظمه المشركون، كفر". مجموعة فتاوىٰ:۲/۲۱۵(۱)۔

میلے اور نمائش میں جانا

سوال[۹۵۴۰]: ۱...... میلے میں جانا کیسا ہے،کلبہ(۲)اور چھتر(۳) کا میلہ،اردو سہرا(۴) وغیرہ جب کہ تجارت یا کسی چیز کے خریدنے کی نیت سے جائے اور میلے کے اندر تمام ملک کی اشیاء آتی ہو اور تجارت کا بڑا مرکز ہو؟

۲......نمائش میں بلاضرورت جانا کیسا ہے؟

منیر احمد پرنوی،از مدرسہ۔

الجواب حامداًومصلياً:

۱...... یہ میلے ہندوؤں کے مخصوص قومی اور مذہبی میلے ہیں، ان میں جا کر ان کی رونق کو بڑھانا ناجائز ہے،مسلمانوں کو ان سے اجتناب ضروری ہے(۵)۔ ہاں! اگر کوئی ایسی شئ وہاں فروخت ہوتی ہے کہ اس کے

---

(۱) (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية: ۴/۳۴۰، رشيديه)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً و كناية، ص: ۱۸٦، قديمى)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل السادس في التشبيه: ٦/۳۳۳، رشيديه)

(۲) ''کلبہ: چھوٹا سا گھر،غریبوں کا جھونپڑا''۔(فيروز اللغات، ص: ۱۰۲۱، فيروز سنز لاهور)

(۳) ''چھتر: بڑا چھاتا،نم گیرہ،شامیانہ،جائے پناہ''۔(فيروز اللغات، ص: ۵۵۱، فيروز سنز لاهور)

(۴) ''اردو سہرا: پھولوں یا موتیوں کی لڑیاں جو ایک ڈور میں باندھ کر دولہا دولہن کے سر سے چہرے پر لٹکائی جاتی ہے''۔(فيروز اللغات، ص: ۸۲۴، فيروز سنز لاهور)

(۵) "من كثر سواد قوم فهو منهم، و من رضى عمل قوم كان شريكاً في عمله". (كنز العمال، كتاب الصحبة من قسم الأقوال: ۹/۲۲، (رقم الحديث: ۲۴۷۳۵)، مكتبة التراث الإسلامى حلب)

"ومن خرج إلى السدة: أى مجتمع أهل الكفر في يوم العيروز، كفر". (شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً أو كناية، ص: ۱۸٦، قديمى)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل =

بغیر چارہ نہیں ہے اور دوسری جگہ وہ ملتی بھی نہیں تو اس کو خریدنے کے لئے جانے میں گنجائش ہے، لیکن اگر دوسری جگہ وہ شئ ملتی ہو، یا اس کی ضرورت شدیدہ نہ ہو تو محض تجارت کے لئے وہاں جانا منع ہے(۱)۔

۲......حدیث شریف میں بازار کو "شرّ البقاع" کہا گیا ہے، لہٰذا بلاضرورت بازار میں ہرگز نہیں جانا چاہیئے (۲) اور نمائش میں بازار سے بدرجہا زیادہ خرابیاں ومفاسد ومنکرات ہیں، وہاں جانا بلاضرورت کیسے جائز ہوسکتا ہے بضرورت وبجبوری لہو ولعب ومنکرات سے بچ کر جانا درست ہے (۳)، اہل علم کو جانا ہرگز زیبا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم/ ذی الحجہ/۵۴ھ۔

= السادس في التشبيه: ۶/۳۳۳، رشيديه)

"ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۴/۵۱۳، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، باب مايكون كفراً من المسلم ومالايكون: ۳/۵۷۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، السادس في التشبيه: ۶/۳۳۴، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۴، سعيد)

(وشرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً و كنايةً، ص: ۱۸۶، قديمي)

(۱) (راجع رقم الحاشية: ۳)

(وكذا في إمداد الأحكام: ۴/۳۸۵، مكتبه دارالعلوم كراچي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أحب البلاد إلى الله مساجدها، وأبغض البلاد إلى الله أسواقها". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب المساجد و مواضع الصلوة، الفصل الأول، ص: ۶۸، قديمي)

(۳) "کفار کا مجمع مطلقاً معصیت نہیں ہے، بلکہ صرف جو کسی معصیت یا کفر کی غرض سے منعقد کیا جائے، ایسے مجمع کی شرکت واعانت سب حرام ہے۔ اور جو کسی غرض مباح سے ہو جیسے: مجمع مسئول عنہ کہ محض تزاید سرور واستحکام امر حکومت کے لئے ہوگا، =

میلہ میں سامان خریدنے کے لئے جانا

سوال[۹۵۴۱]: کسی میلہ میں بضرورتِ خرید وفروخت جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو چیز ضرورت کی ہو اور کسی دوسری جگہ نہ ملتی ہو اس کو خریدنے کے لئے جانا درست ہے، بلا اس کے نہیں جانا چاہیئے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۳/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ ربیع الأول/۵۴ھ۔

ہندوؤں کے میلہ کے وقت بنی ہوئی مٹھائی خرید کر کھانا

سوال[۹۵۴۲]: یہاں پر رکشابندھن کا میلہ لگتا ہے(۲)،اس موقع پر مٹھائی خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ میلہ کی وجہ سے مٹھائی بہت زیادہ بنتی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

دکاندار اپنی بکری کے لئے مٹھائی بناتے ہیں، اس کو خرید کر کھانا درست ہے اگر چہ وہ رکشہ بندھن والوں کے خریدنے کی نیت سے بناتے ہوں (۳)۔میلہ میں شرکت سے اجتناب چاہیے(۴)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= میرے نزدیک اس کا یہ حکم نہیں، ہاں اگر کسی مقتدا کی شرکت سے یہ احتمال ہے کہ عوام الناس میری سند پکڑ کر دوسرے ناجائز مجامع کو اس پر قیاس کرکے بداحتیاطی کرنے لگیں گے، وہاں اس عارض کی وجہ سے سداًللذرائع خاص ایسے شخص کو بچنا واجب ہوگا۔اور اشتہار تقسیم کرانا تو ہر حال میں جائز ہے،اس کو تکثیر سواد سے کچھ مس نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم"۔(إمداد الفتاوی، کتاب البیوع، عنوان: بعض سرکاری مجامع میں تجارت: ۳/۱۴۰، دارالعلوم کراچی)

(۱) (تقدم تخریجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) "رکشابندھن: راکھی باندھنے کی رسم،تہوار جس میں ہندو لوگ اپنے ہاتھوں پر راکھی باندھتے ہیں"۔(فیروز اللغات، ص: ۷۱۵، فیروز سنز، لاهور)

(۳) بظاہر یہاں حرمت کی کوئی وجہ نہیں کہ پہلے کم بناتے تھے،اب میلے کی وجہ سے زیادہ بناتے ہیں:

(۴) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه =

ہولی کے دن ہندواستاد سے ملنا

سوال[۹۵۴۳]: زیدایک اسکول میں پڑھتاہے، ہولی کے روز زیدایک ہندو مدرس کے یہاں ملنے گیا،غرض ملنے سے یہ تھی کہ زید کی طرف سے اس مدرس کے خیالات اچھے رہیں تاکہ امتحان میں اچھی ڈویژن مل سکے۔ زید ہولی کی اَور کسی بات میں بفضلہ تعالیٰ شامل نہیں ہوا، مثلاً: رنگ وغیرہ میں، بلکہ ساری کفار کی رسموں کو بُرا جانتا ہے اوران سے نفرت کرتاہے، البتہ اس ہندو مدرس کے یہاں ملنے گیا اگر چہ دل میں نفرت کرتا تھا۔ وہ ہندو مدرس زید سے ملے بھی اور کچھ کھانا جواُن کے یہاں پکتا ہے کھلایا۔

وہیں پرایک دوسرے ہندو مدرس بھی آگئے اورانہوں نے زید سے کہا کہ تم ہولی میں نہیں ملے، زید گو دل میں نفرت کرتا تھا،مگران کے کہنے سے کچھ خیال نہیں آیا،ان سے بھی مل لیا۔ پھر ملنے کے بعد خیال آیااور بہت

= بقوم، فهو منهم" (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دارالحدیث ملتان)

قال الملا علی القاری: "من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم والخیر". (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸،)

(وکذا فی بذل المجهود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة : ۴۰/۵، معهد الخلیل الاسلامی، کراچی)

قال العلامة المناوی: "من تشبه بقوم": أی تزیا فی ظاهره بزیّهم، و فی تعرّفه بفعلهم، وفی تخلقه بخلقهم، وسار بسیرتهم و هدیهم فی ملبسهم وبعض أفعالهم: أی وکان التشبه بحق قد طابق فیه الظاهرُ الباطنَ .... و أنه لا یجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ...... لو خص أهل الفسوق والمجون بلباسٍ منع لبسه لغیرهم، فقد یظن به من لا یعرفه أنه منهم، فیظن به ظن السوء، فیأثم الظانّ والمظنون فیه بسبب العون علیه. وقال بعضهم: قد یقع التشبه فی أمور قلبیة .... وقد تکون عادات فی نحو طعام و لباس ومسکن و نکاح و اجتماع و افتراق .... و قد یحمل منهم فی القدر المشترک الذی شابههم فیه، فإن کان کفراً أو معصیةً أو شعاراً لها، کان حکمه کذلک". (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۵۷۴۳/۱۱، ۵۷۴۴، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

ممکن ہے کہ خیال کے اندر مدرس کو خوش کرنے کے واسطے ملنے گیا تھا۔ پھر تیسرے مدرس سے ملنے کی خواہش کی، کوشش بھی کی مگر بفضلہ تعالیٰ ان سے نہ مل سکا، کیونکہ وہ گھر پر موجود ہی نہ تھے۔

بعد میں زید کو بہت افسوس ہوا اور توبہ واستغفار کیا کہ ایسا نہ ہو، خدانخواستہ - توبہ توبہ - کوئی کفر کی بات سرزد ہوگئی ہو۔ زید ہولی کی شرکت کی غرض سے نہیں ملا، نہ اس خیال سے کہ ان کی شان کو بڑا جان کر، محض اپنی طرف سے اچھے گمان قائم کرانے تھے تاکہ امتحان میں اچھے نمبر ملیں۔ اسی شب کو زید نے ایک خواب دیکھا کہ زید کا دوبارہ نکاح ہوا ہے۔ تو زید کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ زید کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ زید کو توبہ کرکے دوبارہ نکاح کی ضرورت ہے، یا توبہ کرلے اور پہلا نکاح باقی رہے گا؟ زید کا یہ فعل معاذ اللہ کفر کی حد کو تو نہیں پہونچا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو صورت مسئولہ میں سچے دل سے توبہ واستغفار ضروری ہے۔ کفار کے مذہبی تہوار میں شرکت حرام ہے (۱)، مگر چونکہ اس کے دل میں ہولی کی تعظیم نہیں تھی، بلکہ نفرت تھی، اس لئے زید اسلام سے خارج نہیں ہوا اور نکاح بھی نہیں ٹوٹا (۲)۔ تاہم اگر تجدیدِ نکاح کرلے تاکہ قلب کو پوری طرح اطمینان حاصل ہوجائے تو اس میں

---

(۱) "ویکفر بخروجه إلی نیروز المجوس والموافقة معهم فیما یفعلونه فی ذلک الیوم". (مجمع الأنهر، کتاب السیر، باب ألفاظ الکفر أنواع: ۵۱۳/۴، غفاریه کوئٹه)

(وکذا فی قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، باب مایکون کفراً من المسلم ومالایکون: ۵۷۷/۳، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیه علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب ألفاظ تکون إسلاماً أو کفراً أو خطأً، السادس فی التشبیه: ۳۳۴/۶، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۷۵۴/۶، سعید)

(وشرح الفقه الأکبر، فصل فی الکفر صریحاً وکنایةً، ص: ۱۸۶، قدیمی)

(۲) "ولو قال لمجوسی: یا أستاذ تبجیلاً، کفر، الخ". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالی "(قوله: تبجیلاً) قید به؛ لأنه لولم یکن کذلک، بل کان لغرض من الأغراض الصحیحة، فلا بأس به، ولا کفر". (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴۱۳/۶، سعید)

مضائقہ نہیں، بلکہ افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/صفر/۶۱ھ۔

مسلمانوں پر ہولی کا رنگ چھڑکنا

سوال[۹۵۴۴]: ہولی کے دنوں میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر جبراً رنگ چھڑکا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز ہولی میں مسلمانوں کا ہندوؤں کے ساتھ شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شرع کے بھی خلاف ہے(۲) اور قانون کے بھی خلاف ہے، ایسا کرنے والوں کو پولیس نے زدوکوب

---

(۱) "لاشک فی فرضیة علم الفرائض الخمس .... وعلم الألفاظ المحرمة أو المکفِّرة، ولَعمری! هذا من أهم المهمات فی هذا الزمان؛ لأنک تسمع کثیراً من العوام یتکلمون بما یکفر وهم عنها غافلون. والاحتیاط أن یجدد الجاهل إیمانه کل یوم ویجدد نکاح امرأته عند شاهدین فی کل شهر مرةً أو مرتین". (ردالمحتار، مطلب فی فرض الکفایه وفرض العین: ۱/۴۲، سعید)

(۲) چونکہ اس میں تشبہ کا لحاظ ہوتا ہے اس لئے کراہت سے خالی نہیں:

"عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم" (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دارالحدیث ملتان)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم والخیر". (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۸/۱۵۵، رشیدیه)

(وکذا فی بذل المجهود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵/۴۰، معهد الخلیل الاسلامی، کراچی)

قال العلامة المناوی رحمه الله تعالیٰ: "من تشبه بقوم": أی تزیا فی ظاهره بزیّهم، و فی تعرّفه بفعلهم، وفی تخلقه بخلقهم، وسار بسیرتهم و هدیهم فی ملبسهم وبعض أفعالهم: أی وکان =

بھی کیا ہے، کوئی اپنی کمزوری سے مرعوب ومغلوب ہوجائے تو دوسری بات ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/ ۸۸ھ۔

عیسائی مذہبی تقریب میں شرکت

سوال[۹۵۴۵]: یوکے میں ہم بسنے والے سب حضرات عیسائی مذہب والے کی کیبر سمس ۲۵، ۲۶/ دسمبر کا دن آتا ہے تو عیسائی مذاہب والے بخشش دیتے ہیں، اسی طرح عیسائی مذہب والے کا کیبر سمس کا کارڈ بھی ہوتا ہے، وہ بھی ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ تو یہ سب لینا اور دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ ان کی مذہبی عبادت ہے تو اس میں ہرگز شرکت جائز نہیں ہے(۲)۔ اگر مذہبی عبادت نہیں، محض

= التشبه بحق قد طابق فيه الظاهرُ الباطنَ .... و أنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ...... لو خص أهل الفسوق والمجون بلباسٍ منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظانّ والمظنون فيه بسبب العون عليه. وقال بعضهم: قد يقع التشبه فى أمور قلبية ...... وقد تكون عادات فى نحو طعام و لباس ومسكن و نكاح و اجتماع و افتراق .... و قد يحمل منهم فى القدر المشترك الذى شابههم فيه، فإن كان كفراً أو معصيةً أو شعاراً لها، كان حكمه كذلك". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) "لا بأس بأن يضيف كافراً لقرابة أو لحاجة، كذا فى التمرتاشى". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر فى أهل الذمة: ۵/۳۴۷، رشيديه)

(وكذا فى الملتقط، ص: ۲۷۷، مكتبه حقاينه پشاور)

(۲) "ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه فى ذلك اليوم". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۴/۵۱۳، غفاريه كوئٹه)

(وكذا فى قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، باب مايكون كفراً من المسلم ومالايكون: ۳/۵۷۷، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ البزازيه على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، =

قومی یا ملکی خوشی کا دن ہے تو اس کا حکم زیادہ سخت نہیں، اگرچہ اس سے بھی بچنے کا حکم ہے، مگر ہلکا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۹/ ۵/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۹/ ۵/ ۹۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= السادس فی التشبیه: ۶/ ۳۳۴، رشیدیه)

(وكذا فی رد المحتار، كتاب الخنثی، مسائل شتی: ۶/ ۷۵۴، سعید)

(وشرح الفقه الأكبر، فصل فی الكفر صريحاً و كنايةً، ص: ۱۸۶، قديمی)

(۱) "وعن النعمان بن بشير رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "الحلال بيّن والحرام بين، وبينهما مشتبهاتٌ لايعلمهن كثير من الناس، فمن اتقی الشبهات، استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الأول، ص: ۲۴۱، قديمی)

الفصل الثالث فی إعانة الکفار بالمال

(مال سے کفار کی اعانت کرنے کا بیان)

غیر مسلم کے مذہب میں مسلم کا روپیہ لگانا

سوال[۹۵۴۶]: غیر مسلم کے مذہب میں اگر کوئی مسلمان روپیہ لگائے تو اس کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ثواب نہ پوچھئے، بلکہ یہ پوچھئے کہ گناہ کتنا ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۹۲ھ۔

غیر مسلموں کے ساتھ مذہبی مصلحت سے تعاون

سوال[۹۵۴۷]: زید ایسی بستی میں رہتا ہے جس کی ہندو مسلم آبادی تقریباً برابر ہے، اس بستی میں خصوصاً ایام قربانی میں ہنگامہ و فساد کے اندیشہ کے باوجود گائیں ذبح کی جاتی ہیں ۔ زید غیر مسلموں سے رابطہ

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿و لا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ الایة (سورة المائدة: ۳)

"هو عام لكل بر و تقوى وإثمٍ وعدوانٍ، هكذا قال المفسرون". (التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱)، مکتبه حقانیه پشاور)

قال ابن کثیر تحت هذه الأية : "يأمر تعالىٰ عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات و هو البر، و ترك المنكرات وهو التقوى. وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۱۰، دار السلام ریاض)

"كل ما يؤدى إلى مالا يجوز، لا يجوز". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/ ۳۶۰، سعید)

قائم کرنے اور اسے نبھانے میں محسوس کرتا ہے کہ غیر مسلم کی طرف سے ذبیحہ گاؤ کے سلسلہ میں فساد کا کوئی اندیشہ باقی نہیں رہے گا، اور ان کی مذہبی پوجا میں کھانے پینے والے سامان، سواری اور پوجا جاری نہ رہنے کے اوقات میں مقام پوجا پر ان کی دل دہی کرنے (بنیتِ استوارِ تعلقات) کے ذریعہ غیر مسلموں کا تعاون محض اس نیت سے کرتا ہے کہ اس کے ان اعمال سے غیر مسلموں سے تعلقات اچھے رہیں گے۔

اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کو ذبیحہ گاؤ کے ذریعہ فریضۂ قربانی ادا کرتے وقت کسی طرح کے فساد کا اندیشہ نہیں رہے گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ مذکورہ طریقہ مذکورہ نیت کے ساتھ شرعی نقطۂ نظر سے درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اعمالِ صالحہ پر بغیر نیت کے ثواب مرتب نہیں ہوتا: "لا ثواب إلا بالنية". الأشباه والنظائر (۱)۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کام بھی نیتِ صالحہ سے کیا جائے وہ جائز بھی ہو، کیونکہ جن امور کی ممانعت ہے وہ نیتِ صالحہ سے جائز نہیں ہوجاتے، قرآن کریم میں ہے: ﴿تعاونوا على البر والتقوىٰ، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۱۴۰۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) (الأشباه والنظائر، الفن الأول: ۱/۶۳، إدارة القرآن كراچی)

"قوله: "بالنية" هي بالتشديد، وقد تخفف لغةً: عزم القلب على الشئ. واصطلاحاً: قصد الطاعة والتقرب إلى الله تعالىٰ في إيجاد فعل، وفيه أن هذا إنما يستقيم في عبادة يترتب عليها ثواب لا المنهيات المترتب عليها عقاب. فالصواب تفسيرها بتوجه القلب نحو إيجاد فعل، لو تركه موافق بغرض جلب نفع، أو دفع ضرر حالاً أومآلاً، والمراد من العزم إرادة الفعل". (شرح الحموی على الأشباه والنظائر، الفن الأول: قول في قواعد الكلية، الأولىٰ: لاثواب إلا بالنية: ۱/۶۳، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (سورة المائدة: ۲)

تعمیرِ مندر میں امداد

سوال[۹۵۴۸]: ایک شخص مسلمان، دیندار، صلح پسند ہے، اس کی زمین داری میں ایک گاؤں ہے جس میں تمام ہندو آباد ہیں، کسی مسلمان کا گھر نہیں ہے اور سکنائی زمین ان کی مقبوضہ زمین دار کی طرف سے اس پر کوئی ٹیکس یا محصول نہیں۔ زمین دار کے سب گاؤں والے تابعدار ہیں اور زمینداران کو ہر طرح خوش رکھنے کا قصد کرتا ہے، کیونکہ زمانہ کاشتکاروں کی خوشحالی کا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ گاؤں میں عبادت کے لئے کوئی مندر وغیرہ بن جاوے اور زمین میں کوئی حق روکنے کا بھی نہیں ہے، بلکہ انکار میں اندیشۂ فساد ومخالفت کا ہے۔ ایسی صورت میں اجازت وامداد اگر کی جاوے تو کس حیلہ وصورت سے کی جاوے؟ بینوا توجروا۔

عبدالحمید تھانوی باغپت، حویلی نواب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر روکنے پر قدرت ہو اور مندر بنانا زمین دار کی اجازت پر موقوف ہو تو روکنا ضروری ہے اور اجازت دینا جائز نہیں (۱)۔ اور اس میں امداد کرنا تو ہر حال میں حرام ہے اور سخت معصیت ہے (۲)۔ اگر زمیندار کی

---

(۱) "عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه، عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده، فإن لم یستطع فبلسانه، فإن لم یستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإیمان".
(مشکوۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "ثم اعلم أنه إذا کان المنکر حراماً وجب الزجر عنه، وإذ کان مکروهاً ندب. والأمر بالمعروف أیضاً تبع لما یؤمر به، فإن وجب فواجب، إن ندب فمندوب، ولم یتعرض له فی الحدیث؛ لأن النهی عن المنکر شامل له؛ إذ النهی عن الشئ أمر بضده، وضد المنهی إما واجب أو مندوب أو مباح، والکل معروف. وشرطهما أن لا یؤدی إلی الفتنة، کما علم من الحدیث، وأن یظن قبوله، فإن ظن أنه لایقبل فیستحسن إظهار الشعار الإسلام. ولفظ "من" لعمومه شمل کل أحد رجلاً أو امرأةً، عبداً أو فاسقاً أو صبیاً ممیزاً إذا کان وإن کان یستقبح ذلک من الفاسق قال الله تعالیٰ: ﴿أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسکم﴾ وقال عزوجل: ﴿لم تقولون مالا تفعلون﴾........ قال النووی رحمه الله تعالیٰ فی شرح مسلم: قوله: "فلیغیره بیده" وقد تطابق علی وجوبه الکتاب والسنة وإجماع الأمة، وهی أیضاً من النصیحة التی هی الدین .... فمن وجب علیه وفعله ولم یمتثل =

ملک نہ ہو بلکہ وہ لوگ اپنی زمین میں بنانا چاہیں تو پھر روکنا واجب نہیں، مگر امداد پھر بھی جائز نہیں ہے، والبسط فی ردالمحتار: ۳/۴۱۸ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف۔

مندر اور پوجا میں چندہ دینا

سوال [۹۵۴۹]: ہمارے یہاں کچھ لوگ دسہرہ اور درگا پوجا کے میلے کے سلسلے میں چندہ دیتے ہیں اور کچھ لوگ نہیں دیتے ہیں، دینے والوں کو منع کرنے پر یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ ہندوؤں کے ساتھ میل جول کا یہ ایک طریقہ ہے، گورنمنٹ ہم سے ٹیکس لیکر مندر و مسجد دونوں میں صرف کرتی ہے، اورنگ زیب عالمگیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مندر تعمیر کرائے اور بہت سے مندر پرستوں کو وظیفہ دیتے تھے۔

مندرجہ بالا تاویل کے پیشِ نظر از روئے شریعت فتویٰ جاری فرمائیں، تاکہ ہم لوگ مطمئن ہوسکیں اور ہم اسلامی مسائل کے پیشِ نظر لین دین قائم رکھیں۔

= المخاطب، فلا عتب بعد ذلک علیه لکونه أدی ماعلیه، وماعلیه أن یقبل منه، وهو فرض کفایة، ومن تمکن منه وترکه بلا عذر أثم". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۱۳۷): ۸/۸۶۲، رشیدیه)

(۲) ﴿و لا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ الایة (سورة المائدة: ۳)

"هو عام لکل برٍ وتقوی وإثم وعدوانٍ، هکذا قال المفسرون". (التفسیرات الأحمدیه، ص: ۳۳۱، مکتبه حقانیه پشاور)

قال الحافظ ابن کثیر رحمه الله تعالیٰ: "و ینهاهم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم". (تفسیر ابن کثیر: ۲/۱۰، دارالسلام ریاض)

(۱) قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: "ولایصح وقف مسلم أو ذمیّ علی بیعة أوحربی، وقیل: أو مجوسی، الخ". (الدرالمختار). وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "أما فی المسلم، فلِعدم کونه قربةً فی ذاته". (ردالمحتار: ۴/۳۴۲، کتاب الوقف، مطلب فی وقت المرتد والکافر، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرر سے بچنے کے لئے ان لوگوں کو تملیکاً پیسے دیدئے جائیں تو اس کی گنجائش ہے، پھر وہ جہاں چاہیں خرچ کریں (۱)، اس صورت میں عالمگیر کے یا کسی اَور کے فعل سے استدلال کی ضرورت نہیں اور ان کی پوری کیفیت بھی سامنے نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کفار کے میلہ میں چندہ دینا

سوال[۹۵۵۰]: ا...... ملک برہما میں یہ دستور ہے کہ ہر ایک سال ہر ہر محلّہ میں ایک ایک مہینہ میلہ لگتا ہے، جس میں ناچ، رنگ، سرود وغیرہ کھیل تماشے بھی ہوتے ہیں۔ اس مہینہ کو برہمی زبان میں ''پھیا پھیلڑی''، یعنی ''بھوت میلہ'' کہتے ہیں، جس میں روپیہ پیسہ چندہ دیتے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کو چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

۲...... چندہ دینے والے لوگ کہتے ہیں کہ جیسا زمانہ ہو ویسا چلنا چاہیئے۔ تو ایسے لوگ اسلام سے خارج ہوجاتے ہیں یا نہیں، اور اگر ہیں تو پھر اس جیسے کہنے والے کے پیچھے اقتدا فی الصلوۃ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا...... بلکہ ناجائز ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿و لا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ الآیة (۲)۔

۲...... یہ لوگ اسلام سے واقف نہیں اس لئے ایسا کہتے ہیں، ان کو مسئلہ سمجھا دیا جائے کہ اسلام نے ہر

---

(۱) ''وأهل الذمة فی حکم الهبة بمنزلة المسلمین .... مسلمٌ وهب لمرتد هبةً فعوّضه منها المرتد، ثم قتل أو لحق بدار الحرب، جازت الهبة''. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الهبة، الباب الحادی عشر فی المتفرقات: ۴۰۵/۴، رشیدیه)

(۲) (سورة المائدة: ۲)

''هو عام لکل بر و تقوی وکل إثم و عدوان''. (التفسیرات الأحمدیه، ص: ۳۳۱، مکتبه حقانیه پشاور)

ہر مسئلہ ضروریہ کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور اس کی اجازت نہیں دی کہ جیسا زمانہ ہو ویسا چلنا چاہیئے (۱)۔ اس کے بعد بھی اگر یہ لوگ اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو ایسے لوگوں کو امام نہ بنایا جائے جب کہ ان سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو، کیونکہ امامت کے لئے صالح، دیندار، متبعِ شریعت اور مسائلِ شرعیہ سے واقف آدمی ہونا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ربیع الثانی/ ۶۷ھ۔

غیر مسلم کی تقریب میں مصلحۃً وسیاسۃً شرکت کر کے چندہ دینا

سوال[۹۵۵۱]: کیا غیر مسلموں کے مذہبی کاموں میں مثلاً: مندر بنوانے یا مورتی کے نصب کے موقع پر جشن وغیرہ میں چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ موجودہ بھارت میں مصلحتاً یا سیاستاً چندہ دینا جائز ہے، لیکن حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے بہار کے اسکولوں میں گاندھی جی کا مشہور گھیت ''جن من گن'' پڑھنے سے سختی سے منع فرما دیا تھا، لیکن زید نے مصلحتاً جائز کہہ دیا۔ اس بارے میں کس کا قول درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مرحوم مغفور کی رائے صحیح ہے، اس راستہ کو بند ہی کیا جائے، ہرگز نہ

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿الیوم أکملت لکم دینکم، وأتممت علیکم نعمتی، ورضیت لکم الإسلام دیناً﴾. (سورۃ المائدۃ: ۳)

قال الحافظ ابن کثیر: ''ھذہ أکبر نِعَم اللہ تعالیٰ علی ھذہ الأمة حیث أکمل تعالی لھم دینھم، فلا یحتاجون إلی دینٍ غیرہ، ولا إلی نبیّ غیر نبیھم صلوات اللہ وسلامه علیه، ولھذا جعله اللہ تعالیٰ خاتم الأنبیاء وبعثه إلی الإنس والجن، فلا حلال إلا ما أحله ولا حرام إلا ما حرمه ولا دین إلا ما شرعه، وکل شیء أخبر به، فھو حق وصدق لا کذب فیه ولا خلف''. (تفسیر ابن کثیر: ۲/۱۲، سھیل اکیڈمی، لاھور)

(وکذا فی روح المعانی: ۶/۶۰، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی معارف القرآن: ۳/۳۲، ادارۃ المعارف، کراچی)

کھولا جائے،تھوڑے کی اجازت سے بات بہت دورتک پہونچے گی جس کا نتیجہ بہت خراب نکلے گا،جیسا کہ بعض جگہ کا مشاہدہ ہے:"من تشبه بقوم، فهو منهم". الحديث(۱)۔ ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا، فتمسكم النار﴾ الآية(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳/ ۷/ ۹۰ھ۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانى، ص: ۳۷۵، قديمى)

(وسنن أبى داؤد، كتاب اللباس، باب لبس الشهر، ص: ۵۵۸، دارالحديث ملتان)

قال الملا على القارى: "من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أى فى الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثانى: ۱۵۵/۸، رشيديه)

(وكذا فى بذل المجهود، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة : ۴۰/۵، معهد الخليل الاسلامى، كراچى)

قال العلامة المناوى: "من تشبه بقوم": أى تزيا فى ظاهره بزيّهم، و فى تعرّفه بفعلهم، وفى تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم و هديهم فى ملبسهم وبعض أفعالهم: أى وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهرُ الباطنَ .... و أنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ...... لو خص أهل الفسوق والمجون بلباسٍ منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظانّ والمظنون فيه بسبب العون عليه. وقال بعضهم: قد يقع التشبه فى أمور قلبية .... وقد تكون عادات فى نحو طعام و لباس ومسكن و نكاح و اجتماع و افتراق .... و قد يحمل منهم فى القدر المشترك الذى شابههم فيه، فإن كان كفراً أو معصيةً أو شعاراً لها، كان حكمه كذلك". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۲) (سورة هود: ۱۱۳)

﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا﴾: أى لاتميلوا إليهم أدنى ميل، والمراد بهم المشركون كما روى ذلك ابن جرير وابن أبى حاتم عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما. وفسر الميل بميل القلب إليهم بالمحبة، وقد يفسر بما هو أعم من ذلك كما يفسر ﴿الذين ظلموا﴾ ممن وجد منه مايسمى ظلماً مطلقاً .... ويشمل النهى حنيئذ مداهنتهم وترك التغيير عليهم مع القدرة، والتزيى بزيهم وتعظيم ذكرهم ومجالستهم من غير داع شرعى .... وإذا كان حال الميل فى الجملة إلى=

ہندوؤں کی رسم میں چندہ

سوال[۹۵۵۲]: ہم لوگ ایسی جگہ پر رہتے ہیں کہ جہاں اکثر آبادی ہندوؤں کی ہے اور ہم لوگوں کو ان کے ساتھ مل جل کر رہنا ہوتا ہے، اگر ان لوگوں سے علیحدگی اختیار کریں تو ہم لوگوں کو ہر طرح کھانے پینے کی چیزیں ملنا اور کسی قسم کا کاروبار کرنا مشکل ہو جائے گا، بچوں کی تعلیم بھی مشکل ہو جائے گی۔ اگر ہم ان کے ساتھ مل کر رہتے ہیں تو یہ لوگ اپنے کسی کسی پوجا میں مثلاً: کالی درگاہ، لکھشمی وغیرہ میں ہم سے کچھ چندہ کرتے ہیں، اگر نہ دیا جائے تو یہ لوگ ہم سے دشمنی رکھتے ہیں اور خطرہ کا سبب ہو جاتا ہے۔

لہذا آپ سے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہم لوگ اس مجبوری کے درجہ میں اگر کچھ پیسہ یا سامان دیدیں تو یہ جائز ہے یا نہیں، اور ہم لوگ اس میں گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں ان لوگوں کو چندہ دے دیا جائے جو چندہ مانگنے آئیں، پھر وہ جہاں ان کا دل چاہے خرچ کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۹۲ھ۔

= من وجد منه ظلم مافي الإفضاء إلى مساس الناس النار، فما ظنك بمن يميل إلى الراسخين في الظلم كل الميل، ويتهالك على مصاحبتهم ومنادمتهم، ويتعب قلبه وقالبه إدخال السرور عليهم ويستنهض الرجل والخيل في جلب المنافع إليهم ويبتهج بالتزيي بزيهم، والمشاركة لهم في غيهم، ويمد عينيه إلى مامتعوا به من زهرة الدنيا الفانية". (روح المعاني، (سورة هود: ۱۱۳): ۱۲/۱۵۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) مطلب یہ ہے کہ ان کو تملیکاً دیا جائے، ان کی ملک میں آنے کے بعد کسی بھی جگہ خرچ کرنے سے چندہ دہندگان پر مواخذہ نہیں ہوگا:

"وأهل الذمة في حكم الهبة بمنزلة المسلمين .... مسلمٌ وهب لمرتد هبةً، فعوّضه منها المرتد ثم قتل أو لحق بدار الحرب، جازت الهبة". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ۴/۴۰۵، رشيديه)

ہولی میں چندہ دینا

سوال[۹۵۵۳]: عمر جس محلّہ کی مسجد میں رہتا ہے، اس میں مسلمان کم اور ہندو بہت ہی زیادہ ہیں اور وہ اس سے کبھی گڑبنس کی پوجا کے لئے چندہ لینے آتے ہیں اور کبھی ہولی کا چندہ لینے آتے ہیں۔ تو کیا اس کو چندہ دیدینا چاہیئے؟ ایک بار اس نے ہولی کا چندہ نہیں دیا، رات کو اس کے احاطہ میں لگی ہوئی لکڑیاں اکھاڑ کر لے گئے اور ہولی میں جلادیں۔ جب وہ صبح سو کر اٹھا تو دیکھا کہ اس کے احاطہ کی بہت سی لکڑیاں کوئی رات میں چوری سے اکھاڑ کر لے گیا۔ تو کیا ایسی حالت میں اسے روپیہ، آٹھ آنے چندہ دیدینا چاہیئے جب کہ اس کے مقابلہ میں اس کا بہت نقصان ہوا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مجبوری کی حالت میں ان کو پیسے دیدے جو مانگنے آئے، یعنی ان کی ہی ملک کردے، پھر وہ جہاں چاہیں خرچ کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

سانگ کرانا اور اس میں روپیہ دینا

سوال[۹۵۵۴]: ہندوؤں نے ہمارے گاؤں میں ایک مندر تعمیر کرایا تھا، اور اس کے لئے سانگ کرایا تھا (۲) اس میں روزانہ طے کے علاوہ جو بچتا تھا وہ مندر کا ہوگا، اس میں مسلمانوں نے بھی انعام دیا۔ ہندوؤں کو دیکھ کر مسلمانوں نے بھی سانگ کرایا۔ ایک شخص نے حجرہ کے لئے ۵۱/ روپے دیئے تھے، ان روپیہ کو سانگ والوں کو دے کر دوسرا سانگ کرایا۔ تقریباً ۱۹۰/ روپے زائد تھے تو ان بچے ہوئے روپیہ کو حجرہ کی تعمیر میں دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) ”وأهل الذمة في حكم الهبة بمنزلة المسلمين .... مسلمٌ وهب لمرتد هبةً، فعوّضه منها المرتد ثم قتل أو لحق بدار الحرب، جازت الهبة“. (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ۴/۴۰۵، رشيديه)

(۲) ”سانگ کرنا: تماشا کرنا“۔(فیروز اللغات، ص: ۷۶۹، فیروز سنز لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سانگ کھیلنا، اس کا دیکھنا، اس پر انعام دینا سب غلط اور خلافِ شرع ہے، مسلمانوں کو غیر مسلموں کی حرص میں ایسا کرنا اَور بھی بے غیرتی ہے (۱)۔ جو روپیہ بچ گیا ہے وہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے انعام دیا ہے، ان کو واپس کر دیا جائے، پھر اگر سب متفق ہو کر از سرِنو تعمیرِ حجرہ کے لئے دیں تو تعمیر میں خرچ کر لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم" (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دارالحدیث ملتان)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم والخیر". (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۸/۱۵۵، رشیدیه)

(وکذا فی بذل المجهود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵/۴۰، معهد الخلیل الاسلامی کراچی)

قال العلامة المناوی: "من تشبه بقوم": أی تزیا فی ظاهره بزیّهم، و فی تعرّفه بفعلهم، وفی تخلقه بخلقهم، وسار بسیرتهم و هدیهم فی ملبسهم وبعض أفعالهم: أی وکان التشبه بحق قد طابق فیه الظاهرُ الباطنَ .... و أنه لا یجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ...... لو خص أهل الفسوق والمجون بلباسٍ منع لبسه لغیرهم، فقد یظن به من لا یعرفه أنه منهم، فیظن به ظن السوء، فیأثم الظانّ والمظنون فیه بسبب العون علیه. وقال بعضهم: قد یقع التشبه فی أمور قلبیة .... وقد تکون عادات فی نحو طعام و لباس ومسکن و نکاح و اجتماع و افتراق .... و قد یحمل منهم فی القدر المشترک الذی شابههم فیه، فإن کان کفراً أو معصیةً أو شعاراً لها، کان حکمه کذلک". (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

(۲) "عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه". (مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب الغصب: ۴/۷۲، دار الفکر بیروت) .... =

غیر مسلم سے کفن سلوانا

سوال[۹۵۵۵]: غیر مسلم سے کفن سلوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

درست ہے، جیسے اَور معاملات درست ہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کافر میت کوجلانے کے لے سامان دینا

سوال[۹۵۵۶]: اگرکوئی کافر مردہ آدمی کوہسپتال سے گاڑی یاکشتی وغیرہ سے پہونچادیں، یامردہ جلانے کے لئے سامان فراہم کردیں تو"تعاون علی المعصية"ہوگا کہ نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

صاحبین کےنزدیک مکروہ ہے کہ"إعانة على المعصية"ہے،لہذا اجتناب چاہیئے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

= (ومشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قديمی)

(وكنز العمال، الفرع الثانی فی أحكام الايمان: ۱/۳۹۷، التراث الإسلامی)

(وكذا فی تنبيه الغافلين، باب ما جاء فی الظلم، ص: ۲۰۲، حقانيه پشاور)

(۱) "لا بأس بأن يكون بين المسلم والذمی معاملةٌ إذا كان مما لا بد منه". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر فی أهل الذمة: ۵/۳۴۸، رشيديه)

(وكذا فی الفتاوی السراجية، كتاب الحظر والإباحة، ص: ۷۴، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل فی البيع: ۸/۳۷۴، رشيديه)

(۲) "ويكره تحريماً بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم؛ لأنه إعانة على المعصية". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب البغاة، قبيل كتاب اللقيط: ۴/۲۶۸، سعيد) .... =

ہندو لاش کو جلانے کے لئے مسلمان کا لکڑی فروخت کرنا

سوال[۹۵۵۷] : ہندو کی میت جلوانے کے واسطے ایک مسلمان کا لکڑی وغیرہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی مسلم سے اگر ہندو لکڑی خریدے اور مسلم کو معلوم ہے کہ یہ اس سے مردہ جلاوے گا، اس کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

☆......☆......☆......☆......☆

(مجمع الأنهر، كتاب السير والجهاد، قبيل كتاب اللقيط: ۵۱۸/۲، مكتبه غفاريه كوئٹه)

سوال: ''ایک امام باڑہ بنتا ہے ایک شخص نے اپنا سامان یعنی کڑی وغیرہ واسطے طیاری امام باڑہ کے مالک امام باڑہ کے ہاتھ فروخت کردی زید کہتا ہے کہ یہ شخص جس نے اپنی کڑی امام باڑہ کے واسطے فروخت کردی بڑا گنہگار رہوا یہ کہنا زید کا صحیح ہے یا غلط''؟

جواب: ''اگر کوئی امام باڑہ کے بنانے کو کڑی خرید کرے تو اس کے ہاتھ کڑ کا بیع کرنا امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ مکان بنانے سے گناہ نہیں ہوتا بلکہ گناہ دوسرا فعل ہے مگر بہتر ہے کہ اعانت نہ کرے''۔ (فتاوىٰ رشيديه، كتاب خرید وفروخت کے مسائل، عنوان مسئله: امام باڑہ کی تعمیر کے لئے سامان بیچنا، ص: ۴۹۲، سعيد)

''ومن آجر بيتاً لتخذ فيه بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباح فيه الخمر بالسواد، فلا بأس به، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، وقالا: لاينبغي أن يكريه لشئ من ذلك؛ لأنه إعانة على المعصية''. (الهداية، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۴۷۲/۴، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۱) چونکہ معصیت لکڑی کی ذات کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ ہندو کے فعل (جلانے) سے ہے، لہٰذا لکڑی بیچنے میں بظاہر کوئی حرج نہیں:

''ولابأس بيع العصير ممن يعلم أنه يتخذه خمراً؛ لأن المعصية لاتقام بعينه بل بعد تغييره، بخلاف بيع السلاح في أيام الفتنة؛ لأن المعصية تقوم بعينه. قال: ومن آجر ليتخذ فيه بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباح فيه الخمر بالسواد، فلا بأس به، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ''. (الهداية، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۴۷۲/۴، مكتبه شركة علميه ملتان)

الفصل الرابع فی إعانة الفساق والفجار

(فاسق وفاجر کی مدد کرنے کا بیان)

ناجائز کام کی اعانت بھی ناجائز ہے

سوال[۹۵۵۸]: مزدوروں کی جماعت کا صدر، سکریٹری بننا کیسا ہے جس میں شرعی اور غیر شرعی ہر قسم کے کام کرنے ہوتے ہیں؟ کیا کسی مسلمان صدر کو کسی غیر مسلم کی میت میں جانا، یا اس کی ہڈیاں جمع کرنے کے لئے جانا اور ندی میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں، جب کہ نیت شرک کی نہیں، نہ استعانت کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر شرعی ناجائز کام کرنا سب کے لئے ناجائز ہے، صدر یا سکریٹری کو ناجائز کام کرنا، یا کرانا اپنے انتظام سے اور بھی زیادہ مذموم ہے(۱)، خاص کر جو امور شعارِ کفر ہوں ان کی ہرگز اجازت نہیں اگر چہ شرک کی نیت اور اعانت و استعانت مقصود نہ ہوں(۲)۔ جہاں تک اجتماعی نظم کا تعلق ہے، اس کے لئے اگر صدر یا

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿و لا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ الاية (سورة المائدة: ۲)

قال الملاجيون رحمه الله تعالیٰ: "هو عام لكل برٍ و تقوى وإثمٍ وعدوانٍ، هكذا قال المفسرون". (التفسيرات الأحمديه، ص: ۳۳۱، مكتبه حقانيه پشاور)

وقال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالیٰ تحت هذه الآية: "يأمر تعالیٰ عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، و ترك المنكرات وهو التقوى، وينهاهم من التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير، (سورة المائدة: ۲): ۲/۱۰، مكتبه دارالفيحاء)

"كل ما يؤدى إلى مالا يجوز، لا يجوز". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۶/۳۶۰، سعيد)

(۲) "ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه فی ذلک اليوم". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب المرتد، ثم أنّ ألفاظ الكفر أنواع: ۲/۵۱۳، غفاريه كوئٹه) =

سکریٹری بنادیا جائے تو اس کی ممانعت نہیں جب کہ وہ آدمی اس کی اہلیت بھی رکھتا ہو(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

معصیت میں ساتھ دینا

سوال[۹۵۵۹]: مسماۃ زہرہ بی بی منکوحہ مسمی گل حسن کو مسمی غلام محمد فرار کر کے لے گیا ہے اور چار ماہ سے اس کے ساتھ زنا کر رہا ہے۔ مسمی گل حسن غریب اور ناتواں ہے، بجز شریعت کے وہ کسی اَور کو نہیں پکار سکتا۔ غلام محمد کہتا ہے کہ اسلام چھوڑ دوں گا، مگر عورت کو نہیں چھوڑوں گا، کچھ لوگ غلام محمد کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔اب دارالعلوم دیوبند سے اس کا فیصلہ مطلوب ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

زنا کرنا قطعی حرام ہے:﴿ولا تقربوا الزنی إنه كان فاحشةً و ساء سبيلاً﴾ الایة(۲)، جو شخص اس خبیث فعل میں مبتلا ہو وہ سخت گنہگار ہے اور لوگوں کے ذمہ حسبِ استطاعت اس سے

= (وكذا في الفتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب السير، باب مايكون كفراً من المسلم ومالايكون: ۳/۵۷۷، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۴، سعيد)

(۱) "لابأس بأن يضيف كافراً لقرابة أو لحاجة". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۵/۳۴۷، رشيديه)

(وكذا في الملتقط، ص: ۲۷۷، حقانيه كوئٹه)

(۲) (سورة الإسراء: ۳۲)

قال الله تعالیٰ: ﴿فمن ابتغى وراء ذلک، فأولئک هم العادون﴾ (سورة المؤمنون: ۷)

"عن الهيثم بن مالک الطائی رضی الله تعالیٰ عنه، عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "مامن ذنب بعد الشرک أعظم عند الله من نطفةٍ وضعها رجل فی رحمٍ لا يحل له". (تفسير ابن كثير: ۳/۳۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

روکنا ضروری ہے(۱)، اس میں اس کا ساتھ دینا اور مدد کرنا معصیت ہے، لقوله تعالیٰ: ﴿و لا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ الاية(۲)۔

---

(۱) "عن طارق بن شهاب قال: أوّل من قدم الخطبة قبل الصلوة مروان، فقام رجل فقال لمروان: خالفت السنة، فقال: يافلان! قدترک ماهناک، فقال أبو سعيد الخدری رضی الله تعالیٰ عنه: أما هذا فقد قضی ما عليه، سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: "من رآی منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإيمان". (جامع الترمذی، أبواب الفتن، باب ماجاء فی تغيير المنكر باليد أو باللسان أو بالقلب: ۲/۴۰، سعيد)

(والصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهی عن المنكر، من الإيمان الخ: ۱/۵۱، قديمی)

(ومسند أحمد بن حنبل، مسند أبی سعيد الخدری رضی الله تعالیٰ عنه، (رقم الحديث: ۱۰۷۶۶): ۳/۳۹۷، دارإحياء التراث العربی بيروت)

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً وجب الزجر عنه، وإذ كان مكروهاً ندب، والأمر بالمعروف أيضاً تبع لما يؤمر به، فإن وجب فواجب، إن ندب فمندوب، ولم يتعرض له فی الحديث؛ لأن النهی عن المنكر شامل له؛ إذ النهی عن الشئ أمر بضده، وضد المنهی إما واجب أو مندوب أو مباح، والكل معروف. وشرطهما أن لا يؤدی إلی الفتنة، كما علم من الحديث، وأن يظن قبوله، فإن ظن أنه لايقبل فيستحسن إظهارا لشعار الإسلام. ولفظ "من" لعمومه شمل كل أحد رجلاً أو امرأةً، عبداً أو فاسقاً أو صبياً مميزاً إذا كان، وإن كان يستقبح ذلک من الفاسق، قال الله ﴿أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم﴾ وقال عزوجل ﴿لم تقولون مالا تفعلون﴾......... قال النووی رحمه الله تعالیٰ فی شرح مسلم: قوله: "فليغيره بيده" هو أمر إيجاب، وقد تطابق علی وجوبه الكتاب والسنة وإجماع الأمة، وهی أيضاً من النصيحة التی هی الدين .... فمن وجب عليه وفعله ولم يمتثل المخاطب، فلا عتب بعد ذلک عليه، لكونه أدی ماعليه، وماعليه أن يقبل منه.وهو فرض كفاية، ومن تمكن منه وتركه بلا عذر، أثم". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۱۳۷): ۸/۸۶۲، رشيديه)

(۲) (سورة المائده: ۲)

قال الملاجيون رحمه الله تعالیٰ: "هو عام لكل بر و تقوی وإثم و عدوان". (التفسيرات الأحمديه، ص: ۳۳۱، مكتبه حقانيه پشاور) ....=

اگر اس کے ساتھ میل جول ترک کردینے سے اس کی اصلاح کی توقع ہے تو میل جول ترک کردینا چاہیئے، ظالم سے الگ رہنے کا حکم ہے: ﴿ولا ترکنوا إلی الذین ظلموا فتمسکم النار﴾ الایة (۱)۔ جو شخص یہ کہے کہ اسلام کو چھوڑ دوں گا، حرامکاری نہیں چھوڑوں گا، اس کا ایمان برقرار رہنا دشوار ہے (۲)۔ حق تعالیٰ ہدایت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱۲/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱۲/۲۷ھ۔

= وقال ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ: "یأمر تعالیٰ عبادہ المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات وھو البر، وترک المنکرات و ھو التقوی. وینھاھم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم". (تفسیر ابن کثیر: ۲/۱۰، دار السلام ریاض)

(۱) (سورۂ ھود: ۱۱۳)

"﴿ولا ترکنوا إلی الذین ظلموا﴾: أی لاتمیلوا إلیھم أدنی میل، والمراد بھم المشرکون کماروی ذلک ابن جریر وابن أبی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما. وفسر المیل بمیل القلب إلیھم بالمحبة، وقد یفسر بما ھو أعم من ذلک کما یفسر ﴿الذین ظلموا﴾ ممن وجد منہ مایسمی ظلماً مطلقاً .... ویشمل النھی حنیئذ مداھنتھم وترک التغییر علیھم مع القدرة، والتزیی بزیھم، وتعظیم ذکرھم ومجالستھم من غیر داع شرعی .... وإذا کان حال المیل فی الجملة إلی من وجد منہ ظلم مافی الإفضاء إلی مساس الناس النار، فما ظنک بمن یمیل إلی الراسخین فی الظلم کل المیل، ویتھالک علی مصاحبتھم ومنادمتھم، ویتعب قلبہ وقالبہ إدخال السرور علیھم ویستنھض الرجل والخیل فی جلب المنافع إلیھم ویبتھج بالتزی بزیھم، والمشارکة لھم فی غیھم، ویمد عینیہ إلی ماتمتعوا بہ من زھرة الدنیا الفانیة". (روح المعانی، (سورة ھود: ۱۱۳ لے): ۱۲/۱۵۴، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) "الرضا بالکفر کفرٌ". (فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، باب مایکون کفراً من المسلم: ۳/۵۷۳، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیة علی ھامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب ألفاظ تکون إسلاماً أو کفراً، الباب الرابع فی الإیمان والإسلام: ۶/۳۲۸، رشیدیہ)

(وکذا فی شرح الفقہ الأکبر للملا علی القاری الحنفی رحمہ اللہ، قبیل بحث التوبہ، ص: ۱۵۴، قدیمی)

قاتل کی مدد کرنا

سوال[۹۵۶۰]: زید نے عمر کو جان بوجھ کر قتل کر دیا، جس کا سبب کچھ زمین کا جھگڑا ہے، اور اب قتل ہو جانے کے بعد زید پریشان ہے کہ مغفرت کی کیا شکل ہو۔ تو کیا ایسے شخص کی مغفرت ہونے کی کوئی شکل ہے؟ ایسے شخص کی بعد القتل رہائی کی کوشش کرنا اور مدد کرنا کہ کسی طرح چھوٹ جائے اور آئندہ ایسی حرکت سے باز آجائے شرعاً درست ہے کہ نہیں؟ جو فعل اس سے صادر ہوا ہے وہ مقتول کی بدعنوانیوں کو دیکھ کر ہوا ہے تو کیا ایسی شکل میں اس مدد کرنے والے کو کوئی گناہ نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقتول کے واسطے دعائے مغفرت، ایصالِ ثواب اور اس کے بچوں کی اعانت (امداد) دلجوئی کرتا رہے، زیادہ سے زیادہ ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار میں مشغول رہے، حق تعالیٰ سے توقع ہے کہ وہ اس جرم عظیم میں تخفیف فرمائے گا، وہ اس مرحوم مقتول کو اپنے خزانۂ غیب سے بہت کچھ دے کر راضی فرمادے تو کیا بعید ہے(۱)۔

جس طرح مقتول کے ساتھ ہمدردی کا حکم ہے، قاتل کے ساتھ بھی ہمدردی کا حکم ہے، اس کی ہمدردی یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکے، کما ورد فی الحدیث: "انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً"۔ اس پر دریافت

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یأیها الذین اٰمنوا توبوا إلی الله توبةً نصوحاً، عسی ربکم أن یکفر عنکم سیآتکم﴾ (سورة التحریم: ۸)

قال الإمام النووی رحمه الله تعالیٰ: "التوبة ماااستجمعت ثلاثة أمور: أن یقلع من المعصیة، وأن یندم علی فعلها، وأن یعزم عزماً جازماً علی أن لایعود إلی مثلها أبداً. فإن کانت تتعلق بآدمی، لزم رد الظلامة إلی صاحبها أو وارثه أو تحصیل البراءة منه. ورکنها الأعظم الندم". (شرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)

ایضاً راجع للتفصیل: (روح المعانی، (سورة التحریم: ۸): ۲۸/۱۵۸، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وإنجاح الحاجة حاشیة ابن ماجة، أبواب الزهد، باب ذکر التوبة، ص: ۳۱۳، قدیمی)

کیا گیا کہ ظالم کی نصرت کس طرح کی جائے تو فرمایا: "اس کو ظلم سے روکنا یہ اس کی مدد ہے" (۱)۔

اگر رہائی میں اس کی توقع ہو تو یہ بھی اس میں داخل ہے، لیکن اس کو بے قصور قرار دینے کی کوشش کرنا یہ جائز نہیں ہے، یہ ظلم کی اعانت ہے (۲)، جھوٹ ہے جو کہ خود مستقل جرم ہے (۳)۔

ہاں! کوشش اس طرح ہوسکتی ہے کہ مقتول کے ورثاء کو روپیہ دے کر خوشامد کر کے راضی کرلیا جائے، یہ صورت درست ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۵ھ۔

مقتول اور قاتل کی مدد کرنا

سوال [۹۵۶۱]: ایک مسلمان کو چند مسلمانوں نے مل کر قتل کردیا، اب چند مسلمان قاتلوں کی جانی ومالی امداد کررہے ہیں۔ ان کے لئے کیا حکم ہے، جب کہ مقتول بظاہر بے گناہ ہے؟ ایسی صورت میں قاتل کی مدد کی جائے یا مقتول کے ورثاء کی مدد کی جائے؟ ازروئے شرع جواب دیں۔

---

(۱) الحديث بتمامه: "عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً". قال: يارسول الله! هذا ننصره مظلوماً، فكيف ننصره ظالماً؟ قال: "تأخذ فوق يديه". (صحيح البخارى، أبواب المظالم، باب عن أخاك ظالماً أو مظلوماً: ۱/۳۳۱، قديمى)

(راجع للتفصيل، فتح البارى، أبواب المظالم: ۵/۱۲۴، قديمى)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولاتعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

(۳) "عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، الخ". (صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب علامة النفاق، ص: ۱۰، قديمى)

(۴) "﴿ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لِوَلِيّه سلطاناً﴾: أى سلطةً على القاتل، فإنه بالخيار فيه: إن شاء قتله قوداً، وإن شاء عفا عنه على الدية، وإن شاء عفا عنه مجاناً". (تفسير ابن كثير، سورة بنى إسرائيل: ۳/۳۸، سهيل اكيڈمى لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناحق قتل کرنا جرمِ عظیم ہے (۱) ظلم کا ساتھ دینا اور اس کی مدد کرنا بھی سخت گناہ ہے لقولہ تعالیٰ: ﴿تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ الاية (۲)۔ اس کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی، مظلوم کی مدد کرنا حسبِ حیثیت لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۲/۹/۹۱ھ۔

اپنے باپ کے قاتل کی مدد کرنا

سوال [۹۵۶۲]: پانچ بھائیوں نے سازش کر کے اپنے باپ کو قتل کر دیا، ان میں سے چار بھائیوں نے رشوت لوگوں سے دلوا کر رہائی حاصل کر لی۔ اب اس صورت میں ان لڑکوں کی مدد کرنا ان کے ساتھ برتاؤ کیسا کرنا اور ان کا باپ کو قتل کرنے کا کیا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا وجہ شرعی اپنے باپ کو قتل کرنا بہت بڑا ظلم اور سخت قسم کا گناہ ہے، اس کا وبال نا قابلِ برداشت ہے (۴)،

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن يقتل مؤمناً متعمداً، فجزا ؤه جهنم خالداً فيها، وغضب الله عليه، ولعنه، وأعدّله عذاباً عظيماً﴾. (سورة النساء: ۹۳)

(۲) (سورة المائدة: ۲)

(۳) "عن البراء بن عازب رضى الله تعالىٰ عنه قال: أمرنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بسبع، ونهانا عن سبع، فذكر عيادة المريض واتباع الجنائز وتشميت العاطس وردّ السلام ونصر المظلوم". (صحيح البخارى، أبواب المظالم والقصاص، باب نصر المظلوم: ۱/۱ ۳۳، قديمى)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تقتلوا النفس التى حرم الله إلا بالحق﴾ (سورة الإسراء: ۳۳)

وقال الله تعالىٰ: ﴿فلا تقل لهما أف و لا تنهرهما، وقل لهما قولاً كريماً﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

والدین کو جب اف تک کہنا صحیح نہیں ہے تو ان کو مارنا اور قتل کرنا بطریقِ اَولیٰ ناجائز وحرام ہے:

قال العلامة ابن كثير رحمه الله تعالىٰ تحت قوله تعالىٰ: ﴿فلا تقل لهما أف﴾: أى لاتُسمعهما قولاً شيئاً حتى ولا التأفيف الذى هو أدنى مراتب القول السيّئ". (تفسير ابن كثير، (سورة الإسراء: =

اس سلسلہ میں ان کی کوئی مدد نہ کی جائے (۱) نہ رشوت دے کر اس جرمِ عظیم کو چھپایا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۷/ ۸۸ھ۔

= ۲۳): ۳/ ۵۰، مکتبه دارالفیحاء بیروت)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

"هو عام لكل برٍ و تقوى وإثمٍ وعدوانٍ، هكذا قال المفسرون". (التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، مکتبه حقانیه پشاور)

قال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالىٰ تحت هذه الآية: "يأمر تعالىٰ عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، و ترك المنكرات وهو التقوى. وينهاهم من التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير، (سورة المائدة: ۲) : ۲/ ۱۰، دارالفيحاء بيروت)

"كل ما يؤدى إلى مالا يجوز، لا يجوز". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/ ۳۶۰، سعيد)

(۲) رشوت دینا چونکہ اصالۃً حرام ہے، بعض صورتوں میں فقہائے کرام نے گنجائش کے مطابق اجازت دی ہے، لیکن صورتِ مذکورہ میں چونکہ کام بھی ناجائز ہے، اس لئے اس پر رشوت دینا حرام درحرام ہے:

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "ثم الرشوة أربعة أقسام: منها: ماهو حرام على الآخذ والمعطي، وهو الرشوة على تقليد القضاء والإمارة. الثاني: إرتشاء القاضي ليحكم، وهو كذلك ولو القضاء بحق؛ لأنه واجب عليه. الثالث: أخذ المال ليسوى أمره عند السلطان دفعاً للضرر أو جلباً للنفع، وهو حرام على الآخذ فقط .... الرابع: ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله، حلال للدافع حرام على الآخذ؛ لأن دفع الضرر عن المسلم واجب، ولا يجوز أخذ المال ليفعل الواجب، انتهى مافي الفتح ملخصاً". (ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب: في الكلام عن الرشوة والهدية: ۵/ ۳۶۲، سعيد)

"عن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنهما قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: الراشي والمرتشي". (سنن أبي داؤد، كتاب القضاء، باب في كراهية الرشوة: ۲/ ۱۴۸، مکتبه رحمانیه، لاهور) =

ظالم کی رہائی میں مدد کرنا

سوال[۹۵۶۳]: زید وعمر دو بھائی تھے، زید نابالغ اور عمر بالغ۔ عمر نے اپنے باپ خالد کا قرض مشترکہ زمین سے ادا کیا، زمین فروخت کر کے لیکن زید کی نابالغی کی وجہ سے دستخط نہیں ہوئے، اب چک بندی کے دوران بیع شدہ زمین عمر کے حصہ میں آئی اور زید کا حصہ نہیں دیا کہ دستخط نہیں تھے۔ زید کا مطالبہ ہوا کہ موجودہ زمین سے نصف مجھے دو، عمر نے انکار کیا جس کی وجہ سے معاملات کشیدہ ہوگئے، یہاں تک کہ عمر زید کو قتل کرنے کے ارادہ سے کئی مرتبہ گیا۔

اس کے بعد ایک بیوہ عورت نے زید کے لڑکے سے نکاح کرنا چاہا، عمر اپنے لڑکے سے چاہتا تھا، مگر عورت تیار نہیں تھی جس کی وجہ سے عداوت میں کافی اضافہ ہوگیا۔ پھر دونوں بھائیوں نے مل کر مصالحت چاہی، مگر عمر نے دوسرے روز زید کو دن میں مصالحت کے بہانہ سے بلا کر اچانک قتل کر دیا، جب زید کی عورت نے شور مچایا تو اس کو بھی ختم کر دیا، کیا اس صورت میں زید اور اس کی بیوی شہید ہوئے کہ نہیں؟ اور عمر کی قید سے رہائی کے لئے مدد کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زید اور اس کی عورت دونوں شہید ہیں (۱)۔ اگر عمر نے اپنی حرکت پر نادم ہو کر سچی توبہ کر لی اور اس پر

= قال العلامة خليل أحمد سهارنفوري رحمه الله تعالىٰ تحت قوله: "لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : الراشي". أى معطى الرشوة "والمرتشي": أى آخذها. قال الخطابي رحمه الله تعالىٰ: الراشي المعطى، والمرتشي الأخذ، وإنما يلحقهم العقوبة معاً إذا استويا فى القصد والإرادة، ورشاء المعطى لينال به باطلاً ويتوصل به إلى الظلم. فأما إذا أعطى ليتوصل به إلى حق أو يدفع عن نفسه ظلماً، فإنه غير داخل فى هذا الوعيد". (بذل المجهود فى حل أبى داؤد، كتاب القضاء، باب فى كراهية الرشوة: ۵/۳۰۷، مكتبه إمداديه ملتان)

(۱) "عن سعيد بن زيد رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون أهل فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد". (مسند الإمام أحمد: ۱/۱۱۳، (رقم الحديث: ۱۶۵۵)، دارإحياء التراث العربى)

"هو (أى الشهيد) كل مسلم طاهر بالغ قُتل ظلماً، الخ". (قواعد الفقه، التعريفات الفقهية، =

اطمینان ہوتو اس کی مدد کرنا بھی درست ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۴/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۴/۱۰/۸۷ھ۔

ظالم سے ہمدردی کا طریقہ

سوال[۹۵۶۴]: ظالم انسان کے ساتھ ہمدردی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ضرور ہمدردی کی جائے اوراس کی ہمدردی یہ ہے کہ اس کوظلم سے روکا جائے، کما ورد فی حدیث:

= ص: ۳۴۳، الصدف)

"الشهيد هو من قتله أهل الحرب .... أو قتله مسلم ظلماً، الخ". (البحر الرائق، كتاب الجنائز، باب صلاة الشهيد: ۲/۳۴۳، رشيديه)

(۱) "عن عبدالله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار، الفصل الثالث، ص: ۲۰۶، قديمى)

اگر توبہ نہ کی ہو، بلکہ اسی طرح اپنے کئے ہوئے ظلم کوظلم تصور نہ کرے، بلکہ جائز سمجھتا رہے تو یہ فسق ہے، اور فاسق کی اعانت جائز نہیں:

قال الله تعالىٰ: ﴿و لا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ الاية (سورة المائدة: ۲)

قال الملاجيون رحمه الله تعالىٰ: "هو عام لكل برٍ وتقوى وإثمٍ وعدوانٍ، هكذا قال المفسرون". (التفسيرات الأحمديه، ص: ۳۳۱، مكتبه حقانيه پشاور)

قال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالىٰ تحت هذه الآية: "يأمر تعالىٰ عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، و ترك المنكرات وهو التقوى. وينهاهم من التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير، (سورة المائدة: ۲) : ۲/۱۰، مكتبة دارالفيحا بيروت)

"كل ما يؤدى إلى مالا يجوز، لا يجوز". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى اللبس: ۶/۳۶۰، سعيد)

"انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً". الحديث (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ

ظالم کو مار ڈالنا

سوال[۹۵۶۵]: عمر اور نرنجن کی ایک اراضی کی بنا پر رنجش ہے، زیادتی نرنجن غیر مسلم کی ہے، وہ بڑا فسادی اور غنڈہ ہے، عمر شریف اور دیندار ہے۔ ایک مرتبہ عمر کو لاٹھیوں سے مارنا شروع کیا اور دوسری مرتبہ گھونسوں اور جوتوں سے زود وکوب کیا۔ یہ شخص پولیس کا دلال بھی ہے، اس لئے پولیس والے اس کے خلاف کارروائی نہیں کرتے۔ ایسی حالت میں اپنی جان کی حفاظت کے لئے نرنجن کو جان سے مروا دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں، قیامت میں اس کا مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی جان کی حفاظت لازم ہے، اس کے لئے ہر مناسب تدبیر کو اختیار کی جا سکتا ہے (۲)، دوسرے کی

---

(۱) الحديث بتمامه: "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً". قال: يا رسول الله! هذا ننصره مظلوماً، فكيف ننصره ظالماً؟ قال: "تأخذ فوق يديه". (صحيح البخارى، أبواب المظالم، باب أعنْ أخاك ظالماً أو مظلوماً: ۱/ ۳۳۱، قديمى)

"فقال: "تأخذ فوق يديه" كنى به عن كفه عن الظلم بالفعل إن يكف بالقول، عبّر بالفوقية إشارةً إلى الأخذ بالاستعلاء والقوة". (فتح البارى، أبواب المظالم، باب أعن أخاك ظالماً أو مظلوماً: ۵/ ۱۲۴، قديمى)

(وكذا فى تنبيه الغافلين، باب ماجاء فى الظلم، ص: ۲۰۲، حقانيه پشاور)

(۲) "ومن شهر على المسلمين سيفاً، فعليهم أن يقتلوه .... قوله: فعليهم .... إشارة إلى الوجوب، والمعنى وجوب دفع الضرر. وفى سرقة الجامع الصغير: و من شهر على رجل سلاحاً ليلاً أو نهاراً، أو شهر عليه عصا ليلاً فى مصر أو نهاراً فى طريق فى غير مصر، فقتله المشهور عليه عمداً، فلا شىء عليه".

(الهداية، كتاب الجنايات، باب ما يوجب القصاص و ما لا يوجب: ۴/ ۶۴، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا فى فتح القدير، كتاب الجنايات، باب ما يوجب القصاص، الخ: ۱۰/ ۲۳۲، مصطفى البابى مصر)

جان لینا مقصود نہ ہونا چاہیئے، اس کا انجام دنیا اور آخرت میں برا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

زانی کی مدد بھی گناہ ہے

سوال[۹۵۲۶]: ایک شخص برسرِ عام زنا کرتا ہے جب کہ اس کے پاس دو عورتیں شادی شدہ موجود ہیں، پھر بھی دوسری عورتوں کو بہلا پھسلا کر گھر لاتا ہے۔ اس کے اس کام میں اس کے والدین وغیرہ بھی شامل ہیں۔ تو کیا اس زنا کا گناہ اس کو تنہا ہوگا، یا جو اس کام میں اس کی مدد کر رہے ہیں ان کو بھی ہوگا؟ نیز ایسے شخص سے تعلق رکھنا، کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا کرنا حرام کاری ہے(۱)، اس میں اس کی جس قدر بھی کوئی مدد کرے گا وہ بھی گناہ میں شریک ہوگا(۲)، تمام خاندان والوں کو ضروری ہے کہ اس کی روک تھام کریں (۳) اگر ترکِ تعلق سے اس کی اصلاح کی

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تقربوا الزنا، إنه كان فاحشةً وساء سبيلاً﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

"هو عام لكل برٍ وتقوى وإثمٍ وعدوانٍ، هكذا قال المفسرون". (التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، مكتبه حقانيه پشاور)

(۳) "وعن أبي بكر الصديق رضي الله تعالیٰ عنه قال: "يأيها الناس! إنكم تقرأون هذه الآية: ﴿يأيها الذين اٰمنوا عليكم أنفسكم لايضرّكم من أضلّ إذا اهتديتم﴾ فإني سمعت رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: "إن الناس إذا رأوا منكراً فلم يغيّروه، يوشک أن يعمهم الله بعقابه". رواه ابن ماجة والترمذي وصححه. وفي رواية أبي داؤد: "إذا رأوا الظالم فلم يأخذوا على يديه، أوشک أن يعمّهم الله بعقاب". وفي أخرى له: "ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصي، ثم يقدرون على أن يغيّروا ثم لايغيرون، إلا يوشک أن يعمّهم الله بعقاب". وفي أخرى له: "مامن قوم يعمل فيهم بالمعاصي هم أكثر ممن يعمله".

وعن جرير بن عبدالله رضي الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: "مامن رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي يقدرون على أن يغيروا عليه، ولا يغيّرون إلّا =

توقع ہوتو اس کے یہاں کھانا پینا وغیرہ چھوڑ دیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۹۲ھ۔

بدکاری کی وجہ سے گھر سے نکالی گئی بھانجی کو اپنے یہاں پناہ دینا

سوال[۹۵۶۷]: میری بہن کی لڑکی ہے اس کی ماں کا انتقال ہوگیا ہے، باپ نالائق ہے، بھائی نے گھر سے باہر کردیا ہے اس وجہ سے کہ اس کے ناجائز بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ وہ لاوارث تھی اس لئے میں نے اس کی شادی کردی تھی، لیکن سال بھر بعد اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی، پھر دوسری جگہ شادی نہیں ہوئی تھی، سوچ رہے تھے کہ اب کہاں رشتہ تلاش کیا جائے کہ اس کی زندگی بن جائے، طلاق ہوئے دو سال ہوگئے۔

پہلی شادی جب ہوئی تو اس کے بھائی لوگ میرے اوپر بہت خفا ہوئے، اس لئے دوسری شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوا، آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی زندگی عذاب بن کر رہ گئی۔ بھائیوں نے جب نکال دیا تو میرے گھر آئی ہے، رہ رہی ہے۔

= أصابهم الله منه بعقاب قبل أن يموتوا". رواه أبوداؤد وابن ماجة". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الثاني، ص: ۴۳۶، ۴۳۷، قديمي)

(۱) "عن أبي أيوب الأنصاري رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لايحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليالٍ، يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، ص: ۴۲۷، قديمي)

قال الملا علي القاري عليه رحمه الله تعالىٰ: "قال الخطابي رحمه الله تعالىٰ: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلتله، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك .... قال: وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته مايفسد عليه دينه أو يدخل مضرةً في دنياه، يجوز له مجانبة وبعده .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مرّ الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۷۵۸/۸، ۷۵۹، رشيديه)

اب بتایئے کہ میں اپنے گھر رکھوں یا نہ رکھوں اوراب اس کے بارے میں کیا کیا جائے، یعنی لڑکی کے بارے میں کیا فیصلہ کیا جائے؟ مجھ کو رکھنے میں عذاب ہوتو میں لڑکی کونکال دوں، اوراگر عذاب نہ ہوتو میں رکھے رہوں اور پھر جب بچہ پیدا ہوتو بچہ کا کیا کروں؟ بچہ کوکہیں دور بھیج دوں یا کیا کروں؟ میں بہت پریشان ہوں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر وہ اس وقت نہ کسی کے نکاح میں ہے نہ عدت میں ہےتو کوشش کر کے کسی مناسب جگہ اس کا نکاح کردیا جائے، کسی کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی جائے (۱) اور جب تک نکاح نہ ہو، آپ اس کو اپنے گھر رکھ سکتے ہیں، وہ آپ کی بھانجی ہے، آپ اس کے محرم ہیں (۲)۔ جو بچہ غلط طریقہ پر پیدا ہواس کا کیا قصور ہے، وہ اپنی ماں کے پاس رہے گا، اس کو ماں سے جدا نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۹/۹/۱۷ھ۔

ناجائز اولاد کو سماج میں جگہ دینا

سوال[۹۵۶۸]: ہمارے یہاں قصبہ سیانہ ضلع بلندشہر میں ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی گزارتی تھی، اس اثناء میں آج سے قریب پچیس سال قبل اپنے شوہر کو چھوڑ کر ایک دوسرے شخص کے ساتھ ناجائز طریقہ کے ساتھ چلی گئی۔ اور گھر سے فرار ہونے کے بعد اس شخص کے ساتھ بغیر طلاق اور بغیر نکاح کے رہنے لگی، جس کے بطن سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جب کہ دونوں لڑکے اور لڑکیاں اب بالغ ہیں۔ اور قریب دس سال پہلے اس شخص کا انتقال ہو چکا ہے جس سے یہ چار بچے پیدا ہو چکے ہیں، اب ان بچوں کا سرپرست کوئی نہیں ہے، لہٰذا ہم اہلِ قصبہ سیانہ ضلع بلندشہر کے مسلمان بھائی یہ چاہتے ہیں کہ ان بچوں کو سماج میں جگہ دی جائے۔ اور اس عورت کے بارے میں بھی فتویٰ صادر فرمائیں کہ ان کو

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمھاتکم ...... و بنت الأخ و بنت الأخت﴾ (النساء: ۲۳)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تزر وازرۃٌ وزر أخری﴾ (سورۃ الزمر: ۷)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿من عمل صالحاً فلنفسه، ومن أساء فعلیھا﴾ (حم السجدۃ: ۴۶)

قال العلامة الآلوسی رحمه اللہ تعالیٰ ﴿من أساء فعلیھا﴾ ضرُّہ لا علی الغیر". (روح المعانی (سورۃ حم السجدۃ: ۴۶): ۱۳۱/۲۴، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

سماج میں جگہ دی جائے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ان بچوں نے تو کوئی جرم نہیں کیا(۱) ان کو سماج میں جگہ دے کر ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کیا جائے جس سے ان کی اچھی طرح تعلیم وتربیت ہو۔ اوراس عورت کو اس کی نالائق اور کمینہ حرکات سے توبہ کرا کے اس کی بقیہ زندگی کو شریعت کے موافق بنانے کی کوشش کی جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿من عمل صالحاً فلنفسه، ومن أساء فعليها﴾ (سورة حم السجدة: ۴۶)

قال العلامة الآلوسیؒ: "﴿من أساء فعليها﴾ ضرُّه لا على الغير". (روح المعانی، (سورة حم السجدة: ۴۶): ۲۴/۱۳۱، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿يأيها الذين اٰمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً، عسى ربكم أن يكفّر عنكم سيئاتكم﴾ (سورة التحريم: ۸)

"قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (سنن ابن ماجة، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، ص: ۳۱۳، قديمی)

"والمراد بالتوبة هنا الرجوع عن الذنب، وقد سبق فی كتاب الإيمان أن لها ثلثة أركان: الإقلاع، والندم على فعل تلك المعصية، والعزم على أن لايعود إليها أبداً. فإن كانت المعصية لحق آدمی، فلها ركن رابع، وهو التحلل من صاحب ذلك الحق. وأصلها الندم، وهو ركنها الأعظم. واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصی واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً. والتوبة من مهمات الإسلام وقواعده المتأكدة، ووجوبها عند أهل السنة بالشرع". (شرح النووی على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمی)

(وكذا فی روح المعانی، (سورة التحريم: ۸): ۲۸/۱۵۸، ۱۵۹، دارإحياء التراث العربی بيروت)

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی